بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور

(12 اپریل 1973ء)

تمہید

چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہوریہ کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا۔ وہ ایک مقدس امانت ہے۔

چونکہ پاکستان کے جمہور کی منشا ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے، جس میں مملکت اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندہ کے ذریعے استعمال کرے گی۔

جس میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے۔ پوری طرح عمل کیا جائے گیا۔

جس میں مسلمان کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔

جس میں قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

جس میں وہ علاقے جو اس وقت پاکستان میں شامل یا ضم ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو بعد ازیں پاکستان میں شامل یا ضم ہوں ایک وفاق بنائیں گے جس میں وحدتیں اپنے اختیارات و اقتدار پر ایسی حدود اور پابندیوں کے ساتھ جو مقرر کر دی جائیں، خود مختار ہوں گی۔

جس میں بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں قانون اور اخلاق عامہ کے تابع حیثیت اور مواقع میں مساوات، قانون کی نظر میں برابری، معاشرتی، معاشی اور سیاسی انصاف اور خیال، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور اجتماع کی آزادی شامل ہوگی۔

جس میں اقلیتوں اور پسماندہ اور پست طبقوں کے جائز مفادات کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا، جس میں عدلیہ کی آزادی پوری طرح محفوظ ہوگی۔

جس میں وفاق کے علاقوں کی سلامتی، اس کی آزادی اور زمین، سمندر اور فضا پر اس کے حقوق مقتدر کے بشمول اس کے جملہ حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔

تاکہ اہل پاکستان فلاح و بہبود حاصل کر سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور بین الاقوامی امن اور بنی نوع انسان کی ترقی اور خوش حالی میں اپنا پورا حصہ ادا کر سکیں۔

لہٰذا اب ہم جمہور پاکستان،

قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے اپنی ذمہ داری کے احساس کیساتھ:

پاکستان کی خاطر عوام کی دی ہوئی قربانیوں کے اعتراف کیساتھ:

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس اعلان سے وفاداری کے ساتھ کہ

پاکستان عدل عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگی۔

اس جمہوریت کے تحفظ کے لئے وقف ہونے کے جذبے کیساتھ جو ظلم و ستم کے خلاف عوام کی انتھک جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوگی۔

اس عزم بالجزم کے ساتھ کہ ایک نئے نظام کے ذریعے مساوات پر مبنی معاشرہ تخلیق کر کے اپنی قومی اور سیاسی وحدت اور یک جہتی کا تحفظ کریں۔

بذریعہ ہذا قومی اسمبلی میں اپنے نمائندوں کے ذریعے یہ دستور منظور کر کے اسے

قانون کا درجہ دیتے ہیں اور اسے دستور تسلیم کرتے ہیں۔

حصہ اول

ابتدائیہ

آرٹیکل 1۔جمہوریہ اور اسکے علاقہ جات:

۱۔ مملکت پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگی جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا جسے بعد ازیں پاکستان کہا جائے گا۔

۲۔ پاکستان کے علاقے مندرجہ ذیل پر مشتمل ہوں گے:

الف: صوبہ جات بلوچستان، شمال مغربی سرحد، پنجاب اور سندھ۔

ب: وارلحکومت اسلام آباد کا علاقہ جس کا حوالہ بعد ازیں وفاقی وارلحکومت کے طور پر دیا گیا ہے۔

ج: وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے اور

د: ایسی ریاستیں اور علاقے جو الحاق کے زریعے یا کسی اور طریقے سے پاکستان میں شامل ہیں یا ہو جائیں۔

۳۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ بذریعہ قانون وفاق میں نئی ریاستوں یا علاقوں کو ایسی قیود و شرائط پر داخل کر سکے گی جو وہ مناسب سمجھے۔

تشریح

آئین میں جو پاکستان کو جمہوری ریاست قرار دیا گیا ہے۔جمہوری ریاست میں کسی مخصوص جماعت، فرقے یا فرد کی بجائے اقتدار بحیثیت مجموعی عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔جمہوریت میں خواہ وہ معاشرتی ہو یا اقتصادی انسانی اداروں کا انتظام عوام خود اپنی بہتری کے لئے چلاتے ہیں۔

پاکستان کو نہ صرف آئین میں جمہوری ریاست قرار دیا گیا ہے بلکہ اسے اسلامی جمہوریہ کا نام بھی دیا گیا ہے۔اس اعتبار سے ریاست کا کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جا سکتا۔ پاکستان چونکہ اسلامی جمہوری مملکت ہے اس لئے

اقتدار اعلیٰ خدائے بزرگ و برتر کو حاصل ہے۔ اس اقتدار اعلیٰ کے تحت پاکستان کے عوام کو حکمرانی کا اختیار ایک مقدس امانت کے طور پر عطا کیا گیا ہے۔ سورۃ النسا آیت 58 میں اللہ تعالیٰ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان اللہ یامرکم ان تودوالامنت الی اہلھا۔

ترجمہ: بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو پہنچا دیا کرو۔

آئین کے دیباچے میں بھی واضح الفاظ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حکمرانی کے اختیار کی یہ مقدس امانت عوام اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے بروئے کار لائیں گے۔ اس اعتبار سے یہ ذمہ داری عوام کی سونپ دی گئی کہ وہ اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں وہ ایسے نمائندوں کا انتخاب تو نہیں کر رہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی گئی اقتدار کی امانت میں خیانت ہو۔ دوسرا فرض ان نمائندوں پر بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں اس امانت کی حفاظت کریں جو ان کے سپرد کی گئی ہے۔

اس کا مطمح نظر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس اعلان کے مطابق ہے کہ پاکستان سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگی۔

۲۔ آئین کی اس تحتی دفعہ میں پاکستان کی جو حد بندی کی گئی ہے اس کے تحت مملکت پاکستان کو چار صوبوں، صوبہ بلوچستان، صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ، وفاقی دارالحکومت، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں اور ایسی ریاستوں اور علاقوں کو شامل کیا گیا ہے جو الحاق یا کسی دوسرے طریقے سے اس میں شامل ہیں یا ہو جائیں۔

۳۔ اس ضمن میں مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کو آئین کے تحت یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ الحاق کے لئے درخواست دینے والی ریاست یا علاقے کو ایسی شرائط کے ساتھ

مملکت کا حصہ بنائے جنہیں وہ مناسب خیال کرے۔

قبل ازیں اس تحتی دفعہ کا تعلق مشرقی پاکستان سے تھا کیونکہ عوامی نمائندوں کو یقین تھا کہ بنگلہ دیش پھر سے پاکستان کا حصہ بن جائے گا لیکن جب فروری 1974ء میں اسے ایک علیحدہ مملکت کی حیثیت سے پاکستان نے تسلیم کرلیا تو آئین کی اس تحتی دفعہ کو ایک ترمیم کے ذریعے 4 مئی 1974ء کو حذف کر کے تحتی آرٹیکل ۴ کو (۳) کی جگہ شامل کیا گیا۔ جس کے تحت پارلیمنٹ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ کسی نئے علاقے کی پاکستان میں شمولیت کے وقت چند شرائط کے ساتھ جو وہ مناسب سمجھے عائد کرے۔

آرٹیکل 2۔ اسلام مملکتی مذہب ہوگا:

اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا۔

تشریح

اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کو مملکت کے سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہوگی اور اس کے لئے کوئی بھی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا اور اس مقصد کے حصول کیلئے وہ تمام قوانین اسلام کے سانچے میں ڈھالے جائیں گے جو اسلامی قوانین سے متصادم ہوں گے تا کہ صحیح معنوں میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا جا سکے۔ شریعت کورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل کو خصوصی طور پر یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ تمام قوانین کا جائزہ لے اور اگر کوئی قانون ان کے نظر میں اسلام کی تعلیمات سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اس کی تنسیخ کیلئے سفارش کی جائے تا کہ پارلیمنٹ اس کی تنسیخ کیلئے قانون وضع کرے۔

(آرٹیکل (۲الف) فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء شامل ہوا)

آرٹیکل (2) الف۔ قرارداد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگی:

ضمیمہ میں نقل کردہ قرارداد مقاصد میں بیان کردہ اصول اور احکام کو مذریعہ ہذا

دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بکہہ موثر ہوں گے۔

تشریح

صدر پاکستان نے 2 مارچ 1985ء کو دستور پاکستان میں ترمیم کی اور دفعہ 2۔ الف کا اضافہ کیا گیا۔ اس دفعہ کے مطابق قرار داد مقاصد کو آئین کا حصہ قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں صدر مملکت نے کہا کہ قرار داد مقاصد کو آئین کا حصہ بنا دینے سے نہ تو آئین پوری طرح مشرف بہ اسلام ہوتا ہے اور نہ ہی اسلامی نظام حکومت کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ملک اس وقت جس آئینی اور سیاسی دور سے گزر رہا ہے اسمیں یہ بھی غنیمت ہے کیوں کہ حصول مقصد کی منزل نہ سہی اس کی طرف سے یہ مناسب ہوگا کہ مزید بحث سے پہلے اس کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالی جائے۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے 12 مارچ 1949ء کو ایک قرار داد منظور کی جس کی روشنی میں ایک چوبیس رکنی مجلس تشکیل دی گئی۔ اس مجلس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ قرار داد مقاصد کی روشنی میں ملک کے آئندہ دستور کے لئے اپنی سفارشات پیش کرے۔ یہ قرار داد وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان نے پیش کی تھی۔ قرار داد میں واضح طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا تھا کہ تمام حاکمیت احکام خداوندی کے تابع ہونی چاہیے اور ہم پاکستان کے عوام اس بات کا پختہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر قسم کی حاکمیت اسلام کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق استعمال کی جانی چاہیے تا کہ اس حاکمیت کا غلط استعمال نہ ہو سکے۔ یہ حاکمیت درحقیقت ایک مقدس امانت ہے جو کہ اللہ تعالی نے عطا کی ہے تا کہ ہم اس کے بندوں کی خدمت کیلئے استعمال کر سکیں۔

تاریخ پاکستان میں ہر دور میں اس قرار داد کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ 1956ء 1962ء اور

اپریل 1972ء کے عبوری آئین اور 1973ء کے آئین میں اس قرارداد کے دیباچے میں شامل کیا گیا ہے۔ متعدد مواقع پر پاکستان کی اعلیٰ عدالتیں اس کے مرتبے کا تعین کر چکی ہیں۔ مثلاً 1972ء میں حاصمہ جیلانی کیس میں سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں اس بات پر پورا زور دیا تھا کہ اقتدار اعلیٰ صرف ذات خداوندی کو حاصل ہے اور یہ اقتدار اعلیٰ مملکت کو عوام کی طرف سے تفویض کیا گیا ہے اور عوام اپنے اختیار کو اسلامی تعلیمات کی حدود میں رہتے ہوئے ایک مقدس امانت کے طور پر استعمال کریں۔

قرارداد مقاصد میں حکمرانی کے لئے یہ اصول بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمائے ہیں چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے جس کی رو سے مملکت جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے سے استعمال کرے گی۔

۲۔ جس کی رو سے اصول جمہوریت، حریت، مساوات رواداری، عدل اور حکمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گ کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر خود کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن وسنت میں متعین ہیں تربیت دے سکیں۔

۳۔ جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کیساتھ اپنے مذہبی عقیدوں پر قائم رہ سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

۴۔ جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں۔ ایک وفاقیہ بنائیں گے جس کے ارکان مقررکردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت

آزاد ہوں گے جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون او راخلاق عامہ کے ماتحت مساوات قانون کی نظر میں برابری ، عمرانی ، اقتصادی اور سیاسی عدل ، اظہار خیال ، عقیدہ ، دین ، عبادات اور ارتباط کی آزادی شامل ہے۔

۵۔ جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا انتظام کیا جائے گا جس کی رو سے نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہوگی۔

۶۔ جس کی رو سے وفاقیہ کے علاقوں کی ضمانت اور اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں ، بر ، بحر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں تحفظ کیا جائے گا۔

۷۔ تا کہ پاکستان کے عوام فلاح و خوش حالی کی زندگی بسر کر سکیں وہ اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبود میں اضافہ کر سکیں۔

۸۔ اس قرارداد کو مشرقی پاکستان کے ہندو ارکین کے سوا سب نے قبول کر لیا۔ ہندوؤں کا کہنا تھا کہ اب جب کہ پاکستان بن گیا ہے مذہب پر اصرار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے پاکستان کو لادینی حکومت قرار دیا جائے۔ تاہم بھاری اکثریت نے اس قرارداد کو منظور کر لیا۔

عدالت عالیہ نے عاصمہ جیلانی کیس میں کہا ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ قرارداد مقاصد آئین کا ماورائی حصہ ہے۔ یا ایک ایسی اعلیٰ آئینی دستاویز ہے جس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا یہاں تک کہ جن لوگوں نے قرارداد مقاصد کو اپنایا انہوں نے بھی اس نقطہ نظر سے دیکھا کہ یہ بھی آئین سے بالاتر دستاویز ہوگی۔

لہٰذا دفعہ 2۔ الف کو دستور کا حصہ بنانے سے آئین کی دفعہ 203۔ الف 203۔ ز 227، 29، 30 اور 268 متاثر نظر آتی ہے۔ لہٰذا ان دفعات سے دفعہ 2۔ الف کی تطبیق بڑی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

19 جولائی 1992ل ءکو سپریم کورٹ کے فل بنچ لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ کا وہ متفقہ فیصلہ کالعدم قرار دے دیا جس میں کہا گیا تھا کہ آئینی ترامیم کے ذریعے قرارداد مقاصد کو آئین کو حصہ بنانے کے نتیجے میں آئین کو دفعہ 2۔الف آئین کے باقی تمام دفعات پر حاوی ہوگئی ہے اور پورے آئین کو کنٹرول کرتی ہے۔سپریم کورٹ نے یہ بھی قرار دیا کہ دفعہ 2۔الف کو کوئی خصوصی بالادستی حاصل نہیں۔اس دفعہ کی حیثیت دوسری دفعات کے مساوی ہے۔فاضل عدالت عظمی نے ہائی کورٹ کے اس فیصلے کو بھی کالعدم قرار دیا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ قصاص و دیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد صدر مملکت کو کسی مجرم کی سزائے موت معاف کرنے کا اختیار حاصل نہیں رہا اور یہ اختیار صرف مقتول کے لواحقین استعمال کر سکتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ دفعہ 2 الف کے اضافہ کے باوجود آئین کی دفعہ 45 کی حیثیت بدستور برقرار ہے۔

آرٹیکل 3۔استحصال کا خاتمہ:

مملکت استحصال کی تمام اقسام کے خاتمہ اور اس بنیادی اصول کی تدریجی تکمیل کو یقینی بنائے گی کہ ہر کسی سے اس کی اہلیت کے مطابق کام لیا جائے گا اور ہر کسی کو اس کے کام کے مطابق معاوضہ دیا جائے۔

تشریح

سماجی انصاف ہر نظام کی پختگی کی علامت ہے لہذا نادار اور غریب لوگوں کی مالی کیفیت کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ استحصال کا خاتمہ کیا جائے تا کہ ایک صاف ستھرا معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔کیونکہ اسلام کسی شخص کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی شخص سے کام تو بہت زیادہ لے اور اس کی صلاحیتوں کا بھرپور فائدہ بھی اٹھائے لیکن معاوضہ کام اور اہلیت کی بنا پر ادا نہ کرے۔اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ معاشرے کا ہر فرد کم کام کرے زیادہ معاوضہ

حاصل کرنا چاہتا ہے لہذا کسی فرد کو بھی آئین اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے مفاد کا تو خیال رکھے لیکن دوسرے کا نہ رکھے۔ اس طرح اگر آجر اور مزدور دونوں اپنی حدود اور فرائض کا خیال رکھیں تو برائیوں سے پاک معاشرہ جنم لے سکتا ہے۔

آرٹیکل 4۔ افراد کا حق کہ ان سے قانون وغیرہ کیمطابق سلوک کیا جائے:

۱۔ ہر شہری کا خواہ کہیں بھی ہو اور کسی دوسرے شخص کا جو فی الوقت پاکستان میں ہو، یہ ناقبل انتقال حق ہے کہ اسے قانون کا تحفظ حاصل ہو اور اس کے ساتھ قانون کیمطابق سلوک کیا جائے۔

۲۔ خصوصاً۔

الف۔ کوئی ایسی کاروائی نہ کی جائے جو کسی شخص کی جان، آزادی، جسم شہرت یا املاک کے لئے مضر ہو۔ سوائے جبکہ قانون اسکی اجازت دے۔

ب۔ کسی شخص کے کوئی ایسا کرنے میں ممانعت یا مزاحمت نہ ہوگی جو قانوناً ممنوع نہ ہو اور

ج۔ کسی شخص کو کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے جس کا کرنا اس کے لئے قانوناً ضروری نہ ہو۔

تشریح

اس دفعہ میں اس بات کی تشریح کر دی گئی ہے کی پاکستان کے ہر شہری کو ملک کے کسی بھی مقام پر رہنے کا مکمل حق حاصل ہے اور اس کے ساتھ حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اسے قانونی تحفظ فراہم کرے اور اگر اس سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو حکومت قانون کے مطابق اس سے سلوک کرے۔

۲۔ اگر کوئی فرد مراعات کا حقدار ہے تو وہ اسے فراہم کی جائیں چونکہ قانون کی نظر میں سبھی شہری ایک جیسے ہیں لہذا مساوات یا قوانین کے مساویانہ تحفظ سے کسی

شخص کو محروم نہ رکھا جائے اور مملکت محض نسل، ذات، جنس یا مقام پیدائش یا ان میں سے کسی کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیاز نہ برتے۔

الف۔ اس دفعہ کے تحت حکومت نے اپنے عوام کو اس بات کی پختہ یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ کسی شخص کے خلاف ایسی کاروائی کرنے سے گریز کرے گی جو اس کی جان، جسم، شہرت یا املاک کے لے مضر ہو سوائے اس امر کے جہاں قانون ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہو۔

ب۔ ہر شخص کو مملکت کی جانب سے یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے جس قسم کا کام چاہے کر سکتا ہے اور حکومت ایسے کسی کام کے کرنے میں رکاوٹ پیدا نہ کرے گی بشرطیکہ وہ کام قانونی طور پر ممنوع نہ ہو اور

ج۔ کسی شخص کو کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے جس کا کرنا اس کے لئے قانونی طور پر ضروری نہ ہو یعنی کسی شخص غیر قانونی طور پر کوئی کام نہ لیا جائے اور صرف اسے وہی کام کرنیکو کہا جائے جسے وہ بطریق احسن کر سکتا ہے۔ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے مطابق پاکستان کا ہر شہری۔ ساکن ہر فعل قانون کے مطابق سر انجام دے سکتا ہے۔ (پی ایل ڈی 1966 ء سپریم کورٹ ا) انتظامیہ کو کسی شہری کے حقوق میں مداخلت کا اختیار نہیں جب تک کہ قانون اس کی اجازت نہ دے۔

159 ،ڈھاکہ 1965 (پی ایل ڈی سپریم کورٹ

آرٹیکل 5۔ مملکت سے وفاداری اور دستور اور قانون کی اطاعت:

ا۔ مملکت سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔

۲۔ دستور اور قانون کی اطاعت ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو اور ہر شخص کی جو فی الوقت پاکستان میں ہو واجب التعمیل کی ذمہ داری ہے۔

تشریح

رہائشی ہونے کی حیثیت سے پاکستان میں بسنے والے ہر شہری پر یہ فرض عائد ہوتا

ہے کہ وہ مملکت سے اپنی مکمل وفاداری کا اظہار کرے اور مملکت کے کسی بھی ایسے راز کو افشاء نہ کرے جو مملکت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔

اس دفعہ کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو غیر ملکی ہوں اور پاکستان میں رہ رہے ہوں۔ چونکہ ملک سے غداری قانونی طور پر جرم ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جو اس کا ارتکاب کرتا ہے سزا کا مستوجب ہوگا۔ اس دفعہ واجب التعمیل کو دفعہ ۲ اور جدول کی رو سے لفظ بنیادی کی جگہ شامل کیا گیا ہے۔

آرٹیکل 6۔ سنگین غداری:

۱۔ کوئی شخص جو طاقت کے استعمال یا طاقت سے یا دیگر غیر آئینی ذریعے سے دستور کی تنسیخ کرے یا تنسیخ کرنے کی سعی یا سازش کرے، تخریب کرے یا تخریب کرنے کی سعی یا سازش کرے سنگین غداری کا مجرم ہوگا۔

۲۔ کوئی شخص جو شق ۱، میں مذکورہ افعال میں افعال میں مدد دے گا یا معاونت کرے گا، اسی طرح سنگین غداری کا مجرم ہوگا۔

۳۔ مجلس شوریٰ پارلیمنٹ بذریعہ قانون ایسے اشخاص کے لئے سزا مقرر کرے گی جنہیں سنگین غداری کا مجرم قرار دیا گیا ہے۔

تشریح

مملکت کے وقار کے خلاف قول و عمل کو غداری کہا جاتا ہے۔ یہاں اس دفعہ کا اطلاق اس امر پر ہوتا ہے کہ کسی شخص کو طاقت کے استعمال یا دیگر غیر آئینی ذرائع سے آئین کی تنسیخ کرنے، تنسیخ کی سعی یا سازش کرنے یا تخریب کاری یا سازش کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سنگین غداری کا مرتکب ہوگا اور جس کی سزا موت کی سزا ہے۔

شق ۱، میں مذکورہ افعال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اگر کوئی شخص یا اشخاص مذکورہ شخص کی معاونت کرتے ہیں تو انہیں بھی اس شخص کے برابر سزا ملے گی جو ان افعال

میں ملوث ہوگا۔

غداری ایسے سنگین جرم کی سزا جرم کے مطابق پارلیمنٹ یا مجلس شوری متعین کریگی۔سزا کا دیا جانا اس لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ آئندہ کسی شخص کو اس قسم کی سنگین قانون شکنی کی جرات نہ ہو سکے۔

اس ضمن میں پارلیمنٹ کے منظور شدہ قانون کو صدر پاکستان نے 26 دسمبر 1973ء کو سنگین غداری کے مرتکب فرد کو سزائے موت دینے کے قانون کی توثیق کی۔اس طرح اس دفعہ سے اسے قانونی تحفظ حاصل ہوگیا۔

حصہ دوم

بنیادی حقوق اور حکمت عملی کے اصول

بنیادی حقوق: اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ انتظامیہ یا مقنّنہ کو مطلق ہونے یا من مانی کرنے سے روکا جائے اور قانونی طور پر ہر شہری کو اس بات کا پورا پورا موقع دیا جائے کہ وہ آزادی سے اپنی شخصیت کی تعمیر کر سکے۔ اپنی ضمیر کے آواز کو بلند کر سکے اور حکومت کی پالیسیوں کی تعمیری تنقید کر سکے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ جب اسے انفرادی آزادی حاصل ہو اور وہ حکومت یا حکومت کے افسروں کی بے جا دست اندازی اور چیرہ دستیوں سے محفوظ رہے نیز مقنّنہ سخت گیر یا جابرانہ یا ایسے قوانین منظور نہ کر سکے جس سے براہ راست شخصی آزادی پر زد پڑتی ہو۔ حکومتی ذمہ داریوں کے علاوہ شہریوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ملکی قانون کا احترام کریں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے کہ دشمن ملک کو مخالفانہ سرگرمیوں کو تیز کرنے میں مدد ملے۔

حکومت پاکستان نے آئین کی تیاری کے وقت اپنے باشندوں کے تمام جائز حقوق کا خیال رکھا ہے تا کہ تمام شہری یکساں طور پر جمہوری روایات سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں اور انہیں ان تمام سہولتوں کو بروئے کار لانے کا موقع ملے تا کہ وہ اپنی زندگیوں کو بہتر اور کارآمد بنا سکیں۔ آئین میں حقوق اور بنیادی آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے اور ان حقوق کے احترام اور اسی سلسلے میں باہمی تعاون پر زور دیا گیا ہے اور زبان، نسل اور مذہب کی بنیاد پر کسی کے حقوق سلب نہیں کیے گئے۔ آئین نے ان طریقوں اور ذریعون کو بھی بیان کیا ہے کہ جن کے ذریعے ان حقوق کا عملی نفاذ کیا جا سکتا ہے۔ اس غرض سے دستور نے شہریوں کو وہ تمام بنیادی حقوق دئے ہیں جو اقوام متحدہ کے عالمی انسانیت کے منشور سے منطبق ہیں۔ لہذا وہ تمام قوانین جو ان حقوق جو ان حقوق سے کسی بھی طرح متصادم ہوں دستور کی رو سے ناجائز ہیں اور

انہیں عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔

آرٹیکل 7۔ مملکت کی تعریف:

اس حصہ میں تاوقتیکہ سیاق وسباق سے کچھ معلوم اور مفہوم نہ نکلتا ہے مملکت سے وفاقی حکومت، مجلس شوریٰ کوئی صوبائی حکومت، کوئی صوبائی اسمبلی اور پاکستان میں ایسی مقامی ہیئت ہائے مجاز مراد ہیں جن کو از روئے قانون کوئی محصول یا چونگی عائد کرنے کا اختیار حاصل ہو۔

تشریح

قانون بین الاقوام میں مملکت کی جو تعریف متعین کی گئی ہے اس سے مراد وہ تمام زمین، زیر زمین چیزیں، علاقائی سمندر، مقامی دریا، جھیلیں اور فضائی حدود ہے جن پر کوئی ملک اختیار اعلیٰ کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسری ریاستیں بمعہ ریاستوں کے اسے بصیم قلب تسلیم کرتی ہوں۔ اس سے لین دین کرتی ہوں اور اپنے سفیر اس ملک میں بھیجتی ہوں۔

پاکستان کے آئین کی اس دفعہ میں مملکت کی جو تعریف کی گئی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ اس حصہ میں بجز اس کے کہ سیاق وسباق عبارت اس کے خلاف ہو مملکت سے مراد وفاقی حکومت، مجلس شوریٰ پارلیمنٹ، صوبائی حکومت، کوئی صوبائی اسمبلی اور پاکستان میں ایسے با اختیار ادارے اور مقامی حکومتیں ہیں اور انہیں از روئے ملکی قانون جہاں مناسب ہو کوئی محصول یا چونگی وغیرہ لگانے کا مکمل اختیار حاصل ہو۔ محصول یا چونگی لگانے کا مقصد مقامی، علاقائی یا قومی سطح پر وسائل کو مجتمع کر کے ملکی ترقی کے لئے بروئے کار لانا ہوتا ہے تاہم پاکستان واپڈا اور روڈ ٹرانسپورٹ ایسے ادارے ہیں جو حکومت کی تعریف میں نہیں آتے۔

باب 1

بنیادی حقوق

آرٹیکل 8 بنیادی حقوق کے نقیض یا منافی قوانین کالعدم ہوں گے۔

ا۔کوئی قانون یا رسم یا رواج جو قانون کا حکم رکھتا ہو۔تناقض کی اس حد تک کالعدم ہوگا جس حد تک وہ اس باب میں عطا کردہ حقوق کا نقیض ہو۔

۲۔ مملکت کوئی ایسا قانون وضع نہیں کرے گی جو بایں طور عطا کردہ حقوق کو سلب یا کم کرے اور ہر وہ قانون جو اس شق کی خلاف ورزی میں وضع کیا جائے ورزی تک کالعدم ہوگا۔

۳۔اس آرٹیکل کے احکام کا اطلاق حسب ذیل پر نہیں ہوگا:

الف۔کسی ایسے قانون پر جس کا تعلق مسلح افواج یا پولیس یا امن عامہ قائم رکھنے کی ذمہ دار دیگر جمعیتوں کے ارکان سے ان کے فرائض کی صحیح طریقے پر انجام دہی یا ان میں نظم وضبط قائم رکھنے سے ہو، یا

ب۔ ان میں سے کسی پر۔

اول۔جدول اول میں مصرعہ قوانین جس طرح کہ یوم نفاذ سے عین قبل نافذ العمل تھے یا جس طرح کہ مذکورہ جدول میں مصرعہ قوانین میں سے کسی کے ذریعے ان کی ترمیم کی گئی تھی۔

دوم۔ جدول اول کے حصہ ا میں مصرعہ دیگر قوانین

اور ایسا کوئی قانون یا اس کا کوئی حکم اس بنا پر کالعدم نہیں ہوگا کہ مذکورہ قانون یا حکم اس باب کے کسی حکم کے متناقض یا منافی ہے۔

۴۔ شق 3 کے پیراب میں مذکورہ کسی امر کے باوجود یوم آغاز سے دو سال کے اندر متعلقہ مقننہ جدول اول کے حصہ دوم، میں مصرعہ قوانین کو اس باب کی رو سے عطا کردہ حقوق کے مطابق بنائے گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ متعلقہ مقننہ قرارداد کے ذریعے دو سال کی مذکورہ مدت میں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کی مدت کی توسیع کر سکے گی۔

تشریح: اگر کسی قانون کے بارے میں مجلس شوریٰ متعلقہ مقننہ ہو تو مذکورہ قرارداد قومی اسمبلی کی قرارداد ہوگی۔

۵۔ اس باب کی رو سے عطا کردہ حقوق معطل نہیں کئے جائیں گے بجز جس طرح کہ دستور میں بالصراحت قرار دیا گیا ہے۔

تشریح

کسی قانون پر اس بنیاد پر اعتراض کرنا کہ وہ متناقض ہے ان بنیادی حقوق کے جو آئین میں عطا کئے گئے ہیں سول کورٹس میں دائر کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ایسے اعتراض کو آئینی درخواست میں محدود نہیں بنایا گیا۔ اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس اصول کے تحت کسی ایسے قانون کو تسلیم نہیں کیا جائے گا جو شہریوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو۔ اگر کسی وقت ایسا قانون بنالیا جائے تو عدالتوں کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے کالعدم قرار دے دیں۔ اس اعتبار سے اس دفعہ میں پاکستانیوں کو ان کے بنیادی حقوق کی پوری پوری ضمانت دی گئی ہے۔ دستور کی منسوخی کے ساتھ ہی اس میں اس میں عطا کردہ تمام حقوق کی پوری پوری ضمانت دی گئی ہے۔ دستور کی منسوخی کیساتھ ہی اس میں عطا کردہ وہ تمام حقوق از خود ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

بنیادی حقوق پر صرف اسی صورت میں پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ جب ملک کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے یعنی ہنگامی صورت حال کے تحت آئین میں دئے گئے بنیادی حقوق ختم کئے جاسکتے ہیں۔

PLD 1959 Lah 387۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ بنیادی حقوق کے خاتمے کے لئے آئین میں

ترمیم کی جائے۔

1957 SC 9PLD

حالات کے تحت وقتی طور پر عوام کے بنیادی حقوق معطل کئے جا سکتے ہیں۔

PLD 1965 LAH 624

ا۔ جنرل کارزز ایکٹ کا دستور کی تشریح پر اطلاق نہیں ہوتا۔

PLD 1964 DACCA 72

۲۔ احکامات کی تشریح کرتے وقت پالیسی کے بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ دستور کا حصہ ہے۔

PLD 1990 SC 295

۳۔ اس تحتی دفعہ میں اس بات کی مکمل وضاحت کر دی گئی ہے کہ مملکت کوئی ایسا قانون نہیں بنائے گی جو آئین میں عطا کردہ شہریوں کے حقوق کو کسی طرح بھی سلب کرتا ہو یا کسی حد تک کم کرتا ہو۔ بفرض محال اگر ایسا کوئی قانون اس شق کی خلاف ورزی میں وضع کر بھی دیا جائے تو وہ خلاف ورزی کی حد تک کالعدم ہوگا۔

۴۔ اس تحتی میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ احکام کا اطلاق حسب ذیل پر نہیں ہوگا:

الف۔ کسی ایسے قانون پر جس کا تعلق مسلح افواج یا پولیس یا امن عامہ قائم رکھنے کی ذمہ دار دیگر جمعتوں کے ارکان سے ان کے فرائض کی صحیح طریقے پر انجام دہی یا ان مین نظم وضبط قائم رکھنے سے ہو۔

ب۔ اصل پیرا جس طرح کہ اس میں دستور ترمیم اول ایکٹ 1974ء نمبر 33 بابت 1974ء کی دفعہ 3 نفاذ پذیر از 4 مئی 1974 کی رو سے ترمیم کی گئی تھی۔ دستور ترمیم چہارم ایکٹ 1975ء نمبر 71 بابت 1975 کی دفعہ 2 نفاذ پذیر از 21 نومبر 1975ء کی رو سے تبدیل کر دیا گیا۔ اگر کسی قانون کے بارے میں مجلس شوری مقننہ ہو تو مذکورہ قرارداد قومی اسمبلی کی قرارداد ہے۔

آرٹیکل 9۔فرد کی سلامتی۔

کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا ماسوائے جبکہ قانون اس کی اجازت دے۔

تشریح

دنیا کا کوئی بھی معاشرہ ہو اس میں فرد کی سلامتی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔فرد کی سلامتی کے سبب کوئی ملک صنعتی، تجارتی، معاشرتی، تعلیمی سائنسی، طبی اور تکنیکی ترقی کر سکتا ہے اور فرد کی سلامتی کے بغیر اس کا تصور بھی ممکن نہیں۔دفعہ مذکورہ میں پاکستان کے شہریوں کو مکمل طور پر آزادی حاصل ہے اور ان کی زندگی کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔

یعنی اس دفعہ کے تحت ایک فرد دوسرے فرد کی نہ تو جان لے سکتا ہے اور نہ ہی کسی طرح بھی سے بھی اس کی آزادی کو چھین سکتا ہے ماسوائے اس امر کے کہ جس کی قانون اسے اجازت دیتا ہو۔اس لئے اگر کسی شخص کو اجان سے مار دینے کی دھمکی دی گئی ہو تو اسے عدالت سے رجوع کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔اسی لئے تو میدان عرفات میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا اے لوگو تمہارے خون اور تمہارے مال انسانی جان کے تحفظ کے لیے قیامت کے لئے اب تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اور اس مہینے حج کی حرمت تمہارے لیے ہیں۔اسی طرح نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ہائی کورٹ نے یہ قرار دیا کہ اگر کسی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو عدالت از خود نوٹس لے کر اقدامات کر سکتی ہے

PLD 1990 SC 513

آرٹیکل 10۔گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ:

ا۔ کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، مذکورہ گرفتای کی وجوہ سے جس قدر جس قدر جلد ہو سکے، آگاہ کئے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی

قانون پیشہ شخص کو مشورہ کرنے اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

۲۔ ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو اور نظر بند رکھا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹہ کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہوگا لیکن مذکورہ مدت میں وہ وقت شامل نہ ہوگا، جو مقام گرفتاری سے قریب ترین مجسٹریٹ کی عدالت تک لیجانے کے لئے درکار ہو اور ایسے کسی شخص کو کسی مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر مذکورہ مدت سے زیادہ نظر بند نہیں رکھا جائے گا۔

۳۔ شقات ۱ اور ۲ میں مذکور کسی امر کا اطلاق کسی ایسے شخص پر نہیں ہوگا جسے امتناعی نظر بندی سے متعلق کسی قانون کے تحت گرفتار یا نظر بند کیا گیا ہو۔

۴۔ امتناعی نظر بندی کے لیے کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا بجز ایسے لوگوں کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے جو کسی ایسے طریقے پر کام کریں جو پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سالمیت، تحفظ یا دفاع یا پاکستان کے خارجی امور یا امن عامہ یا رسد یا خدمات کے برقرار رکھنے کے لئے مضر ہو اور کوئی ایسا قانون کسی شخص کو تین ماہ سے زیادہ مدت تک نظر بند رکھنے کیا اجازت نہیں دے گا تاوقتیکہ متعلقہ نظر ثانی بورڈ نے اسے اصالتاً سماعت کا موقع مہیا کرنے کے بعد مذکورہ مدت ختم ہونے سے قبل اس کے معاملہ پر نظر ثانی نہ کر لی ہو اور یہ رپورٹ نہ دی ہو کہ اس کی رائے میں مذکورہ نظر بندی کے لیے وجہ کافی موجود ہے اور اگر تین ماہ کی مذکورہ مدت کے بعد نظر بندی جاری رہے تو تاوقتیکہ متعلقہ نظر ثانی بورڈ نے تین ماہ کی ہر مدت کے خاتمے سے پہلے ،اس کے معاملے پر نظر ثانی نہ کر لی ہو اور یہ رپورٹ نہ دی ہو کہ اس کی رائے میں ایسی نظر بندی کی وجہ کافی موجود ہے۔

تشریح اول: اس آرٹیکل میں متعلقہ نظر ثانی بورڈ سے۔

اول۔ کسی وفاقی قانون کے تحت نظر بند کسی شخص کے معاملے میں پاکستان کے

چیف جسٹس کی طرف سے مقرر کردہ کوئی بورڈ مراد ہے جو ایک چیئرمین اور دوسرے دو اشخاص پر مشتمل ہو جن میں سے ہر ایک عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہا ہو اور

دوم: کسی صوبائی قانون کے تحت نظر بند کسی شخص کے معاملے میں متعلقہ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کی طرف سے مقرر کردہ کوئی بورڈ مراد ہے جو ایک چیئرمین اور دوسرے دو اشخاص پر مشتمل ہو جن میں سے ہر ایک کسی عدالت عالیہ کا جج رہ چکا یا رہا ہو

تشریح دوم: کسی نظر ثانی بورڈ کی رائے کے اظہار اس کے ارکان کی اکثریت کے خیالات کے مطابق کیا جائے گا۔

۵۔ جب کسی شخص کو ایسے حکم کی تعمیل میں نظر بند کیا جائے جو امتناعی نظر بندی کے حامل کسی قانون کے تحت دیا گیا ہو، تو حکم دینے والا حاکم مجاز مذکورہ نظر بندی سے پندرہ دن کے اندر مذکور شخص کو ان وجوہ سے مطلع کرے گا جن کی بنا پر وہ حکم دیا گیا ہو اور اسے اس حکم کے خلاف عرضداشت پیش کرنے کا اولین موقع فراہم کرے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کوئی حکم دینے والا حاکم مجاز امور واقعہ کے افشاء سے انکار کر سکے گا۔ جن کے افشاء کو مذکورہ حاکم مجاز مفاد عامہ کے خلاف سمجھتا ہو۔

۶۔ حکم دینے والا حاکم مجاز اس معاملے سے متعلق تمام دستاویزات متعلقہ نظر ثانی بورڈ کو فراہم کرے گا تاوقتیکہ مطلقہ حکومت کے کسی سیکرٹری کا دستخط شدہ اس مضمون کا تصدیق نامہ پیش نہ کر دیا جائے کہ کسی دستاویزات کا پیش کرنا مفاد عامہ میں نہیں ہے۔

۷۔ امتناعی نظر بندی کے حامل کسی قانون کے تحت دیے گئے کسی حکم کی تعمیل میں کسی شخص کو اس کی پہلی نظر بندی کے دن سے چوبیس ماہ کی مدت کے اندر، کسی مذکورہ حکم کے تحت امن عامہ کیلئے مضر طریقے پر کوئی فعل کرنے پر نظر بند کئے جانے

والے کسی شخص کی صورت میں آٹھ ماہ کی مجموعی مدت سے زیادہ اور کسی دوسری صورت میں بارہ ماہ سے زیادہ کے لئے نظر بند نہیں رکھا جائے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق کا اطلاق کسی ایسے شخص پر نہیں ہوگا جو دشمن کا ملازم ہو یا اس کے لئے کام کرتا ہو یا اس کی طرف سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرتا ہو، یا جو کسی ایسے طریقے سے کام کر رہا ہو یا کام کرنے کا اقدام کر رہا ہو جو پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سلامتی، تحفظ یا دفاع کیلئے مضر ہو یا جو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے یا ارتکاب کرنے کا اقدام کرے جو کسی وفاقی قانون میں درج شدہ تعریف کے مطابق کسی قوم دشمن سرگرمی کے مساوی ہو یا جو کسی ایسی جماعت کا رکن ہو جس کے مقاصد میں کوئی مذکورہ قوم دشمن سرگرمی شامل ہو یا جو اس میں ملوث ہو۔

۸۔ متعلقہ نظر ثانی بورڈ کے کسی نظر بند شخص کی نظر بندی کے مقام کا تعین کرے گا اور اس کے کنبے کیلئے معقول گزارہ الاؤنس مقرر کرے گا۔

۹۔ اس آرٹیکل میں مذکورہ کسی امر کا اطلاق کسی ایسے شخص پر نہیں ہوگا جو فی الوقت غیر ملکی دشمن ہو۔

تشریح

آئین کی دفعہ کے تحت پاکستان بھر میں رہنے والے تمام شہری قابل عزت ہیں اور انکی گرفتاری اور انہیں حبس بے جا میں رکھنے سے بھی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ لیکن اگر قانون نافذ کرنیوالے ادارے کسی شخص کی گرفتاری یا اسے حبس بے جا میں رکھنا ضروری خیال کرتے ہیں تو اس ضمن میں انہیں گرفتار شدہ شخص کو مندرجہ ذیل تحفظات کرنا ہوں گے۔

۱۔ جس قدر جلدی ممکن ہو سکے گا گرفتاری کی قانونی وجہ بتائی جائے گی۔

۲۔ گرفتار شدہ شخص کو اس بات کا حق ہوگا کہ وہ اپنے قانونی دفاع کے لئے اپنی مرضی کے وکیل سے مشورہ لے اور اس کیوساطت سے اپنے اوپر لگائے گئے

الزام کا دفاع کرے۔

۳۔ اگر کسی شخص کو گرفتار کیا جائے تو اسے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر کسی مجسٹریٹ کیسامنے پیش کیا جائے گا۔ PLD 1957 LAH 813 اس میں متعلقہ ملزم کو عدالت تک لے جانے کا وقت شامل نہ ہو گا اور ایسے کسی شخص کو کسی مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر مذکورہ مدت سے زیادہ حراست میں نہیں رکھا جائیگا۔ تاہم امتناعی نظر بندی سے متعلق کسی قانون کے تحت گرفتار یا نظر بند اشخاص پر مذکورہ بالا شقوں کا اطلاق نہ ہو گا۔

۴۔ امتناعی نظر بندی کے قانون کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہو گا جن سے **ملک** کی سلامتی، دفاع، اتحاد کو خطرہ لاحق ہو یا پھر خارجہ امور یا امن عامہ یا رسد یا خدمت کے برقرار رکھنے کے لیے مضر ہوں اور کوئی قانون کسی شخص کو تین ماہ سے زیادہ مدت تک نظر بند رکھنے کی اجازت نہیں دے گا تاوقتیکہ متعلقہ نظر ثانی بورڈ نے اسے اصالتا سماعت کا موقع دینے کے بعد مذکورہ مدت ختم ہونے سے قبل اس کے معاملہ پر نظر ثانی نہ کی ہو اور یہ رپورٹ نہ دے دی ہو کہ اس کی رائے میں مذکورہ نظر بندی کے کئے وجہ کافی موجود ہے اور اگر تین ماہ کی مذکورہ مدت کے بعد بھی نظر بندی جاری رہے تو تاوقتیکہ متعلقہ نظر ثانی بورڈ نے تین ماہ کی ہر مدت کے خاتمے سے پہلے اس کے معاملے پر نظر ثانی نہ کر لی ہو اور یہ رپورٹ نہ دی ہو کہ اس کی رائے میں ایسی نظر بندی کیوجہ کافی موجود ہے۔ لیکن جو لوگ **ملک** کے دشمن ہوں یا جن کے بارے میں **ملک** دشمن سرگرمیاں ثابت ہو چکی ہوں ان کو یہ مراعات حاصل نہیں کیوں کہ **ملک** کی وفاداری ہر شخص کے سامنے شرط اولین ہے۔ سپریم کورٹ کے مطابق اگر وجوہات واضح نہ ہوں تو گرفتاری غیر قانونی قرار پائے گی۔

اس آرٹیکل میں متعلقہ نظر ثانی بورڈ سے:

اول: کسی وفاقی قانون کے تحت نظر بندی کسی شخص کے معاملے میں پاکستان

کے چیف جسٹس کی طرف سے مقرر کردہ کوئی بورڈ مراد ہے جو ایک چیئرمین اور دوسرے دو اشخاص پر مشتمل ہو جن میں سے ہر ایک عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہا ہو۔

دوم کسی صوبائی قانون کے تحت نظر بند کسی شخص کے معاملے میں متعلقہ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کی طرف سے مقرر کردہ کوئی بورڈ مراد ہے جو ایک چیئرمین اور دوسرے دو اشخاص پر مشتمل ہو جن میں سے ہر ایک عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہا ہو۔

تشریح دوم: کسی نظر ثانی بورڈ کی رائے کا اظہار اس کے ارکان کی اکثریت کے خیالات کے مطابق کیا جائے گا۔

۵۔ جب کسی کو کسی ایسے حکم کی تعمیل میں نظر بندی کیا جائے جو امتناعی نظر بندی کے حامل کسی قانون کے تحت دیا گیا ہو تو حکم دینے والا حاکم مجاز مذکورہ نظر بندی سے پندرہ دن کے اندر مذکورہ شخص کو ان وجوہ سے مطلع کریگا جن کی بناء پر وہ حکم دیا گیا ہو اور اسے اس حکم کے خلاف عرضداشت پیش کرنے کا اولین موقع فراہم کریگا۔

مگر شرط ہے کہ ایسا کوئی حکم دینے والا حاکم مجاز ان امور واقعہ کے افشاء سے انکار کر سکے گا جنکے افشاء کو مذکورہ حاکم مجاز مفاد عامہ کے خلاف سمجھتا ہو۔

۶۔ حکم دینے والا حاکم مجاز اس معاملے سے متعلق تمام دستاویزات متعلقہ نظر ثانی بورڈ کو فراہم کرے گا تاوقتیکہ متعلقہ حکومت کے کسی سیکرٹری کا دستخط شدہ اس مضمون کا تصدیق نامہ پیش نہ کر دیا جائے کسی دستاویزات کا پیش کرنا مفاد عامہ میں نہیں ہے۔

۷۔ امتناعی نظر بندی کے حامل کسی قانون کے تحت دیئے گئے کسی حکم کی تعمیل میں کسی شخص کو اس کی پہلی نظر بندی کے دن سے چوبیس ماہ کی مدت کے اندر کسی مذکورہ حکم کے تحت امن عامہ کے لئے مضر طریقے پر کوئی فعل کرنے پر نظر بند کئے

جانے والے کسی شخص کی صورت میں آٹھ ماہ کی مجموعی مدت سے زیادہ کسی دوسری صورت میں بارہ ماہ سے زیادہ مدت کے لئے نظر بند نہیں رکھا جائیگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق کا اطلاق کسی ایسے شخص پر نہیں ہوگا جو دشمن کا ملازم ہو یا اس کے لئے کام کرتا ہو یا اس کی طرف سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرتا ہو یا جو کسی ایسے طریقے سے کام کر رہا ہو یا کام کرنے کا اقدام کر رہا ہو جو پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سلامتی، تحفظ دفاع کیلئے مضر ہو یا جو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے یا ارتکاب کرنے کا اقدام کرے جو کسی وفاقی قانون میں درج شدہ تعریف کے مطابق کسی قوم دشمن سرگرمی کے مساوی ہو یا جو کسی ایسی جماعت کا رکن ہو جس کے مقاصد میں کوئی مذکورہ قوم دشمن سرگرمی شامل ہو یا جو اس میں ملوث ہو۔

۸۔ متعلقہ نظر ثانی بورڈ کے کسی نظر بند شخص کی نظر بندی کے قیام کا تعین کرے گا اور اس کے کنبے کیلئے معقول گزارہ الاؤنس مقرر کریگا۔

۹۔ اس دفعہ میں مذکورہ کسی امر کا اطلاق کسی ایسے شخص پر نہیں ہوگا جو فی الوقت غیر ملکی دشمن ہو۔

ان دفعات کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آئین میں ایک فرد کا کس قدر احترام کیا گیا ہے یعنی آئین یہ کہتا ہے کہ کسی بھی شخص کو بلاوجہ گرفتار یا حراست میں نہ لیا جائے ماسوائے اس صورت کے کہ متعلقہ فرد ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث نہ پایا گیا ہو۔

آرٹیکل 11۔ غلامی، بیگار وغیرہ کی ممانعت:

۱۔ غلامی معدوم اور ممنوع ہے اور کوئی قانون کسی بھی صورت میں اسے پاکستان میں رواج دینے کی اجازت نہیں دے گا یا سہولت بہم نہیں پہنچائیگا۔

۲۔ بیگار کی تمام صورتوں اور انسانوں کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

۳۔ چودہ سال سے کم عمر کے کسی بچے کو کسی کارخانے یا کان یا دیگر پرخطر ملازمت میں نہیں رکھا جائے گا۔

۴۔ اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر اس لازمی خدمت پر اثر انداز متصور نہیں ہوگا۔

الف۔ جو کسی قانون کے خلاف کسی جرم کی بنا پر سزا بھگتنے والے کسی شخص سے لی جائے یا

ب۔ جو کسی قانون کی رو سے غرض عامہ کیلئے مطلوب ہو۔

مگر شرط یہ ہے کہ کوئی لازمی خدمت ظالمانہ نوعیت کی یا شرف انسانی کے مخالفت نہیں ہوگی۔

تشریح

اسلامی غلامی کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے آج سے 1400 سال قبل غلامی کو ختم کر دینے کا کام شروع کیا۔ وقت کے لحاظ سے یہ ایک تدریجی عمل تھا یعنی جو غلام تھے ان سے سلوک کی نوعیت بالکل بدل دی اور غلاموں کو انسانی حقوق دے کر ان کے آزاد آقاؤں کے برابر اور معاشرے کے پروقار فرد بنا دیا۔ غلاموں کی قانونی آزادی کی بھی بہت سی ترغیبات پیدا کیں اور طریقے تجویز کئے مثلاً زکوۃ کی آمدنی کی خاص مد کو اسی غرض کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے غلاموں اور باندیوں کو باعزت مقام دلوانے کیلئے خود مثالیں قائم کیں۔ ہجرت کے بعد مدینے میں تشریف لا کر اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو اپنے خادم اور آزاد کردہ غلام زیدؓ کا بھائی ٹھہرایا۔ اسی طرح حضرت خالد بن دویحتہ الخثعمی کا حضرت بلال حبشیؓ کا اور حضرت ابو بکرؓ کو خارجہ بن زید کا بھائی ٹھہرایا۔ فتح مکہ کے بعد کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا شرف بھی حضرت بلالؓ کو حاصل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے خادموں کے ساتھ خوراک اور لباس حتی کہ محنت و مشقت میں بھی مساویانہ سلوک کا

حکم فرمایا اور غلام یا باندی کو بیٹا یا بیٹی کہہ کر مخاطب کرنے پر زور دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی چند غلاموں کو قاہرہ میں قاضی مقرر کیا۔ ہندوستان میں خاندان غلاماں کی حکمرانی اور مصر میں ممالیک کی سلطنت اس طرز عمل کی تابناک مثالیں ہیں۔

تشریح:

۱۔ آئین کی اس دفعہ میں بتایا گیا ہے کہ غلامی کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور قانونی طور پر کسی کو خواہ مرد ہو، عورت ہو، بچہ ہو یا بوڑھا ہو غلام رکھنا ممنوع ہے اور کوئی بھی قانون کسی بھی صورت میں پاکستان میں اسے رواج دینے کی اجازت نہیں دے گا اور نہ ہی اسے رواج دینے کے لئے کسی قسم کی کوئی سہولت بہم پہنچائی جائے گی اور اگر کوئی شخص اس حکم کی خلاف ورزی کریگا تو وہ قانونی طور پر مستوجب سزا ہوگا۔

۲۔ آئین کے تحت کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے جبراً بیگار نہیں لے سکتا اور بیگار کی غرض سے کسی شخص کو خرید و فروخت نہیں کر سکتا نہ ہی ہمارا دین اس بات کی اجازت دیتا ہے اور نہ ملکی قانون البتہ لازمی خدمت، قیدیوں، ملکی مفاد اور مفاد عامہ کے لئے بیگار لی جاسکتی ہے لیکن اس میں بھی کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے اور یہ غیر قانونی بھی نہ ہو یعنی انسانیت کی تذلیل کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو عدالت عظمیٰ کے مطابق اوور ٹائم جبری مشقت نہ ہے۔

PLD 1970 SC 146

۳۔ پاکستان میں غریب لوگوں کی اکثریت ہے اور وہ اپنے بچوں کو انتہائی کم عمری ہی میں مشقت پر لگا دیتے ہیں۔ لیکن آئین یہ کہتا ہے کہ جب تک کسی بچے کی عمر 14 سال نہ ہو جائے اس سے کسی کارخانے یا کان یا کسی اور خطرے ملازمت پر نہ لگایا جائے۔ اس طرح قانون میں 14 سال سے کم عمر بچوں سے مزدوری پر

لگاتے ہیں تو وہ آئین کی خلاف ورزی کے مرتکب قرار پائے ہیں۔ اس دفعہ کا ما حاصل یہ ہے کہ شہری ایسے پیشے اختیار نہ کریں جو ان کی عمر یا قوت کے اعتبار سے ان کے لئے نقصان دہ ہوں اور والدین بھی اپنے بچوں سے کم عمری میں مزدوری نہ کرائیں۔

۴۔ الف اور ب ان کی وضاحت اوپر کر دی گئی ہے

آرٹیکل 12۔ موثر بہ ماضی سزا سے تحفظ: کوئی قانون کسی شخص کو۔۔۔۔

الف۔ کسی ایسے فعل یا ترک فعل کے لئے جو اس فعل کیلئے جو اس فعل کے سرزد ہونے کے وقت کسی قانون کے تحت قابل سزا نہ تھا سزا دینے کی اجازت نہیں دے گا۔ یا

ب۔ کسی جرم کیلئے ایسی سزا دینے کی جو اس جرم کے ارتکاب کیوقت کسی قانون کی رو سے اس کے لئے مقررہ سزا سے زیادہ سخت یا اسے مختلف ہو، اجازت نہیں دے گا۔

۲۔ شق ا، میں یا آرٹیکل 270 میں مذکور کوئی امر کسی ایسے قانون پر اطلاق پذیر نہ ہوگا جس کی رو سے تیس مارچ سن ایک ہزار نو سو چھپن سے کسی بھی وقت پاکستان میں نافذ العمل کسی دستور کی تنسیخ یا تخریب کی کاروائیوں کو جرم قرار دیا گیا ہو۔

تشریح

ا۔ الف اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ کس شخص کو سوائے غداری کے کسی فعل یا غلطی کی سزا نہیں دی جائے گی جو قانونی اعتبار سے اس وقت مستوجب سزا نہ تھا۔ اس سے جب وہ فعل یا غلطی سرزد ہوئی۔

ب۔ اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی جرم کے لئے ایسی سزا دینے کی جو اس جرم کے ارتکاب کے وقت کسی قانون کی رو سے اس کے لئے مقررہ سزا سے زیادہ سخت یا

اس سے مختلف آئین اس کی اجازت نہیں دیتا۔تاہم اس شق کا اطلاق امتناعی نظر بندی، مالک جائیداد کی سرپرستی بیدخلی،عادی مجرموں کے خلاف کاروائی پر نہیں ہوگا۔

بالفاظ دیگر اگر کسی جسم کی سزا بوقت ارتکاب 20 سال ہو اور بعد میں قانون کی تبدیلی کی وجہ سے سزا 25 سال ہو جائے تو مجرم کو 20 سال سزا ہی ہوگی۔آئین کی اس دفعہ کی بنا پر عوام کو یہ تحفظ فراہم کیا گیا ہے کہ انتظامیہ کا کوئی بااختیار فرد کسی فرد کے گذشتہ فعل کو جرم ثابت کرکے پریشانی میں مبتلا نہ کر سکے گا اور نہ اسے مرض میں سرزد ہونے والے فعل کی سزا دلا سکے بشرطیکہ یہ فعل ماضی میں بھی قانونی طور پر جرم نہ ہو

آرٹیکل 13۔دوہری سزا اور اپنے کو ملزم گردانے کے خلاف تحفظ:

کسی شخص۔۔۔۔۔

الف۔پر ایک ہی جرم کی بنا پر ایک بار سے زیادہ نہ تو مقدمہ چلایا جائے گا اور نہ ہی سزا دی جائے گی یا

ب۔ کو، جب کہ اس پر کسی جرم کا الزام ہو۔اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے ہی خلاف ایک گواہ بنے۔

تشریح

الف۔اس دفعہ کی یہ شق اس بات کی وضاحت کرتی ہے ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جرم کے الزام میں پکڑا گیا اور اس پر مقدمہ چلا عدالت نے اسے بری کر دیا یا پھر اسے مجرم ثابت کرکے سزا دے دی تو ایسے شخص پر پھر اس جرم کے ضمن میں دوبارہ مقدمہ نہیں چلایا جائیگا۔

ب۔ملزم کو قانونی طور پر اس کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کا دفاع کرے اور خود ہی گواہ کے طور پر پیش ہو۔لیکن اس شق کے تحت مجبور

نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے ہی خلاف گواہی دے۔ اسے یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ گواہ کے طور پر حلفیہ بیان دے یا نہ دے۔ صورت حال کچھ بھی ہو اگر ملزم خود کو گواہ کے طور پر عدالت میں پیش کرنا چاہے تو وہ ایسا کرنے کا مجاز ہے۔

آرٹیکل 14۔ شرف انسانی قابل حرمت ہوگا:

۱۔ شرف انسانی اور قانون کے تابع، گھر کی خلوت قابل حرمت ہوگی۔

۲۔ کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے اذیت نہیں دی جائے گی۔

تشریح

۱۔ از روے قرآن حکیم اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے اور قرآن میں جا بجا انسانوں کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ یہ بہترین صورت فرمان خدوندی کے مطابق خدا کی اپنی فطرت ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کہا ہے وہاں انسانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ انسانیت کا احترام کریں۔ قرآن حکیم میں یہ ارشاد بھی ہوتا ہے کہ ''اے ایمان والو! کسی کے گھر میں اہل خانہ کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔'' آئین کی اس دفعہ میں بھی اس بات کی تلقین کی گئی ہے۔

اور واضح طور پر کہا گیا ہے کہ قانون کسی شخص کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے شخص کے گھر میں دیوار، پھاند کر بغیر اجازت نقب لگا کر داخل ہو۔ اس اعتبار سے یہ دفعہ گھر کا تحفظ فراہم کرتی ہے۔ تاہم اگر کسی شخص کی گرفتاری یا خانہ تلاشی مقصود ہو تو قانون کے تحت ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

۲۔ اس شق میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ کسی شخص کو محض اعتراف جرم کرانے کے لئے الٹا لٹکانا، اس کے جسم کے نازک حصوں کو سگریٹ سے داغنا، اسے زمین پر منہ کے بل لٹا کر اس کی پیٹھ پر دو دو تین تین آدمی سوار کرنا۔ برف کی سلوں پر لٹانا اور اس کے سر پر بجلی کے بڑے بڑے بلب لگانا یا کسی اور طریقے سے ذہنی دباؤ

ڈالنا یہ سب غیر قانونی حربے ہیں۔آئین کی یہ شق کسی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے اذیت نہ دلانے کا تحفظ فراہم کرتی ہے۔

آرٹیکل 15۔نقل وحرکت وغیرہ کی آزادی:

ہر شہری کو پاکستان میں رہنے اور مفاد عامہ کے پیش نظر قانون کے ذریعہ عائد کردہ کسی معقول پابندی کے تابع ، پاکستان میں داخل ہونے اور اس کے باہر حصے میں آزادانہ نقل وحرکت کرنے اور اس کے کسی حصے میں سکونت اختیار کرنے اور آباد ہونے کا حق ہوگا۔

تشریح

پاکستان میں ہر شخص کو شخص آزادی حاصل ہے۔آئین کے تحت پاکستان کے ہر شہری کو پاکستان میں رہنے کا حق دیا گیا ہے۔وہ ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں بغیر کسی اجازت نامے کے جا سکتا ہے۔اس کی حدود میں داخل ہوسکتا ہے۔ بیرون ملک جا سکتا ہے ماسوائے اس وقت کے جب قانون اجازت نہ دے۔وہ عارضی طور پر یا مستقل طور پر کہیں بھی رہائش رکھ سکتا ہے اور ان تمام مراعات کو جو آئین کے تحت اسے دی گئی ہیں حاصل کرنے کا مجاز ہے۔وہ ہر شہر اور قصبے میں اپنی جائیداد بنا سکتا ہے۔اسے جس وقت چاہے فروخت کرسکتا ہے۔وہ اپنی کار میں یا کرائے کی بس، ریل گاڑی اور ویگن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے۔ صرف ایسے شخص پر پابندی عائد ہوسکتی ہے جنہیں قانونی طور پر ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے سے منع کیا گیا ہو یا وہ عوام کے لئے خطرناک ثابت ہوتے ہوں۔ان کی نقل وحرکت پر کڑی پابندی لگائی جا سکتی ہے تاکہ کسی قسم کے نقصان کا خدشہ نہ رہے۔علاوہ ازیں اگر کہیں مفاد عامہ کا مسئلہ کھڑا ہو جانے تو اس صورت میں بھی عارضی طور پر ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں جانے ،وہاں جائیداد بنانے ، جائیداد فروخت کرنے ۔سکونت اختیار کرنے پر پابندی عائد کرسکتی ہے۔طوائفوں،

عادی مجرموں، خطرناک افراد یعنی غنڈوں اور مذہبی منافرت پھیلانے والے لوگوں پر بھی اس قسم کی پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ اگر ایک علاقے میں کوء متعدی بیماری پھیل جائے تو آئین کے تحت دوسرے علاقوں میں بسنے والے افراد کی جانوں کو تحفظ کے لئے یا کہیں ہنگامہ ہو جائے تو اس طرف پر بھی پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

زمانہ جنگ میں کسی بھی سرکاری فرد کو محاذ جنگ کی طرف جانے سے روکا جا سکتا ہے لیکن اس دفعہ کا اطلاق نظر بندی کے تحت آنے والے افراد پر نہیں ہوتا۔ AIR 1950 SC 27۔ چنانچہ اس دفعہ کے تحت انتظامیہ کسی شخص کو اس کے ان حقوق کے حصول سے نہیں روک سکتی جو قانون کے تحت اسے حاصل ہیں۔

آرٹیکل 16۔ اجتماع کی آزادی:

امن عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو پرامن طور پر اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق ہوگا۔

تشریح

آئین کی اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ کوئی بھی شخص کسی بھی مقام پر جلسہ کرنے، مظاہرہ کرنے یا جلوس نکالنے کا اہتمام کر سکتا ہے۔ وہ اپنا مدعا بیان کر سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ اس اجتماع میں شامل ہونے والا کوئی شخص مسلح نہیں ہو سکتا۔ تاکہ شر پسند عناصر سے دیگر افراد کو تحفظ دیا جا سکے نیز مفاد عامہ یا ملکی سلامتی کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتا کیونکہ مادر وطن سے وفاداری، اس کی سلامتی کی حفاظت، اس کا دفاع تمام امور پر فوقیت رکھتا ہے۔ لہذا ہر شہری کا فرض اولین ہے کہ وہ دستور کی پابندی کرے اس کے اعلیٰ صولوں اور اس کے تحت قائم کردہ اداروں کا احترام کرے اور ان تمام اصولوں پر کاربند رہے جن کے ذریعے ملک کی آزادی کی جدوجہد کو تقویت ملے نیز جلسے اور جلوس کے دوران پبلک پراپرٹی کی حفاظت بھی ہر شہری کا فرض بنتا ہے۔

امن عامہ میں خلل ڈالنے، انسانی جانوں کے عدم تحفظ اور جائیداد کو سلب کرنے کے سلسلے میں بھی مناسب پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں۔

PLD 1957 LAH 213

آرٹیکل 17۔ انجمن سازی کی آزادی:

۱۔ پاکستان کو حاکمیت اعلیٰ یا سلامیت، امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے زریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع ہر شہری کو انجمنیں یا یونینیں بنانے کا حق ہوگا۔

۲۔ ہر شہری کو جو ملازمت پاکستان میں نہ ہو، پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ یا سلامیت ۔یا امن عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع ،کوئی سیاسی جماعت بنانے یا اس کا رکن بننے کا حق ہوگا اور مزکورہ قانون میں قرار دیا جائیگا کہ جبکہ وفاقی حکومت یہ اعلان کردے کہ کوئی سیاسی جماعت ایسے طریقے پر بنائی گئی ہے یا عمل کر رہی ہے جو پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ یا سلامیت کے لئے مضر ہے تو وفاقی حکومت مذکورہ اعلان سے پندرہ دن کے اندر معاملہ عدالت عظمی کے حوالے کردے گی جس کا مذکورہ حوالے پر فیصلہ قطعی ہوگا۔

مگر شرط ہے کہ کوئی سیاسی جماعت فرقہ وارانہ نسلی، علاقائی منافرت یا دشمنی کو فروغ نہیں دے گی یا متشدد گروپ یا سیکشن کے طور پر موسوم یا تشکیل نہیں کیجائے گی۔

۳۔ ہر سیاسی جماعت قانون کے مطابق اپنے مالی وسائل کے ماخذ کے لئے جواب دہ ہوگی۔

۴۔ ہر ایک سیاسی جماعت، قانون کے تابع ، اپنے عہدیداروں اور جماعت کے قائدین کا انتخاب کرنے کے لئے جماعت کے اندر انتخابات منعقد کرے گی۔

تشریح

۱۔ اس دفعہ کے تحت پاکستان کے ہر شہری کو انجمن بنانے کا حق دیا گیا ہے۔ اصولاً اس حق کا استعمال وہ لوگ نہیں کر سکتے جو پاکستان کے شہری ہونے کے باوجود دشمن ملک کے مفادات کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ بھی جو بد دیانت، چور اور ڈاکو ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو جائے تو نتیجہ سوائے نقصان کے کچھ نہیں نکلے گا۔ اس لئے آئین میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ یا سلامتی امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع ہر شہری کو انجمنیں یا یونینیں بنانے کا حق ہوگا۔ لہٰذا ملکی مفاد کے تحت یہ ضروری ہے کہ جو شخص انجمن بناتا ہے وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس میں شامل ہونے والے افراد اطوار و کردار کے لحاظ سے کیسے ہیں؟ آیا وہ ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث تو نہیں ہیں تاکہ ان کے ذریعے انتظامیہ سے جو مراعات حاصل کی جائیں ان کا استعمال غلط طریق پر نہ ہو سکے۔ نیز جب تک کوئی انجمن رجسٹرڈ ہو کوئی شخص کسی شخص سے چندہ لینے کا مجاز نہیں ہے۔

کوئی بھی قانون انجمن سازی میں مانع ہو بنیادی حقوق کے منافی متصور ہوگا اور اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے اور صرف اس وقت ہی انجمن سازی پر پابندی عائد کی جا سکتی ہے جس وقت مفاد عامہ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق ہو۔

سرکاری ملازم بھی انجمن سازی کر سکتے ہیں لیکن انہیں کسی سیاسی جماعت میں شامل ہونے کا حق نہیں۔ اگر کسی سرکاری ملازم کو اس حق سے محروم رکھا جائے تو اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں متعدد اقسام کی انجمنیں قائم ہیں۔ ان میں سائنسی، ادبی اور رفاہی انجمنیں شامل ہیں۔ یہ انجمنیں اپنے اپنے علاقوں اور دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے نہایت اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ سائنسی ترقی کیلئے عوام کا آگاہ کرنا ہو تو سائنسی انجمنیں سیمینار کا انعقاد کراتی ہیں اور سیمینار کے خاتمے پر جن سفارشات کا اعلان کیا جاتا ہے ان پر عملدرآمد کرانے کیلئے حکومتی

ذرائع اختیار کرتی ہیں جن سے عوام کو بے پناہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ادبی انجمنیں ملکی ادب کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں وہ ادیبوں، شاعروں اور اس نوع سے تعلق رکھنے والے افراد کے حق کے حصول کے لئے کام کرتی ہیں۔ جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات نہ صرف ایکسچینج پروگرام کے تحت بیرونی ممالک کے ادیبوں سے ملکی ادیبوں کو تعارف کا موقع مل جاتا ہے بلکہ ادب میں نئی نئی اصناف بھی رواج پاتی ہیں۔ اسی طرح رفاہی انجمنیں اپنے اپنے علاقے کے مسائل جن میں پانی کی بہم رسائی، بجلی کی فراہمی، نکاسی صفائی آب اور شاہراہوں کی تعمیر جیسے مسائل شامل ہیں حل کرانے میں بڑی مدد ثابت ہوتی ہے۔ ان کے ذریعے حکومت کا عوام سے جلد رابطہ قائم کرنا بھی ممکن ہو جاتا ہے اور وہ کام جو حکومتی اہل کار مہینوں میں کرتے ہیں دنوں میں پایہ تکمیل تک پہنچائے جا سکتے ہیں۔ رفاہی انجمنیں ہسپتال، دستکاری سکول، مطالعاتی مراکز، لائبریاں بھی قائم کرتی ہیں جن سے کثیر تعداد میں عوام فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ انجمنیں عوام کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا سبق بھی دیتی ہیں غرض کہ انجمنوں کا قیام ہمارے ملک کے لئے بڑا ضروری ہے بشرطیکہ وہ مفاد عامہ کیلئے اور ملکی قانون کے تابع کام کر رہی ہوں۔

۲۔ پاکستان کا ہر وہ شہری جو سرکاری ملازم نہ ہو اور پاکستان کی سلامیت، اس کی حاکمیت اعلیٰ اور اس کے دفاع پر یقین رکھتا ہے۔ قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تحت کوئیس سیاسی جماعت بنانے یا اس کا رکن بننے کا حق رکھتا ہے۔ سیاسی جماعت کی تشکیل پر صرف اسی زمانے میں پابندی لگائی جا سکتی ہے جب حالات ان کے قیام کی اجازت نہ دیں یا ملک میں ہنگامی حالات کا نفاذ آ چکا ہے یا مارشل لاء کا نفاذ ہو چکا ہو۔ حکومت کسی وقت بھی کسی سیاسی جماعت کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ اسے پختہ شواہد کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ مذکورہ سیاسی جماعت ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہے یا وہ ایسے منصوبے بنا رہی ہے جس سے

کہ ملکی سرحدوں کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے یا پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ یا سلامتی متاثر ہو سکتی ہے۔ کسی سیاسی جماعت پر پابندی عائد کرنے کی صورت میں مملکت قانونی طور پر اس کا مقدمہ پندرہ دن کے اندر اندر سپریم کورٹ میں پیش کرنے کی پابند ہے۔ سپریم کورٹ جو فیصلہ کرے وہ حتمی ہوگا اور اسے چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے دو سال بعد تک کوئی شخص سیاسی سرگرمیوں میں نہ ہی حصہ لے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی سیاسی جماعت بنانے کا اہل ہوسکتا ہے۔

۳۔ قانون کے تحت ہر سیاسی جماعت اس بات کی پابند ہے کہ وہ یہ بتائے کہ اس کے مالی ذرائع کیا ہیں اور وہ اپنے اخراجات کہاں سے پورا کرتی ہے؟ یہ پابندی اس لئے عائد کی گئی ہے کہ کہیں کوئی سیاسی جماعت غیر ملک سے مالی امداد حاصل کرکے اس کے مفادات کی حفاظت تو نہیں کر رہی۔ اگر وہ ایسا فعل کرتی ہے تو قانون کے تحت اسے کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔

آرٹیکل 18۔ تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی:

ایسی شرائط قابلیت کے تابع، اگر کوئی ہوں، جو قانون کے ذریعے مقرر کی جائیں۔ ہر شہری کو کوئی جائز پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے اور کوئی جائز تجارت یا کاروبار کرنے کا حق ہوگا:

الف کسی تجارت یا پیشہ کو اجرت نامہ کے طریقہ کار کے ذریعے منضبط کرنے میں، یا

ب۔ تجارت، کاروبار یا صنعت میں آزادانہ مقابلہ کے پیش نظر اسے منضبط کرنے میں، یا

ج۔ وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا کسی ایسی کارپوریشن کی طرف سے جو مذکورہ حکومت کے زیر نگرانی ہو، دیگر اشخاص کو قطعی یا جزوی طور پر خارج کرکے کسی تجارت، کاروبار، صنعت یا خدمت کا انتظام کرتے ہیں۔

تشریح

آئین کی مزکورہ بالا دفعہ کے تحت پاکستان کا کوئی بھی شہری آزادانہ طور پر کوئی بھی قانونی پیشہ، کاروبار اور تجارت کرنے کا اہل ہے۔لیکن اس کے لئے بھی مملکت کے قوانین کی پابندی لازمی ہے۔یعنی اگر کسی پیشے کے لئے لائسنس حاصل کرنا ضروری ہے تو متعلقہ شخص کو چاہیے کہ وہ لائسنس حاصل کرے۔کسی چیز کی ایک شہر سے دوسرے شہر منتقلی کے لئے مٹ کا حصول لازمی ہو تو متعلقہ حکام سے حاصل کیا جائے یا بیرونی ملک سے کوئی چیز منگوانا مقصود ہو تو اس کے لئے بھی اجازت نامہ حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ان میں سے صورت حال کوئی بھی ہو ہر شخص پر ان کی پابندی لازمی ہے بصورت دیگر مملکت متعلقہ کاروبار کو قانونی طور پر بند کرسکتی ہے۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کسی بھی وقت کوئی قانون بنا کر کسی پیشے، تجارت اور کاروبار کو غیر قانونی قرار دے کر پابندی عائد کرسکتی ہے البتہ وہ پیشے اختیار کرنا جو انسانی صحت کے لئے مضر ہیں جو غیر قانونی ہیں۔ان کے علاوہ طوائفوں کا کاروبار، عورتوں کی خرید وفروخت، جوا، منشیات کی نقل وحمل، خرید وفروخت اور ایسی ادویات جو خطرناک ہیں۔پر قانونی طور پر پابندی عائد ہے۔ان پیشوں کا اختیار کرنا نہ صرف جرم ہے بلکہ ان سے انسانیت کی تذلیل کا پہلو نکلتا ہے۔اسلامی تعلیمات بھی ایسے پیشوں کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتیں لہذا حکومت کو اس بات کا مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی تجارت یا پیشے کو اجرت نامے کے طریقے کار کے ذریعے منضبط کرے اور تجارت وکاروبار اور کسی صنعت کے فروغ کے لئے آزادانہ مقابلہ کے مفاد کے پیش نظر اسے منضبط کرے۔سرکاری ملازمین میں آنے والے ہر شخص کو اس کے کام کی نوعیت اور کام کے معیار کے مطابق اجرت دی جانی چاہیے۔اس طرح سے اہلیت کی بنیاد پر کوئی شخص روزگار سے محروم نہ ہوگا۔

لاہور ہائی کورٹ نے 25 ستمبر 1992ء کو سب ڈویژنل مجسٹریٹ کمالیہ، ضلع

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے 25 اگست 1992 کے آرڈر کو قانون سے تجاوز قرار دیتے ہوئے کالعدم قرار دے دیا جس میں سب ڈویژنل مجسٹریٹ سے زیر دفعہ 144 ویڈیو گیمز کے کاروبار پر پابندی عائد کر دی تھی اور اس کھیل کو بچوں کے لیے تعلیمی، سماجی اور صحت کے لحاظ سے مضر قرار دیا تھا۔ سب ڈویژنل مجسٹریٹ کے حکم کے خلاف بیس امراء نے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی تھی۔ عدالت عالیہ نے اس آرڈر کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ آئین کے تحت کسی شہری کو قانونی پیشہ اختیار کرنے سے نہیں روکا جا سکتا ہے۔ سب افراد کو آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کا پیشہ اختیار کریں تاہم کسی کو مجرمانہ سرگرمیاں اختیار کرنے کی اجازت قطعاً نہیں دی جا سکتی اور یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ویڈیو گیمز، بلیرڈ اور کیرم کے لئے لائسنس جاری نہیں ہوتے اور نہ ہی شرعی وفاقی یا صوبائی حکومت انہیں کنٹرول کرتی ہے۔ پتنگ بازی جو گھر کے اندر اور باہر بھی ہو سکتی ہے تمام عمر کے لوگ کرتے ہیں۔ ایسی سرگرمیاں روکنے کے لئے ملک میں کوئی قانون نہیں ہے۔

آرٹیکل 19۔ تقریر وغیرہ کی آزادی:

اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سلامیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیش نظر یا توہین عدالت، کسی جرم کے ارتکاب یا اسکی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق ہوگا اور پریس کی آزادی ہوگی۔

تشریح

آزاد اور جمہوری ممالک میں عوام کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی ہوتی ہے اور عوام کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ حکومت کی ان پالیسیوں پر نکتہ چینی کریں جو عوامی مفاد میں نہ ہوں۔ پاکستان میں بھی ہر شخص کو آئین اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ لاؤ

ڈسپلیکر سے یا اس کے بغیر جب چاہے اور جہاں تقریر کرے لیکن آئین نے کچھ پابندیاں بھی عائد کیں مثلاً کسی بھی مقرر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مذہبی منافرت پھیلائے اور کسی شخص کو تقریر کے ذریعے سے اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرے۔ پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سلامتی، سلامتی یا دفاع کے خلاف بات کرے۔ مملکت کے ان پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھائے جنکے افشاء سے ملک کا دفاع خطرے میں پڑ جائے۔ جن ممالک کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ روابط قائم ہیں ان کے بارے میں کوئی ایسی بات یا افواہ اڑائے جو دونوں ملکوں کے دوستانہ تعلقات کو کشیدہ کردے۔ اس کی باتوں سے امن عامہ میں خلل پڑے اور ملک کے کسی حصے میں فسادات پھوٹنے کا اندیشہ ہو۔ تہذیب اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کرے اور توہین عدالت کا مرتکب ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی مقرر کو بھی قانون کے تحت اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کی ذات، مذہب یا عقیدے کے خلاف ایسی بات کرے جو اس میں نہ پائی جاتی ہے۔ آزادی تقریر میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے۔ اس دفعہ میں پریس کی آزادی کی بھی ضمانت دی گئی ہے اس سے مراد ہے کہ اخبارات اور رسائل کو اس امر کی آزادی دینا ہوتا ہے کہ اگر وہ حکومت کے کسی فعل کو ناپسند کریں تو اس پر تنقید کرکے رائے عامہ کو اس کی خرابیوں سے آگاہ کرسکیں تاکہ حکومت اپنی پالیسی میں اصلاح کرسکے نیز اخبارات کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ جو چاہیں چھاپیں بشرطیکہ انکا ایسا کرنا کسی تعزیری قانون کے خلاف ہو۔

آرٹیکل 20۔ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی:

قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع،

الف۔ ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

ب ۔ ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔

تشریح

الف اور ب ۔ اسلام میں دین میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں ۔ پاکستان چونکہ اسلامی مملکت ہے اس لئے اس اعتبار سے پاکستان میں ہر شہری کو مذہبی آزادی اور کسی بھی مذہب کو ماننے کی آزادی حاصل ہے ۔ کسی فرد کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ دوسرے شہریوں کو اس پر مجبور کر سکے کہ وہ کسی مخصوص مذہب کو اختیار کریں یا اس کے عقیدے کو مانیں یا کسی مخصوص مذہب کو نہ اختیار کریں یا اسے نہ مانیں ۔ مملکت کی طرف سے شہریوں کو ان کے اپنے عقیدے کے مطابق مذہبی رسوم ادا کرنے کی بھی آزادی حاصل ہے ۔ لیکن مذہب یا مذہبی سرگرمیوں کو ملک کے امن و امان میں خلل ڈالنے کے لئے یا شہریوں کو صحت کو نقصان پہنچانے کے لئے یا ملک کے تعلیمی نظام میں رخنہ اندازی کرنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں ہے ۔ ہر مذہب کے ماننے والوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں بلا روک ٹوک جا کر عبادت کر سکتے ہیں ۔ اپنی عبادت گاہوں کا خود انتظام کر سکتے ہیں ۔ تعلیمی اداروں میں کسی طالب علم کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا مذہبی تقریب میں شریک ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ۔ نیز ہر مذہب کے ماننے والوں کو یہ قانونی حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مذاہب کی تبلیغ کریں ۔ لیکن مذہب کی تبلیغ میں کوئی ایسا عمل سرانجام دینا جو پاکستان کے کسی قانون کے تحت جرم ہو کو دفعہ ہذا کا تحفظ حاصل نہ ہوگا نیز کھلے عام تبلیغ سے اگر کسی دوسرے فرقے کی تضحیک کا کوئی بھی پہلو نکلتا ہو تو مملکت بذریعہ قانون پابندی عائد کر سکتی ہے ۔ نیز کوئی بھی شخص واضح علامت یا تحریر کے ذریعے رسول پاک ﷺ کے کسی کے کسی خلیفہ یا صحابیؓ کے سوا کسی اور شخص کو امیر المومنین، خلیفتہ المومنین، خلیفتہ المسلمین، صحابیؓ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے افراد خاندان کے سوا کسی اور کو اہل بیت، اپنی

عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے پکارتا ہو یا حوالہ دیتا ہو وہ تین سال تک قید کسی قسم اور جرمانے کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

کوئی بھی شخص تقریر یا تحریر یا واضح علامت کے ذریعے سے اپنے عقیدے کے مطابق کے لئے بلانے کے طریقے یا شکل کو اذان سے موسوم کرے گا یا مسلمانوں کے طریقے کے مطابق اذان کہے گا وہ بھی تین سال تک کی قید کسی قسم کی سزا نیز جرمانے کا مستوجب ہوگا۔

آئین کی اس دفعہ کے تحت کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ خلفائے راشدین اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کی اشارتا کنایتہً توہین کرے۔ قانون کے تحت ایسے شخص کو تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی غیر مسلم شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں قانونی طور پر دفن نہیں کیا جا سکتا۔

آرٹیکل 21۔ کسی خاص مذہب کی اغراض کے لیے محصول لگانے سے تحفظ :

کسی شخص کو کوئی ایسا خاص محصول ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ و ترویج پر صرف کی جائے۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت کسی شخص کو کوئی ایسا محصول ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جس کی آمدنی اس کے لئے مذہب کی تبلیغ و ترویج پر خرچ کی جائے لیکن وہ شخص جو اسی مذہب سے متعلقہ ہو اسے یہ دفعہ تحفظ فراہم نہیں کرتی۔

آرٹیکل 22۔ مذہب وغیرہ کے بارے میں تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات :

ا۔ کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم پانے والے کسی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے یا مذہبی عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایسی تعلیم، تقریب یا عبادت کا تعلق اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو۔

۲۔کسی مذہبی ادارے کے سلسلے میں محصول لگانے کی بابت استغاثہ یا رعایت منظور کرنے میں کسی فرقے کے خلاف کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔

۳۔ قانون کے تابع۔

الف۔کسی مذہبی فرقے یا گروہ کو کسی تعلیمی ادارے میں جو کلی طور پر اس فرقے یا گروہ کے زیر اہتمام چلایا جاتا ہو، اس فرقے یا گروہ کے طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کی ممانعت نہ ہوگی۔

ب۔کسی شہری کو محفل نسل، مذہب، ذات مقام پیدائش کی بنا پر کسی ایسے تعلیمی ادارے میں داخل ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا جسے سرکاری محاصل سے امداد ملتی ہو۔

۴۔اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر معاشرتی یا تعلیمی اعتبار سے پسماندہ شہریوں کی ترقی کے لئے کسی سرکاری ہیئت مجاز کی طرف سے اہتمام کرنے میں مانع نہ ہوگا

تشریح

۱۔اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان طالب علم عیسائیوں کے سکول یا کالج میں داخل ہے تو اسے مسیحی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مسیحی رسم کی ادائیگی یا عبادت میں شریک ہونے کے لئے قانونی طور پر مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن دستور کسی مذہب کے ماننے والوں کو اپنے ہم مذہب طالب علموں کیلئے تعلیمی اداروں میں تعلیمی اوقات سے خارج اوقات میں مذہبی تعلیم کا انتظام کرنے سے نہیں روکتا۔ بشرطیکہ اس میں کسی دوسرے مذہب کی تضحیک کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔ دفعہ مذکورہ کے تحت ہر مذہبی طبقہ اپنے مخصوص تعلیمی اداروں میں اپنے مذہب کے ماننے والوں کے لئے خصوصی تعلیم کا اہتمام اس صورت میں کر سکتا ہے کہ سبھی طالب علم ایک ہی مذہب کے ماننے والے ہو۔اس قسم کے ادارے میں مذہبی تعلیم کی کوء بندش نہیں ہو سکتی۔

۲،۳۔اس تحتی دفعہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر کسی تعلیمی یا مذہبی

ادارے کو حکومت سے امداد ملتی ہو تو اس ادارے میں ایسے طالب علم کو تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روکا جا سکتا کہ اس کا تعلق متعلقہ تعلیمی یا مذہبی ادارے کے مذہب سے نہیں ہے۔

۴۔ معاشرتی یا تعلیمی لحاظ سے جو شہری پسماندگی کی زندگی گزار رہے ہیں ان کی ترقی کے لئے کوئی بھی اتھارٹی کسی قسم کی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا یعنی ہر شخص کو پسماندگی کو دور کرنے کے لیے جائز ذرائع استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل 23۔ جائیداد کے متعلق حکم:

دستور اور مفاد عامہ کے پیش نظر قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو جائیداد حاصل کرنے، قبضہ میں رکھنے اور فروخت کرنے کا حق ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت ہر شہری کو جائیداد کا حق دیا گیا ہے اور اب یہ حق صرف عام قانونی حق ہے اور کی رو سے کسی شہری کی اس کی جائیداد سے صرف قانون ہی کے ذریعے محروم کیا جا سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر کوئی جائیداد نہ جبراً حاصل کی جا سکتی ہے۔ نہ طلب کی جا سکتی ہے ماسوائے اس کے کہ وہ کسی غرض عامہ کیلئے ہو اور ایسے قانون کے اختیار سے حاصل یا طلب کرنے کی توضیح ہو جس کو ایسا قانون مقرر کرے جس کا ایسے اصولوں کے مطابق تعین کیا جائے اور ایسے طریقے سے ادا کی جائے جس کی قانون میں صراحت ہو اور کسی ایسے قانون پر کسی عدالت میں اس بنا پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ اس طرح مقرر یا تعین کی ہوئی رقم کافی نہیں ہے یا ایسی کل رقم یا اس کے جز کو سوائے یہ شکل زر نقد دیگر طور پر ادا کیا جاتا ہے۔

ہر شہری اس دفعہ کے تحت جائز طریق سے کوئی بھی جائیداد اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے اور بوقت ضروریات اسے فروخت کر سکتا ہے۔ یہ دفعہ شہریوں کو اپنی جائیداد کے

تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ اسلام کا موقف بھی یہی ہے کہ ہر شخص نجی جائیداد رکھنے، خریدنے یا اسے فروخت کرنیکا مسلمہ حق رکھتا ہے۔ 12 اگست 1991 کو وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس نے ایک شہری امین نعیم کی جانب سے دائر کردہ ایک درخواست پر فل بنچ کا فیصلہ سنایا۔ اس درخواست میں غیر منقولہ جائیداد کے حصول عارضی اختیارات کے ایکٹ کی دفعہ ۳، ۱، ۷ اور ۱۱ کو اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ اسلام کے منافی ہیں۔ مذکورہ دفعات حکومت کو اس بات کا اختیار دیتی ہیں کہ وہ کسی بھی عمارت کو کسی دفتر، وفاقی یا صوبائی حکومت کے تعلیمی اداروں، کسی کارپوریٹ اٹھارٹی وغیرہ کے قیام کے لئے اسکے مالک کی رضامندی کے بغیر حاصل کرے۔ دفعہ ۷ حکومت کو اس بات کا اختیار دیتی ہے کہ وہ عمارت کے مالک کی رضامندی کے بغیر اس عمارت کے حصول کے عوض معاوضہ وغیرہ کو طے کرے خواہ مارکیٹ ریٹ کے برابر نہ بھی ہو جب کہ دفعہ ۱۱ اس طرح کے معاملات میں سول عدالتوں کے دائرہ اختیار دیتی ہے کہ وہ عمارت کے مالک کی رضامندی کے بغیر اس عمارت کے حصول کے عوض معاوضہ وغیرہ کو طے کرے خواہ مارکیٹ ریٹ کے برابر نہ بھی ہو جب کہ دفعہ ۱۱ اس طرح کے معاملات میں سول عدالتوں کے دائرہ اختیار پر پابندی عائد کرتی ہے۔ عدالت نے قرآن وسنت کی روشنی میں کہا کہ کسی بھی شخص کی جائیداد کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

آرٹیکل 24۔ حقوق جائیداد کا تحفظ:

۱۔ کسی شخص کو اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے جبکہ قانون اس کی اجازت دے۔

۲۔ کوئی جائیداد زبردستی حاصل نہیں کی جائے گی اور نہ قبضہ میں لی جائے گی بجز کسی سرکاری غرض کے لئے اور بجز ایسے قانون کے اختیار کے ذریعے جس میں اس کے معاوضہ کا حکم دیا گیا ہو اور یا تو معاوضہ کی رقم کا تعین کر دیا گیا ہو یا اس اصول اور

طریقے کی صراحت کی گئی ہو جس کے بموجب معاوضہ کا تعین کیا جائے گا اور اسے ادا کیا جائے گا۔

۳۔اس آرٹیکل میں مذکورہ کوئی امر حسب ذیل کے جواز پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

الف۔کوئی قانون جو جان، مال یا صحت عامہ کو خطرے سے بچانے کیلئے کسی جائیداد کے لازمی حصول یا اسے قبضے میں لینے کی اجازت دیتا ہو، یا

ب۔کوئی قانون جو کسی ایسی جائیداد کے حصول کی اجازت دیتا ہو ہو جسے کسی شخص نے کسی ناجائز ذریعے سے یا کسی ایسے طریقے سے جو خلاف قانون ہو حاصل کیا ہو یا جو اس کے قبضہ میں آئی ہو۔یا

ج۔کوئی قانون جو کسی ایسی جائیداد کے حصول، انتظام، یا فروخت سے متعلق ہو جو کسی قانون کے تحت متروکہ جائیداد یا دشمن کی جائیداد ہو یا متصور رہوتی ہو جو ایسی جائیداد نہ ہو جس کا متروکہ جائیداد ہونا کسی قانون کے تحت ختم ہو گیا ہو یا

د۔کوئی قانون جو یا تو مفاد عامہ کے پیش نظر یا جائیداد کا انتظام مناسب طور پر کرنے کے لئے یا اس کے ملک کے فائدے کے لئے، مملکت کو محدود مدت کے لئے کسی جائیداد کا انتظام اپنی تحویل میں لے لینے کی اجازت دیتا ہو۔یا

ہ۔کوئی قانون جو حسب ذیل غرض کے لئے کسی قسم کی جائیداد کے حصول کے لئے اجازت دیتا ہو۔

اول۔تمام یا شہریوں کے کسی مصرحہ طبقے کو رہائشی اور عام سہولتیں اور خدمات مثلاً سڑکیں، آب رسانی، نکاسی آب، گیس اور برقی قوت مہیا کرنے کے لئے، یا

سوم۔ان لوگوں کو نان نفقہ مہیا کرنے کے لئے جو بیروزگاری، بیماری، کمزوری یا ضعیف العمری کی بنا پر اپنی کفالت خود کرنے کے قابل نہ ہوں۔یا

د۔کوئی موجودہ قانون یا آرٹیکل 253 کے بموجب وضع کردہ کوئی قانون۔

۴۔اس آرٹیکل میں محولہ کسی قانون کی رو سے قرار دیے گئے ہیں یا اس کی تعمیل

میں متعین کئے گئے کسی معاوضہ کے کافی ہونے یا نہ ہونے کو کسی عدالت میں زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔

تشریح

۱۔ بنیادی حقوق کی اس دفعہ کی رو سے کوئی بھی شخص جو اپنی جائیداد بناتا ہے قانونی طور پر کوئی بھی حکومت اسے اس کے حق سے محروم نہیں کر سکتی لیکن ہنگامی حالت کی ضرورت میں حکومت کسی بھی وقت مفاد عامہ کی غرض سے کسی شخص کو قانون کے تحت اس کی جائیداد حاصل کر سکتی ہے۔

۲۔ اس تحتی دفعہ کی وضاحت دفعہ 23 میں کر دی گئی ہے۔

۳۔ کسی بھی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کسی شہری کی جائیداد پر قبضہ کر لے ماسوائے ان صورتوں کے۔

الف۔ جائیداد ایسے مقاصد کے لئے حاصل کی جائے جس سے کسی شخص کی جان، مال یا صحت عامہ کو خطرہ لاحق ہونیکی بنا پر بچایا جا سکے۔

ب۔ اگر کسی شخص نے ناجائز ذرائع سے اپنی جائیداد بنالی ہو تو حکومت کو قانونی طور پر ایسی جائیداد پر قبضہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

ج۔ حکومت ہنگامی صورت حال کے پیش نظر متروکہ جائیداد یا دشمن کی جائیداد پر قبضہ کر سکتی ہے۔ متروکہ جائیداد کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ متعلقہ جائیداد کے کاغذات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لی جائے کہ متروکہ جائیداد ہونا کسی قانون کے تحت ختم نہیں ہوا۔

د۔ حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی بھی جائیداد پر اس کے مالک کی رضامندی کے بغیر اور مناسب معاوضہ کے تعین اور رقم کی ادائیگی کے بغیر قبضہ کر لے۔ حکومت کے علاوہ ایسے بلدیاتی اداروں اور کارپوریشنوں پر جو شہریوں کی املاک کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح حکومت کسی ادارے کی

جائیداد پر بھی قبضہ نہیں کر سکتی ماسوائے جب کہ قانون اس کی اجازت دے۔لیکن حکومت کا جائیداد کو قبضہ میں لینے کا یہ مطلب لازماً نہیں کہ حکومت جائیداد میں قانونی حیثیت حاصل کر لیتی ہے اور مالک جائیداد کی حیثیت قطعی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔

آرٹیکل 25۔شہریوں سے مساوات:

۱۔تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی طور پر حقدار ہیں۔

۲۔محض جنس کی بنا پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔

۳۔اس آرٹیکل میں مذکورہ امر عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے مملکت کی طرف سے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مانع نہ ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کی رو سے پاکستان کا ہر شہری سماجی اور شہری اعتبار سے برابر ہے۔مذہب ، ذات پات،جنس رنگ، جائے پیدائش یا ان میں سے کسی ایک کی بھی بناء پر ریاست کسی شہری کو شہری کے خلاف کسی قسم کی کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کر سکتی ۔ان میں سے کسی ایک کی بناء پر کسی شہری کو سرکاری ملازمت یا خدمت حاصل کرنیکے لئے نااہل یا ناقابل نہیں سمجھا جائیگا۔ان کو حاصل کرنے کا موقع ہر شہری کو ملے گا۔اس اعتبار سے قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں اور انہیں یکساں قانونی تحفظ حاصل ہے۔اس دفعہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے مملکت کے خصوصی اقدامات میں کوئی مانع نہیں ہوگا۔پبلک مقامات پر داخلے کے سلسلے میں اور ملازمتوں میں جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں کیا جائیگا اور نہ ہی کسی شخص کو جنس کی بنیاد پر دکانوں، عام ریستورانوں ،ہوٹلوں یا عام تفریح گاہوں میں داخلے کے لئے روکا جا سکتا ہے۔اس دفعہ میں کوئی امر شہریوں کے سماجی اور تعلیمی

حیثیت سے پس ماندہ طبقات اور قبیلوں کی ترقی کیلئے خصوصی توضیع کرنے میں مملکت کا مانع ہوگا۔ اسی طرح پارلیمنٹ بھی کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جس کی بنا پر مساوات کے عمل کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔

آئین میں خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق دینے کے لئے بھی قانونی تحفظ فراہم کیا گیا ہے اور خواتین صدر، وزیر اعظم یا کسی بھی عہدے کے لئے نا اہل قرار نہیں دی جا سکتی۔

دستور نے زندگی کے ہر شعبے میں پاکستان کی عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے ہیں۔ اجرت، آرام اور تفریح، سوشل انشورنس اور تعلیم کے بارے میں پاکستان کی عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حال ہیں۔ تمام کارخانوں، فیکٹریوں یا دفاتر میں کام کرنے والی خواتین کو زچگی کے ایام میں باتنخواہ رخصت کی سہولت حاصل نہیں۔ ملک بھر میں زچہ بچہ مراکز قائم ہیں۔ ان مراکز سے عورتوں کا علاج کرایا جا سکتا ہے۔ سرکاری ملازمتوں میں اب تو خواتین کی بھرتی کا بھی کوٹہ مقرر کر دیا گیا ہے تا کہ ان سے کسی قسم کی زیادتی نہ ہو اور وہ خواتین جو بے روزگار ہیں انہیں باعزت روزگار مہیا ہو سکے۔ بالغ عورتوں کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا پورا حق حاصل ہے اور کوئی بھی حکومتی ادارہ، عدالت ان کے اس حق سے محروم نہیں کر سکتی۔ زکوۃ فنڈ سے بیوہ اور نادار عورتوں کو امداد مہیا کی جاتی ہے۔

کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والی خواتین کو مردوں کے مساوی معاوضہ یا تنخواہ دی جاتی ہے۔ محنت کشوں عورتوں سے ان کی معاشی مجبوری کے تحت زیادہ کام نہیں لیا جا سکتا۔ حکومت نے خاص طور پر اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ خواتین کے حقوق کی کسی طور پر بھی پامالی نہ ہو اور اگر کہیں ایسا ہو رہا ہو تو حکومت اس بات کی پابند ہے کہ وہ اسے روکے۔ بلدیاتی اداروں، قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی میں بھی انہیں نمائندگی کا حق دیا گیا ہے۔ آئین کی مندرجہ بالا دفعہ پر عمل درآمد کے لئے

پاکستانی خواتین کے حقوق کے نام 2 جنوری 1976ء میں ایک کمیٹی اٹارنی جنرل کی سربراہی میں قائم کی گئی۔ کمیٹی نے مختلف مقامات پر خواتین کے خیالات معلوم کرنے کے لئے شائع بھی کردی گئی تھی تاکہ اس کی مختلف سفارشات کے بارے میں لوگوں کے خیالات معلوم ہوسکیں۔ کمیٹی کو جو تبصرے موصول ہوئے ان کی روشنی میں خواتین کیلئے خواتین ڈویژن قائم کیا گاے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان میں ہر شعبہ میں خواتین پائلٹ، وائس چانسلر، سائنس دان، بینکار، طبی ماہر اور سیاست دان کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہی ہیں۔

آنحضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا تھا:

''اے لوگو بخوبی سمجھ لو، تمہارا سب کا پروردگار کا ایک ہے اور یوں ہی تمہارا باپ بھی لہذا کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی کالے کو، گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی بزرگی نہیں۔ فضیلت تو صرف تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ اصل اصول نے ہر قسم کی تفریق مٹادی اور رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی حدود کے امتیازات مٹادیئے۔ اس اعتبار سے مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کی رو سے بھی ہمیں اس بات کا سبق ملتا ہے کہ اسلام بھی ہمیں مساوات کا درس دیتا ہے گویا انسانی مساوات پر اس سے زیادہ واضح بیان کی انسان کی پوری تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

اس دفعہ کی رو سے اگر کسی شخص سے عدم مساوات کا اظہار کیا گیا ہو تو اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا پورا پورا حق حاصل ہے اور کوئی امر اس سے مانع نہیں ہوسکتا۔

آرٹیکل 26۔ عام مقامات میں داخلہ سے متعلق عدم امتیاز:

ا۔ عام تفریح گاہوں یا جمع ہونیکی جگہوں میں جو صرف مذہبی اغراض کیلئے مختص نہ ہوں۔ آنے جانے کے لئے کسی شہری کے ساتھ محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بناپر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائیگا۔

۲۔شق نمبر ا، میں مذکورہ کوئی امر عورتوں اور بچوں کیلئے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مملکت کے مانع نہیں ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کی رو سے پاکستان کے ہر شہری کو بلا امتیاز نسل، مذہب، ذات، جنس اور جائے پیدائش کے یہ حق حاصل ہے کہ وہ ماسوائے مذہبی اغراض کے لئے مختص مقامات کے تفریح کے ہر اس مقام پر جا سکتا ہے جو حکومت یا پرائیویٹ اداروں کی جانب سے خصوصی طور پر قائم کیا گیا ہو۔ آئین جہاں عوام کو یہ سہولت دیتا ہے وہاں یہ پابندی بھی عائد کرتا ہے کہ تفریحی مقام کی کسی تنصیب کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اسے خراب نہ کیا جائے، دنگا فساد نہ کیا جائے یا پھر اسے جوئے، شراب اور ہیروئن کے اڈے کے طور پر استعمال نہ کیا جائے۔ حکومت کسی وقت بھی ہنگامی صورت حال کے تحت یا پھر مفاد عامہ کی غرض سے تفریح گاہوں یا جمع ہونے کے مقامات پر لوگوں کو جانے سے روک سکتی ہے۔ کسی شرابی، بدمعاش اور متعدی بیماری کے حامل شخص کو بھی تفریحی مقامات پر جانے سے روکا جا سکتا ہے۔ لیکن زمانہ امن یا کسی ہنگامی حالت کے بغیر اس شق کی خلاف ورزی کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ تفریحی مقامات پر داخلہ کیلئے عورتوں اور بچوں کے لئے اوقات مختص نہیں کئے گئے، تفریح کے تمام مقامات پر عورتوں اور بچوں کے داخلے کے لئے اوقات مختص کئے جانے چاہیں تا کہ عورتیں اور بچے آزادی کے ساتھ تفریح سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکیں۔ آئین میں اس قسم کی کوئی شق نہیں رکھی گئی جو عورتوں اور بچوں کو تفریحی مقامات پر جانے سے روک سکے۔ اسلام میں چونکہ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ ملاپ کو تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا کیوں کہ اس سے متعدد معاشرتی برائیاں بھی جنم لے سکتی ہیں لہٰذا ریاست کی جانب سے اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ خواتین کے تحفظ کیلئے بھی تفریحی مقامات پر خصوصی انتظامات

کئے جائیں اور اگر مردوں اور عورتوں کے تفریحی مقامات پر داخلے کے اوقات مختص کر دیے جائیں تو معاشرتی برائیوں کے جنم لینے کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

آرٹیکل 27۔ ملازمتوں میں امتیاز کے خلاف تحفظ:

۱۔ کسی شہری کیساتھ جو بہ اعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز روا نہیں رکھا جائیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یوم آغاز سے زیادہ سے زیادہ، چالیس سال کی مدت تک کسی طبقے یا علاقے کے لوگوں کیلئے آسامیاں محفوظ کی جاسکیں گی تاکہ پاکستان کی ملازمت میں ان کو مناسب نمائندگی حاصل ہو جائے۔

مزید شرط یہ ہے کہ مذکورہ ملازمت کے مفاد میں مصرحہ آسامیاں یا ملازمتیں کسی ایک جنس کے افراد کے لئے محفوظ کیجا سکیں گی اور مذکورہ آسامیاں یا ملازمتوں میں ایسے فرائض اور کارہائے منصبی کی انجام دہی ضروری ہو جو دوسری جنس کے افراد کی جانب سے مناسب طور پر انجام دیئے جاسکتے ہوں۔

۲۔ شق ۱ میں مذکور کوئی امر کسی صوبائی حکومت یا کسی صوبے کی کسی مقامی یا دیگر ہیت مجاز کی طرف سے مذکورہ حکومت یا ہیت مجاز کے تحت کسی آسامی یا کسی قسم کی ملازمت کے سلسلے میں اس حکومت یا ہیت مجاز کے تحت تقرر سے قبل، اس صوبے میں زیادہ سے زیادہ تین سال تک سکونت سے متعلق شرائط عائد کرنے میں مانع نہیں ہوگا۔

تشریح

آئین کی دفعہ ہذا اس بات کو شرح صدر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ملازمتوں کے ڈھانچے کے مطابق ملازمت کی جملہ شرائط کو پورا کرتا ہو تو اسے محض نسل، مذہب، ذات جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر ملازمت سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔ البتہ کوئی شخص اگر عمر میں بڑا ہو تو اسے اس وقت تک ملازمت نہیں دی

جاسکتی جب تک اسکی عمر میں کسی سیت مجاز سے توسیع نہ کرالی جائے۔ ہر شخص کو اس کے کام کی نوعیت اور کام کے معیار کے مطابق اجرت نہ دینا آئین کی اس دفعہ کی خلاف ورزی متصور ہوگی اور اس ضمن میں ہر شخص کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا حق دیا گیا ہے۔

دفعہ ہذا میں ملازمتوں میں امتیاز کے خلاف چند تحفظات کا ذکر بھی جن کا زیادہ تر فائدہ سندھ کے دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو پہنچتا ہے۔ اس کی مدت آئین میں دس سال مقرر کی گئی تھی جو 1983ء میں ختم ہوگئی تھی اور اس مدت کے اختتام پر صوبہ سندھ کے عوام میں اضطراب کا پایا جانا ایک فطری امر تھا چنانچہ اس ضمن میں حکومت نے وفاقی کابینہ کو سوچ بچار کرنے کا اختیار دیا۔ کابینہ نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا کہ یہ میعاد مزید دس سال کے لئے بڑھا دی جائے۔ چنانچہ اب مدت بیس سال یعنی 1993ء تک تھی۔ مارچ 1985ء میں ترامیم کے زریعے کابینہ کے اس فیصلے کو آئینی تحفظ مہیا کر دیا گیا ہے۔ اس دفعہ کی خلاف ورزی آئین کی خلاف ورزی متصور ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر حکومت نے کسی خاص ملازمت کے لئے ایک ہی جنس کی خدمات حاصل کرنے کے ارادے کا اظہار کیا ہو تو پھر تخصیص بھی کی جاسکتی ہے اگر ایک شخص کسی دوسرے صوبے میں ملازم ہے اور اس کی شہریت دوسری صوبے کی ہے تو متعلقہ صوبائی حکومت یا حکومتیں شہریت کی شرط عائد کرنے میں حق بجانب ہوں گی جو زیادہ سے زیادہ تین سال تک ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں کسی ملازم کو حکومت اپنے محکمانہ مفاد کی خاطر کسی بھی وقت اور اپنی حدود کے اندر کہیں بھی تبدیل کرنے کا آئینی حق رکھتی ہے۔ اگست 1999ء میں یہ مدت بیس سال کے بجائے چالیس سال کر دی گئی ہے۔

آرٹیکل 28۔ زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ:

آرٹیکل 251 کے تابع، شہریوں کے کسی طبقہ کو جس کی ایک الگ زبان، رسم الخط

یا ثقافت ہو۔ اسے برقرار رکھنے اور فروغ دینے اور قانون کے تابع ، اس غرض کے لئے ادارے قائم کرنے کا حق ہوگا۔

تشریح

شہریوں کو شخصی آزادی کا تحفظ آئین کی متعدد دفعات میں مہیا کیا گیا ہے۔ اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہر شہری اس کی اپنی زبان، ثقافت یا رسم الخط اختیار کرنے کا حق حاصل ہے اور قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی زبان، ثقافت یا رسم الخط کو فروغ دینے میں نہ صرف بڑی مدد ملی ہے بلکہ ملک کے ایک صوبے کے شہری کو دوسرے صوبے میں جا کر اسے اپنی زبان اور ثقافتی روایات کو اپنانے کا بھی پورا پورا حق دیا گیا ہے البتہ کوئی شخص کسی تعلیمی ادارے کو اس امر پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اس کی اپنی علاقائی زبان میں اس کا امتحان لے PLD 1957 KARACHI 611 نیز کوئی غیر ملکی ادارہ اس بات کا حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنے ملازمین خصوصاً پاکستانی کو اپنی زبان میں خط و کتابت کرنے یا بولنے پر مجبور کرے۔ البتہ صرف انگریزی کو بطور دفتری زبان کے استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ ابھی تک اردو کو سرکاری دفاتر میں رائج نہیں کیا گیا۔

باب 2

حکمت عملی کے اصول

آرٹیکل نمبر 29۔ حکمت عملی کے اصول:

۱۔اس باب میں بیان کردہ اصول حکمت عملی کے اصول کہلائیں گے اور مملکت کے ہر شعبے اور ہیت مجاز کی اور مملکت کے کسی شعبہ یا ہیت مجاز کی طرف سے کارہائے منصبی انجام دینے والے ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان اصولوں کے مطابق جہاں تک وہ اس شعبے یا ہیت مجاز کے کارہائے منصبی سے تعلق رکھتے ہوں، عمل کرے۔

۲۔ جہاں تک حکمت کے کسی مخصوص اصول پر عمل کرنے کا انحصار اس غرض کیلئے وسائل کے میسر ہونے پر ہو تو وہ اصول ان وسائل کی دستیابی پر مشروط تصور کیا جائے گا۔

۳۔ ہر سال کی نسبت، صدر وفاق کے امور کے متعلق اور ہر صوبے کا گورنر اپنے صوبے کے امور کے متعلق حکمت عملی کے اصولوں پر عمل کرنے اور ان کی تعمیل کرنے کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کرائے گا اور قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی کے سامنے، جیسی بھی صورت ہو، پیش کرائیت گا اور مذکورہ رپورٹ پر بجٹ کیلئے قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی کے، جیسی بھی صورت ہو، قواعد ضابطہ کار میں گنجائش رکھی جائے گی۔

تشریح

۱۔اس باب کا تعلق ایک طرح ہدایات سے ہے اور مملکت کے ہر شعبے اور ہر اتھارٹی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان اصولوں کے مطابق جہاں تک کہ وہ اس شعبے یا ہیت مجاز کے کارہائے منصبی سرانجام دینے سے متعلق ہیں پر عملدآمد کریں۔ ان تو ضیعات کو کوئی عدالت نافذ نہیں کرسکتی لیکن اس کے باوجود وہ اصول جو اس باب میں قلمبند کئے گئے ہیں ملک کی حکمرانی کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور مملکت کا

بھی یہ فرض ہے کہ قوانین بنانے میں ان اصولوں کا اطلاق کرے۔

کوئی عدالت کسی قانون کو محض اس لئے مسترد نہیں کرسکتی کہ قانون بناتے وقت حکمت عملی کے اصولوں پر عملدآمد نہیں کیا گیا۔اے آئی آر سپریم کورٹ 648۔اس سے بخوبی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حکمت عملی کے اصول لازمی احکامات کے زمرے میں نہیں آتے البتہ حکومت ان سے رہنمائی ضرور حاصل کرسکتی ہے۔

۲۔اس تحتی شق میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی وقت حکمت عملی کے کسی مخصوص کے کسی مخصوص اصول پر عمل کرنا ضروری ہو تو محض اس بنا پر اسے مسترد نہ کردیا جائے کہ وسائل کی کمیابی ہے۔لہذا اسے وسائل کی دستیابی تک مشروط کیا جا سکتا ہے۔

۳۔اس تحتی دفعہ میں صدر اور صوبے کے گورنر سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے صوبے سے متعلقہ حکمت عملی کے اصولوں پر عملدرآمد کرنے کے بارے میں سالانہ رپورٹ قومی اور صوبائی اسمبلی میں پیش کرے تا کہ ضابطہ کار کے مطابق اس پر بحث کی جا سکے اور اس بحث سے اخذ نتائج کی روشنی میں متعلقہ امور میں اصلاح و احوال کی جا سکے۔اس طرح اس دفعہ کے تحت حکومت کو پابند کردیا گیا ہے کہ وہ اخراجات کی حدود میں رکھے۔

آرٹیکل 30۔حکمت عملی کے اصولوں کی نسبت ذمہ داری:

۱۔یہ فیصلہ کرنے کی ذمہ داری کہ آیا مملکت کے کسی شعبے یا ہیت مجاز کا یا مملکت کے کسی شعبے یا ہیت مجاز کی طرف سے کام کرنے والے کسی شخص کا کوئی فعل حکمت عملی کے اصولوں کے مطابق ہے۔مملکت کے متعلقہ شعبے یا ہیت مجاز کی یا متعلقہ شخص کی ہے۔

۲۔کسی فعل یا کسی قانون کے جواز پر اس بناء پر اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ وہ حکمت عملی کے اصولوں کیمطابق نہیں ہے اور نہ اس بنا پر مملکت ،مملکت کے کسی شعبے یا ہیت مجاز یا کسی شخص کے خلاف کوئی قانونی کاروائی قابل سماعت ہوگی۔

تشریح

۱۔اس تحتی دفعہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ریاست کے کسی شعبے یا حاکم یا اس کی جانب سے مقرر کردہ کسی شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا پتہ لگائے کہ ان کی ماتحتی میں کوئی شخص حکمت عملی کے اصولوں کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں۔کسی قانون کے تحت کئے جانے والے کسی اقدام کی ضابطگی کو اس بنیاد پر عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا کہ وہ حکمت عملی کے اصولوں کیمطابق نہیں ہے۔

۲۔ اس تحتی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی فعل یا کسی قانون کے جواز پر اس بناپر کسی قسم کی کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکے گا وہ حکمت عملی کے اصولوں کے مطابقت نہیں رکھتا۔لہذا مملکت کے کسی شعبے یا ہیت مجاز یا کسی شخص کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی جا سکتی۔

آرٹیکل 31۔اسلامی طریق زندگی:

۱۔پاکستان کے مسلمانوں کو، انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور انہیں ایسی سہولیتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے جن کی مدد سے قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

۲۔پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل کے لئے کوشش کرے گی۔

الف۔قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا،عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لئے سہولت بہم پہنچانا اور قرآن پاک کی صحیح اور من و عن طباعت اور اشاعت کا اہتمام کرنا۔

ب۔ اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا اور

ج۔ زکوۃ،عشر،اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کا اہتمام کرنا۔

تشریح

۱۔اس تحتی دفعہ میں حکومت پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کوانفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق بسر کرنیکے قابل بنائے اور انہیں ایسی سہولتیں میسر کرے جن کی مدد سے وہ قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھال سکیں اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ تمام نافذ العمل قوانین جوقرآن وسنت کے مطابق نہیں ہیں انہیں قرآن وسنت کے مطابق بنا کران پر عمل درآمد بھی کرایا جائے۔یہ عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق بسر کرنے کی ہ ممکنہ سعی کریں تا کہ ایک مثالی معاشرہ وجود میں آ سکے۔

۲۔اس تحتی دفعہ حکومت پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ ایسے اقدامات بروئے کار لائے جن سے مملکت کے ہر فرد کوقرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع میسر آ سکیں چنانچہ اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے حکومت نے ابتدائی درجہ سے میٹرک تک قرآن پاک اواحادیث وغیرہ پرمبنی اسلامی تعلیم لازمی قرار دے دی ہے۔

الف۔عربی زبانی کی ترویج واشاعت کا خاطر خواہ انتظام کرنا بھی حکومتی ذمہ داری میں شامل ہے تا کہ جولوگ عرب ممالک میں جاتے ہیں وہ بہتر طریقے سے اپنے ملک کی نمائندگی کرسکیں۔اس شق کے تحت حکومت نے 3 جولائی 1973ء اغلاط سے پاک قرآن پاک کی اشاعت کے نام سے ایک قانون کی بھی منظوری دی جس کے تحت قرآن پاک کی طباعت میں کسی نہ کسی وجہ سے رہ جانے والی غلطیوں کا سدباب کردیا گیا ہے۔

ب۔آئین کی یہ تحتی دفعہ مملکت کواس بات کی پابند کرتی ہے کہ وہ اس بات کا دھیان رکھے کہ اس کی عملداری میں آنے والے علاقوں میں رہائشی افراد کے مابین

امن و آشتی اور مذہبی بھائی چارے کی فضا قائم رہے اور کسی بھی شخص کو اس بنا پر امن و عامہ کی صورت حال کو خراب کرنے کی اجازت نہ دے کہ اسکا تعلق کسی با اثر شخصیت یا جماعت سے ہے اور اخلاقی قدروں کو پامال نہ ہونے دے کیوں کہ اخلاق ہی کسی معاشرے کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ج۔ 2 مارچ 1985ء کے صدارتی فرمان میں زکوۃ عشر، اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کے اہتمام کرنے کو کہا گیا ہے۔

زکوۃ اسلام کے بنیادی اور عملی ارکان میں خاص اہمیت کا حامل رکن ہے۔ قرآن حکیم کی بے شمار آیات میں زکوۃ کا ذکر گیا ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بڑی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے مال میں سے ایک مقررہ حصہ ایک معین طریقے سے ہر سال راہ خدا میں دینا ہے۔ زکوۃ کی فرضیت 8 ہجری میں ہوئی۔ زکوۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہے۔ سائمہ جانوروں وہ جانور جو سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گزارتے ہیں۔ ہر قسم کے تجارتی مال پر 3 سونے چاندی پر 4 کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر۔

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے جس کے ساڑھے باون تولے بنتے ہیں جبکہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے۔ اگر مال کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت کے برابر ہو یا اس سے زائد ہو تو سال گزر جانے پر اس کی زکوۃ چالیسواں حصہ دینا فرض ہے۔

حکومت پاکستان نے اس اہم رکن پر نافذ کرنے کے لئے 1980ء میں صدارتی آرڈیننس جاری کیا اور اس کی وصولی اور تقسیم کے لیے پورے ملک میں زکوۃ و عشر کمیٹیاں قائم کیں۔ نیشنل زکوۃ فاؤنڈیشن اس کا اہتمام کرتا ہے۔

اسی طرح کسان اپنی پیداوار کا دسواں حصہ بطور عشر ادا کرنیکے پابند ہیں۔ حکومت نے چاروں صوبوں میں محکمہ اوقاف بھی قائم کر رکھا ہے۔ یہ محکمہ بڑے بڑے

مزارعات سے ہونے والی آمدنی کو مزارعت پر ہی بروئے کار لاتا ہے اور مزارعین کو سہولیات فراہم کرتا ہے۔ اس محکمہ کے وجود میں آنے سے متعدد معاشرتی برائیوں کا قلع قمع ہوا ہے۔

اس وقت محکمہ اوقاف کی تحویل میں ملک میں جو مساجد ہیں۔ ان کا انتظام بڑے اچھے انداز میں چلایا جا رہا ہے۔ غرض کہ آئین کی اس دفعہ پر مکمل طور پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ مساجد میں مسجد مکتب سکول بھی کھولے گئے ہیں جہاں پرائمری کی سطح تک طلبا اور طالبات کو تعلیم دی جاتی ہے۔

آرٹیکل 32۔ بلدیاتی اداروں کا فروغ:

مملکت متعلقہ علاقوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل بلدیاتی اداروں کی حوصلہ افزائی کرے گی اور ایسے اداروں میں کسانوں، مزدوروں اور عورتوں کو خصوصی نمائندگی دی جائے گی۔

تشریح

عوام اور حکومت کے مابین براہ راست رابطے کے سلسلے میں بلدیاتی ادارے انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ حکومت یا عوام کے پاس کوئی ایسا موثر ذریعہ نہیں جس سے وہ باہمی رابطہ قائم کر سکیں۔ آئین کی دفعہ ہذا کے تحت بلدیاتی اداروں کی حوصلہ افزائی کے لئے خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ اس دفعہ میں کہا گیا کہ مملکت متعلقہ علاقوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل بلدیاتی اداروں کی حوصلہ افزائی کرے گی اور ان اداروں میں کسانوں، مزدوروں اور خواتین کو خصوصی نمائندگی دی جائے گی۔

پاکستان بھر میں بلدیاتی اداروں کا قیام سب سے پہلے عہد ایوبی میں 1959ء میں عمل میں لایا گیا اور یونین کونسلوں۔ ٹاؤن کمیٹیوں، میونسپل کمیٹیوں اضلاع کی سطح پر انتخابات منعقد ہوئے۔ 1973ء کے آئین میں بھی بلدیاتی اداروں کے قیام پر زور دیا گیا تھا۔ ستمبر 1979ء میں موجودہ بلدیاتی انتظام کو متعارف کرایا گیا۔

1983ء اور نومبر 1987ء اور نومبر 1991ء میں بلدیاتی انتخابات منعقد ہوئے ۔ اس نظام کے تحت تمام صوبوں اور وفاقی انتظام کے تحت علاقوں کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بلدیاتی انتخابات کے سلسلے میں اپنا نظام متعارف کرائیں ۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل آرڈیننس متعارف کرائے گئے:

۱۔ دی پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء ۲۔ دی سندھ گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء ۳۔ این ڈبلیو ایف پی لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء ۴۔ دی بلوچستان لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء ۵ دی کیپٹل ٹیریٹری لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1980ء ۶۔ دی ناردرن ایریاز لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء ۷، دی آزاد جموں و کشمیر لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء، ۸ دی فیڈرلی ایڈمنسٹرڈ ٹرائبل ایریاز لوکل گورنمنٹ ریگولیشن 1979ء ۹، کنٹونمنٹ ایکٹ 1924ء۔ بلدیاتی اداروں کے انتخابات غیر سیاسی بنیادوں پر ہوتے ہیں۔ ان اداروں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ مقامی سطح کے مسائل عوام خود ہی حل کر لیتے ہیں اور صرف انہی مسائل کی توجہ حکومت کو دلاتے ہیں جنہیں وہ حل نہ کر سکتے ہوں۔

یونین کونسل سب سے نچلی سطح کی کونسل ہوتی ہے۔ کسی صوبے میں چھوٹے سے چھوٹے علاقہ کو دیہہ کہتے ہیں ایک دیہہ کو یا ایک چھوٹے دیہات ہوں تو ایک سے زیادہ دیہہ کو ملا کر ان دیہات سے شہری اور چھاؤنی کے علاقوں کو نکال کر جو کونسل تشکیل دی جاتی ہے اسے یونین کونسل کا نام دیا جاتا ہے۔ کسی قصبہ کیلئے جو مجلس معرض وجود میں آتی ہے اسے ٹاؤن کمیٹی کہتے ہیں۔ ٹاؤن کمیٹی کے علاقے کی آبادی 5 ہزار نفوس سے زیادہ اور 20 ہزار نفوس سے کم ہوتی ہے۔ میونسپل کمیٹی، کارپوریشن اور میٹروپولیٹن کارپوریشن کے لئے 20 ہزار، 20 لاکھ اور 25 لاکھ سے زائد آبادی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح ضلع کی حدود میں سے شہری علاقوں

اور چھاؤنی کے علاقوں کو نکال کر باقی علاقہ کے لئے جو مجلس قائم کی جاتی ہے اسے ضلع کونسل کہتے ہیں۔ حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایک یا زیادہ مقامی کونسلوں کو باہم ملا کر نئی مقامی کونسل قائم کرے یا کسی مقامی کونسل کو ایک یا زیادہ مقامی کونسلوں میں تقسیم کر دے۔

آرٹیکل 33۔ علاقائی اور دیگر مماثل تعصّبات کی حوصلہ شکنی کی جائے گی:

مملکت شہریوں کے درمیان علاقائی، نسلی، قبائلی، فرقہ وارانہ اور صوبائی تعصّبات کی حوصلہ شکنی کرے گی۔

تشریح

اسلام تنگ نظری پر مبنی قوم پرستی، علاقائیت اور نسلی امتیاز کا سخت مخالف ہے۔ اسلام نے اپنے عروج کے ایک ہزار سال سے زیادہ طویل دور میں مختلف فرقوں اور گروہوں کے درمیان صلح و آشتی کا جو نمونہ پیش کیا وہ موجودہ دور میں دنیا کے بعض حصوں میں نسلی برتری کے بے جا دعوے، تعصب اور ظلم سے بالکل مختلف تھا۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ملک ہے اور اس کی بنیاد بھی اسلامی نظریے پر رکھی گئی ہے اس اعتبار سے پاکستان میں بسنے والے سبھی لوگ باہم بھائی ہیں۔ اس لئے اگر علاقائیت اور دیگر مماثل تعصّبات کو ہوا دی گئی تو پھر یہ نظریہ کمزور پڑ سکتا ہے لہٰذا نظریہ پاکستان کی تقویت کیلئے ضروری ہے کہ مذہب، زبان، علاقائیت اور ثقافت کو بنیاد بنا کر ان عوامل کی حوصلہ شکنی کی جائے جیسا کہ قائداعظم نے 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی مجلس دستور ساز میں ایک ایسی پاکستانی قومیت کی بنا ڈالنے کا علان کیا تھا جو وطنیت پر مبنی ہو اور جس میں پاکستان کے ہندو، مسلمان اور عیسائی وغیرہ سب ایک ہوں۔ 27 رمضان المبارک پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو حضرت قائداعظم نے فرمایا: ''اس نئی مملکت کے وجود میں آجانے سے پاکستان کے باشندوں پر زبردست ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انہیں اب یہ موقع حاصل ہوا ہے کہ دنیا کو یہ

ثابت کر دیں کہ کس طرح ایک قوم جسمیں مختلف عناصر شامل ہیں آپس میں مل جل کر صلح و آشتی کے ساتھ رہتی ہے اور ذات پات کا امتیاز کئے بغیر اپنے تمام شہریوں کی یکساں فلاح و بہبود کے لئے کام کرتی ہے،'' قائداعظم کے الفاظ کو صرف اسی صورت میں عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے کہ قانون ساز ادارے قانون سازی کر کے آئین میں مناسب ترامیم کریں۔

آرٹیکل 34۔قومی زندگی میں عورتوں کی مکمل شمولیت:

قومی زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مکمل شمولیت کو یقینی بنانے کیلئے اقدامات کئے جائیں گے۔

تشریح

خواتین اور مرد حضرات گاڑی کے دو پہیوں کی طرح ہیں تو جب تک دونوں سے مل کر کام نہ کریں گاڑی کا چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔خواتین کی آبادی بھی مردوں سے نسبتا کچھ زیادہ ہے۔لہذا مملکت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ انہیں ساتھ لے کر چلے۔ اگرچہ آج کی پاکستانی خواتین عملی میدان میں آگے بڑھ چکی ہیں۔تاہم عورتوں میں شرح خواندگی بمشکل بارہ فیصد ہے۔عورتیں صرف اسی وقت زندگی کے ہر شعبے میں بھرپور کردار ادا کر سکتی ہیں جب کہ ان کی شرح خواندگی بڑھائی جائے۔ گذشتہ برسوں کے برعکس حالیہ برسوں میں خواتین میں تعلیم کا رجحان بڑھا ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورتیں پاکستان کے تمام محکموں میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔ آئین میں خواتین کے صدر یا وزیراعظم کے عہدے کے تقرر کے لئے بھی کوئی پابندی نہیں،لیکن مناسب قانون سازی کے ذریعے حکومت کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ مفاد عامہ کے تحت بعض ملازمتوں میں خواتین کی شرکت کو روک لے۔ ایسی پابندی کو دفعہ ہذا کی خلاف ورزی متصور نہیں کیا جائیگا۔

قیام پاکستان سے اب تک خواتین کی مکمل شمولیت کو یقینی بنانے کے لئے متعدد

اقدامات کئے گئے ہیں تا کہ خواتین میں مردوں سے کمتر ہونے کا جو احساس پایا جاتا ہے اسے ختم کیا جا سکے۔ مارچ 1961ء میں مسلم خاندانی قوانین کا آرڈیننس جاری کیا گیا اس کے ذریعے خواتین کو یہ تحفظ دیا گیا ہے کہ عورت کی مرضی کے بغیر اس کا شوہر دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنے کے لئے اسے اپنی بیوی سے اجازت لینا پڑے گی۔ اس طرح عورت کیلئے طلاق کے حصول میں آسانی پیدا کرنے کے لئے عائلی قوانین کے تحت نکاح کیوقت ہی خاوند اپنی بیوی کو یہ حق دے سکتا ہے کہ اگر وہ شادی برقرار نہ رکھنا چاہے تو طلاق لے لے۔ نکاح نامے کی یہ شق نمبر 18 ہے جس کے تحت عورت کو بھی طلاق کا حق مل سکتا ہے۔ یہ شق نکاح نامے میں اس مقصد کے لئے شامل کی گئی ہے تا کہ عورت بھی کسی پریشانی کے بغیر شادی ختم کر سکے۔ عام طور پر نکاح خواں نکاح نامے کی اس شق پر لائن لگا کر اس کو بے کار کر دیتے ہیں۔ اس شق کے تحت اگر بیوی کو طلاق کا حق مل جائے تو وہ بھی مرد کی طرح تین ماہ میں طلاق لے سکتی ہے۔ اگر لڑکی یا اس کے والدین نکاح کے وقت یہ شق بھر دیں اور زندگی میں کبھی طلاق ناگزیر ہو جائے تو عورت مرد کو طلاق کی اطلاع دینے کے تین ماہ بعد یونین کونسل یا کمیٹی سے طلاق کو موثر کرا سکتی ہے۔ بصورت دیگر ناخوشگوار اور صورتحال پیدا ہونے کی صورت میں عورت کو تنسیخ نکاح کیلئے عدالت میں مقدمہ درج کرانا پڑیگا۔

زیادہ جہیز دینے کی لعنت بھی ہمارے ہاں عام ہو چکی ہے اور غریب امیر سبھی اپنی بیٹی کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جہیز دیتے ہیں خواہ اس کے لئے انہیں رشوت یا کسی دوسری برائی اور قرضے کا سہارا ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ وہ خود تکلیف میں مبتلا کر کے بھی اپنی بیٹی کو زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کی سعی کرتے ہیں جس کی اسلام سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلام میں کوئی قانون نہیں ہے کہ جسے اپنا کر انسان مشکلات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسلام نے تو انسانوں کو نہایت سادہ زندگی گزارنے کا حکم دیا

ہے۔جہیز کی اس لعنت کوختم کرنے کے لئے حکومت پاکستان نے اکتوبر 1976ء میں جہیز ایکٹ نافذ کیا تا کہ جو والدین اپنی بچی کو زیادہ جہیز نہ دے سکیں تو ان کی بچی کو جہیز کے انتظار میں شادی جیسے عظیم فرض سے محروم نہ ہونا پڑے۔اگر چہ پاکستان بھر میں کہیں بھی اس قانون پر عمل درآمد نہیں کیا گیا تاہم قانون کی رو سے کوئی بھی شخص اس کی خلاف ورزی کرنے پر گرفت میں آ سکتا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے خود ہی اس لعنت کوختم کرنے کی کوشش نہیں کی پھر بھی اللہ کا شکر ہے کہ یہاں بھارت جیسی صورت حال نہیں ہے وہاں جہیز نہ لانے والی خواتین کو طعنے دے دے کر ہلاک کر دیا جاتا ہے یا وہ خودکشی کر لیتی ہیں۔حکومت کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں عوام کا سختی سے نوٹس لے تا کہ انسان کو دولت کے ترازو میں نہ تولا جائے اور بیٹی والوں کا مذاق نہ اڑایا جائے۔

اس دوران میں 1975ء میں عالمی یوم خواتین منایا گیا اور اس ضمن میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام میکسیکو میں ایک کانفرنس 19 جولائی 1975ء میں منعقد ہوئی جس میں 133 ریاستوں کے ایک ہزار نمائندوں نے حصہ لیا جنمیں ستر فیصد خواتین تھیں۔پاکستانی نمائندگی محترمہ نصرت بھٹو نے کی۔جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں خواتین کی ایک ڈویژن کا قیام عمل میں لایا گیا اور سرکاری ملازمتوں میں خواتین کا 5 فیصد کوٹہ مقرر کیا گیا۔اکتوبر 1980 میں مسلم خواتین کا بین الاقوامی کنونشن اسلام آباد میں منعقد ہوا جن میں اسلام معاشرے میں خواتین کے حقوق و فرائض پر روشنی ڈالی گئی۔2 ستمبر 1985ء میں خواتین کی ایک روزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس کا آغاز کیا گیا۔کانفرنس میں یہ سفارشات پیش کی گئیں کہ سینٹ میں خواتین کو نمائندگی دی جائے۔خواتین کے معاملات کے تحفظ کیلئے الگ وزارت قائم کی جائے۔لاہور میں خواتین یونیورسٹی قائم کی جائے۔زکوۃ کمیٹیاں میں خواتین کو نمائندگی دی جائے۔1988ء سے 1990 تک پاکستان کی پہلی خاتون

وزیراعظم کی حیثیت سے محترمہ بےنظیر بھٹو خدمات انجام دے چکی ہیں۔1990ء میں نئی قومی اسمبلی وجود میں آئی تو انہیں قائد حزب اختلاف منتخب کیا گیا۔محترمہ بے نظیر بھٹو کی بطور وزیراعظم تقرری کے بعد خواتین کی بہبود کی وزارت بھی بنی۔ یہ پاکستان میں اپنی نوعیت کی پہلی طرز کی وزارت تھی۔ اسی طرح بعض دیگر اہم وزارتیں بھی خواتین کو سونپی گئیں۔بطور مجموعی دیکھا جائے تو خواتین تعلیمی اداروں، سائنسی اداروں، طبی اداروں سماجی بہبود، قانون نافذ کرنے والے اداروں، فوج، سیاست، پولیس اور دیگر اعلیٰ انتظامی عہدوں پر خدامت انجام دے رہی ہیں۔البتہ ابھی تک کسی خاتون کو پاکستان کی کسی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان میں نمائندگی نہیں دی گئی حالانہ خواتین سول جج کے عہدے پر بخوبی خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔حالانکہ آئینی اعتبار سے خواتین کے ہائی کورٹ کے جج بننے پر کوئی پابندی عائد نہیں۔

خواتین کے سیاسی حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 20 ستمبر 1952ء کو ایک معاہدے کی توثیق کی۔ یہ قانونی دستاویز بلا شرکت غیرے خواتین کے حقوق سے متعلق تھیں۔اس معاہدے کے آرٹیکل نمبر 1 میں خواتین اپنے ملک کے تمام انتخابات میں مردوں کے مساوی شرائط پر بغیر کسی امتیاز کے ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔آرٹیکل نمبر۲ میں خواتین کی اس بات کا بھی حق دیا گیا کہ وہ تمام ملکی قوانین کے تحت قائم شدہ منتخب اداروں کے الیکشن میں انہی شرائط پر حصہ لے سکتی ہیں جن شرائط پر مرد حصہ لے سکتے ہیں۔آرٹیکل نمبر ۳ میں خواتین کو مردوں کے مساوی شرائط پر تمام سرکاری عہدوں پر نہ صرف فائز ہونے بلکہ اپنے فرائض آزادانہ طور پر انجام دینے کا بھی حق دیا گیا ہے۔اقوام متحدہ کا یہ معاہدہ کسی شہری اور کسی غیر ملکی کے درمیان نکاح کے سلسلے میں بھی کسی طور پر بھی مانع نہیں ہوتا۔

آرٹیکل۔35 خاندان وغیرہ کا تحفظ:

مملکت شادی، خاندان، ماں اور بچے کی حفاظت کرے گی۔

تشریح

قیام پاکستان کا اصلی اور بنیادی مقصد اسلام اور اسلامی نظام کا قیام تھا۔ بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے بھی غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیا تھا کہ پاکستان کے آئین وقوانین کی بنیاد قرآن وسنت پر ہوگی۔ چنانچہ وزیراعظم نے آئین ساز اسمبلی میں مارچ 1949ء میں قرار دد مقاصد کا مسودہ پیش کرکے اور اسمبلی نے متفقہ طور پر اسے منظور کرکے قیام پاکستان کے مقاصد کے حصول کیلئے عملی اقدامات کا آغاز کر دیا تھا۔ اس اعتبار سے اسلام ہی اس ملک کی بقا اور استحکام کا ضامن ہے۔ اسلام نے شادی بیاہ کیلئے قوانین کی تیاری اور ان کے نفاذ کے لیے مملکت کو یہ ذمہ داری سونپی ہے تاکہ معاشرتی برائیاں جنم نہ لے سکیں۔ 1961ء میں عائلی قوانین کا نفاذ شادی، خاندان، ماں اور بچے کے معاملے میں اپنی تمام تر ذمہ داریاں پورا کرتا ہے۔ شادی بیاہ کے معاملے میں بلوغت کی حد کو چھونے والے مرد اور عورت کو آئین کے تحت مکمل آزادی اور تحفظ حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے شادی کر سکتے ہیں۔ زچہ اور بچہ مراکز دن رات کام کر رہیں۔ چودہ سال سے کم عمر کے بچوں سے بیگار لینا بھی قانونی طور پر ممنوع ہے۔ اسی طرح ملازمت سے ریٹائر ہونے والے افراد کو اولڈ ایج بنی فٹ سکیم کے تحت تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ یتیم اور لاوارث بچوں کیلئے ملک بھر میں سرکاری اور نجی کفالت گھر قائم ہیں۔ اسی طرح جہیز کی لعنت کو ختم کرنے کیلئے جہیز ایکٹ اور دوسری شادی کرنے کے لئے مرد کو پہلی بیوی سے اس کی رضامندی حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 36۔ اقلیتوں کا تحفظ:

مملکت اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے۔ تحفظ کرے گی۔

تشریح

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مستقل آئین کے تحت ملک میں رہنے والے تمام اقلیتی فرقوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ آئین کی تمہید اور پالیسی کے اصولوں میں ان حقوق کو مزید تحفظ دیا گیا ہے۔ ملک کے تمام شہریوں کی طرح آئین میں اقلیتوں کے حقوق کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔ نقل وحمل کی آزادی اور اجتماع کی آزادی اور تجارت، کاروبار، پیشے کی آزادی فراہم کرنے کے علاوہ آئین ہر شہری کو اپنے مذہب پر یقین رکھنے اور اپنے ہم مذہبوں کو اس پر عملدرآمد اور اس کی نشر واشاعت کا حق دیتا ہے اور اسی طرح آئین کے تحت ہر مذہبی فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، ان کی دیکھ بھال کرنے اور ان کا بندوبست کرنے کا حق حاصل ہے۔ آئین کی دفعہ 25 کی شق ا، واضع طور پر بیان کرتی ہے کہ قانون کی نظر میں تمام شہری مساوی ہیں اور قانون کے مساویانہ تحفظ کے مستحق ہیں۔ دفعہ 26 اور 27 میں کہا گیا ہے کہ ہر شہری کو قطع نظر نسل، مذہب، ذات، جنس، رہائش یا جائے پیدائش کی بنیاد پر عوام کے لئے مخصوص تفریحی مقامات یا تفریح گاہوں میں جانے کی اجازت ہو گی نیز کسی بھی تقرری کے سلسلے میں امتیاز نہیں برتا جائیگا۔ آئین کی اسی دفعہ میں اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات اور وفاقی وصوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی کے تحفظ کی ضمانت دیگئی ہے۔ دفعہ 28 میں کہا گیا ہے کہ ہر شہری جو ایک مخصوص زبان رسم الخط اور ثقافت رکھتا ہو اور اسے ان کو محفوظ رکھنے اور فروغ دینے کا حق حاصل ہے اور قانون کے مطابق اس مقصد کیلئے اسے ادارے قائم کرنے کا بھی حق ہے۔ دفعہ 51 اور 106 کے تحت قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں اقلیتوں کے لئے نشستیں مخصوص کر دی گئی ہیں۔ 1950ء میں برصغیر میں اقلیتوں کے جان و مال کے تحفظ کا معاہدہ طے پایا۔ اقلیتوں کے مسائل حل کرنے کے سلسلے میں اپریل 1973ء میں پہلی کل پاکستان اقلیتی کانفرنس منعقد

ہوئی۔ اقلیتوں کے مسائل حل کرنے کے سلسلے میں اپریل 1973ء میں پہلی کل پاکستان اقلیتی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کیلئے اب تک یہ اقدامات کئے گئے ہیں۔ اقلیتی ارکان پر مشتمل متروکہ وقف املاک کا مشاورتی بورڈ قائم کیا گیا۔ یکم تا 7 جون 1976ء پاکستان بھر اقلیتوں کا ہفتہ منایا گیا۔ 1977ء میں اقلیتوں کا جریدہ ہم وطن جاری ہوا۔ سرکاری ملازمتوں میں اقلیتوں کا کوٹہ مقرر کیا گیا۔ اقلیتی فرقوں کے تہواروں اور مبارک دنوں کے موقعہ پر پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن اور پاکستان ٹیلی ویژن سے خصوصی پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ دفاتر میں سرکاری ملازمتوں میں اقلیتی فرقے کے افراد کو جمعہ کی بجائے اتوار کو ہفتہ وار آدھی چھٹی دی جاتی ہے۔ قبل ازیں 25 دسمبر کو یوم قائداعظم اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی ایک ہی چھٹی ہوتی تھی اور اقلیتی فرقوں کے مطالبے پر انہیں ہر سال 26 دسمبر کو چھٹی دینے کا اعلان کیا گیا۔

اقلیتوں کو نہ صرف قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کا حق دیا گیا بلکہ عوامی لوکل کونسلوں میں اقلیتوں کو مناسب نمائندگی بھی دی گئی۔ تمام سرکاری تقریبات میں ہر سطح پر اقلیتوں کو نمائندگی دی جاتی ہے۔ بلکہ ثقافتی طائفوں اور وفود میں بھی اقلیتی فرقے کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اب تو اقلیتی امور کی الگ وزارت بھی کام کر رہی ہے۔ قبل ازیں یہ وزارت مذہبی امور کی وزارت کا حصہ تھی۔ غرض کہ پاکستان کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اقلیتوں کو نہ صرف نمائندگی دی گئی ہے بلکہ انہیں ہر قسم کا قانونی تحفظ دوسرے شہریوں کے برابر مہیا کیا گیا ہے۔

آرٹیکل 37۔ معاشرتی انصاف کا فروغ اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ:

مملکت

الف۔ پسماندہ طبقات یا علاقوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کو خصوصی توجہ کے ساتھ فروغ دے گی۔

ب۔کم سے کم ممکنہ مدت کے اندر ناخواندگی کا خاتمہ کرے گی اور مفت اور لازمی ثانوی تعلیم مہیا کرے گی۔

ج۔فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول اور اعلیٰ تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر سب کے لئے مساوی طور پر قابل دسترس بنائے گی۔

د۔سستے اور سہل الحصول انصاف کو یقینی بنائے گی۔

ہ۔منصفانہ اور نرم شرائط کار اس امر کی ضمانت دیتے ہوئے کہ بچوں اور عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہ لیا جائے گا جو انکی عمر یا جنس کے لئے نامناسب ہوں۔ مقرر کرنے کے لئے اور ملازم عورتوں کیلئے زچگی سے متعلق مراعات دینے کیلئے، احکام وضع کرے گی۔

و۔مختلف علاقوں کے افراد کو، تعلیم، تربیت، زرعی اور صنعتی ترقی اور دیگر طریقوں سے اس قابل بنائے گی کہ وہ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں میں جن میں ملازمت پاکستان میں خدمت بھی شامل ہے۔پورا پورا حصہ لے سکیں۔

ز۔عصمت فروشی، قمار بازی اور ضرر رساں ادویات کے استعمال، فحش، ادب اور اشتہارات کی طباعت، نشر و اشاعت اور نمائش کی روک تھام کرے گی۔

ح۔نشہ آور مشروبات کے استعمال کی، سوائے اس کے کہ وہ طبی اغراض کے لئے یا غیر مسلموں کی صورت میں مذہبی اغراض کے لئے روک تھام کرے گی اور

ط۔نظم و نسق حکومت کی مرکزیت دور کرے گی تاکہ عوام کو سہولت بہم پہنچانے اور ان کی ضروریات پوری کرنیکے لئے اسکے کام کے مستعد تصفیہ میں آسانی پیدا ہو۔

تشریح

اسلامی معاشرے میں جس قدر حقوق انسانوں کو دیے گئے ہیں کوئی دوسرا معاشرہ انکا تصور بھی نہیں کرسکتا۔اسلامی ریاست اس امر کی پابند ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو حسب زیل حقوق عطا کرے۔کسی جان کو جسے اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے حق

کے بغیر قتل نہ کیا جائے۔ اپنے مال آپس میں ناجائز طریق سے نہ کھائے جائیں۔ کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ جہاں اسلام کسی اسلامی ریاست کو معاشرے کی حفاظت کی ذمہ داریاں سونپتا ہے وہ شہریوں پر بھی چند پابندیاں عائد کرتا ہے مثلاً اپنے حاکم کا حکم مانیں، زمین پر فساد نہ پھیلائیں۔ ایک دوسرے پر بھی چند پابندیاں عائد کرتا ہے مثلاً اپنے حاکم کا حکم مانیں، زمین پر فساد نہ پھیلائیں۔ ایک دوسرے سے جائز حد تک تعاون کریں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ جہاد کا وقت آجائے تو اس سے پہلو تہی نہ کریں۔ کسی کو غلام نہ بنائیں اور کسی کی مذہبی دل آزاری نہ کریں۔ معاشرتی انصاف کے فروغ اور برائیوں کے خاتمے کے لئے آئین کی اس دفعہ کے تحت جو ذمہ داریاں مملکت عائد کی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

الف۔ تعلیم کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں کرسکتا جب تک حکومت پسماندہ طبقات یا علاقوں کے تعلیمی اور ماشی مفادات کی طرف مکمل توجہ نہیں کرتی اس وقت تک پسماندہ طبقات کو ترقی نہیں مل سکتی اور نہ ملک ترقی کرسکتا ہے اس لئے اس شق کے تحت خواندگی کو فروغ دینے کے لئے جابجا تعلیمی ادارے قائم کئے گئے ہیں اور ان تعلیمی اداروں میں بلا امتیاز نسل، جنس ماسوائے خواتین کے کیونکہ انکے لیے علیحدہ ادارے قائم ہیں۔ مذہب جائے پیدائش داخلے کے لئے دروازے کھلے ہیں اور اگر کوئی بھی طالب علم کسی بھی تعلیمی ادارے کیجانب سے عائد شرائط پر پورا اترتا ہو تو اسے داخلہ دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اور مستحق طلباء کو وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ حکومت نے عوام کو معاشی طور پر ترقی دینے کیلئے بھی انتظامات کئے ہیں۔ حکومت اپنے بیروزگار عوام کو روزگار فراہم کرنے کی پابند ہے چنانچہ موجود حکومت اس کوشش میں ہے کہ جلد سے جلد بے روزگار افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے مواقع مہیا کئے جائیں۔ اس ضمن میں ٹرانسپورٹ پالیسی کا اعلان کیا جاچکا ہے نوجوانوں کو اپنی مرضی کا کاروبار کرنے کے لئے آسان اقساط پر قرضے مہیا کئے جاتے ہیں۔

ب ۔ ناخواندگی کو دور کرنا بھی حکومت کا فرض ہے تاکہ پاکستان کی تمام ناخواندہ آبادی تعلیم جیسے زیور سے محروم نہ ہو۔ پاکستان میں فی الحال پرائمری سطح تک تعلیم مفت ہے۔ ثانوی تعلیم کو لازمی بنانے کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں۔

ج۔ سکولوں اور کالجوں میں ممکنہ حد تک پیشہ وارانہ تعلیم کو رائج کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے تاہم اس وقت وسائل کی کمی کے باعث یہ تو ممکن نہیں کہ تمام تعلیمی اداروں میں فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم رائج کی جائے۔ تاہم جس حد تک ممکن ہے حکومت نے اپنے وسائل کے مطابق ملک میں فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کے ادارے قائم کئے ہیں۔ جن میں انجینئرنگ، طب اور دوسرے پیشوں سے متعلقہ ادارے شامل ہیں۔

د۔ سستے اور سہل الحصول انصاف کو یقینی بنانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت نے فوری طور پر دہشت گردی کے انسداد کیلئے خصوصی عدالتیں قائم کی ہیں جو بہت جلد مقدمات کا فیصلہ کرتی ہیں۔ دیگر عدالتیں بھی اس پر عمل درآمد کرنے کی اپنی کی سی سعی کررہی ہیں۔

ہ۔ اس شق کے تحت بچوں اور عورتوں سے ایسے پیشوں میں کام نہ لینے کی ممانعت کردی گئی ہے جو ان کی عمر یا جنس کیلئے نامناسب ہوں۔ ملازم عورتوں کے لئے زچگی کے دوران چند مراعات کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔

د۔ پاکستان بھر میں تمام شہریوں کو تعلیم، تربیت، زرعی اور صنعتی ترقی کے یکساں مواقع فراہم کئے گئے ہیں اور جنس، نسل، ذات، مذہب جائے پیدائش کی بنا پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ انہیں اس بات کا بھی پورا پورا موقع دیا گیا ہے کہ وہ اپنی قابلیت کے مطابق ملازمتیں حاصل کرسکیں۔

ز۔ عصمت فروشی، قمار بازی اور ضرر رساں ادویات کا استعمال قانونی طور پر ممنوع ہے اور فحش ادب، اشتہارات کی طباعت، نشر و اشاعت اور نمائش کی روک تھام کے

لئے بھی قوانین نافذ ہیں۔ ہر قسم کی فحاشی کے خاتمے کے لئے حدود آرڈیننس کا نفاذ 1979ء سے عمل میں آ چکا ہے۔

ح۔نشہ آور مشروبات کے استعمال کی بھی سخت پابندی عائد ہے۔حدود آرڈیننس میں انکا بھی بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔مئی 1991ء میں وفاقی کابینہ کی جانب سے منشیات کی آمدنی سے بنائی جانے والی جائیداد ضبط کرنے کے قانون کی منظوری دی جا چکی ہے۔نیز عدلیہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ سماعت کے دوران ٹیپل رکھ کر پکڑی جانے والی منشیات کی مقدار کو ضائع کرنے کا حکم دینے کی مجاز ہو گی۔انسداد منشیات کے سلسلے میں نومبر 1991ء میں ٹاسک فورس کے قیام کی بھی منظوری دی گئی ہے۔

ط۔عوام میں متعلقہ اداروں کا قیام ایسی جگہوں پر عمل میں لانا جہاں وہ بہ آسانی جا سکیں اور اپنی ضرورت پوری کر سکیں۔حکومت کیلئے لازمی قرار دیا گیا مثلاً ہسپتال آبادی کے قریب بنائے جائیں۔تعلیمی ادارے بھی بالکل قریب ہوں نیز فلاحی و سماجی ادارے بھی ممکنہ حد تک عوام کی پہنچ میں ہوں۔بجلی،سوئی گیس اور دیگر بلوں کی ادائیگی کا بھی قریبی انتظام کیا جائے۔

آرٹیکل 38۔عوام کی معاشی اور معاشرتی فلاح و بہبود کا فروغ:مملکت۔،

الف۔عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کر کے۔دولت اور وسائل پیداوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر کہ اس سے مفاد عامہ کو نقصان پہنچے اور آجر و ماجور اور زمیندار و مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دے کر بلا لحاظ جنس،ذات،مذہب یا نسل،عوام کی فلاح و بہبود کے حصول کی کوشش کرے گی۔

ب۔تمام شہریوں کے لئے ملک میں دستیاب وسائل کے اندر،معقول آرام و فرصت کیساتھ کام اور مناسب روزی کی سہولتیں مہیا کرے گی۔

ج۔ پاکستان کی ملازمت میں یا بصورت دیگر تمام ملازم تمام اشخاص کو لازمی

معاشرتی بیمہ کے ذریعے یا کسی اور طرح معاشرتی تحفظ مہیا کرے گی۔

د۔ان تمام شہریوں کیلئے جو کمزوری، بیماری یا بیروگاری کے باعث مستقل یا عارضی طور پر اپنی روزی نہ کما سکتے ہیں بلا لحاظ جنس، ذات، مذہب یا نسل بنیادی ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبی امداد مہیا کرے گی۔

ہ۔پاکستان کی ملازمت کے مختلف درجات میں اشخاص سمیت افراد کی آمدنی اور کمائی میں عدم مساوات کو کم کرے گی اور

د۔ربا کو جتنی جلد ممکن ہو ختم کرے گی۔

تشریح

الف، ب ج، د، ہ اور و) آئین کی اس دفعہ میں جو تمہید ہے اس میں عوام کی معاشرتی و اقتصادی بہبود کو فروغ دینے پر نہ صرف زور دیا گیا ہے بلکہ یہ واضح کیا گیا ہے کہ مملکت کی یہ کوشش ہوگی کہ معیار زندگی بلند کر کے عمومی مفاد کے خلاف چند ہاتھوں میں دولت اور ذرائع و تقسیم امیدوار کے ارتکاز کو روک کر آجروں اور زمینداروں اور مزاعوں کے درمیان حقو منصفانہ تقسیم کر کے عوام کی فلاح و بہبود حاصل کی جائے۔ اس دفعہ میں مزید گنجائش یہ رکھی گئی ہے کہ ہمارے شہریوں کو معقول آرام اور فرصت کیساتھ کام مناسب روزگار کی سہولتیں بھی مہیا کی جائیں گی اور ایسے شہریوں کو جو قانونی، بیماری یا بے روزگاری کی وجہ سے مستقل یا عارضی طور پر کسب معاش کرنے کے لائق نہ ہوں انہیں بنیادی ضروریات، زندگی یعنی غذا، لباس، مکان، تعلیم اور طبی امداد مہیا کی جائے۔ اس دفعہ کے ذریعے افراد کی آمدنی اور ریافت میں عدم مساوات کو کم کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے نیز ربا یعنی سود کو جلد از جلد ختم کرنے کا عہد کیا گیا ہے کیونکہ اسلام کسی بھی حالت میں سودی کاروبار کی اجازت نہیں دیتا۔

اس دفعہ کے تحت حکومت کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ عوام کی معاشی اور

معاشرتی فلاح و بہبود کے فروغ کے سلسلے میں سرکاری ادارے قائم کرے یا نجی اور رضا کارانہ طور پر کام کرنے والے اداروں کی مالی امداد کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس ضمن میں قائم ادارے عوامی فلاح و بہبود کے منصوبوں کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔

آرٹیکل 39۔ مسلح افواج میں عوام کی شرکت:

مملکت پاکستان تمام علاقوں کے لوگوں کو پاکستان کی مسلح افواج میں شرکت کے قابل بنائے گی۔

تشریح

آئین کی اس دفعہ کے تحت ملک بھر کے نوجوان مسلح افواج میں بھرتی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ افواج پاکستان کے قائم کردہ معیار پر پورا اترتے ہوں۔ مسلح افواج کے کسی بھی شعبہ میں بھرتی کیلئے اخبارات میں اشتہارات دیے جاتے ہیں اور بھرتی کے امیدوار متعلقہ سنٹروں میں جا کر ابتدائی امتحان پاس کرنے کے بعد آئی ایس ایس کا بھی امتحان پاس کرنے کیلئے کراچی، کوہاٹ اور گوجرانوالہ کا رخ کرتے ہیں اور اگر وہ مطلوبہ امتحان پاس کر لیں تو انہیں مختلف یونٹوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔

مسلح افواج میں بھرتی کیلئے علاقے، رنگ نسل، ذات، مذہب کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ صرف اعلیٰ جسمانی صحت اور تعلیمی معیار پر پورا اترنا ضروری ہے۔

آرٹیکل 40۔ عالم اسلام سے رشتے استوار کرنا اور بین الاقوامی امن کو فروغ دینا:

مملکت اس بات کی کوشش کرے گی کہ اسلامی اتحاد کی بنیاد پر مسلم ممالک کے مابین برادرانہ تعلقات کو برقرار رکھا جائے اور مستحکم کیا جائے۔ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام کے مشترک مفادات کی حمایت کی جائے۔ بین الاقوامی امن اور سلامتی کو فروغ دیا جائے۔ تمام قوموں کے مابین خیر سگالی اور دوستانہ تعلقات پیدا

کئے جائیں اور بین الاقوامی تنازعات کو پرامن طریقوں سے طے کرنے کی حوصلہ افزائی کیجائے۔

تشریح

پاکستان جغرافیائی لحاظ سے اہم مقام پر فائز ہے۔اس کے ایک طرف مشرق وسطیٰ ہے اور دوسری طرف جنوب مشرقی ایشیا ان دوجغرافیائی حصوں کے درمیان بیک وقت حد فاصل اور رابطے کا کام دیتا ہے اوران حصوں میں ہونے والی تبدیلی کا اثر پاکستان پر بھی پڑتا ہے۔ پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر مشرقی وسطیٰ کے تمام اسلامی ممالک کا ان کے ساتھ گہرا رابطہ ہے۔ پاکستان نے اپنے قیام سے لے کراب تک اسلامی ممالک کے مابین اتحاد کی فضا قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اس نے مراکش، اردن، الجزائر، لیبیا، نائجیریا، جیبوتی، کویت اور دیگر اسلامی ممالک کی آزادی کیلئے انتھک کاوشیں کی ہیں۔ اسی طرح ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکا کی مظلوم قوموں کا ساتھ دیا ہے۔ حالیہ واقعات میں افغانستان، کویت اور نیمبیا کی آزادی شامل ہیں۔ 1969ء میں جب بیت المقدس کو ایک یہودی نے تباہ برباد کیا تو سعودی عرب کے شاہ فیصل کے تعاون میں اسلامی ممالک کی تنظیم قائم کی۔اس تنظیم کے ذریعے پاکستان نے متعدد ممالک کو باہمی جنگوں بچایا۔جنوبی ایشیاء میں سارک ممالک کی تنظیم کا قیام اور جنوبی ایشیا کو ایٹم سے پاک رکھنے کی قراردادوں کی منظوری میں پاکستان کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کشمیر کی آزادی کے لئے بھی بین الاقوامی تعاون چاہتا ہے اور اسے لڑائی کی بجائے مذاکرات سے حل کرنے کا خواہاں ہے تاکہ علاقے کا امن برباد نہ ہو۔

بانی پاکستان بھی اس بات کے خواہاں تھے کہ پاکستان آزاد خارجہ پالیسی کو اپنائے اس ضمن میں انہوں نے فرمایا تھا۔

"ہماری خارجہ پالیسی کا اصل اصول تمام اقوام عالم کے لئے دوستی اور خیر سگالی کا

عملی جذبہ سے ہم دنیا کے کسی ملک یا قوم کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے، ہم قومی اور بین الاقوامی معاملات میں دیانت اور انصاف کے اصولوں پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم دنیا میں امن اور خوشحالی کے اضافے اور ترقی کے لئے اپنی جانب سے زیادہ سے زیادہ کردار انجام دینے کیلئے تیار ہیں۔ اور اسکے بعد انہوں نے اپنے عملی جذبات کا اعادہ کرتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان دنیا کے مظلوم اور کچلی ہوئی اقوام کو اخلاقی اور مادی امداد دینے سے کبھی نہیں ہچکچائے گا اور اقوام متحدہ کے منشور میں درج شدہ اصولوں کا حامل ہے''

قیام پاکستان سے لیکر اب تک جتنی بھی حکومتیں قائم ہوئی ہیں وہ قائداعظم کے ان ارشادات پر عمل پیرا ہیں۔

حصہ سوم

وفاق پاکستان

باب 1 ::صدر

آرٹیکل 41۔صدر:

۱۔ پاکستان کا ایک صدر ہو گا جو مملکت کا سربراہ ہوگا اور جمہوریہ کے اتحاد کی نمائندگی کریگا۔

۲۔کوئی شخص اس وقت تک صدر کی حیثیت سے انتخاب کا اہل نہیں ہوگا تاوقتیکہ وہ کم ازکم پنتالیس سال کی عمر کا مسلمان نہ ہو اور قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کا اہل نہ ہو۔

۳۔ شق ۷ میں مصرحہ میعاد کے خاتمے کے بعد منتخب کیا جانے والا صدر جدول دوم کے احکام کے مطابق ذیل پر مشتمل انتخابی ادارے کے ارکان کی طرف سے منتخب کیا جائے گا:

الف۔دونوں ایوانوں کے ارکان اور

ب۔ صوبائی اسمبلیوں کے ارکان۔

۴۔صدر کے عہدے کے لئے انتخاب، عہدے پر فائز صدر کی میعاد ختم ہونے سے زیادہ سے زیادہ ساٹھ دن اور کم سے کم تیس دن قبل کرایا جائے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ اگر یہ انتخاب مذکورہ بالا مدت کے اندر اسلئے نہ کرایا جا سکتا ہو کہ قومی اسمبلی توڑ دی گئی ہے تو یہ اسمبلی کے عام انتخابات کے تیس دن کے اندر کرایا جائیگا۔

۶۔صدر کے انتخاب کے جواز پر کسی عدالت یا دیگر ہیت مجاز کی طرف سے یا اس کے سامنے اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

۷۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کا چیف ایگزیکٹو۔۔

الف۔چیف ایگزیکٹو کا عہدہ اس دن چھوڑے گا جس کا تعین وہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے مورخہ 12 مئی 2000ء بارہ مئی سن دو ہزار، کے فیصلے کی مطابقت میں کرے گا۔

ب۔پانچ سال کی مدت کے لئے صدر پاکستان کی حیثیت سے قوم کی خدمت کرنے کا جمہوری اختیار ملنے کے بعد چیف ایگزیکٹو کا عہدہ چھوڑنے کے بعد اس آرٹیکل یا آرٹیکل 43 یا آئین کے کسی دوسرے حکم یا فی الوقت نافذالعمل کسی دوسرے قانون میں شامل کسی امر کے باوجود فی الفور صدر کا عہدہ سنبھال لے گا اور آئین کے تحت پانچ سال کی مدت کے لئے اس عہدے پر فائز رہیگا اور آرٹیکل 44 اور آئین کے دیگر احکام بحسنہ اطلاق پذیر ہوں گے۔

مگر شرط یہ ہے کہ دفعہ 63 کی شق اکے پیراگراف، دکا اطلاق 31 دسمبر 2004 اور اس سے موثر بہ عمل ہو جائے گا۔

شق نمبر 7 توضیعات کیساتھ بغیر کسی قانونی مضرت کے کوئی بھی رکن یا ارکان مجلس شوریٰ یا ایک صوبائی اسمبلی، انفرادی یا اجتماعی طور پر ایکٹ 2003ء سترہویں ترمیم کے آغاز نفاذ سے تیس دنوں کے اندر صدر کے عہدے کی مزید توثیق اور منظوری کیلئے انتخابی حلقہ جو مجلس شوریٰ کے دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں پر مشتمل ہے مجلس شوریٰ کے ہر ایک ایوان کے خصوصی اجلاس اور اس مقصد کے لئے طلب کردہ ہر صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے لئے قرار داد پیش کریں گے جو موجود ارکان کی اکثریت کے ووٹوں کے ذریعے تقسیمی ووٹوں یا کسی اور طریقہ سے جیسا کہ شق ۸ کے تحت وفاقی حکومت کے انتخابی حلقہ کے وضع کردہ قواعد میں مقرر ہو اور اعتماد کا ووٹ منظور ہونے کے بعد صدر کو قطع نظر دستور میں شامل کسی امر یا عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود دستور کے تحت پانچ برسوں کے

لئے اپنے عہدے کے لئے منتخب تصور کیا جائے گا اور اسے کسی عدالت یا فورم میں کسی بھی بنا پر زیر بحث نہیں لایا جائیگا۔

۹۔ قطع نظر کسی امر کے جو دستور میں دی گئی ہو یا کوئی دوسرا قانون جو وقتی طور پر نافذ العمل ہو۔ شق ۸ میں اعتماد کے ووٹ کے لئے دی گئی کاروائیوں کو باضابطہ بنایا جائے گا اور انعقاد چیف الیکشن کمشنر ایسے طریق کار کے مطابق کرے گا اور ووٹوں کی گنتی وفاقی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قواعد میں دیے گئے ضوابط اور طریق کار کے مطابق کرے گا۔

شق ۸۔ اور ۹، کو صدر کے آمدہ اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کیلئے جائز قرار دیا گیا اور انکا اطلاق محض صدر کے عہدے کی حالیہ مدت کے لئے ہوگا۔

تشریح

آرٹیکل 41۔ صدر مملکت نے 31 دسمبر 2003ء کو سترہویں ترمیم پر دستخط کر کے اس کی حتمی منظوری دیدی۔

آئین کی اس ترمیمی شق میں یہ کہا گیا ہے کہ صدر مملکت مجلس شوریٰ قومی اسمبلی، سینٹ صوبائی اسمبلیوں کے ارکان سے اعتماد کا ووٹ لیں گے اور صدر کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ سترہویں ترمیم کے نفاذ کے دن سے تیس دنوں کے اندر اعتماد کا ووٹ لے اور اس کے لئے مندرجہ بالا ایوانوں کا کوئی بھی رکن انفرادی طور پر یا گروپ کی شکل میں صدر کے اعتماد کے ووٹ حاصل کرنے کی قرارداد پیش کرسکتا ہے۔ اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے سلسلے میں چیف الیکشن کمشنر کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ اپنی موجودگی میں ووٹنگ کا اہتمام کریں۔

چنانچہ یکم جنوری 2004ء کو انتخابی حلقہ کے 1170 ارکان میں سے 1168 ارکان نے اپنے حق کا استعمال کیا یہ دو نشستیں ایم این اے مولانا اعظم طارق کے قتل اور سینئر شاہ احمد نورانی کے انتقال کے باعث خالی ہوگئی تھیں۔

آئینی طریقہ کار کے مطابق 1168 ارکان میں سے 658 ارکان نے صدر کو اعتماد کا ووٹ دیا۔ صرف سینٹر ساجد میر نے مخالفت کی جب کہ 509 ارکان غیر جانبدار رہے۔ سینٹ سے 100 میں سے 56، قومی اسمبلی سے 342 میں سے 191 پنجاب اسمبلی کے 254، سندھ اسمبلی کے 99، سرحد کے 30 اور بلوچستان اسمبلی کے 28 ارکان نے صدر کو اعتماد کا ووٹ دیا۔

پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین نے قومی اسمبلی سے 2، سندھ اور پنجاب سے 3، مجلس عمل کے پنجاب سے 3، صوبہ سرحد سے ایک اور اے این پی کے دو ارکان اسمبلی نے بھی صدر کو اعتماد کا ووٹ دیا۔ یوں صدر پرویز مشرف نے تمام ایوانوں سے سادہ اکثریت حاصل کی۔ ووٹنگ کے لئے ڈویژن کا طریقہ اختیار کیا گیا جس کے تحت صدر کے حق میں ووٹ دینے والوں کو دائیں لابی میں بھیج دیا گیا۔ رائے شماری میں حصہ نہ لینے والے اپنی نشستوں پر ہی بیٹھے رہے۔ مخالفت کرنے والوں کو بائیں لابی میں بھیج دیا گیا جب کہ واک آؤٹ کرنے والے اراکین کو غیر حاضر تصور کیا گیا۔

اسی طرح صدر قومی اسمبلی، سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں سے اعتماد کا ووٹ لے کر غیر معمولی اختیارات کے حامل صدر بن گئے، اعتماد کے ووٹ نے وزیر اعظم کے مقابلے میں صدر کی ذات کو زیادہ طاقت ور آئینی کردار تفویض کر دیا ہے۔ صدر کو جو بے انتہا اختیارات حاصل ہوئے ہیں یہ صحیح معنوں میں ان کی فتح ہے کیوں کہ وہ نظام حکومت چلانے کے لیے زیادہ با اختیار صدر بننا چاہتے تھے انہوں نے متحدہ مجلس عمل کو محض 31 دسمبر 2004ء کو وردی اتارنے کی رعایت دی۔ اس طرح متحدہ مجلس عمل نے صدر کو 31 دسمبر 2004ء تک باوردی صدر کے طور پر تسلیم کر لیا۔

جدید جمہوری ریاستوں میں حکومت کے سربراہ اور سب سے بڑے عہدے دار کو صدر کہتے ہیں۔ مختلف ممالک میں صدر کے اختیارات مختلف ہوتے ہیں۔ بعض

ممالک میں صدر کی حیثیت محض اعزازی ہوتی ہے مثلاً اطالوی صدر کی مگر بعض لاطینی امریکن ممالک میں صدر آمر مطلق سے کم نہیں ہوتا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے آئین نے اپنے صدر کو بہت اختیارات دے رکھے ہیں اور ان میں آئینی ترمیمات سے اضافہ بھی ہوتا رہا ہے۔ پاکستان کے آئین میں صدر کے لئے چند شرائط رکھی گئے ہیں مثلاً:

۱۔ اس کی عمر 45 سال سے کم نہ ہو

۲۔ وہ مسلمان ہو۔

۳۔ قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کا اہل ہو۔

۴۔ پاکستان کا شہری ہو اور اس کے نام کا اندراج انتخابی فہرست میں موجود ہو۔

۵۔ اسے کسی بااختیار عدالت کی جانب سے دماغی مریض قرار نہ دیا گیا ہو۔

صدارتی نظام میں صدر یعنی فرد واحد مملکت اور انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے مگر اسے قانون سازی کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ قانون سزی کے لئے الگ مقنّنہ یا پارلیمنٹ ہوتی ہے جسے انتظامی اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ صدر کا انتخاب علیحدہ اور مقنّنہ کا علیحدہ ہوتا ہے۔ یوں صدارتی نظام میں مملکت کے تینوں ستون یعنی، مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ اپنے اپنے دائرہ کار میں مصروف رہتے ہیں اور ایک دوسرے پر نگرانی یا توازن اس نظام کی کامیابی کی دلیل ہوتی ہے۔ پارلیمانی نظام میں صورت حال بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اس میں صدر مملکت کا آئینی سربراہ اور مملکت کے اتحاد کی علامت ہوتا ہے اور اس کا انتخاب بالواسطہ طور پر ہوتا ہے۔ اس کا مقام بابائے قوم کا ہوتا ہے اور وہ عموماً انتظامی امور میں دخل اندازی نہیں کرتا۔ ملک کا نظم ونسق چلایا تو اسی کے نام پر جاتا ہے لیکن چلاتا کوئی اور ہے جو وزیر اعظم کہلاتا ہے۔ صدارتی نظام میں صدر اپنی مرضی سے کسی بھی شخص کو اپنی کابینہ میں شامل کرسکتا ہے۔

1956ء میں پاکستان کا جو پہلا آئین نافذ کیا گیا تھا اس میں صدر مملکت بھی

تھے اور وزیر اعظم بھی۔ اس میں سربراہ مملکت اور سربراہ حکومت کے اختیارات میں بڑا اچھا توازن پایا جاتا تھا۔ 1952ء میں صدارتی آئین نافذ ہوا جس کے تحت تمام اختیارات صدر مملکت میں عوام کا عمل دخل بہت حد تک کم ہو گیا۔ 1972ء میں جو عبوری آئین نافذ ہوا اس میں صدارتی نظام اور مارشل لاء دونوں کی بو موجود تھی۔

2 مارچ 1985ء کو ایک صدارتی حکم کے ذریعے 1973ء کے آئین کی بحالی کا آرڈر نافذ کیا گیا۔ اس کے نفاذ سے قبل صدر مملکت کے بالواسطہ انتخاب میں قومی اسمبلی اور سینٹ کے ارکان حصہ لیتے تھے لیکن نئے آرڈر کے تحت صدر کے چناؤ کے لئے حلقہ انتخاب میں وسعت کر دی گئی اور صوبوں کی شمولیت کو وفاق کی تقویت کا ذریعہ تصور کرتے ہوئے یہ ترمیم کی گئی۔

صدر مملکت کے عہدے پر فائز صدر کی میعاد ختم ہونے سے زیادہ سے زیادہ ساٹھ دن اور کم سے کم تیس دن قبل صدارتی انتخاب لازمی قرار دیا گیا۔ لیکن اگر اس مدت کے اندر قومی اسمبلی توڑ دی گئی ہو اور اس بناء پر صدر کا انتخاب نہ کرایا جا سکا ہو تو اس صورت حال کے پیش نظر اسمبلی کے عام انتخابات کے تیس دن کے اندر صدر کا انتخاب کرانا لازمی ہے۔ شدید بدعنوانی، علالت یا مستعفی ہونے کی صورت میں اگر صدر کا عہدہ خالی ہو جائے تو عہدہ خالی ہونے کے تیس روز کے اندر انتخاب کا کرانا لازمی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی گئی کہ یہ انتخابات مذکورہ بالا مدت کے اندر نہ کرایا جا سکتا ہو کہ قومی اسمبلی کا وجود نہیں تو یہ اسمبلی کے عام انتخابات کے تیس روز کے اندر کرایا جانا لازمی ہے۔

صدر کے انتخاب پر ذیلی ضمن 6 کے مطابق کسی بھی عدالت کی طرف سے یا کسی عدالت کیسامنے اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ نئی ترامیم کے تحت صدر کو ملک کا آئینی سربراہ قرار دیا گیا ہے اور وہی جمہوریہ کی بطور وحدت نمائندگی کرنیکا اختیار رکھتا

ہے۔

ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کی صورت میں اگر چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صدارت کا عہدہ سنبھال لیتے ہیں تو ان کی اس تقرری کو بھی عدالت میں بطور اعتراض پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پی ایل ڈی 1979ء پشاور 23 ڈی بی)۔

آرٹیکل 42۔ صدر کا حلف:

عہدہ سنبھالنے سے قبل، صدر، پاکستان کے چیف جسٹس کے سامنے جدول سوم میں مندرج عبارت میں حلف اٹھائے گا۔

تشریح

صدر کا انتخاب ہونے کے بعد منتخب صدر اس وقت تک عہدہ صدارت نہیں سنبھال سکتا جب تک کہ وہ آئین کے جدول سوم میں دی گئی حلف کی مخصوص عبارت کے مطابق چیف جسٹس آف پاکستان کی موجودگی میں صدر کے عہدے کا حلف نہ اٹھالے۔

آرٹیکل 43۔ صدر کے عہدے کی شرائط:

صدر پاکستان کی ملازمت میں کسی منفعت بخش عہدہ پر فائز نہیں ہوگا اور نہ کوئی دوسری حیثیت اختیار کرے گا جو خدمات کے صلہ میں معاوضہ کے حق کی حامل ہو۔

۲۔ صدر مجلس شوریٰ یا کسی صوبائی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے انتخاب کے لیے امیدوار نہیں ہوگا۔ اور اگر مجلس شوریٰ یا صوبائی اسمبلی کا کوئی رکن صدر کی حیثیت سے منتخب ہو جائے تو مجلس شوریٰ میں یا جیسی بھی صورت ہو صوبائی اسمبلی میں اس کی نشست اس دن خالی ہو جائے گی جس دن وہ اپنا عہدہ سنبھالے گا۔

تشریح

دفعہ ہذا میں یہ کہا گیا ہے کہ صدر مملکت صدارتی عہدے کے علاوہ کسی ایسے عہدے کو قبول نہیں کر سکتا جو نفع بخش ہو علاوہ ازیں اسے اس بات کا بھی اختیار نہیں

کہ وہ کسی دوسری حیثیت سے بھی خدمات کے صلے میں کوئی معاوضہ وصول کرے خواہ وہ کسی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔

صدر کسی بھی وقت مجلس شوریٰ یا کسی صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں بطور رکن حصہ لینے کا مجاز نہیں لیکن مارچ 1985ء کی ترمیم کے مطابق اگر مجلس شوریٰ یا صوبائی اسمبلی کا کوئی رکن صدر کا عہدہ خالی ہو جانے سے صدر منتخب ہو جائے تو اس صورت میں اسے مجلس شوریٰ یا صوبائی اسمبلی کی نشست کو چھوڑنا پڑے گا اور یہ اسی روز سے خالی سمجھی جائے گی جب اس نے اپنا عہدہ سنبھال لیا۔

آرٹیکل 44۔صدر کے عہدے کی میعاد:

۱۔دستور کے تابع صدر اس دن جس دن وہ اپنا عہدہ سنبھالے گا، پانچ سال کی مدت تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ صدر اپنی میعاد ختم ہو جانے کے باوجود اپنے جانشین کے عہدہ سنبھالنے تک اس عہدے پر فائز رہے گا

۲۔دستور کے تابع صدر کے عہدے پر فائز کوئی شخص اس عہدے کے لئے دوبارہ انتخاب کا اہل ہو گا لیکن کوئی شخص دو متواتر میعادوں سے زیادہ اس عہدے پر فائز نہیں ہو گا۔

۳۔صدر قومی اسمبلی کے اسپیکر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

تشریح

آئین کے تحت جس روز صدر اپنے عہدے کا حلف اٹھاتا ہے اس کے عہدے کی میعاد اسی روز سے شروع ہو جاتی ہے اور یہ مدت پانچ سال پر محیط ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آئین میں اس امر کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ صدر اپنا عہدہ اسی وقت چھوڑ سکے گا جب تک کہ اس کا جانشین صدر کے عہدے پر فائز نہ ہو جائے۔امریکا

کے دستور کی طرح پاکستان کا صدر بھی دوبارصدارتی ءانتخاب میں حصہ لینے کا مجاز ہے۔شدید علالت کی صورت میں اگر صدر کو کسی وقت مستعفی ہونا پڑے تو اسے تحریری طور پر اپنے دستخطوں کے ساتھ استعفیٰ پیش کرنا پڑیگا۔لیکن 2 مارچ 1985 کی آئینی ترمیم سے قبل صدر ضیاء الحق بیک وقت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر،صدر پاکستان اور چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے پر فائز تھے۔انکا انتخاب 19 دسمبر 1984ء کو پاکستان میں منعقد ریفرنڈم کے ذریعے ہوا تھا۔ 17 اگست 1988ء کووہ ہوائی حادثے میں جاں بحق ہوگئے تو آئین کی مذکورہ دفعہ کی شق 7 بھی غیرضروری ہوگئی۔

آرٹیکل 45۔صدر کا معافی وغیرہ دینے کا اختیار:

صدر کوکسی عدالت،ٹریبونل یا دیگر ہیت مجاز کی دی ہوئی سزا کو معاف کرنے، ملتوی کرنے اور کچھ عرصے کے لئے روکنے اور اس میں تخفیف کرنے،اسے معطل یا تبدیل کرنے کا اختیار ہوگا۔

تشریح

مملکت کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے صدر کو مملکت میں اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔اس لئے آئین کی رو سے اسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی عدالت،ٹریبونل یا دیگر ہیت مجاز کی جانب سے دی گئی سزا کو معاف کردے۔اسے ملتوی کردے یا کچھ عرصہ کے لئے روک لے یا کسی ایک سزا کو کسی دوسری سزا میں بدل دے۔

25 اگست 1991ء کو صدر مملکت نے آئین کے تحت حاصل اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے پاکستان پینل کوڈ 1860 اور ضوابط فوجداری 1898 کو قرآن وسنت کی روشنی میں مزید اسلامی بنانے کے لئے ایک ترمیمی آرڈیننس جاری کیا۔اس کے مطابق اگر کسی قاتل کو سزائے موت دی جائے گی تو یہ فیصلہ مقتول کے لواحقین کی اجازت کے بغیر واپس نہیں لیا جائے گا اور قتل عمد کرنے والے کو قصاص

کے مطابق سزائے موت دی جا سکے گی۔ اس کی رو سے اب صدر مملکت کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں رہا البتہ صرف مقتول کے وارثان ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خون بہا لے کر یا کسی دیگر صورت میں قاتل کو معاف کر دیں۔

8، اگست 1991ء کو وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس نے تین آئینی درخواستوں پر فل کورٹ کا فیصلہ سناتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 401، 402، اے، 402، بی 494، 495 اور فوجداری قانون ترمیمی مجریہ 1985 دفعہ 10(4) کو حبیب الخیری ایڈووکیٹ نے اس بنیاد پر چیلنج کیا تھا کہ وہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ درخواستوں میں کہا گیا تھا کہ یہ دفعات مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو اسبات کا اختیار دیتی ہیں کہ وہ کسی مجرم کو سزا کو معاف کر سکیں اور اسے کسی عدالت کے روبرو کیس میں استغاثہ سے خارج کر دیں۔ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی متعلقہ آیات پر بحث کے بعد اور ماہرین کی آراء کے مطابق جہاں تک حد کا تعلق ہے اس سلسلہ میں سزا میں کمی یا معافی یا اس کی معطلی نہیں کی جا سکتی۔ اس وجہ سے سزا کی معطلی، اس میں کمی یا معافی سے متعلقہ دفعات کو 1979ء میں نافذ کئے جانے والے حدود کے چار قوانین میں حد سے متعلق سزا کے سلسلے کو لاگو نہیں کیا گیا۔ اس طرح سے ضابطہ فوجداری مجریہ 1898ء میں کیسوں میں موت کی سزا میں کمی، اس کی معطلی یا اس میں معافی کے سلسلے میں اختیارات قتل یا قصاص کی صورت میں لاگو نہیں ہوتے جیسا کہ کریمینل لاء ترمیمی کی دفعہ ایک مجریہ 1991ء میں ترمیم کی گئی ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ حقوق العباد کے سلسلے میں تعزیر کے تحت آنے والے کسی جرم کی سزا کو معاف، کم یا معطل نہیں کیا جا سکتا البتہ جس کو تکلیف پہنچی ہو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ تاہم فاضل عدالت نے کہا کہ حکومت کو اسبات کا اختیار ہے کہ وہ اگر مفاد عامہ میں ہو تو وہ حقوق اللہ کے سلسلہ میں بھی تعزیر کے تحت کسی جرم میں سزا کو معاف، کم یا معطل کر سکتی ہے۔ عدالت نے قرار دیا

کہ اس طرح دفعہ 401، 402 اے اور 402 ب اس تناظر میں اسلام کے منافی نہیں جہاں تک کسی استغاثہ کو خارج نہیں کیا جا سکتا البتہ مقتول کے ورثاء کی جانب سے ایسا کیا جا سکتا ہے، ۔عدالت نے مزید کہا کہ حکومت کو اس بات کا کوئی اختیار نہیں کہ وہ حقوق العباد کے سلسلے میں تعزیر کے تحت کسی مجرم کو استغاثہ سے خارج کرے تاہم حکومت کو شریعت میں اس بات کا حق ہے کہ حقوق اللہ کے سلسلے میں تعزیر کے تحت قابل سزا، کسی جرم میں استغاثہ سے خارج کر سکے اور وہ بھی عدالت کی اجازت سے بشرطیکہ یہ مفاد عامہ میں ہو۔عدالت نے مرکزی اور صوبائی دونوں حکومتوں کو ہدایت کی کہ وہ مذکورہ دفعات میں یکم جنوری 1992ء تک ترمیم کر لیں اور اگر یہ مدت گزرنے تک ایسا نہ کیا گیا تو مذکورہ دفعات خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

اس اعتبار سے صدر مملکت کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی کی سزا میں کمی کر سکیں ۔تاہم سپریم کورٹ نے 6 فروری 1992ء کو لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ کے اس فیصلے پر عمل درآمد روک دیا جس میں قرار دیا گیا تھا کہ آئین کے آرٹیکل 2، اے کے تحت صدر کو آئین کے آرٹیکل 45 کے تحت کسی کی سزائے موت معاف کرنے کا اختیار حاصل نہیں رہا اور اب یہ اختیار قانون کے تحت صرف مقتول کے ورثاء کو حاصل ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ فیصلہ حال ہی میں لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس شیخ ریاض احمد ،جسٹس راجہ افراسیاب خاں اور جسٹس ملک محمد قیوم پر مشتمل فل بنچ نے دیا تھا جس میں قرار دیا گیا تھا کہ آرٹیکل 2 الف آئین کا حصہ بن جانے کے بعد چونکہ تمام ایسے قوانین جو شریعت سے متصادم ہوں غیر موثر قرار پاتے ہیں ۔لہذا سزائے موت کی معافی کا صدر کا اختیار بھی ختم ہو جاتا ہے اور یوں دسمبر 1988ء کو جاری کیا گیا وہ صدارتی حکم بھی کالعدم قرار پاتا ہے جسکے تحت صدر نے اس سے قبل کے تمام

سزائے موت یافتہ افراد کی سزائیں عمر قید میں بدل دی گئی تھیں۔ اس فیصلے کو ایسے تین افراد نے چیلنج کر دیا جنہیں سزائے موت ہو چکی تھی اور انہیں پھانسی کی کوٹھڑیوں سے نکال لیا گیا۔ سپریم کورٹ میں ڈاکٹر خالد رانجھا موقف اختیار کیا ہے کہ ہائی کورٹ کے فل بنچ کے اس فیصلے کے مطابق چونکہ قرآن وسنت سے متصادم تمام دفعات بے معنی ہو جاتی ہیں اور ان میں آئین کا آرٹیکل 45 بھی شامل ہے جس کے تحت صدر کا معافی کا اختیار مقتول کے ورثاء کو حاصل ہو گیا ہے جبکہ آئین میں ایسی بے شمار دفعات ہیں جنہیں قرآن وسنت سے متصادم کہا جا سکتا ہے اور یوں اس فیصلے سے پورا آئین ہی غیر موثر ہو جاتا ہے لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ آرٹیکل 2 اے قابل اطلاق ہے یا ہیں؟ اس کے علاوہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ آئین کی کوئی شق کسی دوسری شق پر حاوی نہیں اور قرارداد مقاصد کی حیثیت اس وقت تک ہدایتی سے زیادہ کچھ نہیں جب تک اسے قانون نہیں بنا دیا جاتا۔ علاوہ ازیں ہائی کورٹ کے ججوں کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ جس آئین کے تحفظ کا انہوں نے حلف اٹھایا ہے اس کے منافی فیصلہ دیں۔ ڈاکٹر خالد رانجھا نے یہ موقف بھی اختیار کیا ہے کہ علم قانون کے نظریہ امید حیات کے مطابق جسے ایک بار زندگی کی امید دلا دی جائے اسے دوبارہ سزائے موت نہیں سنائی جا سکتی، جس کی بنیاد پر 1964ء میں سپریم کورٹ نے بھاٹا چاریا بنام سرکا، کیس میں یہ رولنگ بھی دے دی تھی۔ واضح رہے کہ مذکورہ کیس کے مطابق گورنر نے ایک شخص کی سزائے موت معاف کر دی تھی تاہم بعد میں یہ واضح ہونے پر کہ گورنر ایسا اختیار حاصل نہیں، صدر نے اس کی سزائے موت بحال کر دی جس کے خلاف سپریم کورٹ نے یہ رولنگ دیتے ہوئے صدر کی طرف سے دوبارہ دی گئی موت کی سزا کالعدم قرار دے دی تھی۔ سپریم کورٹ کے جسٹس شفیع الرحمٰن نے گذشتہ روز اپیل کنندگان کی درخواست منظور کرتے ہوئے یہ اپیل سماعت کے لئے بنچ کے لئے بھجوا دی اور اپیل کنندگان کی حد

تک ہائی کورٹ کے فل بنچ نے مذکورہ فیصلے پر عمل درآمد معطل کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ اپیل کنندگان کو دوبارہ پھانسی کی کوٹھڑی میں منتقل نہ کیا جائے۔

آرٹیکل 46۔صدر سے متعلق وزیراعظم کے فرائض:

وزیراعظم کا یہ فرض ہوگا کہ وہ۔

الف۔صدر کو وفاق کے امور کے انتظام اور قانون سازی کی تجویزوں سے متعلق کابینہ کے فیصلوں کی اطلاع دے۔

ب۔وفاق کے امور کے انتظام اور قانون سازی کی تجویزوں سے متعلق ایسی اطلاع فراہم کرے جو صدر طلب کرے اور

ج۔صدر کے ایماء پر کابینہ کے غور کے لئے کوئی ایسا معاملہ پیش کرے جس سے متعلق وزیراعظم یا کسی وزیر نے فیصلہ کرلیا ہو لیکن جس پر کابینہ نے غور نہ کیا ہو۔

تشریح

دفعہ ہذا کو فرمان صدر نمبر 14 1985ء کے آرٹیکل 2 اور جدول کی رو سے تبدیل کیا گیا۔

الف۔وزیراعظم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صدر کو وفاق کے داخلی اور خارجی انتظام کے بارے میں رپورٹ دے اور وفاقی کابینہ نے ملکی امور کے معاملے میں جن اہم فیصلوں کی منظوری دی ہو ان سے صدر کا آگاہ کرے۔

ب۔صدر کے طلب کرنے پر وزیراعظم یا کوئی وزیر فیصلہ دے چکا ہو لیکن اسے انہوں نے کابینہ میں پیش کرکے اس کی منظوری حاصل نہ کی ہو تو صدر کے کہنے پر وزیراعظم یا وزیر وہ مسئلہ کابینہ میں غور کرنے کے لئے پیش کرے گا۔

آرٹیکل 47۔صدر کی برطرفی یا مواخذہ۔

ا۔دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، صدر کو، اس آرٹیکل کے احکام کے مطابق، جسمانی یا دماغی نااہلیت کی بنیاد پر اس کے عہدے سے برطرف کیا جاسکے گا یا دستور

کی خلاف ورزی یا فاش غلط روی کے کسی الزام میں اس کا مواخذہ کیا جا سکے گا۔

۲۔ کسی بھی ایوان کی کل رکنیت کے کم از کم نصف ارکان قومی اسمبلی کے اسپیکر یا جیسی بھی صورت ہو، چیئرمین کو صدر کی برطرفی یا جیس بھی صورت ہو، اس کا مواخذہ کرنے کے لئے قرارداد کی تحریک کرنے کے اپنے ارادہ کا تحریری نوٹس دے سکیں گے اور مذکورہ نوٹس میں اس کی نااہلیت کے کوائف یا اس کے خلاف الزام کی وضاحت ہوگی۔

۳۔ اگر شق 2 کے تحت کوئی نوٹس چیئرمین کو موصول ہو تو ہو اسے فورا اسپیکر کو ارسال کر دیگا۔

۴۔ اسپیکر شق ۲ کے تحت یا شق ۳ کے تحت نوٹس موصول ہونے کے تین دن کے اندر نوٹس کی ایک نقل صدر دفتر کو بھجوائے گا۔

۵۔ اسپیکر نوٹس موصول ہونے کے بعد کم از کم سات دن کے بعد اور چودہ دن سے پہلے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کرے گا۔

۶۔ مشترکہ اجلاس اس بنیاد یا الزام کی، جس پر نوٹس مبنی ہو، تفتیش کرے گا یا تفتیش کروائے گا۔

۷۔ صدر کو یہ حق حاصل ہوگا کہ تفتیش کے دوران، اگر کوئی ہو اور مشترکہ اجلاس کے سامنے حاضر ہو اور اسکی نمائندگی کی جائے۔

۸۔ اگر تفتیش کے نتیجہ پر غور وخوض کے بعد اگر کوئی ہو، مشترکہ اجلاس میں مجلس شوریٰ کی کل رکنیت کے کم از کم دو تہائی ووٹوں کے زریعے اس مضمون کی قرارداد منظور کر لی جائے کہ صدر نا اہلیت کی وجہ سے عہدہ سنبھالنے کا اہل نہیں ہے یا دستور کی خلاف ورزی یا صریحا غلط روی کا مجرم ہے تو صدر قرارداد منظور ہونے پر فورا عہدہ چھوڑ دے گا۔

تشریح

۱۔اس دفعہ کا مقصد یہ ہے کہ صدر کو ہر وقت یہ احساس رہے کہ اسے کسی وقت بھی جسمانی یا ذہنی طور پر ناکارہ ہونے یا بدعنوانی کے الزام میں یا آئین کیخلاف ورزی کرنے کے ضمن میں برطرف کیا جا سکتا ہے نیز اسے ہر صورت میں عوام کیسامنے جواب دہ ہونا ہے۔

۲۔اس تختی شق میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر کسی وقت صدر کو اس کے عہدے سے برطرف کرنا مقصود ہو تو کسی بھی ایوان کی کل رکنیت کے کم از کم نصف ارکان، قومی اسمبلی کے سپیکر کو یا جیسی بھی صورت ہو چیئرمین کو صدر کی برطرفی یا جیسی بھی صورت حال ہو اس کا مواخذہ کرنے اور قرارداد پیش کرنے کے لئے اپنے ارادہ کا تحریری نوٹس دیں۔ان کیلئے یہ امر لازم ہوگا کہ صدر پر عائد کردہ الزامات مکمل کوائف اور دستاویزات کیساتھ پیش کریں تا کہ ان کی روشنی میں متعلقہ حکام کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔

۳۔شق ۲۔کے تحت قومی اسمبلی کے ارکان کی جانب سے کوئی نوٹس چیئرمین کو موصول ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے فوراً سپیکر کو بھیج دے۔

۴۔سپیکر شق ۲ اور ۳ کے تحت چیئرمین کی طرف سے وصول کردہ نوٹس کی ایک نقل کو تین دن کے اندر صدر کو بھیجنے کا پابند ہے۔

۵۔سپیکر حتمی کاروائی کے طور پر نوٹس کی وصولیابی کے بعد کم از کم سات یوم کے بعد اور چودہ دن سے پہلے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس بلا کر تفتیش کے لئے پیش کریگا۔

۶۔آئین کے تحت صدر کو یہ حق دیا گیا ہے کہ دوران تفتیش اگر کوئی ہو تو مشترکہ اجلاس کے سامنے حاضر ہو کر اپنی نمائندگی کرے۔اس ضمن میں صدر وکیل بھی رکھ سکتا ہے۔

۷۔اگر تفتیش کے نتیجہ پر غور کرنے کے بعد اگر کوئی ہو تو مشترکہ ایوان مجلس شوریٰ

کی کل رکنیت کے کم از کم دو تہائی ووٹوں کے زریعے اس مضمون کی قرارداد منظور کرنے کو صدر کے خلاف لگایا ہوا الزام ثابت ہو چکا ہے اور صدر عہدہ سنبھالنے کا اہل نہیں تو صدر کو قرارداد کی منظوری کے بعد فوری طور پر عہدہ چھوڑنا پڑے گا۔

آرٹیکل 48۔صدر مشورے پر عمل کرے گا، وغیرہ

۱۔اپنے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں صدر کابینہ یا وزیراعظم کے مشورے کے مطابق عمل کرے گا۔

مگر شرط ہے کہ صدر کابینہ یا جیسی بھی صورت ہو، وزیراعظم سے یا تو عام طور پر یا بصورت دیگر مذکورہ مشورے پر دوبارہ غور کرنے کے لئے کہہ سکے گا اور صدر مذکورہ دوبارہ غور کے بعد دیئے گئے مشورے کے مطابق عمل کرے گا۔

۲۔شق ۱ میں شامل کسی امر کے باوجود صدر کسی ایسے معاملے کی نسبت جس کے بارے میں دستور کی رو سے اسے ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، اپنی صوابدید پر عمل کریگا اور کسی ایسی چیز کے جواز پر جو صدر نے اپنی صوابدید پر کی ہو کسی وجہ سے خواہ کچھ بھی ہو اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

۳۔دستور کے ترمیم ہشتم ایکٹ XVII اف 1985ء سے حذف ہوا۔

۴۔اس سوال کی کہ آیا کوئی اور اگر ایسا ہے تو کیا، مشورہ کابینہ، وزیراعظم، کسی وزیر یا وزیر مملکت نے صدر کو دیا تھا، کسی عدالت، ٹربیونل یا دیگر ہیت مجاز میں یا اس کی طرف سے تفتیش نہیں کی جائے گی۔

۵۔جبکہ صدر قومی اسمبلی کو توڑ دے تو وہ اپنی صوابدید پر۔

الف۔ اسمبلی کے لئے عام انتخاب منعقد کرنے کے واسطے، کوئی تاریخ مقرر کرے گا جو توڑے جانے کی تاریخ سے نوے دن سے زیادہ نہیں ہوگی اور

ب۔نگران کابینہ کا تقرر کرے گا۔

۶۔اگر صدر کسی بھی وقت اپنی صوابدید پر یا وزیراعظم کے مشورے پر یہ سمجھے کہ یہ

مناسب ہے کہ قومی اہمیت کے کسی معاملے کو ریفرنڈم کے حوالے کیا جائے، تو صدر اس معاملے کو ایک ایسے سوال کی شکل میں جس کا جواب یا تو ہاں یا نہیں میں دیا جا سکتا ہو ریفرنڈم کے حوالے کرنے کا حکم دیگا۔

۷۔ مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے ریفرنڈم منعقد کرنے اور ریفرنڈم کے نتیجہ کی تدوین اور اشتمال کا طریقہ کار مقرر کیا جا سکے گا۔

تشریح

۱۔ عام حالات میں صدر مملکت اپنے کارہائے منصبی کی انجام دہی کے سلسلے میں کابینہ یا وزیر اعظم کے مشورے پر عمل کرتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ صدر کابینہ یا جیسی بھی صورت حال ہو وزیر اعظم سے یا تو عام طور پر یا بصورت دیگر مذکورہ مشورے پر دوبارہ غور کے لئے بھی کہہ سکتا ہے اور صدر مذکورہ دوبارہ غور کے بعد دیئے گئے مشورے کے مطابق عمل کرے گا۔

دستور کے ترمیم ہشتم ایکٹ XVIII آف 1985ء کی آئینی ترامیم کی رو سے۔

۴۔ اس تحتی شق کے تحت اگر وزیر اعظم کابینہ، وزیر یا وزیر مملکت صدر کو کوئی مشورہ دیتا ہے تو مشورہ کی تحقیق اور تفتیش کے سلسلے میں عدالت یا ٹریبونل کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ الف۔ صدر کو آئین کے تحت یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ جب ملک میں رشوت ستانی اور لاقانونیت بڑھ جائے اور چادر اور چار دیواری اور عوام کے جان و مال کا تحفظ نہ صرف خطرے میں پڑ جائے بلکہ وزیر اعظم، قومی اسمبلیل، کابینہ اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ملک میں امن و امان کی صورت حال پر قابو پانے میں ناکام ہو جائیں اور عوام کا ان پر سے اعتماد اٹھ جائے تو صدر، وزیر اعظم اور کابینہ کو برطرف اور قومی اسمبلی کو توڑ سکتے ہیں۔ صدر پاکستان دفعہ 58 کی شق 2۔ب کے تحت بھی ایسا کرنے کے مجاز ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آئین نے یہ شرط بھی

عائد کر رکھی ہے کہ صدر اسمبلی توڑنے کے نوے دن کے اندر اندر نئے انتخابات کی تاریخ مقرر کر کے اور منصفانہ انتخابات کرائیں۔ 29 مئی 1988ء کو جب صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کی حکومت کو برطرف کیا تو مسئلہ عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا۔

عدالت عالیہ نے اپنے مختصر حکم میں ستمبر 1988ء میں کہا کہ قومی اسمبلی اور پنجاب اسمبلی توڑنے کے حکم کی بنیاد اتنی مبہم عمومی یا نہ ہونے کے مترادف ہے کہ ان احکامات کو قانونی تحفظ نہیں دیا جا سکتا۔ اس طرح کہ احکامات ہمیشہ کسی بھی وقت جاری کئے جاتے ہیں۔ آئین مرضی کی بنیاد پر اسمبلیاں توڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آئین کی روح یہ ہے کہ ملک میں جمہوریت لائی جائے اور امور مملکت جمہوری طریقے سے چلائے جائیں جس کے لئے اس میں شقیں رکھی گئی ہیں اور آئینی تقاضوں کے تحت قائمقام صدر نے اقتدار سنبھال لیا اور نمائندہ اداروں کے انتخابات کا اعلان کر دیا ہے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات مرحوم صدر کے اعلان کے مطابق 16 نومبر کو ہوں گے اور منتخب نمائندوں کو آئین کے تحت اقتدار منتقل ہو جائے گا۔ تاہم عدالت عالیہ نے اسمبلیاں توڑنے کے حکم کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے اسمبلیاں بحال نہ کرنے کا بھی حکم جاری کیا۔ تاکہ انتخابات کے عمل میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

ب۔ وزیر اعظم اور قومی اسمبلی کی عدم موجودگی میں ملک کا انتظام چلانے کے لئے صدر نگران کابینہ کے تقرر کر سکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ نگران کابینہ کے ارکان قومی اسمبلی کے رکن بھی رہ چکے ہوں۔ نگران کابینہ میں شامل افراد کا تقرر چونکہ صدر کرتا ہے اس لئے وہ اس اعتبار سے سرکاری ملازمت میں آ جاتے ہیں، لہذا اس حیثیت سے وہ انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتے۔

۶۔ قومی اہمیت کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس کے لئے صدر اپنی صوابدید پر یا

وزیراعظم کے مشورے پر جیسا وہ مناسب خیال کرے ریفرنڈم کرا سکتا ہے اس ضمن میں صدر اس مسئلے کو عوام کے سامنے ایک ایسے سوال کی شکل میں جس کا جواب یا تو ہاں میں یا نہیں میں دیا جا سکتا ہو رکھے گا۔ اگر عوام کی اکثریت مسئلے کے حق میں ہو تو عوام کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

۷۔ ریفرنڈم کا انعقاد مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے عمل میں لایا جا سکتا ہے اور اس کے لئے الیکشن کمشین کے چیئرمین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ ریفرنڈم کے نتیجے کا اعلان بھی چیئرمین الیکشن کمیشن کرتے ہیں۔ وہی اس سارے عمل کے نگران ہوتے ہیں۔

آرٹیکل 49۔ چیئرمین یا اسپیکر قائم مقام صدر ہوگا یا صدر کے کارہائے منصبی انجام دیگا۔

۱۔ اگر صدر کا عہدہ صدر کی وفات ۔، استعفیٰ یا برطرفی کی وجہ سے خالی ہو جائے تو چیئرمین یا اگر وہ صدر کے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو تو قومی اسمبلی کا سپیکر اس وقت تک قائم مقام صدر ہوگا جب تک کہ دفعہ 41 کی شق 3 کے مطابق کوئی صدر منتخب نہ ہو جائے۔

۲۔ جب صدر، پاکستان سے غیر حاضری یا کسی دیگر وجہ سے اپنے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو تو چیئرمین یا اگر وہ بھی غیر حاضر ہو یا صدر کے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو تو قومی اسمبلی کا سپیکر صدر کے پاکستان واپس آنے تک یا جیسی بھی صورت ہو اپنے کارہائے منصبی دوبارہ سنبھال لینے تک صدر کے کارہائے منصبی انجام دے گا۔

تشریح

شدید علالت ہموت یا استعفیٰ کی صورت میں اگر صدر کا عہدہ خالی ہو جائے یا صدر سرکاری طور پر غیر ملکی دورے پر چلے جائیں تو ملکی نظم ونسق چلانے کے لئے قائم

مقام صدر کا تقرر ضروری ہو جاتا ہے چنانچہ اگر کسی وقت ایسی صورت حال کا سامنا ہو تو صدر سینٹ کے چیئرمین کو قائم مقام صدر کے اختیارات سونپے جا سکتے ہیں۔ اگر سینٹ کے چیئرمین بھی ملک میں موجود نہ ہوں یا اپنے کارہائے منصبی ادا کرنے کے اہل نہ ہوں تو پھر سپیکر قومی اسمبلی کو یہ ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے۔

17 اگست 1988ء کو جب ضیاء الحق ہوائی حادثے میں جاں بحق ہو گئے تو سینٹ کے چیئرمین جناب غلام اسحاق خان نے قائمقام صدر کا عہدہ سنبھال لیا تھا۔ 12 دسمبر 1988ء کو صدر مملکت کا انتخاب عمل میں آیا تو انہیں 5 سال کے لئے صدر چن لیا گیا۔

حصہ سوم

باب 2 :: مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)

آرٹیکل 50۔مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ):

پاکستان کی ایک مجلس شوری ہوگی جو صدر اور دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی جو بالترتیب قومی اسمبلی اور سینٹ کے نام سے موسوم ہوں گے۔

تشریح

دفعہ مذکورہ کو 2 مارچ 1985ء کو صدر کے فرمان نمبر 14 مجریہ 1985ء کے آرٹیکل 2 اور جدول کی رو سے تبدیل کیا گیا۔ اسلامی تعلیمات میں مشاورت کو اہم مقام حاصل ہے اس لئے ایک اسلامی مملکت ہونے کے ناطے سے پاکستان کی پارلیمنٹ کا نام مجلس شوریٰ رکھا گیا۔ یہ صدر اور دو ایوانوں بالترتیب قومی اسمبلی اور سینٹ پر مشتمل ہے۔قومی اسمبلی میں نمائندگی آبادی کے اعتبار سے اور سینٹ میں وفاق کی اکائیوں کو یکساں برابری کے لحاظ سے دی جاتی ہے۔قومی اسمبلی کو ایوان زیریں اور سینٹ کو ایوان بالا کہا جاتا ہے۔صدر کو پارلیمنٹ کے ایک اہم جزو کے طور پر شامل کیا گیا ہے صدر ہی دونوں ایوانوں کے اجلاس طلب اور ملتوی یا برخاست کرسکتا ہے۔

آرٹیکل 51۔قومی اسمبلی:

۱۔قومی اسمبلی میں خواتین اور غیر مسلموں کیلئے مخصوص نشستوں کے بشمول ارکان کی تین سو بیالیس نشستیں ہوں گی۔

الف شق ۱ میں قومی اسمبلی میں جن نشستوں کا حوالہ بجز ان کے جو شق ۲ الف میں ہر ایک صوبے وفاق کے زیر انتظام علاقے اور وفاقی دارلحکومت کے لئے دیا گیا ہے یہ ہیں:

علاقہ	عمومی نشستیں	خواتین کی نشستیں	کل تعداد
صوبہ بلوچستان	14	3	17
شمال مغربی سرحدی صوبہ	35	8	43
صوبہ پنجاب	148	35	183
صوبہ سندھ	61	14	75
وفاق کے زیر انتظام علاقے	12	-	12
وفاقی دارالحکومت کا علاقہ	2	-	2
کل تعداد	272	60	332

۲۔کوئی شخص ووٹ دینے کا حق دار ہوگا اگر۔۔

الف وہ پاکستان کا شہری ہو۔

ب۔اس کی عمر۔18 سال سے کم نہ ہو۔

ج۔اس کا نام انتخابی عدالت نے فاتر العقل قرار نہ دیا ہو۔

۲۔الف شق الف میں محولہ نشستوں کی تعداد کے علاوہ قومی اسمبلی میں دس اضافی نشستیں ہوں گی۔

۳۔قومی اسمبلی میں نشستیں سرکاری طور پر شائع شدہ گزشتہ آخری مردم شماری کے مطابق آبادی کی بنیاد پر ہر صوبے، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات اور وفاقی دارالحکومت کے لئے متعین کی جائیں گی۔

۴۔قومی اسمبلی کے لئے انتخاب کی غرض سے۔

الف عام نشستوں کے لئے انتخابی حلقے ایک رکنی علاقائی حلقے ہوں گے اور مذکورہ

نشستوں کو پر کرنے کے لئے ارکان بلاواسطہ اور آزادانہ ووٹ کے ذریعے قانون کے مطابق منتخب کئے جائیں گے۔

ب۔ ہر ایک صوبہ خواتین کیلئے مخصوص تمام نشستوں کے لیے جو متعلقہ صوبوں کے لئے شق ۱۱ الف کے تحت مختص کی گئی ہیں واحد حلقہ انتخاب ہوگا۔

ج۔غیر مسلموں کے لیے مخصوص تمام نشستوں کیلئے حلقہ انتخاب پورا ملک ہوگا۔

د۔خواتین کے لئے مخصوص نشستوں کیلئے جو کسی صوبے کے لئے شق ۱۱ الف کے تحت مختص کی گئی ہیں ارکان قانون کیمطابق سیاسی جماعتوں کے امیدواروں کی فہرست سے متناسب نمائندگی کے نظام کے ذریعے قومی اسمبلی میں متعلقہ صوبے سے ہر ایک سیاسی جماعت کیطرف سے حاصل کردہ عام نشستوں کی کل تعداد کی بنیاد پر منتخب کئے جائیں گے۔

ہ۔غیر مسلموں کے لئے مخصوص نشستوں کے لیے ارکان قانون کے مطابق سیاسی جماعتوں کے امیدواروں کی فہرست سے متناسب نمائندگی کے نظام کے ذریعے قومی اسمبلی میں ہر ایک سیاسی جماعت کی طرف سے حاصل کردہ عام نشستوں کی کل تعداد کی بنیاد پر منتخب کئے جائیں گے مگر شرط ہے کہ قومی اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد پانچ فیصد سے کم حاصل کرنے والی کوئی سیاسی جماعت خواتین یا غیر مسلموں کیلیے مختص کسی نشست کی مستحق نہیں ہوگی، اور

۴ الف یا ۶ حذف ہوئی بذریعہ لیگل فریم ورک آرڈر 2002 مجریہ 21 اگست 2002ء

تشریح

۱۔آئین کی اس تحتی شق کی رو سے قومی اسمبلی کے ارکان کی تعداد 332 مسلم مقرر کی گئی ہے انہیں ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر براہ راست منتخب کیا جاتا ہے۔ ہر پاکستان شہری جو الیکشن کی تمام شرائط پوری کرتا ہو انتخابات میں حصہ لے سکتا ہے۔

ایوان کی مدت پانچ سال مقرر کی گئی ہے۔

۲۔اس تحتی دفعہ کی رو سے پاکستان کی حدود میں رہائش پزیر کوئی بھی فرد ان شرائط کے ساتھ ووٹ ڈالنے کا حق دار ہوسکتا ہے:

الف۔وہ پاکستان کے مستقل شہری ہونے کی حیثیت سے ملک کے کسی بھی مقام پر رہائش رکھتا ہو۔

ب۔چونکہ 18 سال کی عمر کا فرد اپنے نفع ونقصان کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے اس لئے اس بنا پر ووٹر کی عمر لیگل فریم ورک آرڈر مجریہ 2002ء کے تحت 18 سال رکھی گئی ہے۔قبل ازیں عمر کی حد 21 سال تھی۔

ج۔انتخابی فہرست میں پاکستان کے کسی بھی مقام پر اس کے نام کا اندراج ہو۔

د۔اسے کسی بااختیار عدالت نے مجنوں قرار نہ دیا ہو۔

۲۔الف۔شق الف میں ظاہر کردہ 332 ارکان کے علاوہ دس اضافی نشستیں اقلیتی نمائندوں کے لیے رکھی گئی ہیں۔یہ حوالہ کے دفعہ 106 کی شق 3 میں بھی آیا ہے کسی صوبے میں کسی اقلیت کے لئے اس کی تعداد نہایت قلیل ہونے کیوجہ سے اگر الگ نشست مختص نہ کی گئی ہو تو مذکورہ صوبے میں تمام دیگر غیر مسلموں کے لئے مشروط طور پر مختص نشستوں میں مذکورہ اقلیت کا شامل ہونا متصور ہوگا۔

آئین میں اقلیتوں کے لئے نشستوں کی تعداد اس طرح مقرر کی گئی ہے۔عیسائی، ہندو اور جدولی ذاتوں سے متعلق اشخاص،سکھ،بدھ،پارسی اور دیگر غیر مسلم فرقے، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے متعلق اشخاص جو خود کو احمدی کہتے ہیں(۱)۔

۳۔قومی اسمبلی کی نشستوں کا تعین سرکاری طور پر شائع شدہ۔گذشتہ مردم شماری کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔1988ء 1990ء اور 1993ء کے انتخابات کے لئے 1981ء کی اور اکتوبر 2002ء کے انتخابات کے لئے 1998ء کی مردم شماری کے نتائج کو بنیاد بنایا گیا تھا۔

۴۔یوم آغاز سے دس سال تک کی مدت کے خاتمے یا قومی اسمبلی کے لئے تیسرے عام انتخابات منعقد ہونے تک جو بھی بعد میں ہو عورتوں کی بیس نشستیں مختص کی گئیں اور ان کا انتخاب صوباء سطح پر کیا جانا قرار پایا۔ آئین کی اس دفعہ کے مطابق 1990ء میں عورتوں کی 20 نشستوں پر اسی لئے انتخاب نہیں کرایا جا سکا کہ یہ مدت ختم ہو چکی تھی۔

۴۔الف۔مذکورہ نشستوں کو پر کرنے کے لئے ارکان کا براہ راست اور آزادانہ ووٹ کے ذریعے انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔

۵۔اس تحتی دفعہ میں کہا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کے لئے عام انتخابات کی تکمیل کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو خواتین کی مختص نشستوں کا انتخاب عمل میں لایا جائے اور اس کے لئے متناسب نمائندگی کا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا اور انتخاب میں صوبائی اسمبلی کے منتخب ارکان حصہ لے سکے گے۔قومی اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد کا پانچ فیصد سے کم حاصل کرنیوالی کوئی سیاسی جماعت خواتین یا غیر مسلموں کیلئے مختص کسی نشست کی مستحق نہیں ہوگی۔

۶۔صدر فاٹا کے عوام کو نمائندگی دینے کیلئے ارکان کے انتخاب کیلئے کوئی بھی طریقہ کار وضع کر سکتے ہیں۔

صوبوں میں قومی اسمبلی کی عام نشستوں کی تعداد اس طرح متعین کی گئی ہے:

صوبہ پنجاب	148	صوبہ سندھ	61
صوبہ سرحد	35	صوبہ بلوچستان	14
قبائلی علاقے	12	وفاقی دارلحکومت	2

کل میزان 272 بقیہ 70 نشستوں میں سے 60 خواتین کیلئے اور دس اقلیتوں کے لئے مختص کی گئی ہیں۔

آرٹیکل 52۔قومی اسمبلی کی میعاد:

قومی اسمبلی، تاوقتیکہ قبل از وقت توڑ نہ دی جائے۔ اپنے پہلے اجلاس کے دن سے پانچ سال کی میعاد تک برقرار رہے گی اور اپنی میعاد کے اختتام پر ٹوٹ جائے گی۔

تشریح

قومی اسمبلی کی میعاد پانچ سال مقرر کی گئی ہے بشرطیکہ اسے اس تاریخ سے قبل ہی نہ توڑ دیا جائے۔ مدت کا آغاز اس کے پہلے اجلاس کی معینہ تاریخ سے پانچ سال تک مقرر کیا گیا ہے، ۵ سالہ مذکورہ مدت کے اختتام پر یہ ایوان ٹوٹ جائے گا اور اس کی مدت میں کسی قسم کی توسیع نہ ہو سکے گی۔

آرٹیکل 53۔ قومی اسمبلی کا اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر:

۱۔ کسی عام انتخاب کے بعد قومی اسمبلی اپنے پہلے اجلاس میں اور باستثنائے دیگر کام، اپنے ارکان میں سے ایک اسپیکر اور ایک ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب کرے گی اور جتنی بار بھی اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ خالی ہو۔ اسمبلی کسی اور رکن کو اسپیکر یا جیسی بھی صورت ہو ڈپٹی اسپیکر منتخب کرے گی۔

۲۔ بطور اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر منتخب شدہ رکن، اپنا عہدہ سنبھالنے سے قبل قومی اسمبلی کے سامنے جدول سوم میں مندرج عبارت میں حلف اٹھائے گا۔

۳۔ جب اسپیکر کا عہدہ خالی ہو یا اسپیکر غیر حاضر ہو یا کسی بنا پر اپنے فرائض انجام دینے سے قاصر ہو تو ڈپٹی اسپیکر بطور اسپیکر کام کرے گا اور اگر اس وقت ڈپٹی اسپیکر بھی غیر حاضر ہو یا کسی بنا پر بطور اسپیکر کام کرنے سے قاصر ہو تو ایسا رکن جس کا اسمبلی کے قواعد و ضابطہ کار کی رو سے تعین کیا جائے۔ اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کریگا۔

۴۔ اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر اسمبلی کے اجلاس کی صدارت نہیں کریگا جبکہ عہدے سے اس کی برطرفی کی قرارداد پر غور کیا جا رہا ہے۔

۵۔ اسپیکر، صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

۶۔ ڈپٹی اسپیکر، اسپیکر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے۔ اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

۷۔ اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے گا اگر۔

الف۔ وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائے۔

ب۔ وہ اسمبلی کا رکن نہ رہے۔ یا

ج۔ اسے عہدے سے اسمبلی کی ایک قرارداد کے ذریعے برطرف کر دیا جائے جس کا کم از کم سات دن کا نوٹس دیا گیا ہو اور جسے اسمبلی کی کل رکنیت کی اکثریت کے ووٹوں سے منظور کیا گیا ہو۔

جب اسمبلی توڑ دی جائے تو اسپیکر اس وقت تک اپنے عہدے پر برقرار رہے گا جب تک کہ اگلی اسمبلی کی طرف سے اس عہدے کو پر کرنے کیلئے منتخب شدہ شخص اپنا عہدہ نہ سنبھال لے۔

تشریح

۱۔ عام انتخابات کے بعد قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس گر سابق اسپیکر نہ ہو تو کسی بزرگ منتخب رکن اسمبلی کی صدارت میں منعقد ہوتا ہے پھر ارکان اسمبلی میں سے ایک اسپیکر اور ایک ڈپٹی اسپیکر منتخب کیا جاتا ہے۔ کسی وقت بھی جب یہ دونوں عہدے خالی ہو جائیں تو ارکان اسمبلی میں سے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔

۲۔ اس تحتی دفعہ کے تحت اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کر سنبھالنے سے قبل جدول سوم میں درج عبارت کیمطابق حلف اٹھاتا ہے۔ حلف برداری کی تقریب میں ارکان اسمبلی، اعلیٰ فوجی اور سول آفیسران شامل ہوتے ہیں۔

۳۔ اسپیکر کی غیر حاضری یا علالت کی بنا پر ڈپٹی اسپیکر، اسپیکر کے عہدے پر کام کرتا ہے۔ گر ڈپٹی اسپیکر بھی کسی وجہ سے غیر حاضر ہو تو پھر اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے مطابق کسی رکن کو اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کیلئے کہا جاتا ہے۔

۴۔اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کیخلاف عدم اعتماد کی قرارداد پیش ہونے والی ہو تو تب بھی سپیکر یا ڈپٹی اسپیکر قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرنے کا اہل نہ ہوگا۔

۵۔اگر سپیکر اپنا استعفیٰ پیش کرنا چاہے تو اسے اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے صدر کو اطلاع کرنا ہوتی ہے۔

۶۔اسپیکر کی طرح ڈپٹی اسپیکر بھی اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اسپیکر کو اپنے مستعفی ہونے کی اطلاع کرنا پڑتی ہے۔

۷۔الف، ب، ج۔اسپیکر کا عہدہ اسی وقت خالی تصور کیا جا سکتا ہے جب وہ اپنا عہدہ چھوڑ دیں یا ان پر عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا ہو۔

وہ اسمبلی کے رکن نہ رہے ہوں۔اسمبلی توڑ دیجائے۔اسمبلی ٹوٹنے کی صورت میں سپیکر کا عہدہ اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک کہ اس عہدہ پر کسی دوسرے شخص کا انتخاب نہیں ہو جاتا۔

وہ اس وقت اپنے عہدوں سے برطرف سمجھے جائیں گے جب اسمبلی کی اس قرار داد کے ذریعے انہیں سات روز کے نوٹس کیساتھ برطرف کیا گیا ہو اور جسے اس مب کی کل رکنیت اکثریت کے ووٹوں سے منظور کیا گیا ہو۔

نوٹ:سپیکر قومی اسمبلی کے اجلاسوں کے دوران ہر قسم کی تحاریک اور قراردادوں کو باضابطہ خلاف ضابطہ قرار دے سکتا ہے۔

آرٹیکل 54۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا اجلاس طلب کرنا اور برخاست کرنا:

۱۔صدر وقتاً فوقتاً کسی ایک ایوان یا دونوں ایوانوں کا یا مجلس شوریٰ کا مشترکہ اجلاس ایسے وقت اپنے مقام پر طلب کر سکے گا جسے وہ مناسب خیال کرے اور اسے برخاست بھی کر سکے گا۔

۲۔ہر سال قومی اسمبلی کے کم از کم تین اجلاس ہوں اور اسمبلی کے ایک اجلاس کی آخری نشست اور دوسرے اجلاس کی پہلی نشست کے لئے مقرر کردہ تاریخ کے

درمیان ایک سو بیس دن سے زیادہ کا وقفہ نہیں ہوگا۔

مگر شرط ہے کہ قومی اسمبلی کا ہر سال ایک سو تیس ایام کار سے کم کے لئے اجلاس نہیں کریگا۔

تشریح۔ اس شق میں ایام کار میں کوئی دن جب مشترکہ اجلاس ہو اور کوئی مدت جو دو دن سے زائد نہ ہو، جس کیلئے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا جائے۔ شامل ہے۔

۳۔ قومی اسمبلی کی کل رکنیت کی کم سے کم ایک چوتھائی تعداد کے دستخطوں سے مطالبہ پر قومی اسمبلی کا اسپیکر، قومی اسمبلی کا اجلاس س مطالبہ کی وصولی سے چودہ دن کے اندر، ایسے وقت اور مقام پر طلب کرے گا جسے وہ مناسب خیال کرے اور جب اسپیکر نے اسمبلی کا اجلاس طلب کیا ہو تو صرف وہی اسے برخاست کر سکے گا۔

تشریح

۱۔ آئین کی اس دفعہ کی رو سے صدر پاکستان وقفے وقفے کیساتھ یا دونوں ایوانوں کا اجلاس ایک ساتھ بلانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ وہی جیسا کہ وہ سمجھیں وقت اور مقام کا تعین کرنے کے مجاز ہیں۔ صدر کو جہاں پارلیمنٹ کا اجلاس طلب کرنے کا اختیار حاصل ہے وہاں وہ موقع کی مناسبت سے اسے برخاست بھی کر سکتے ہیں۔

۲۔ اسی تحتی دفعہ کے تحت سال بھر میں قومی اسمبلی کے کم از کم تین اجلاس ہونا قرار پائے ہیں۔ لیکن اس بات کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے کہ اسمبلی کے ایک اجلاس کی آخری نشست اور دوسرے اجلاس کی پہلی نشست کے لئے مقررہ تاریخ کے مابین ایک سو بیس دن سے زیادہ کا وقفہ تو نہیں ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کی گئی ہے۔ کہ قومی اسمبلی کا ہر سال ایک سو بیس ایام کار سے کم کے لئے اجلاس نہ بلایا جائے۔ اس سے قبل ایام کار 160 دنوں پر محیط تھے جنہیں دسویں ترمیم کے ذریعے 12 مارچ 1987ء کو کم کر کے 130 دن کر دیا گیا۔ اس شق میں ایام کار میں کوئی د

ن جب مشترکہ اجلاس ہو اور کوئی مدت جو دو دن سے زائد نہ ہو جس کے لئے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا جائے بھی شامل ہے۔

۳۔ ملک میں کوئی خاص واقعہ رونما ہو جائے جس پر قومی اسمبلی میں بحث ضروری ہو تو کل رکنیت کی کم سے کم ایک چوتھائی تعداد کے دستخطوں کے مطالبہ پر قومی اسمبلی کا سپیکر چودہ یوم کے اندر جس تاریخ کو اور جہاں وہ مناسب سمجھے طلب کر سکتا ہے۔ اس کیساتھ ہی یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ اگر قومی اسمبلی کا اجلاس سپیکر طلب کرے تو وہی اسے برخاست کرنے کا مجاز ہے۔

آرٹیکل 55۔ اسمبلی میں رائے دہندگی اور کورم:

۱۔ دستور کے تابع قومی اسمبلی کے تمام فیصلے حاضر اور ووٹ دینے والے ارکان کی اکثریت سے کئے جائیں گے۔ لیکن صدارت کرنے والا شخص ووٹ نہیں دے گا۔ سوائے اس صورت کے کہ ووٹ مساوی ہوں

۲۔ اگر کسی وقت قومی اسمبلی کے کسی اجلاس کے دوران صدارت کرنے والے شخص کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی جائے کہ اسمبلی کی کل رکنیت کے ایک چوتھائی سے کم ارکان حاضر ہیں تو وہ یا تو اسمبلی کو ملتوی کر دیگا یا اجلاس کو اس وقت کیلئے معطل کر دے گا جب تک کہ ایسی رکنیت کے کم سے کم ایک چوتھائی ارکان حاضر نہ ہو جائیں۔

تشریح

۱۔ آئین کی اس تحتی دفعہ میں کہا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کے تمام فیصلے حاجر اور ووٹ دینے والے ارکان کی اکثریت کی موجودگی میں طے پائیں گے لیکن صدارت کرنیوالے شخص کو ووٹ دینے کا حق نہ ہوگا بجز اس صورت میں کہ ووٹ برابر برابر ہوں چونکہ ایسی صورت حال میں کسی فیصلے کے نتیجے کا حتمی اعلان نہیں ہو سکتا اس لئے صدارت کرنے والا شخص اپنا ووٹ ڈال کر صورت حال کو تبدیل کر سکتا ہے۔

۲۔ اسمبلی کے اجلاس کیلئے ایک چوتھائی ارکان کا حاضر ہونا ضروری ہے لیکن کسی وقت اگر ارکان اسمبلی کی تعداد اس سے کم ہو تو ارکان اسمبلی کی توجہ دلانے پر کرسی صدارت پر متمکن فرد اجلاس کو اس وقت تک ملتوی کرنے کا مجاز ہے جب تک کہ ایک چوتھائی ارکان کی اجلاس میں شرکت نہ ہو جائے۔ کورم پورا نہ ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ارکان اسمبلی کو حکومتی امور سے دلچسپی نہیں رہی خواہ اس کی وجہ سے سپیکر کا رویہ یا کوئی اور مسئلہ۔

آرٹیکل 56۔ صدر کا انتخاب

۱۔ صدر کسی ایک ایوان یا یکجا دونوں سے خطاب کر سکے گا اور اس غرض کے لئے ارکان کی حاضری کا حکم دے سکے گا۔

۲۔ صدر کو کسی بھی ایوان کو خواہ مجلس شوریٰ میں اس وقت تک زیر غور کسی بل کی نسبت یا بصورت دیگر پیغامات بھیج سکے گا اور کوئی ایوان جسے کوئی پیغام بایں طور بھیجا جائے جملہ مناسب مستعدی کے ساتھ کسی ایسے معاملے پر غور کرے گا جس پر غور کرنے کے لئے پیغام کے ذریعے حکم دے دیا گیا ہو۔

مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے ہر ایک اجلاس کے آغاز پر صدر یکجا دونوں ایوانوں سے خطاب کرے گا اور مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کی اس کی طلبی کی وجوہ سے آگاہ کرے گا۔

۴۔ کسی ایوان کے ضابطہ کار اور اسکی کارروائی کے انصرام کو منضبط کرنیکے لئے قواعد میں صدر کے خطاب میں محولہ معاملات پر بحث کرنے کے لیے وقت کا تعین کرنے کے لئے حکم وضع کیا جائے گا۔

تشریح

۱۔ اس تحتی دفعہ کے تحت صدر بہ حیثیت سربراہ مملکت کسی اہم مسئلہ کو قومی اسمبلی یا سینٹ کے ارکان کو علیحدہ علیحدہ یا مشترکہ ایوان کو آگاہ کر سکتا ہے۔ اس ضمن میں اسے

اجلاس کی تاریخ ، مقام کا تعین اور ارکان کی لازمی حاضری قبل از وقت بتانا پڑ یگی۔ اس آرٹیکل ۲، ۳، اور ۴ کا اضافہ آٹھویں ترمیم کے ذریعے 2 مارچ 1985ء کو کیا گیا۔

۲۔صدر کو اس تحتی شق کی رو سے کسی بھی ایوان بالا ، سینٹ اور ایوان زیریں قومی اسمبلی یا مجلس شوریٰ میں پہلے سے زیر غور بل کے سلسلے میں دیگر پیغامات بھیجنے کا بھی اختیار حاصل ہو گیا ہے اور ایوان بالا یا ایوانی زیریں یا مجلس شوریٰ جیسی بھی صورت حال ہے، کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ صدر کے بھیجے گئے پیغامات کو بل میں شامل کرنے کے لئے غور کرے۔ اس طرح صدر کو اپنی بات کو موثر طریق سے منوانے کو حق مل گیا ہے۔

۳۔صدر جب بھی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرے گا تو اسے اس کی طلب کی وجوہ سے آگاہ کرنا ہوگا نیز اسے دونوں ایوانوں سے تکجا خطاب کرنا ہوگا۔ ارکان کو صدر کے خطاب پر بحث کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔

۴۔ایوان کے قواعد وضوابط میں صدر کے خطاب اور خطاب پر بحث کے لئے وقت کی تعیناتی اور دیگر امور کے سلسلے میں قواعد کا تعین اس ایوان کے ارکان کریں گے جن کا اجلاس صدر نے بلایا تھا۔

آرٹیکل 57۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ:

وزیر اعظم کسی وفاقی وزیر، کسی وزیر مملکت اور اٹارنی جنرل کو کسی بھی ایوان یا ان کے کسی مشترکہ اجلاس یا ان کی کسی کمیٹی میں جس کا اسے رکن نامزد کیا جائے تقریر کرنے اور بصورت دیگر اس کی کاروائی میں حصہ لینے کا حق ہوگا۔ لیکن اس آرٹیکل کی بنا پر ووٹ دینے کا حق نہیں ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کی رو سے صدر کے علاوہ وزیر اعظم کسی وفاقی وزیر کسی وزیر مملکت

اور اٹارنی جنرل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایوان یا انکے کسی مشترکہ اجلاس یا ان کی کسی کمیٹی میں جس کا اسے رکن نامزد کیا گیا ہو تقریر کر سکتا ہے اور کاروائی میں شریک ہے لیکن کسی بل کی منظوری کے سلسلے میں اٹارنی جنرل اپنا ووٹ استعمال کرنے کا مجاز نہیں ہے تاہم اگر بحث کے دوران کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے تو وہ ایوان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

آرٹیکل 58۔قومی اسمبلی کو توڑ دینا:

۱۔صدر قومی اسمبلی کو توڑ دے گا اگر وزیراعظم اسے بایں طور مشورہ دے اور قومی اسمبلی تاوقتیکہ اس سے قبل برخاست نہ کر دی گئی ہو، وزیراعظم کی طرف سے بایں طور مشورہ دیئے جانے کے بعد اڑتالیس گھنٹوں کے خاتمے پر باخاست ہو جائے گی۔

تشریح

اس آرٹیکل میں وزیراعظم کے حوالے میں کسی ایسے وزیراعظم کا جس کے خلاف قومی اسمبلی میں عدم اعتماد کے ووٹ کے لئے قرارداد کا نوٹس دے دیا گیا ہو لیکن اس پر رائے دہی نہ کی گئی ہو یا جس کے خلاف ایسی کوئی قرارداد منظور کی جا چکی ہو یا جو استعفیٰ دینے کے بعد یا قومی اسمبلی کے برخاست ہو جانے کے بعد اس عہدے پر برقرار ہو 4 حوالہ شامل نہیں سمجھا جائے گا۔

۲۔آرٹیکل 48 کی شق ۲ میں شامل کسی امر کے باوجود صدر بھی اپنی صوابدید پر قومی اسمبلی کو توڑ سکے گا جبکہ اس کی رائے میں۔

الف۔وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ منظور کئے جانے کے بعد قومی اسمبلی کسی رکن کا دستور کے احکام کے مطابق قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد رکھنے کا امکان نہ ہو، جس طرح کہ اس غرض سے طلب کردہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں معلوم ہو، یا

ب۔ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہو جس میں وفاق کی حکومت دستور کے احکام

کے مطابق چلائی نہ جا سکتی ہو اور انتخاب کنندگان سے فیصلہ چاہنا ضروری ہے۔

۳۔ صدر شق ۲ کے پیراگراف ب کے تحت قومی اسمبلی کے تحلیل ہونے کی صورت میں تحلیل ہونے کے پندرہ دن کے اندر معاملہ کو عدالت عظمیٰ میں پیش کرے گا اور عدالت عظمیٰ تیس دن کے اندر ریفرنس کا فیصلہ کرے گی جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

تشریح

1973ء کے آئین کے تحت وزیر اعظم کو صدر مملکت کی نسبت زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ 1977ء میں جنرل محمد ضیاء الحق کے طویل ترین مارشل لاء کے خاتمے پر 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات میں منتخب ہونے والی قومی اسمبلی نے مارشل لاء کے اقدامات کو آئینی تحفظ دینے کے لئے آٹھویں ترمیم منظور کی تھی جس کے تحت صدر کو اسمبلی توڑنے اور وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کو برطرف کرنیکا اختیار دیا گیا تھا اسی طرح صوبوں میں یہ اختیار گورنروں کو دے دیا گیا تھا۔

29 مئی 1988ء کو آئین میں آٹھویں ترمیم اور آرٹیکل 58 ۲b کے تحت وزیر اعظم محمد خان جونیجو کی حکومت کو برطرف کر دیا گیا۔

ازاں بعد 1990ء، 1993ء اور 1996ء میں بے نظیر بھٹو، نواز شریف پہلا دور اور بے نظیر بھٹو دوسرا دور کی حکومتیں اور اسمبلیاں اسی آرٹیکل کے تحت توڑ دی گئیں۔ اس دوران میں 1993ء میں جب میں نواز شریف کی حکومت کو صدر غلام اسحاق خان نے برطرف کر دیا تو انہوں نے سپریم کورٹ سے بحالی حکومت کی استدعا کی چنانچہ سپریم کورٹ نے ان کی حکومت کو بحال کر دیا لیکن جس ترمیم کے تحت ان کی حکومت کو تحلیل کر دیا گیا تھا اسے برقرار رہنے دیا گیا۔ فروری 1997ء کے عام انتخابات میں کامیابی کے بعد میاں نواز شریف نے دوسری مرتبہ وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا تو انہوں نے خود کو صدر کی نسبت با اختیار بنانے کے لیے متنازعہ آٹھویں ترمیم کو ختم کر کے پارلیمانی نظام کی اصل روح کے مطابق 1977ء سے

پہلے کی آئینی پوزیشن کو بحال کر دیا۔

اکتوبر 1999ء میں میاں نواز شریف کی حکومت ختم ہوگئی اور چیف آف سٹاف پاکستان آرمی جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھال لیا۔ 21 اگست 2002ء کو انہوں نے ملک میں جمہوریت کی بحالی اور عام انتخابات کے انعقاد کے سلسلے میں لیگل فریم ورک آرڈر کا اعلان کیا۔ اس میں بھی صدر مملکت کو وزیر اعظم کی نسبت زیادہ اختیار بنا دیا گیا تھا۔ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں خصوصاً متحدہ مجلس عمل نے اس کے خلاف آواز بلند کی چنانچہ 24 دسمبر 2003ء کو متحدہ مجلس عمل اور حکومتی ارکان کے مابین صدر مملکت کے اسمبلی توڑنے کے سلسلے میں معاہدہ طے پا گیا اس میں صدر کو اسمبلی توڑنے کیلئے اسمبلی کی تحلیل کے پندرہ دنوں کے اندر ریفرنس سپریم کورٹ کو بھیجنا پڑے گا اور سپریم کورٹ صدر کے ریفرنس کا فیصلہ تیس دنوں کے اندر کرے گی اور سپریم کورٹ جو فیصلہ بھی کریگی وہ حتمی ہوگا اور اسے کسی عدالتی فورم میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

متعدد حلقوں میں اس ترمیم کی مخالفت کی گئی جب کہ اکثریت نے اس فیصلے سے اتفاق کیا اور کہا کہ جمہوریت کی گاڑی صحیح ٹریک پر چل سکتی ہے اور آئندہ کے لیے کسی بھی صدر کو اسمبلی توڑنے سے پہلے اسمبلی توڑنے کے جواز پر اچھی طرح غور کرنا پڑے گا کیوں کہ سپریم کورٹ میں مسائل دلائل ہی سے حل ہوتے ہیں۔

اگر پاکستان کی ماضی کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو صدر مملکت کو 58(2)B کے تحت قومی اسمبلی کو توڑنے اور وزیر اعظم اور حکومت کو برطرف کرنے کے اختیارات حاصل تھے حقائق بتاتے ہیں کہ یہ ترمیم دو دھاری تلوار ثابت ہوتی ہے اور اسے ہمیشہ پارلیمنٹ کی بالادستی کے خلاف استعمال کیا گیا تھا۔ 1988ء، 1990ء، 1993ء اور 1996ء کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ حالانکہ اس ترمیم کے اس وقت کے خالق نے برملا یہ کہا تھا کہ یہ ترمیم مارشل لاء کا راستہ روک دے گی اگرچہ

یہ بات تو درست نکلی لیکن اس ترمیم کی وجہ سے پاکستان میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کو کبھی پھلنے پھولنے کا موقع نہیں ملا۔

58(2)B کی سیاست کی وجہ سے ملک میں 1985ء سے لیکر مسلم لیگ کے پروانے طالع آزماؤں کے ساتھ کھڑی ہوئی 1997ء کی اسمبلی نے اسے مشترکہ طور پر ختم کیا تا کہ ملک میں جمہوری قوتوں کو پنپنے اور وزیراعظم کو اپنی پالیسیوں پر عملدرآمد کرانے کا موقع مل سکے۔ اکتوبر 1999ء میں اگرچہ ملک میں مارشل لاء تو نافذ نہ ہوا تاہم طیارہ سازش کیس کی بنا پر منتخب حکومت کو برطرف کرانے کا اعلان کیا تو لیگل فریم ورک آرڈر تشکیل دیا اس میں بھی صدر کو وزیراعظم کی نسبت زیادہ بااختیار بنا دیا گیا تھا۔ حزب اختلاف کی مخالفت کے باوجود اسمبلی توڑنے کا اختیار پھر بھی صدر کے پاس رہا تاہم معمولی ردوبدل کے ساتھ۔

ا۔ قومی اسمبلی جن مقاصد کے لئے منتخب کی گئی ہو وہ پورے نہ ہوں اور ملک میں امن و امان کی صورت حال تشویشناک حد تک خراب ہو جائے اور اس صورت حال کے پیش نظر بے شمار قیمتی جانیں اور مالی نقصان ہو رہا اور شہریوں کی جان و مال اور عزت مکمل طور پر غیر محفوظ ہو جائیں۔ مملکت کی یک جہتی اور نظریے کو شدید خطرہ لاحق ہو اور اخلاق عامہ اس حد تک گر چکا ہو کہ جس کی کہیں بھی مثال نہ ملے تو اس آرٹیکل کے تحت صدر اپنی صوابدید کے مطابق اسمبلی توڑنے کا حق رکھتا ہے۔ تاہم صدر کو 15 دنوں کے اندر سپریم کورٹ سے رجوع کرنا ہوگا اور سپریم کورٹ کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ وزیراعظم نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہو لیکن وہ منظور نہ ہوا اور نئے انتظامات تک اس عہدے پر کام کرنے کا کہا گیا ہو تو وہ بھی صدر کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ قومی اسمبلی کے ٹوٹنے سے کابینہ کے ارکان بھی اپنے عہدوں پر فائز نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ بھی اسی ایوان کے رکن ہوتے ہیں۔ جو ٹوٹ چکی ہو۔ قومی اسمبلی کے توڑنے کی یہ شق 1985ء

میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے آئین میں شامل کی گئی۔ترمیم کی رو سے جب بھی صدر اسمبلی توڑیں تو انہیں نوے روز کے اندر اندر انتخابات کی نئی تاریخ مقرر کرنا ہوگی۔

۲۔دفعہ 48 کی شق 2 میں شامل کسی امر کے باوجود صدر بھی اپنی صوابدید پر اس وقت قومی اسمبلی توڑنے کا مجاز ہے جبکہ وہ یہ سمجھے۔

الف۔کہ وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ منظور ہونے کے بعد ایوان مذکورہ کا کوئی دوسرا رکن اکثریتی ووٹوں سے اعتماد کا ووٹ حاصل نہیں کرسکتا۔

ب۔ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہو کہ وفاقی حکومت دستور کے مطابق چلانے میں ناکام ہو جائے اور انتخاب کنندگان سے فیصلہ طلب کرنا ضروری ہو جائے۔اگر عدالت عالیہ صدر کے صوابدیدی اختیار کو کالعدم قرار دے دے تو مفاد عامہ کی غرض سے اسمبلی کی بحالی سے عدالت عالیہ انکار کرسکتی ہے۔ PLD 1989 SC 166

18 اپریل 1993ء کو جب صدر مملکت نے قومی اسمبلی کو توڑ دیا تو وزیراعظم میاں نواز شریف نے عدالت عظمیٰ میں اس کی بحالی کے لئے مقدمہ دائر کر دیا۔ اگرچہ 26 مئی 1993 کو ایک جج کے علاوہ دس ججوں نے اکثریت رائے سے قومی اسمبلی کو بحال کر دیا تاہم مسٹر جسٹس سجاد علی نے ان سے اختلاف کیا اور اپنے فیصلے میں لکھا کہ صدر کی رائے عدالت کی مرہون منت نہیں۔اگر صدر نے ایسی رائے قائم کرلی ہو تو عدالت کو چاہے کہ اس حکم کو برقرار رکھے اور مقتدر اعلیٰ کو آخری فیصلہ کرنے دے۔اس کے برعکس مسٹر جسٹس شفیع الرحمٰن نے اپنے فیصلے میں کہ صدر کے قومی اسمبلی کے توڑنے کے اقدام سے نہ صرف آرٹیکل 17 کے تحت بنیادی حقوق متاثر ہوتے ہیں بلکہ دستور کے آرٹیکل 14 کے پہلے حصے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے وزیراعظم کو معزول کیا گیا۔اس لئے میں قومی اسمبلی کو بحال کرنے کی

آئینی درخواست کو منظور کرتا ہوں۔

آرٹیکل 59۔ سینٹ 1۔ سینٹ ایک سو ارکان پر مشتمل ہوگی جن میں سے۔

الف ۔ چودہ ہر ایک صوبائی اسمبلی کے ارکان کی طرف سے منتخب کئے جائیں گے۔

ب۔ آٹھ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں سے بلاواسطہ اور آزادانہ ووٹ کے ذریعے ایسے طریقے سے منتخب کئے جائے گے جو صدر، فرمان کے ذریعے مقرر کرے۔

ج۔ دو عام نشستوں پر اور ایک خاتون اور ایک ٹیکنو کریٹ بشمول، عالم وفاقی دارلحکومت سے ایسے طریقے سے منتخب کئے جائے گے جو صدر، فرمان کے ذریعے مقرر کرے۔

د۔ چار خواتین ہر ایک صوبائی اسمبلی کے ارکان منتخب کریں گے۔

ہ۔ چار ٹیکنو کریٹ بشمول علماء ہر ایک صوبائی اسمبلی کے ارکان منتخب کریں گے، اور

۲۔ سینٹ میں ہر صوبے کے لئے متعین نشستوں کو پر کرنے کے لئے انتخاب، واحد قابل انتقال ووٹ کے ذریعے متناسب نمائندگی کے نظام کے مطابق کیا جائے گا۔

۳۔ سینٹ ٹوٹنے کے تابع نہیں ہوگی لیکن اس کے ارکان کی میعاد، ج حسب ذیل سبکدوش ہوں کے چھ سال ہوگی:

الف۔ شق ا، کے پیرا الف میں محولہ ارکان میں سے سات پہلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے اور سات اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے۔

ب۔ مذکورہ بالا شق کے پیرا ب میں محولہ ارکان میں سے چار پہلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائینگے۔

ج مذکورہ بالا شق کے پیراج میں محولہ ارکان میں سے اول، عام نشست پر منتخب ہونے والا ایک پہلے تین سال کے اختتام پر سبکدوش ہو جائے گا اور دوسرا اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائے گا۔ دوم ٹیکنوکریٹ کی نشست پر منتخب ہونے والا ایک پہلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائے گا اور خواتین کے لئے مخصوص نشست پر منتخب ہونے والا ایک اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائے گا اور۔

د۔ مذکورہ بالا شق کے پیرا د میں محولہ ارکان میں سے دو پہلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائینگے اور دو اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے اور:

ہ۔ مذکورہ بالا شق کے پیرا ہ میں محولہ ارکان میں سے دو پہلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے اور دو اگلے تین سال کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے۔

مگر شرط یہ ہے کہ کسی اتفاقیہ خالی جگہ کو پر کرن کے لئے منتخب شدہ شخص کے عہدے کی میعاد اس رکن کی غیر منقضی میعاد ہو گی جس کی خالی جگہ اس نے پر کی ہو۔

4۔ حذف بروئے دستور ترمیم ہشتم XVIII آف 1985ء

تشریح

ا۔ اس تحتی دفعہ کی رو سے 1985ء میں جو آٹھویں ترمیم کی گئی اس کے تحت ایوان بالا سینٹ کو پہلے سے زیادہ باوقار اور با اثر بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ قبل ازیں سینٹ کے ارکان کی تعداد 63 تھی۔ نئی ترمیم کے ذریعے یہ تعداد بڑھا کر 100 کر دی گئی۔

الف ہر صوبے میں سے قبل چودہ چودہ ارکان منتخب کئے جاتے تھے لیکن آٹھویں ترمیم کی رو سے یہ تعداد چودہ سے بڑھا کر 19 کر دی گئی۔ لیکن لیگل فریم ورک

آرڈر 2002ء میں ان کی تعداد 22 متعین کی گئی۔

ب۔قبائلی علاقوں سے آٹھ افراد کا انتخاب قومی اسمبلی کے ذریعے عمل میں لانا قرار پایا۔

ج۔چار ارکان سینٹ وفاقی دارالحکومت سے اس طریق پر منتخب کئے جاسکیں گے جیسے صدر مملکت مناسب خیال کرے۔

د۔ہر صوبے سے چار چار خواتین ارکان سینٹ منتخب ہوں گی۔

ہ۔اس تحتی دفعہ کی رو سے 4 ارکان ممتاز علمائے کرام پیشہ ور حضرات اور ماہرین میں سے لئے جاسکتے ہیں تاکہ قوم ایسے عالم، فاضل اور کہنہ مشق اشخاص کے تجربے اور قابلیت سے بھرپور فائدہ اٹھا سکے جو عام طور پر انتخاب لڑنے کی زحمت نہیں کرتے۔

۲۔صوبے کیلئے جو نشستیں مختص ہوں ان پر انتخاب متناسب نمائندگی کی بناء پر کرایا جاسکے گا۔

۳۔اس تحتی شق کی رو سے سینٹ کو ایک مستقل ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔ اسے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی طرح توڑا نہیں جاسکتا۔ اس ادارے کا تصور یہ ہے۔

It is not dissolvable, it must perpetuate It must continues

اس کے ارکان کی میعاد جو حسب ذیل طریقے سے سبکدوش ہوں گے چھ سال ہوگی:

الف آٹھویں ترمیم کی رو سے شق 1 کے پیرا الف میں ارکان سینٹ کی ہر صوبے میں تعداد 14 مقرر کی گئی ہے چنانچہ اس پروگرام کے تحت سات پہلے تین سال کے خاتمے پر اور بقیہ سات اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہوجائیں گے۔

صوبوں کے لیے ارکان کی ایک سی تعداد کا مقرر کرنا صوبوں کی نمائندگی کو یکساں رکھنا مقصود ہے۔

ب۔ مذکورہ بالا شق کے پیراب میں فاٹا کے ارکان کی تعداد آٹھ کی گئی اب نئے انتظام کے تحت چار پہلے تین سال کے اختتام کے بعد اور بقیہ چار اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے۔

ج۔ مذکورہ بالا شق کے پیراج میں مذکورہ چار ارکان میں سے ایک پہلے تین سال کے اختتام کے بعد اور دو اگلے تین سال کے اختتام پر سبکدوش ہو جائیں گے۔

د۔ ہر صوبے سے چار خواتین سینیٹ منتخب کی جائیں گی۔

ہ۔ مذکورہ بالا شق کے پیرا دمیں چار علماء میں سے دو پہلے تین سال کے اختتام کے بعد اور تین اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے۔

اس کے لئے شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ اگر کوئی رکن مستعفی ہو جائے یا خدانخواستہ فوت ہو جائے تو ضمنی انتخاب کے ذریعے اس کی جگہ پر کر دی جائے گی اور نومنتخب رکن نشست خالی کرنے والے کی بقیہ مدت پوری کرے گا۔

آرٹیکل 60۔ چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین:

1۔ سینٹ کی باضابطہ طور پر تشکیل ہو جانے کے بعد یہ اپنے پہلے اجلاس میں اور باستثنائے دیگر کاروائی، اپنے ارکان میں سے ایک چیئرمین اور ایک ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب کرے گی اور جتنی بار بھی چیئرمین یا ڈپٹی چیئرمین کا عہدہ خالی ہو جائے۔ سینٹ ایک اور رکن کو چیئرمین یا جیسی بھی صورت ہو، ڈپٹی چیئرمین کے طور پر منتخب کرے گی۔

۲۔ چیئرمین یا ڈپٹی چیئرمین کے عہدے کی میعاد اس دن سے تین سال ہو گی جس پر اس نے اپنا عہدہ سنبھالا ہو۔

تشریح

۱۔قومی اسمبلی کے پہلے اجلس کے انعقاد کی طرح سینٹ کے پہلے اجلاس میں بھی ارکان سینٹ میں سے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے انتخاب کو باقی تمام کاروائیوں پر ترجیح دی جائے گی تا کہ اس ایوان کی تمام کاروائی کو ضابطے کے مطابق چلایا جا سکے ۔اس دفعہ کی رو سے ان دونوں عہدوں کے خالی ہونے کی صورت میں سینٹ کے دیگر ارکان میں سے ان کا انتخاب لازمی قرار دیا گیا۔صورت حال خواہ کچھ بھی ان کا انتخاب ضابطے کے مطابق عمل میں لانا چاہیے۔ یہ انتخاب بھی خفیہ رائے دہی کے ذریعے ہونا چاہیے۔

۲۔چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے عہدے کی مدت تین سال مقرر کی گئی ہے اور جس روز یہ اپنا عہدہ سنبھالیں گے یہ مدت اس روز سے ہی شروع ہوگی۔

آئین کی رو سے سینٹ کے چیئرمین کو اجلاس کی صدارت کے دوران ووٹ نہیں دے سکتا البتہ اگر ووٹ برابر ہو جائیں تو پھر وہ اپنا ووٹ استعمال کرنے کا مجاز ہے تا کہ کسی بھی مسئلے کا فیصلہ ہو سکے۔

آرٹیکل 61۔سینٹ سے متعلق دیگر احکام:

آرٹیکل 57 کی شقات 2 تا 7 آرٹیکل 54 کی شقات ۲ اور ۳ اور آرٹیکل ۵۵ کیا احکام سینٹ پر اسی طرح اطلاق پذیر ہوں گے جس طرح وہ قومی اسمبلی میں اطلاق پذیر ہوتے ہیں اور سینٹ پر اپنے اطلاق میں، اس طرح موثر ہوں گے گویا کہ ان میں قومی اسمبلی، اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے حوالہ جات بالترتیب سینٹ ، چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے حوالہ جات ہوں اور گویا کہ آرٹیکل 54 کی مذکورہ شق ۲ کے فقرہ شرطیہ میں الفاظ ایک سو تیس کی بجائے لفظ نوے تبدیل کر دیا گیا ہو۔

تشریح

دفعہ ہذا کے مطابق دفعہ 53 کی شقات ۲ تا ۷ دفعہ ۴۵ کی ۲ اور ۳ اور دفعہ ۵۵ کے تحت وہ احکامات جو قومی اسمبلی کے لئے مختص کئے گئے ہیں ان کا اطلاق سینٹ پر بھی

کیا گیا ہے۔مثلاقومی اسمبلی کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کومذکورہ دفعات کے تحت حلف اٹھانے اسپیکر کی غیر حاضری میں کرسی صدارت سنبھالنے، سال بھر میں کم ازکم تین اجلاس طلب کرنے اوراجلاس بلانے اورکورم پورا کرنے پر اجلاس طلب کرنے کے احکامات شامل ہیں۔بعینہ یہی احکامات سپیکر اور ڈپٹی سپیکر پر بھی اطلاق پذیر ہوں گے۔

مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ارکان کی بابت احکام

آرٹیکل 62۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیے اہلیت

کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کارکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہو گا اگر۔۔

الف۔وہ پاکستان کا شہری نہ ہو۔

ب۔وہ قومی اسمبلی کی صورت میں پچیس سال سے کم عمر کا ہو اور کسی انتخابی فہرست میں ووٹر کی حیثیت سے اول پاکستان کے کسی حصہ میں، کسی عام نشست یا غیر مسلموں کے لئے مخصوص کسی نشست پر انتخاب کے لیے درج نہ ہو اور دوم کسی صوبہ میں ایسے علاقے میں جہاں سے خواتین کے لیے مخصوص نشست پر انتخاب کے لیے رکنیت چاہتا ہو درج نہ ہو۔

ج۔وہ سینٹ کی صورت میں تیس سال سے کم عمر کا ہو اور کسی صوبہ میں کسی علاقے میں یا جیسی بھی صورت ہو، وفاقی دارلحکومت یا وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں جہاں سے وہ رکنیت چاہتا ہو بطور ووٹر درج نہ ہو۔

د۔وہ اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور ہو۔

ہ۔وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔

د۔ وہ سمجھدار، پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایماندار اور امین نہ ہو۔

ز۔ کسی اخلاقی پستی میں ملوث ہونے یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ ہو۔

ح۔ اس نے قیام پاکستان کے بعد ملک کی سلامیت کے خلاف کام کیا ہو یا نظریہ پاکستان کی مخالفت کی ہو۔

مگر شرط یہ ہے کہ پیراوارہ میں مصرحہ نا اہلیتوں کا کسی ایسے شخص پر اطلاق نہ ہوگا جو غیر مسلم ہو، لیکن ایسا شخص اچھی شہرت کا حامل ہوگا اور

ط۔ وہ ایسی دیگر اہلیتوں کا حامل نہ ہو جو مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے مقرر کی گئی ہوں

تشریح

فروری 1985ء میں ملک بھر میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے جو غیر جماعتی انتخابات منعقد ہوئے تھے اس ضمن میں الیکشن کمیشن نے 12 جنوری 1985ء کو امیدواروں کی اہلیت کے لئے انتخابی قواعد وضوابط کا اعلان کیا تھا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ جب تک کوئی امیدوار مقررہ شرائط پر پورا نہیں اترتا اس وقت تک اسے قومی وصوبائی اسمبلی یا سینٹ کے انتخاب میں حصہ لینے کا حق نہ ہوگا۔ ان قواعد و ضوابط کی پابندی کا مقصد یہ تھا کہ انتخابات کے ذریعے ایسے افراد سامنے آئیں جو اپنی خواہشات کو قابو میں رکھیں اور ملکی مفاد کو ہر چیز پر ترجیح دیں تاکہ ملکی استحکام کو یقینی بنایا جائے۔ اسی بنا پر دفعہ ہذا میں ترمیم کر کے مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے اہلیت پر مزید شرائط کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق کوئی بھی شخص ان شرائط کے ساتھ مجلس شوریٰ کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہوسکتا یعنی

الف۔ پاکستان کا شہری نہ ہو۔، اس کے لئے جائے پیدائش وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے یعنی ایک شخص بھارت میں پیدا ہوا تھا لیکن تقسیم کے بعد پاکستان آ گیا اور

اس نے پاکستان کی شہریت حاصل کر لی۔ وہ انتخاب میں حصہ لینے کا اہل ہے۔

ب۔ قومی اسمبلی کا رکن بننے کے لئے پچیس سال سے کم ہو اور اس اسمبلی میں کسی مسلم یا غیر مسلم نشست کے لئے جیسی بھی صورت ہو انتخاب کیلئے س کا نام انتخابی فہرست میں ووٹر کی حیثیت سے درج نہ ہو۔ نیز کسی صوبے میں ایسے علاقے میں جہاں سے خواتین کیلئے مخصوص نشست پر انتخاب کے لئے رکنیت چاہتا ہو درج نہ ہو۔

ج۔ سینٹ کے امیدوار کی صورت میں تیس سال سے کم عمر کا ہو اور اس کا نام کسی صوبے میں، کسی علاقے یا جیسی بھی صورت ہو وفاقی دارلحکومت یا وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں جہاں سے وہ رکنیت چاہتا ہو بطور ووٹر درج نہ ہو۔

د۔ اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور اسلامی تعلیمات کے منافی کام کرنیکی شہرت رکھتا ہو۔

ہ۔ اسے اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ ہو اور وہ اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے اجتناب نہ کرتا ہو۔

و۔ وہ سمجھدار۔ پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایماندار اور رفیق بھی نہ ہو۔

ز۔ کسی اخلاقی جرم سے ارتکاب پر یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ ہو۔

ح۔ قیام پاکستان کے بعد ملکی سلمیت اور استحکام کے خلاف کرتا رہا ہو یا نظریہ پاکستان کا مخالف ہو اور دل و جان سے پاکستان کو نہ چاہتا ہو۔

نوٹ: پیرا دا وہ کا اطلاق غیر مسلموں پر نہیں ہوتا تاہم ان کے اچھے کردار کا حامل ہونا ضروری ہے۔

ط، مجلس شوری کے ایکٹ کے تحت اہلیت کی جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ان پر پورا نہ اترتا ہو۔

ایک اسلامی ملک ہونے کیناطے سے مجلس شوریٰ کی رکنیت کیلئے جو شرائط مقرر کی

گئی ہیں ان پر اگر پوری طرح سے عمل درآمد ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں ایک مثالی معاشرہ قائم نہ ہو سکے۔

آرٹیکل 63۔ مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیے نا اہلیت:

ا۔ کوئی شخص مجلس شوریٰ کے رکن کے طور پر منتخب ہونے یا چنے جانے اور رکن رہنے کے لئے نا اہل ہوگا اگر۔

الف۔ وہ فاتر العقل ہو اور کسی مجاز عدالت کی طرف سے ایسا قرار دیا گیا ہو۔ یا

ب۔ وہ غیر براۃ یافتہ دیوالیہ ہو یا

ج۔ وہ پاکستان کا شہری نہ رہے اور کسی بیرونی ریاست کی شہریت حاصل کرے۔

یا

د۔ وہ پاکستان کی ملازمت میں کسی منفعت بخش عہدے پر فائز ہو ماسوائے ایسے عہدے کے جسے قانون کے ذریعے ایسا عہدہ قرار دیا گیا ہو جس پر فائز شخص نا اہل نہیں ہوتا۔

یا

ہ۔ اگر وہ ایسی آئینی ہیت یا کسی ایسی ہیت کی ملازمت میں ہو جو حکومت کی ملکیت یا اس کے زیر نگرانی ہو یا جس میں حکومت تعدیلی حصہ یا مفاد رکھتی ہو یا

د۔ شہریت پاکستان ایکٹ 1951ء (نمبر 2 بابت 1951) کی دفعہ 14۔ ب کی وجہ سے پاکستان کا شہری ہوتے ہوئے اسے فی الوقت آزاد جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کا نا اہل قرار دے دیا گیا ہو۔ یا

ز۔ وہ کسی ایسی رائے کی تشہیر کر رہا ہو کسی ایسے طریقے پر عمل کر رہا ہو جو نظریہ پاکستان یا پاکستان کے اقتدار اعلیٰ سلامتی یا سلامتی یا اخلاقیات، یا امن عامہ کے قیام یا پاکستان کی عدلیہ کی دیانتداری یا آزادی کیلئے مضر ہو۔ یا جو پاکستان کی مسلح افواج یا عدلیہ کو بدنام کرے یا اس کی تضحیک کا باعث ہو۔ یا

ح۔ ہو کسی مجاز سماعت عدالت کی طرف سے فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت بدعنوانی، اخلاقی پستی یا اختیار یا اتھارٹی کے بے جا استعمال کے جرم میں سزا یاب ہو چکا ہو، یا

ط۔ وہ پاکستان کی ملازمت یا وفاقی حکومت، صوبائی حکومت یا کسی مقامی حکومت کی طرف سے قائم کردہ یا اس کے زیر اختیار کسی کارپوریشن یا دفتر سے غلط روی یا اخلاقی پستی کی بناء پر ہٹا دیا گیا ہو یا جبری طور پر فارغ خدمت کر دیا گیا ہو، اور

ک۔ وہ پاکستان یا کسی آئینی ہیت یا کسی ہیت کی جو حکومت کی ملکیت یا اس کے زیر نگرانی ہو یا جس میں حکومت تعدیلی حصہ یا مفاد رکھتی ہو۔ ملازمت میں رہ چکا ہو، تاوقتیکہ اس کی مذکورہ ملازمت رخ ہوئے دو سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

ل۔ اسے فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون کے تحت کسی بدعنوانی یا غیر قانونی حرکت کا مجرم قرار دیا جائے تاوقتیکہ اس تاریخ کو جس پر مذکورہ حکم موثر ہوا ہو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو۔ یا

م۔ وہ سیاسی جماعتوں کے ایکٹ 1962ء (نمبر 3 بابت 1962) کی دفعہ 7 کے تحت سزایاب چکا ہو، تاوقتیکہ مذکورہ سزایابی کو پانچ سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

ن۔ وہ خواہ بذات خود یا اس کے مفاد میں یا اس کے فائدے کے لئے یا اس کے حساب میں یا کسی ہندہ غیر منقسم خاندان کے رکن کے طور پر کسی شخص یا اشخاص کی جماعت کے ذریعے۔ کسی معاہدے میں کوئی حصہ یا مفاد رکھتا ہو۔ جو انجمن امداد باہمی اور حکومت کے درمیان کوئی معاہدہ نہ ہو، جو حکومت کو مال فراہم کرنے کے لئے، اس کے ساتھ کئے ہوئے کسی معاہدے کی تکمیل یا خدمات کی انجام دہی کے لئے ہو:

مگر شرط یہ ہے کہ اس پیرے کے تحت نا اہلیت کا اطلاق کسی شخص پر نہیں ہوگا۔

اول۔ جبکہ معاہدے میں حصہ یا مفاد اس کو وراثت یا جانشینی کے ذریعے یا موصی لہ،

وصی یا مہتمم ترکہ کے طور پر منتقل ہوا ہو، جب تک اس کو اس کے اس طور پر منتقل ہونیکے بد چھ ماہ کا عرصہ نہ گزر جائے۔

دوم۔ جبکہ معاہدہ کمپنیات آرڈیننس 1984ء (نمبر 47 مجریہ 1984ء) میں تعریف کردہ کسی ایسی کمپنی عامہ نے کیا ہو یا اس کی طرف سے کیا گیا ہو جس کا وہ حصہ دار ہو لیکن کمپنی کے تحت کسی منفعت بخش عہدے پر فائز مختار انتظامی نہ ہو، یا

سوم، جبکہ وہ ایک غیر منقسم ہندو خاندان کا فرد ہو اور اس معاہدے میں جو خاندان کے کسی فرد نے علیحدہ کاروبار کے دوران کیا ہو، کوئی حصہ یا مفاد نہ رکھتا ہو۔ یا

تشریح:

اس آرٹیکل میں ''مال'' میں زرعی پیداوار یا جنس جو اس نے کاشت یا پیدا کی ہو اے ایسا مال شامل نہیں ہے جسے فراہم کرنا اس حکومت کی ہدایت یا فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت فرض ہو یا وہ اس کے لئے پابند ہو ج۔

س۔ وہ پاکستان کی ملازمت میں حسب ذیل عہدوں کے علاوہ کسی منفعت بخش عہدے پر فائز ہو، یعنی:

اول: کوئی عہدہ جو ایسا کل وقتی نہ ہو جس کا معاوضہ یا تو تنخواہ کے ذریعے یا فیس کے ذریعے ملتا ہو۔

دوم۔ نمبردار کا عہدہ خواہ اس نام سے یا کسی دوسرے نام سے موسوم ہو۔

سوم۔ قومی رضا کار۔

چہارم کوئی عہدہ جس پر فائز شخص، مذکورہ عہدے پر فائز ہونیکی وجہ سے کسی فوج کی تشکیل یا قیام کا حکم وضع کرنیوالے کسی قانون کے تحت فوجی تربیت یا فوجی ملازمت کیلئے طلب کئے جانے کا مستوجب ہو، یا

ع۔ وہ کسی عدالت مجاز کی طرف سے فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت مفرور ہونے کی بناء پر سزا یا ہو چکا ہو اور اسے قید کی سزا دی گئی ہو، یا

ف۔اس نے کسی بنک، مالیاتی ادارے، کوآپریٹو سوسائٹی یا کوآپریٹو ادارے سے اپنے نام سے یا اپنے خاوند یا بیوی یا اپنے زیر کفالت کسی شخص کے نام سے دو ملین روپے یا اس سے زیادہ رقم کا قرضہ حاصل کیا ہو جو مقررہ تاریخ سے ایک سال سے زیادہ عرصے کے لیے غیر ادا شدہ رہے یا اس نے مذکورہ قرضہ معاف کرالیا ہو، یا

ص، اس نے یا اس کے خاوند یا بیوی نے یا اس کے زیر کفالت کسی شخص نے اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرتے وقت چھ ماہ سے زیادہ کے لیے سرکاری واجبات اور یوٹیلٹی اخراجات بشمول ٹیلی فون، بجلی، گیس اور پانی کے اخراجات ادا نہ کئے ہوں۔

۲۔اگر کوئی سوال اٹھے کہ آیا مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا کوئی رکن، رکن رہنے کیلیے نااہل ہوگیا ہے تو سپیکر یا جیسی بھی صورت ہو چیئرمین اس سوال کو مذکورہ سوال پیدا ہونے سے تیس دن کے اندر چیف الیکشن کمشنر کو بھیجے گا اور

۳۔جبکہ شق ۲ کے تحت کوئی سوال چیف الیکشن کمشنر کو بھیجا جائے تو وہ مذکورہ سوال کو الیکشن کمیشن کے سامنے رکھے گا جو چیف الیکشن کمشنر کو اس کے وصول ہونے کے زیادہ سے زیادہ تین ماہ کے اندر اس کے بارے میں اپنا فیصلہ دے گا۔

تشریح

ا۔الف وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو اور اس کی تصدیق کسی با اختیار عدالت نے کی ہو۔

ب۔اسے دیوالیہ قرار دیا جاچکا ہو۔

ج۔پاکستان کا شہری ہونیکی بجائے کسی اور ملک کی شہرت حاصل کرے۔

د۔وہ پاکستان کی ملازمت میں کی نفع بخش عہدے پر فائز ہو ماسوائے ایسے عہدے کے جس کے بارے میں قانون اجازت دے کہ یہ عہدہ منفعت بخش نہیں ہے جس پر متعلقہ شخص فائز ہے۔

ہ۔وہ حکومت کے زیر انتظام چلنے والے کسی سرکاری ادارے میں ملازمت کرتا ہو یا وہ ادارہ حکومت کی ملکیت اور اس کی نگرانی میں ہو یا جس میں حکومت کا کوئی حصہ ہو

یا کوئی مفاد ہو۔

د۔شہریت پاکستان ایکٹ 1951ء نمبر 2 بابت 1951ء کی دفعہ 14۔ب کے تحت پاکستان کا شہری تو ہو لیکن اسے حکومت آزاد، جموں و کشمیر نے وقتی طور پر قانون ساز اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے نااہل قرار دیا ہو۔

ز۔وہ کسی ایسے پروپیگنڈے میں مصروف ہو یا ایسے طریقے پر عمل کر رہا ہو جس کے تحت نظریہ پاکستان یا پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، سالمیت یا سلامتی یا اخلاقیات یا امن عامہ کے قیام کے سلسلے میں کوئی زد پڑتی ہو یا پاکستان کی عدلیہ پر بداعتمادی کا اظہار کرے اور اس کی آزادانہ حیثیت پر اثر انداز ہو یا جو پاکستان کی مسلح افواج یا عدلیہ کو بدنام کرے یا پھر ان اداروں کا مذاق اڑائے۔

ح۔اخلاقی پستی میں ملوث ہونے کی بنا پر اسے کم از دو سال کی سزا دی گئی ہو اور اس کی رہائی کو پانچ سال نہ ہوئے ہوں۔

ط۔کسی بدعنوانی، اقربا پروری یا کسی اور جرم کے تحت پاکستان کی ملازمت سے نکالا گیا ہو تاوقتیکہ اسکی برطرفی کو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر چکا ہو۔

ی۔کسی جرم کے تحت پاکستان کی ملازمت سے ہٹا دیا گیا ہو یا سے جبری طور پر ملازمت سے فارغ کر دیا گیا ہو، تاوقتیکہ اس کے ہٹائے جانے یا جبری طور پر فارغ خدمت ہونے کو تین سال کا عرصہ نہ گزر چکا ہو۔

ک۔وہ حکومت پاکستان کے زیر نگرانی کسی آئینی ادارے یا ایسے ادارے کی جو حکومت کی ملک میں ہو یا جس میں حکومت حصہ دار ہو یا حکومت اس میں کوئی مفاد رکھتی ہو ملازمت میں رہ چکا ہو اس صورت حال میں ملازمت ختم ہونیکے بعد دو سال کا عرصہ نہ گزرا ہو۔

ل۔کسی بدعنوانی یا غیر قانونی حرکت کرنے پر اسے مجرم قرار دیا جا چکا ہو تاوقتیکہ اس تاریخ کو جس پر مذکورہ حکم موثر ہوا ہو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو۔

م۔وہ سیاسی جماعتوں کے ایکٹ 1962ء نمبر 3 بابت 1962ء کی دفعہ کے تحت سزا پا چکا ہو تاوقتیکہ مذکورہ سزایابی کو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو۔

ن۔وہ خواہ بذات خود یا اس کے مفاد میں یا اس کے فائدے کے لئے یا اس کے حساب میں یا کسی ہندو وغیرہ منقسم خاندان کے رکن کے طور پر کسی شخص یا اشخاص کی جماعت کے ذریعے کسی معاہدے میں کوئی حصہ یا مفاد رکھتا ہو جو انجمن امدادباہمی اور حکومت کے درمیان نہ ہو جو حکومت کو مال فراہم کرنے کے لئے اس کے ساتھ کئے ہوئے کسی معاہدے کی تکمیل یا خدمات کی انجام دہی کے لئے ہو۔مگر شرط یہ ہے کہ اس پیرے کے تحت نااہلیت کا اطلاق کسی شخص پر نہیں ہوگا:

A۔63۔انحراف وغیرہ کی بنا پر نااہلیت:

Dis qualification on ground of difection etc.

1۔اگر کسی ایوان میں کسی تنہا سیاسی جماعت پر مشتمل پارلیمانی پارٹی کا کوئی رکن،

الف۔اپنی سیاسی جماعت کی رکنیت سے مستعفی ہو جائے یا کسی دوسری پارلیمانی پارٹی میں شامل ہو جائے، یا

ب۔اس پارلیمانی پارٹی کی طرف سے جس سے اس کا تعلق ہو جاری کردہ حسب ذیل سے متعلق کسی ہدایت کے برعکس ایوان میں ووٹ دے یا ووٹ دینے سے اجتناب کرے۔

اول وزیراعظم یا وزیراعلیٰ کے انتخاب، یا

دوم اعتماد یا عدم اعتماد کے ووٹ، یا

سوم۔کسی مالی بل تو پارلیمانی پارٹی کا سربراہ تحریری طور پر اعلان کر سکے گا کہ وہ اس سیاسی جماعت سے منحرف ہو گیا ہے اور پارلیمانی پارٹی کا سربراہ اعلان کی ایک نقل افسر صدارت کنندہ کو بھیج سکے گا اور اس طرح اس کی ایک نقل متعلقہ رکن کو بھیجے گا مگر شرط یہ ہے کہ اعلان کرنے سے پہلے پارلیمانی پارٹی کا سربراہ مذکورہ رکن کو اس

بارے میں اظہار وجوہ کا موقع فراہم کرے گا کہ کیوں نہ اس کے خلاف مذکورہ اعلان کر دیا جائے۔

۲۔ کسی ایوان کا کوئی رکن کسی پارلیمانی پارٹی کا رکن ہو گا اگر وہ ایسی سیاسی جماعت کے جو ایوان میں وہ پارلیمانی تشکیل کرتی ہو امیدوار یا نامزد کے طور پر منتخب ہو کر یا کسی سیاسی جماعت کا امیدوار یا نامزد کی حیثیت کے علاوہ بصورت دیگر منتخب ہو کر مذکورہ انتخاب کے بعد تحریری اعلان کے ذریعے مذکورہ پارلیمانی پارٹی کا رکن بن گیا ہو۔

۳۔ تحریری اعلان کی منظوری پر شق ا کے تحت ایوان کا پریزائڈنگ آفیسر اعلان کو دو دن کے اندر اندر چیف الیکشن کمشنر کو روانہ کرے گا جو فیصلے کے لئے الیکشن کمیشن کے سامنے رکھے گا۔ اعلان کے توثیق پذیر ہونے یا نہ ہونے کی اطلاع چیف الیکشن کمشنر اس کے وصول ہونے پر تیس دنوں کے اندر کرے گا۔

۴۔ اگر الیکشن کمشن اعلان کو جاری رکھتا ہے تو رکن جس کا شق ا میں حوالہ دیا گیا ہے ایوان کی نشست سے محروم ہو جائے گا اور اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔

۵۔ الیکشن کمشن کی جانب سے کئے گئے فیصلے پر اگر کوئی بھی پارٹی مطمئن نہیں ہو پاتی تو وہ 30 دنوں کے اندر سپریم کورٹ سے اپیل کر سکتی ہے تو وہ درخواست کی وصولی کے تین ماہ کے اندر اندر معاملے کا فیصلہ کرے گی۔

۶۔ آرٹیکل ہذا میں شامل کوئی امر ایوان کے سپیکر یا چیئرمین پر اثر انداز نہ ہو گا۔

۷۔ آرٹیکل ہذا کی غرض کے لئے.....

الف ایوان سے مراد فیڈریشن کے حوالے سے نیشنل اسمبلی یا سینٹ مراد ہے اور صوبے کے حوالے سے صوبائی اسمبلی مراد ہے جیسی کہ صورت ہو۔

ب۔ صدر نشین سے مراد نیشنل کا سپیکر، سینٹ کا چیئرمین یا صوبائی اسمبلی کا سپیکر ہے جیسی کی صورت ہو۔

آرٹیکل 64 نشستوں کا خالی کرنا:

۱۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا کوئی رکن سپیکر یا جیسی بھی صورت ہو، چیئرمین کے نام اپنی دستخطی تحریر ذریعے اپنی نشست سے مستعفی ہو سکے گا اور اس کے بعد اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔

۲۔کوئی ایوان کسی رکن کی نشست کو خالی قرار دے سکے گا اگر ایوان کی اجازت کے بغیر وہ اس کے اجلاسوں سے مسلسل چالیس روز تک غیر حاضر رہے۔

تشریح

۱۔اگر کوئی رکن اسمبلی علالت، بیرون ملک جانے یا کسی اور وجہ سے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کی رکنیت سے مستعفی ہونا چاہے تو آئین کی اس ذیلی شق کے تحت اسے اپنا استعفیٰ اسپیکر، یا جیسی بھی صورت حال ہو چیئرمین کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے بھیجنا پڑے گا۔ جوں ہی اسپیکر یا جیسی بھی صورت ہو، چیئرمین کے نام اپنی دستخطی موصول ہوگا۔رکن موصوف مستعفی سمجھا جائیگا اور اس کی نشست پر ضمنی انتخاب کرایا جائے گا۔

۲۔اگر کوئی رکن ایوان کے اجلاسوں سے مسلسل چالیس روز غیر حاضر رہے تو اس صورت میں ایوان مذکورہ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ متعلقہ رکن کی نشست کو خالی قرار دے دیا جائے۔

نوٹ: اگر مجلس شوری پارلیمنٹ کا کوئی رکن اپنا استعفیٰ سپیکر یا چیئرمین سینٹ کو نہ بھیجے اور براہ راست صدر کو پیش کر دے اور اس میں یہ تحریر نہ کرے کہ اسے اسپیکر یا چیئرمین سینٹ کو بھیج دیا جائے تو یہ موثر نہ ہوگا اور رکن مذکورہ کی نشست کو خالی قرار نہیں دیا جا سکے گا۔ PLDSC1966105)۔

آرٹیکل 65۔ارکان کا حلف: کسی ایوان کے لئے منتخب شدہ کوئی شخص، اس وقت تک نہ اپنی جگہ سنبھالے گا اور نہ ووٹ دے گا جب تک کہ وہ ایوان کیسامنے جدول

سوم میں مندرج عبارت میں حلف نہ اٹھالے۔

تشریح

مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا کوئی بھی منتخب شخص آرٹیکل ہذا کی رو سے اس وقت تک ایوان میں نہیں بیٹھ سکے گا یا اپنے ووٹ کے حق کا استعمال نہیں کر سکے گا، جب تک کہ وہ جدول سوم میں مندرج عبارات کو ایوان میں اپنے حلف کے طور پر پڑھ کر نہ سنائے۔

آرٹیکل 66۔ارکان وغیرہ کے استحقاقات:

۱۔ دستور اور مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے قواعد ضابطہ کار کے تابع، مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں تقریر کی آزادی ہوگی اور کوئی رکن مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں کی ہوئی اپنی کسی تقریر یا دیئے ہوئے کسی ووٹ کی نسبت کسی عدالت میں کسی قانونی کاروائی کا مستوجب نہیں ہوگا اور کوئی شخص مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کی طرف سے یا اس کے اختیار کے تحت کسی رپورٹ، مضمون، ووٹ یا کاروائی کی اشاعت کی نسبت بایں طور پر مستوجب نہیں ہوگا۔

۲۔ دیگر لحاظ سے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ اختیارات، تحفظات اور ارکان مجلس شوریٰ پارلیمنٹ اور اتحقاقات وہ ہوں گے جن سے قومی اسمبلی پاکستان اور اس کی کمیٹیاں اور اس کے ارکان یوم آغاز سے عین قبل مستفید ہو رہے تھے۔

۳۔ کسی ایوان کی طرف سے ایسے اشخاص کو سزا دینے کے لئے قانون کے ذریعے حکم وضع کیا جا سکے گا جو اس ایوان کی کسی کمیٹی کے سامنے کوئی شہادت دینے یا کوئی دستاویز پیش کرنے سے انکار کر دیں جبکہ انہیں کمیٹی کے چیئرمین کی طرف سے باضابطہ طور پر ایسا کرنے کو کہا گیا ہو۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کوئی قانون۔

الف ۔کسی عدالت کو یہ اختیار دے سکے گا کہ وہ ایسے شخص کو سزا دے جو شہادت دینے یا دستاویزات پیش کرنے سے انکار کرے اور ایسے فرمان کے تابع موثر ہوگا جو صدر کی طرف سے خفیہ معاملات کو افشا ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے بنایا گیا ہو۔

۴۔اس آرٹیکل کے احکام ان اشخاص پر جو مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں تقریر کرنے یا بصورت دیگر اس کی کاروائی میں حصہ لینے کا حق رکھتے ہیں اس طرح اطلاق پذیر ہوں گے جس طرح وہ ارکان پر اطلاق پذیر ہوتے ہیں۔

۵۔اس آرٹیکل میں مجلس شوریٰ پارلیمنٹ سے کوئی ایوان یا مشترکہ اجلاس یا اس کی کوئی کمیٹی مراد ہے۔

تشریح

۱۔کاروبار مملکت میں عوام کی شرکت اور مشاورت اسلامی معاشرے کا حصہ رہے ہیں۔اس لحاظ سے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے ارکان کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ ارکان مجلس شوری ہر قومی مسئلہ پر پوری آزادی کے ساتھ اظہار خیال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ارکان مجلس عوامی نمائندے ہوتے ہیں اور وہ حکومت کی رہنمائی کرتے ہیں اور اسے ایسے کاموں سے باز رکھتے ہیں جو عوامی مفاد میں نہ ہوں۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں چونکہ پاکستان کے خارجہ تعلقات سے لے کر معاشی، معاشرتی، قانونی اقتصادی اور انتظامی معاملات تک ہر موضوع پر سیر حاصل بحثیں ہوتی ہیں اور بحث اجلاسوں میں حکومت کی کارکردگی پر ہر پہلو سے ناقدانہ اظہار خیال کیا جاتا ہے اور مجلس شوریٰ کے ارکان صرف اس صورت میں مسائل پر آزادانہ بحث کر سکتے ہیں جبکہ انہیں کچھ استحقاقات حاصل ہوں۔مذکورہ بالا دفعہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

آزدی تقریر:

مجلس شوری کے ارکان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ قواعد وضوابط کے اندر رہتے ہوئے

کسی بھی مسئلے پر آزادانہ طور پر تقریر کر سکتے ہیں۔ کسی رکن مجلس شوریٰ کے خلاف نہ تو مجلس میں کسی تقریر یا اظہار رائے کی بنا پر اور نہ ہی مجلس شوریٰ کی اجازت سے شائع ہونے والی رپورٹ، کاروائی، رائے کی بنا پر کوئی مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ اراکین مجلس شوریٰ عدالت میں حاضری اور امتناعی نظر بندی یا گرفتاری سے مستثنیٰ قرار دیے گئے ہیں کوئی عدالت کسی رکن کے توہین آمیز رویے کا بھی نوٹس نہیں لے سکتی صرف قواعد کیمطابق اسپیکر کی رولنگ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ایسے افراد جو مجلس شوریٰ کے رکن تو نہیں ہیں لیکن انہیں ایوان سے خطاب کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ ان میں مختلف محکموں سے متعلق آفیسر شامل ہیں۔ اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کو بھی کسی عدالت میں طلب نہیں کیا سکتا ہے۔

۲۔ اس نجی دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کو وہ تمام اختیارات، تحفظات اور استحقاقات بھی حاصل ہوں گے جو قانون کے زریعے وقتاً فوقتاً متعین ہوں گے اور جب تک انہیں نئے اختیارات، استحقاقات اور تحفظات نہیں دیئے جائے وہ قبل دیئے گئے استحقاقات سے اسی روز سے مستفید کئے جائیں گے جس روز قومی اسمبلی اور اس کی کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہوگا۔ اس اعتبار سے ارکان مجلس شوریٰ خود ہی اپنے اختیارات، تحفظات اور استحقاقات لاگو کرتے ہیں۔

۳۔ اسی تحتی دفعہ میں کہا گیا ہے کہ کسی ایوان کی جانب سے نامزد کمیٹی کے چیئرمین نے کسی رکن پارلیمنٹ کو کمیٹی کے سامنے شہادت پیش کرنے یا کوئی دستاویز پیش کرنے کا حکم دیا ہو اور متعلقہ رکن شہادت دینے اور دستاویز پیش کرنے سے انکاری ہو تو اس کے لئے متعلقہ ارکان میں سزا تجویز کی جا سکتی ہے لیکن سزا دینے کا اختیار عدالت کو حاصل ہوگا اور ایسے حکم کے تابع سزا موثر ہوگی جو صدر کی جانب سے خفیہ معاملات کو ظاہر ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے بنایا گیا ہو۔

۴۔ اس تحتی دفعہ کا اطلاق ان تمام افراد پر ہوگا جو مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں تقریر

کرنے یا بصورت دیگر اس کی کاروائی میں قانونی طور پر حصہ لینے کے حقدار ہوں گے اور ان احکامات کا اطلاق بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح ارکان مجلس شوریٰ پارلیمنٹ پر ہوتا ہے۔

۵۔اس تحتی دفعہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مجلس شوری سے مراد اس کا کوئی رکن مثلاقومی اسمبلی یا سینٹ یا مشترکہ اجلاس یا اسکی کوئی کمیٹی ہے۔

عام طریق کار

آرٹیکل نمبر 67 قواعد وضابطہ کار وغیرہ:

۱۔دستور کے تابع کوئی ایوان اپنے ضابطہ کار اور اپنی کاروائی کے انصرام کو منضبط کرنے کے لئے قواعد بنا سکے گا اور اسے اس امر کے باوجود کام کرنے کا اختیار ہوگا کہ اس کی رکنیت میں کوئی جگہ خالی ہو اور ایوان کی کوئی کاروائی اس بنا پر جائز نہیں ہوگی کہ کچھ اشخاص جو ایسا کرنے کا حق نہیں رکھتے تھے، کاروائی کے دوران بیٹھے، ووٹ دیئے یا کسی اور صورت میں حصہ لے لیتے رہے۔

۲۔شق ۱۔کے تحت قواعد بننے تک کسی ایوان میں ضابطہ اور کاروائی کے انصرام کو صدر کے بنائے ہوئے قواعد ضابطہ کار کے تحت منضبط کیا جائے گا۔

۱۔آئین کی اس تحتی دفعہ کی رو سے مجلس شوری کے کسی بھی ایوان کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ضابطہ کار اور اپنی کاروائی کو منتظم طریقے پر چلانے کے لئے قواعد بنا سکتا ہے تاہم اس کے لئے یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ قواعد کو بناتے وقت دستور کو بھی سامنے رکھا جائے۔کسی بھی ایوان کی کسی ایسی کاروائی کو اس لئے کالعدم قرار نہیں دیا جا سکے گا کہ کاروائی کے دوران میں کسی ایسے شخص نے اس میں حصہ لیا ہو یا ووٹ ڈالا ہو جو اس کا رکن نہ تھا۔

۲۔جب تک کسی ایوان کے قواعد وضوابط مرتب نہ کئے جا سکیں اس وقت تک ایوان کی کاروائی صدر پاکستان کے وضع کردہ قواعد وضوابط کے تحت چلائی جا سکے

گی۔

آرٹیکل 68۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں بحث پر پابندی:

مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کے اپنے فرائض کی انجام دہی میں رویے کے بارے میں کوئی بحث نہیں ہوگی۔

تشریح

مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کو اس بات کا حق نہیں ہوگا کہ وہ عدالت عالیہ یا عدالت عظمیٰ کے کسی جج کے کردار اور رویے کے بارے میں بحث کریں کیونکہ اس طرح کرنے سے عدالتوں کا وقار مجروح ہوتا ہے۔

آرٹیکل 69: عدالتیں مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کی کاروائی کی تحقیقات نہیں کریں گی:

۱۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں کسی بھی کاروائی کے جواز پر ضابطہ کار کی کسی بے قاعدگی کی بان پر اعتراج نہیں کیا جائے گا۔

۲۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا کوئی افسر یا رکن جسے دستور کی رو سے یا اس کے تحت مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں ضابطہ کار یا انصرام کاروائی کو منضبط کرنے یا نظم برقرار رکھنے کے اختیارات دئے گئے ہوں ان اختیارات کے استعمال کی نسبت کسی عدالت کے اختیار سماعت کے تابع نہیں ہوگا۔

۳۔اس آرٹیکل میں مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا وہی مفہوم ہوگا جو آرٹیکل □69 میں ہے۔

تشریح

۱،۲ مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں کسی کاروائی کی بے ضابطگی کو کسی عدالت میں نہیں لے جایا سکتا اور نہ ہی کوئی عدالت اس ضمن میں کوئی کاروائی کرنے کی مجاز ہے۔یہی تحفظ پارلیمنٹ کے ان افسران کو فراہم کیا گیا ہے جو پارلیمنٹ کے مختلف امور کی سر انجام دہی کے لیے مقرر کیجاتے ہیں۔سپریم کورٹ نے بھی 1958ء میں یہ فیصلہ

دیا تھا کہ اسمبلی یا سینٹ کو اس ضمن میں آزادی حاصل ہے جسے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

PLD 1958 SC 397

۳۔ اس تحتی دفعہ کی رو سے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا مطلب وہی ہے جو آرٹیکل 69 میں بیان کیا گیا ہے۔

قانون سازی کا طریقہ کار

آرٹیکل 70: بل پیش کرنا اور منظور کرنا: ۱۔ وفاقی قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں کسی امر کے بارے میں کسی بل کی ابتداء کسی بھی ایوان میں ہو سکے گی اور اگر اسے وہ ایوان منظور کر لے جس میں اس کی ابتداء ہوئی تھی تو اسے دوسرے ایوان میں بھیج دیا جائے گا اور اگر دوسرا ایوان بھی اسے ترمیم کے بغیر منظور کر لے تو اسے منظوری کے لئے صدر کو پیش کر دیا جائے گا۔

۲۔ اگر شق ۱ کے تحت کسی ایوان کو بھیجا ہوا کوئی بل مسترد ہو جائے گا اس کی وصولی کے نوے دن کے اندر منظور نہ ہو یا ترمیم کے ساتھ منظور ہو تو اس بل پر، اس ایوان کی درخواست پر جس میں وہ پہلے پیش کیا گیا تھا، الفاظ اور ہندسہ اس پر غور اور اس کے حل کے لئے آرٹیکل 71 کے تحت تشکیل کردہ مصالحت کمیٹی کے حوالے کیا جائے گا۔

۳۔ جبکہ کوئی بل شق ۲ کے تحت مصالحت کمیٹی کے حوالے کیا جائے تو مصالحت کمیٹی نوے دن کے اندر متفقہ بل وضع کرے گی جس کے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی طرف سے منظور ہونے کا امکان ہو اور متفقہ بل کو علیحدہ علیحدہ ہر ایوان میں پیش کرے گی اور اگر دونوں ایوان بل منظور کر لیں تو اسے منظوری کے لئے صدر کو پیش کر دیا جائے گا۔

۴۔ اس آرٹیکل اور دستور کے مابعد احکام میں وفاقی قانون سازی کی فہرست، اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست، سے جدول چہارم میں بالترتیب وفاقی قانون

سازی کی فہرست اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست مراد ہے۔

تشریح

۱۔وفاقی قانون سازی کی فہرست جس کے دو حصے ہیں اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست دفعہ 1 73 میں کہا گیا ہے وفاقی قانون سازی کی فہرست کے حصہ اول میں کسی معاملہ سے متعلق بل کا آغاز قومی اسمبلی سے ہوگا اور اسمبلی کی منظوری کے بعد سینٹ میں بھیجے بغیر منظوری کے لئے صدر کو پیش کیا جا سکے گا۔لیکن 1985ء کی ترمیم کیمطابق اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ وفاقی قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں کسی مسئلے کے بارے میں کسی بل کی ابتداء کسی بھی ایوان میں ہو سکے گی اور جس ایوان کو ابتداء میں بل بھیجا گیا اگر وہ اسے منظور کر لے تو پھر دوسرے ایوان میں بھیجا جائے۔اگر وہاں بھی وہ بل بغیر کسی ترمیم کے منظور کر لیا جائے تو پھر حتمی منظوری کے لئے صدر مملکت کو بھیج دیا جائے۔

۴۔دفعہ مذکور اور دستور کے آئندہ احکام میں وفاقی قانون سازی کی فہرست اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست سے جدول چہار میں بالترتیب وفاقی قانون سازی کی فہرست اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست مراد ہے۔

آرٹیکل 71: مصالحت کمیٹی: ا۔مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان بل کے اس ایوان کی طرف سے جس میں وہ پہلے پیش کیا گیا تھا، آرٹیکل 70 کی شق 2 کے تحت مصالحت کمیٹی کی طرف سے غور اور حل کیلئے حوالے کرنے کی تاریخ سے پندرہ دن کے اندر ہر ایک آٹھ ارکان کو مصالحت کمیٹی کے ارکان کے طور پر نامزد کریں گے۔

۲۔وہ ایوان جس میں بل پہلے پیش کیا گیا تھا مصالحت کمیٹی کے ایک رکن کو کمیٹی کے چیئرمین کے طور پر نامزد کرے گا اور دوسرا ایوان ایک رکن کو اس کے نائب چیئرمین کے طور پر نامزد کرے گا۔

۳۔مصالحت کمیٹی کے تمام فیصلے کمیٹی میں ہر ایوان کے ارکان کی مجموعی تعداد کی اکثریت کے ذریعے کئے جائیں گے۔

۴۔صدر،قومی اسمبلی کے اسپیکر اور سینٹ کے چیئرمین کے مشورے سے مصالحت کمیٹی کے انصرام کار کے قواعد وضع کر سکے گا۔

آرٹیکل 72:مشترکہ اجلاس میں طریق کار:

۱۔صدر قومی اسمبلی کے سپیکر اور چیئرمین سے مشورے کے بعد دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس اور باہمی رابطوں کی نسبت ضابطہ کار کے قواعد بنا سکے گا۔

۲۔مشترکہ اجلاس کی صدارت قومی اسمبلی کا اسپیکر یا اس کی عدم موجودگی میں ایسا شخص کرے گا جس کو شق ا کے تحت وضع شدہ کی رو سے متعین کیا جائے۔

۳۔شق ا۔ کے تحت وضع شدہ قواعد کو مشترکہ اجلاس کے سامنے پیش کیا جائے گا اور مشترکہ اجلاس میں ان میں اضافہ کیا جا سکے گا۔کمی بیشی کی جا سکے گی۔ترمیم کی جا سکے گی یا انہیں تبدیل کیا جا سکے گا۔

۴۔دستور کے تابع ،کسی مشترکہ اجلاس میں تمام فیصلے حاضر اور رائے دینے والے ارکان کی اکثریت کے ووٹوں سے کئے جائیں گے۔

تشریح

۱۔مشترکہ اجلاس کا اختیار صرف صدر کو حاصل ہے لہذا اس ضمن میں صدر مملکت قومی اسمبلی کے سپیکر اور سینٹ کے چیئرمین کے مشورے سے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کو بلانے کے سلسلے میں ضابطہ کار کے قواعد کو وضع کر سکیں گے۔

۲۔اس مشترکہ اجلاس کی صدارت قومی اسمبلی کے اسپیکر ہی کر سکتے ہیں لیکن ان کی عدم موجودگی میں صدارت کے لئے صدر ان وضع شدہ قواعد کے مطابق نامزد کر سکیں گے جن کا ذکر اس شق میں کیا گیا ہے۔

۳۔شق ا کے تحت قواعد وضوابط مرتب کئے جائیں گے انہیں مشترکہ اجلاس میں

اس لئے پیش کیا جا سکے گا تا کہ ان میں کمی بیشی کی جا سکے اگر کوئی ترمیم ناگزیر ہو تو وہ کی جا سکے یا ان کو تبدیل کیا جا سکے بہر حال صورت کچھ بھی ہو مشترکہ اجلاس آئین کی تحتی دفعہ کی رو سے اختیار تفویض کر دیئے گئے ہیں۔

۴۔مشترکہ اجلاس میں تمام فیصلوں کی منظوری دستور کیمطابق کی جا سکے گی جو حاضر اور اہل الرائے حضرات کے اکثریتی ووٹوں سے ہوگی۔

آرٹیکل 73: مالی بلوں کی نسبت طریق کار:

۱۔آرٹیکل 70 میں مذکور کسی امر کے باوجود کسی مالی بل کی ابتداء قومی اسمبلی میں ہوگی:

مگر شرط یہ ہے کہ جب کوئی مالی بل بشمول سالانہ بجٹ کے گوشوارے پر مشتمل مالیاتی بل قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے تو اس کے ساتھ ساتھ اس کی نقل سینٹ کو بھیجی جائے گی جو سات دن کے اندر، اس کیبارے میں سفارشات قومی اسمبلی کو دے سکے گی۔

الف۔قومی اسمبلی سینٹ کی سفارشات پر غور کرے گی اور اس کے بعد کہ اسمبلی کی طرف سے بل سینٹ کی سفارشات کو شامل کر کے یا شامل کئے بغیر منظور کر لیا گیا ہو اسے منظوری کے لئے صدر کو پیش کر دیا جائیگا۔

۲۔اس باب کی اغراض کے لئے کسی بل یا ترمیم کو مالی بل تصور کیا جائے گا اگر اس میں حسب ذیل امور میں سے تمام یا کسی سے متعلق احکام شامل ہوں یعنی:

الف۔کسی محصول کا عائد کرنا، منسوخ کرنا اس میں تخفیف کرنا ردوبدل کرنا یا اسے منضبط کرنا۔

ب۔وفاقی حکومت کی جانب سے رقم کا قرض لینا یا کوئی ضمانت دینا یا اس حکومت کی مالی ذمہ داریوں کی بابت قانون میں ترمیم۔

ج۔وفاقی مجموعی فنڈ کی تحویل، مذکورہ فنڈ میں رقم کی ادائیگی یا اس میں سے رقوم کا

اجراء۔

د۔وفاقی مجموعی فنڈ پر کوئی وجوب عائد کرنا یا کسی مذکور ہپ وجوب کو منسوخ کرنا یا اس میں کوئی ردوبدل کرنا۔

ہ۔وفاق کے حسابات عامہ کی بابت رقوم کی وصولی، مذکورہ رقوم کی تحویل یا ان کا اجرا۔

و۔وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کے حسابات کا محاسبہ اور

ز۔ماقبل پیروں میں مصرحہ امور میں سے کسی سے متعلق کوئی ضمنی امر۔

۳۔کوئی بل محض اس وجہ سے مالی بل متصور نہیں ہوگا کہ اس میں حسب ذیل امور کے بارے میں احکام وضع کئے گئے ہیں۔

الف۔کوئی جرمانہ یا دیگر مالی تعزیر کے عائد کرنے یا اس میں ردوبدل کرنے سے متعلق یا کسی لائسنس فیس یا کسی انجام دی گئی خدمت کی فیس یا خرچ کے مطالبے یا ادائیگی سے متعلق۔یا

ب۔مقامی اغراض کے لئے کسی مقامی ہیت مجاز یا ادارے کی جانب سے کوئی محصول عائد کرنے، منسوخ کرنے، اس میں تخفیف کرنے، ردوبدل کرنے یا اسے منضبط کرنے سے متعلق۔

۴۔اگر یہ سوال پیدا ہو کہ آیا کوئی بل مالی بل ہے یا نہیں تو اس پر قومی اسمبلی کے اسپیکر کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

۵۔صدر کو منظوری کے لئے پیش کیجانے والے ہر مالی بل پر قومی اسمبلی کے اسپیکر کی دستخطی ایک سند ہوگی کہ یہ مالی بل ہے اور مذکورہ سند تمام اغراض کے لئے حتمی ہوگی اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

تشریح

۱۔دفعہ ہذا کے تحت مالیاتی بل کی منظوری صرف قومی اسمبلی ہی دے سکے گی اور

اس کے لئے بل سینٹ کو بھیجا جائے گا۔ سینٹ سات دن کے اندر اپنی سفارشات قومی اسمبلی کو دے گی اور قومی اسمبلی اس کی سفارشات پر غور کرے گی کہ بل میں سفارشات کو شامل کیا جائے یا نہیں۔ قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد مالیاتی بل صدر کو براہ راست بھی جا سکتا ہے تا کہ وہ اس کی حتمی منظوری دے دیں۔ اگر بل کے بارے میں کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے بل مذکورہ مالیاتی ہے یا غیر مالیاتی تو اس صورت میں سپیکر کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

۳،۲۔ ان شقوں میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ قومی اسمبلی ہی کسی بل کے مالیاتی یا غیر مالیاتی ہونے کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہے۔ سپیکر جب کوئی مالی بل صدر کو بھیجیں گے تو اس ضمن میں انہیں یہ سرٹیفکیٹ بھی دینا ہوگا کہ آیا بل مذکورہ مالیاتی ہے یا غیر مالیات شق ۲ میں مالیاتی بلوں کی جو تعریف کی گئی ہے وہ درج زیل ہے:

الف۔ حکومت کی جانب سے کوئی نیا محصول لگانا۔ پرانے محصول کو منسوخ کرنا یا کمی کرنا۔ ردوبدل کرنا یا اسے ضابطے کے مطابق بنانا۔

ب۔ وفاقی حکومت کی طرف سے قرض لینا یا مالی ذمہ داریوں کے سلسلے میں قانون میں ترمیم کرنا۔

ج۔ وفاقی مجموعی فنڈ جس میں رقوم کی ادائیگی اور اخراج بھی شامل ہے سے متعلق بل۔

د۔ وفاقی مجموعی فنڈ کو لازمی قرار دینا یا کسی لازمی شرط کو منسوخ کرنا یا پھر اس میں کسی قسم کا ردوبدل کرنا۔

ہ۔ وفاق کے حسابات عامہ کی بابت بل۔

و۔ وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کے حسابات کی پڑتال سے متعلق کوئی بل۔

ز، اوپر دیے گئے بلوں میں سے کسی سے تعلق کوئی معاملہ۔

شق نمبر ۳، میں کہا گیا ہے کہ جس بل میں درجہ زیل امور کے بارے میں احکام وضع کیئے گئے ہوں گے اسے مالی بل تصور نہ کیا جائے گا۔

الف ۔کی قسم کے جرمانے کا عائد کرنا، یا کوئی اور مالیاتی سزا کا تعین کرنا یا ان میں ردوبدل کرنا یا کسی لائسنس کے بارے میں فیس میں کمی وبیشی کا بل۔

ب ۔کسی خاص مقامی مقصد کے حصول کے لئے کسی مقامی ادارے کی طرف سے کسی قسم کا کوئی محصول عائد کرنا، منسوخ کرنا، اس میں کمی کرنا ردوبدل کرنا یا پھر کسی بل کو باقاعدہ بنانا۔

شق ۴ اور ۵ کی وضاحت پہلی ہی کی جا چکی ہے۔

آرٹیکل 74: مالی اقدامات کے لیے وفاقی حکومت کی مرضی ضروری ہوگی: کوئی مالی بل یا کوئی بل یا ترمیم جسے اگر قانونی شکل دی جائے اور اس پر عمل درآمد کیا جائے تو وفاقی مجموعی فنڈ میں سے رقم خرچ کرنی پڑے یا وفاق کے حسابات عامہ میں سے رقم نکلوانی پڑے یا پاکستان کے زرسکوکہ یا کرنسی یا بنک دولت پاکستان کی تشکیل یا کارہائے منصبی پر اثر انداز ہو، بجز وفاقی حکومت کی طرف سے یا اس کی مرضی سے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں پیش نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی تحریک کی جائیگی۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ کوئی بھی ایسا مالی بل یا ایسا بل جس کی منظوری سے وفاقی مجموعی فنڈ میں سے اخراجات کا مسئلہ پیدا ہوگا اور عوامی حسابات سے رقم درکار ہوگی یا جس کا سکہ سازی اور کرنسی پر اثر پڑے گا یا اسٹیٹ بنک آف پاکستان سے متعلق ہوگا پہلے وفاقی حکومت کے پاس بھیجا جائے گا اور حکومت کی مرضی سے ہی ایوان میں پیش کیا جا سکے گا۔ آئین کے آرٹیکل 70 کے تحت وفاق کے لئے کوئی بھی ٹیکس پارلیمنٹ کے لئے منی بل پارلیمنٹ میں پیش کرتی ہے۔ آئین انتظامیہ کو

مالیاتی نظم وضبط کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ پارلیمنٹ کا اختیار اخراجات کو منظور کرنے یا کم کرنے یا نامنظور کرنے تک محدود ہے۔ جب کہ انتظامیہ کو آرٹیکل 29 کے تحت اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اخراجات کو وسائل تک محدود رکھے اس لئے یہ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اخراجات کو پورا کرنا ناجائز طریقہ ہے۔ اس لئے انتظامیہ اخراجات کو پوری ہوش مندی سے خرچ کرتی ہے۔ اور وسائل کو ضائع نہیں ہونے دیتی یہ مالیاتی نظم وضبط کی کنجی ہے اور ہر ایک کی خوشی کا راز بھی اس میں ہے۔

آرٹیکل 75 بلوں کے لئے صدر کی منظوری:

۱۔ جب کوئی بل منظوری کے لئے پیش کیا جائے تو صدر تیس دن کے اندر۔

الف۔ بل کی منظوری دے دے گا۔ یا

ب۔ کسی ایسے بل کی صورت میں جو مالی بل نہ ہو، کو اس پیغام کیساتھ مجلس شوری پارلیمنٹ میں واپس کر دے گا کہ بل پر، یا اس کے کسی مصرحہ، حکم پر، دوبارہ غور کیا جائے اور پیغام میں مصرحہ کسی ترمیم پر غور کیا جائے۔

۲۔ الف۔ جبکہ صدر نے کوئی بل مجلس شوری پارلیمنٹ کو واپس بھیج دیا ہو۔ تو اس پر مجلس شوریٰ پارلیمنٹ، دوبارہ غور کرے گی اور اگر اسے مجلس شوریٰ پارلیمنٹ دونوں ایوانوں کے حاضر اور ووٹ دینے والے ارکان کی اکثریت کے ووٹوں سے آرٹیکل 70 کے مطابق ترمیم کے ساتھ یا بلا ترمیم دوبارہ منظور کر لے، تو اسے دستور کی اغراض کے لئے دونوں ایوانوں کی طرف سے منظور شدہ تصور کیا جائیگا اور اسے صدر کو پیش کیا جائے گا اور صدر اس کی منظوری نہیں روکے گا۔

۳۔ جبکہ صدر نے کسی بل کی منظوری دے دی ہو تو وہ قانون بن جائیگا اور مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا ایکٹ کہلائے گا۔

۴۔ مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کا کوئی ایکٹ، اور کسی ایسے ایکٹ کا کوئی حکم، محض اس وجہ سے باطل نہیں ہوگا کہ دستور کے تحت مطلوبہ کوئی سفارش، ماقبل منظوری یا رضا

مندی نہیں دی گئی تھی۔ اگر مذکورہ ایکٹ کی دستور کے مطابق منظوری دی گئی ہو۔

تشریح

دفعہ ہذا 1985ء میں ترمیم کر دی گئی۔ قبل ازیں کسی بل کی صدر سے منظوری کی مدت صرف سات یوم رکھی گئی تھی اسے بڑھا کر تیس روز کر دیا گیا۔

ا۔

ب، ج، اگر صدر کو بھیجا گیا بل مالیاتی نہ ہو اور صدر یہ سمجھیں کہ اس میں ردوبدل ضروری ہے تو اسے مشترکہ اجلاس میں بل پر غور کرنے کے لئے مجلس شوریٰ کو کسی پیغام کے ساتھ واپس بھیجیں گے تو پھر اس بل پر مجلس شوریٰ میں غور کیا جائے گا۔ مجلس شوری میں جب کوئی بل اکثریتی ووٹوں سے کسی ترمیم یا بغیر ترمیم کے منظور ہو جائے تو پھر صدر اس کی منظوری نہیں روک سکتے۔ اگر صدر کے پاس کوئی بل بغرض منظوری بھیجا جائے تو وہ تیس روز کے اندر کوئی کاروائی نہ کریں اور تیس روز کی مدت بھی گزر جائے اور صدر نہ تو اس کی منظور دے اور نہ ہی اسے واپس پیغام کے ساتھ مجلس شوری کو بھیجے تو وہ بل منظور شدہ متصور ہوگا۔

۳۔ پارلیمنٹ میں منظور کردہ بل کی صدر سے منظور ہونے پر یہ بل قانونی شکل اختیار کرے گا جو مجلس شوریٰ کا ایکٹ کہلائے گی۔

مجلس شوریٰ کا کوئی ایکٹ جو دستور کیمطابق منظور کیا گیا ہو تو وہ محض اس بنا پر کالعدم قرار نہیں دیا جا سکے گا کہ دستور کے تحت مطلوبہ کوئی سفارش ماقبل منظوری یا رضامندی نہیں دی گئی تھی۔

آرٹیکل 76: بل اسمبلی کی برخاستگی وغیرہ کی بنا پر ساقط نہیں ہوگا:

ا۔ کسی بھی ایوان میں زیر غور کوئی بل اس ایوان کی برخاستگی کی بنا پر ساقط نہیں ہوگا۔

۲۔ سینٹ میں زیر غور کوئی بل جسے قومی اسمبلی نے منظور نہ کیا ہو قومی اسمبلی ٹوٹنے پر ساقط نہیں ہوگا۔

۳۔قومی اسمبلی میں زیرغور کئی بل یا کوئی بل جوقومی اسمبلی سے منظور ہو جائے پر سینٹ میں زیرغور رہو قومی اسمبلی ٹوٹنے پر ساقط ہو جائے گا۔

تشریح

۱۔اس تحتی دفعہ میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ کوئی بل ایوان میں زیرغور تھا تو ایوان برخاست ہو گیا لیکن بل ساقط نہیں ہو گا۔

۲۔اس تحتی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہا گیا ہے کہ اگر قومی اسمبلی ٹوٹ جائے اور کوئی بل سینٹ میں زیرغور رہو تو قومی اسمبلی نے ابھی اس کی منظوری بھی نہ دی ہو تو بل مذکورہ اس بنا پر ساقط نہیں ہو گا کہ قومی اسمبلی ٹوٹ گئی ہے۔

۳۔اگر کسی بل کی قومی اسمبلی منظوری دے چکی ہے اور وہ سینٹ کی منظوری کیلئے زیرغور رہو تو اس دوران میں قومی اسمبلی ٹوٹ جائے تو متذکرہ بل ساقط متصور ہو گا۔

آرٹیکل 77: محصول صرف قانون کے تحت لگایا جائے گا۔ بجز مجلس شوری پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے زریعے یا اس کے اعتبار کے تحت وفاق کی اغراض کے لئے کوئی محصول نہیں لگایا جائے گا۔

تشریح

دفعہ ہذا میں جو ضابطہ بیان کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وفاقی حکومت کے کسی مقصد کے حصول کے لئے وفاق کے نام پر کوئی محصول عائد نہیں کیا جا سکے گا ماسوائے اس محصول کے جو مجلس شوریٰ پارلیمنٹ میں بحث و تمحیص کے بعد منظور کیا گیا ہو۔ اس دفعہ کا مقصد یہ ہے کہ ٹیکس لگانے سے پہلے عوامی نمائندوں کو اعتماد میں لینا انتہائی ضروری ہے۔

مالیاتی طریقہ کار

آرٹیکل نمبر 78: وفاقی مجموعی فنڈ اور سرکاری حساب:

۱۔وفاقی حکومت کے وصول شدہ تمام محاصل اس حکومت کے جاری کردہ جملہ

قرضہ جات اور کسی قرض کی واپسی کے سلسلہ میں اسے وصول ہونے والی تمام رقوم ایک مجموعی فنڈ کا حصہ بنیں گی جس کا نام وفاقی مجموعی فنڈ ہوگا۔

۲۔ دیگر تمام رقوم۔

الف۔ جو وفاقی حکومت کو یا اس کی طرف سے وصول ہوں۔ یا

ب۔ جو عدالت عظمیٰ یا وفاق کے اختیار کے تحت قائم شدہ کسی دوسری عدالت کو وصول ہوں یا ان کے پاس جمع کرائی جائیں۔

وفاق کے سرکاری حساب میں جمع کی جائیں گی۔

تشریح

۱۔ اس تحتی دفعہ میں وفاقی مجموعی فنڈ کی تعریف بتلائی گی ہے۔ جس کے مطابق وفاقی مجموعی فنڈ میں وہ تمام رقم شامل ہوں گی جو وفاقی حکومت محصولات کے ذریعے یا قرضہ جات کی واپسی کے سلسلے میں وصول کرے گی اور جاری کردی جملہ قرضہ جات کا حساب رکھے گی۔

۲۔ وہ تمام رقوم بھی وفاقی مجموعی فنڈ کا حصہ ہوں گی جو وفاقی حکومت کو یا اس کی طرف سے وصول ہوں گی یا عدالت عظمیٰ یا وفاق کے اختیار کے تحت قائم شدہ کوئی دوسری عدالت وصول کرے گی یا ان کے پاس جمع ہوں گی اور یہ تمام رقوم سرکاری حسابات میں جمع کرائی جائیں گی اور پارلیمنٹ کے ضابطہ کے تحت ایسا ممکن ہو سکے گا۔ گویا اس دفعہ کے تحت وسائل کو دو حصوں میں تقسیم کر کے محاصل اور قرض کی وضاحت کی گئی ہے۔ محاصل سے مراد وہ آمدن ہے جو حکومت ٹیکس کی مد میں وصول کرتی ہے یا پھر وہ آمدن جس کو واپس کرنا حکومت کی ذمہ داری نہیں ہوتی جیسے جرمانہ، کالا دھن اور جائیداد کی ضبطی وغیرہ۔

قرض سے مراد وہ باقاعدہ قرض ہے جو ایک مقررہ مدت کے بعد واجب الادا ہوتا ہے اور وہ کسی پراجیکٹ، پروگرام یا اثاثوں کے بنانے کے لئے ہو۔

آرٹیکل 79: وفاقی مجموعی فنڈ اور سرکاری حساب کی تحویل وغیرہ: وفاقی مجموعی فنڈ کی تحویل اس فنڈ میں رقوم کی ادائیگی، اس سے رقوم کی بازخواست، وفاقی حکومت کو یا اس کی طرف سے وصول شدہ دیگر رقوم کی تحویل وفاق کے سرکاری حساب میں ان کی ادائیگی اور اس میں سے بازخواست اور مذکورہ بالا امور سے متعلقہ یا ضمنی جملہ امور مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعے یا اس بارے میں اسطرح احکام وضع ہونے تک صدر کے وضع کردہ کوائف کے بموجب منضبط ہوں گے۔

تشریح

دفعہ ہذا میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وفاقی مجموعی فنڈ اور سرکاری حسابات کا تحویل، اخراجات کی ادائیگی کے طریقہ کار اور دیگر متعلقہ امور کے سلسلے میں صرف مجلس شوری کو ہی قواعد وضوابط بنانے کا اختیار حاصل ہے اور وفاقی فنڈ میں وصولی رقومات کی ادائیگی اور اخراجات صرف ضابطے کے تحت ہی ہو سکتے ہیں۔

آرٹیکل 80۔ سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ:

ا۔ وفاقی حکومت ہر مالی سال کی بابت، وفاقی حکومت کی اس سال کی تخمینی آمدنی اور مصارف کا کیفیت نامہ قومی اسمبلی کے سامنے پیش کرائے گی، جس کا اس حصہ میں سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کے طور پر حوالہ دیا گیا ہے۔

۲۔ سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ میں مندرجہ ذیل علیحدہ علیحدہ ظاہر کی جائیں گی۔

الف۔ ایسی رقوم جو ان مصارف کو پورا کرنے کے لئے درکار ہوں جنہیں دستور میں وفاقی مجموعی فنڈ پر واجب الادا بیان کیا گیا ہے۔ اور

ب۔ ایسی رقوم جو ایسے دیگر مصارف کو پورا کرنے کے لئے درکار ہوں جن کی وفاقی مجموعی فنڈ سے ادائیگی کی تجویز کی گئی ہو۔

اور محاصل کے حساب میں سے ہونے والے مصارف اور دیگر مصارف میں تفریق رکھی جائے گی۔

تشریح

۱۔اس تحتی دفعہ کی رو سے وفاقی حکومت پر یہ پابندی ۳ عائد کی گئی ہے کہ وہ ہر مالی سال کی متوقع آمدنی اور اخراجات کا تخمینہ قومی اسمبلی میں رواں مالی سال کے اختتام سے پہلے منظوری کے لئے پیش کرے اور اس مقصد کے لئے وزیر خزانہ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے۔آمدنی اور اخراجات کے تخمینے کا نام دیا گیا ہے۔

۲۔حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ بجٹ کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ٹیکس لگا سکتی ہے اور اگر کوئی ٹیکس ایسا ہو جس سے عوام بیزار ہوں ختم کر سکتی ہے۔

الف سالانہ بجٹ میں وفاقی مجموعی فنڈ کے تحت قابل ادائیگی رقوم بھی ظاہر کی جائیں گی جو میزانیہ کے مصارف پورا کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں۔

ب۔ان رقوم کو بھی بجٹ میں ظاہر کیا جائے گا جن کی ادائیگی کا اہتمام وفاقی مجموعی فنڈ سے پورا کرنے کا عزم کیا گیا ہوگا۔نیز اس بات کا بھی اظہار ضروری ہوگا کہ کتنی رقم محصولات سے ہونے والی آمدنی کی مد میں خرچ کی جائیں گی اور کتنی دیگر ذرائع سے ہونے والی آمدنی سے خرچ کی جائیں گی۔قومی اسمبلی کو یہ اختیار حاصل ہیہ کہ وہ کسی بھی مطالبہ زر کو مسترد کر دے یا اس میں حکومت کو ترمیم کرنے یا ردوبدل کرنے کے لئے قرارداد پیش کرے۔قومی اسمبلی بجٹ کو پورے کا پورا منظور کرنے، اس میں ردوبدل کرنے یا ترمیم کرنے کا حق رکھتی ہے۔اور بحث وتمہید کے بعد ہی اس کی منظوری دیتی ہے۔بجٹ منظور ہونے کی صورت میں حکومت اس میں ردو بدل کرنے کا اختیار نہیں رکھتی اور من وعن اس پر عملدرآمد کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ آخر آئین نے یہ پابندی کیوں عائد کی ہے اس کی بنیادی وجہ ہے کہ آئین نہیں چاہتا کہ قوم بلاجواز مقروض ہو اور سود کے جال میں پھنس جائے۔

آرٹیکل 81: وفاقی مجموعی فنڈ پر واجب الادا مصارف:

مندرجہ بالا مصارف، وفاقی مجموعی فنڈ پر واجب الادا مصارف ہوں گے:

الف ۔صدر کو واجب الادا مشاہرہ اور اس کے عہدے سے متعلق دیگر مصارف،

اور مشاہرہ جو مندرجہ ذیل کو واجب الادا ہوگا:

ایک ۔عدالت عظمیٰ کے جج

دو ۔چیف الیکشن کمشنر

تین ۔چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین

چار ۔قومی اسمبلی کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر

پانچ ۔محاسب اعلیٰ

ب ۔عدالت عظمیٰ، محاسب اعلیٰ کے محکمے اور چیف الیکشن کمشنر اور انتخابی کمیشن کے دفتر اور سینٹ اور قومی اسمبلی کے دفاتر کے انتظامی مصارف بشمول افسران اور ملازمین کو واجب الادا مشاہرے کے،

ج ۔ جملہ واجبات قرضہ جن کی ادائیگی وفاقی حکومت کے ذمے ہو، بشمول سود، مصارف ذخیرہ ادائی، سرمائے کی بازادئیگی یا بیباقی اور قرضوں کے حصول کے اور وفاقی مجموعی فنڈ کی ضمانت پر قرض کے معاوضے اور انکاک کے سلسلے میں کئے جانے والے دیگر مصارف ۔

د ۔کوئی رقوم جو پاکستان کے خلاف کسی عدالت، یا تریبول کے کسی فیصلے، ڈگری یا فیصلہ ثالثی کی تعمیل کے لئے درکار ہوں، اور

ہ ۔کوئی دیگر رقوم جن کو دستور یا مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کیا ایکٹ کے ذریعے مذکورہ طور پر واجب الادا قرار دے دیا گیا ہو۔

تشریح

الف ۔اس دفعہ کا تعلق مالیاتی امور کے قواعد وضوابط سے ہے اور اس دفعہ کے تحت وفاقی مجموعی فنڈ سے ہونے والے ان اخراجات کی تفصیل دی گئی ہے جو وفاقی حکومت کے انتہائی اعلیٰ عہدوں پر فائز اشخاص کے لئے مختص ہیں ۔ان میں صدر

مملکت، عدالت عظمیٰ کے جج، چیف الیکشن کمشنر اور ڈپٹی چیئرمین، قومی اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر اور محاسب اعلیٰ شامل ہیں۔

ب۔مندرجہ بالا اعلیٰ عہدوں پر فائز حضرات کے محکموں کے مصارف بھی اسی فنڈ سے ادا کئے جاتے ہیں۔

ج۔وفاقی حکومت بیرونی ممالک سے جو قرضے حاصل کرتی ہے ان کی ادائیگی نیز ان پر ادا کیے جانے والا سود بھی اسی فنڈ کا حصہ ہے۔علاوہ ازیں سرمائے کی باز ادائیگی بیباقی اور قرضوں کے حصول اور وفاقی مجموعی فنڈ کی ضمانت پر قرض کے معاوضے اور انکاک کے سلسلے کئے جانے والے دیگر مصارف بھی مجموعی فنڈ سے پورے کئے جائیں گے۔اس شق پر غور کرنے سے قرض کے استعمال پر درج ذیل شرائط حائد ہوتی ہیں:و

ا۔قرض یا قاعدہ ہوگا اور ایک مدت کے بعد واجب الادا ہوگا۔

۲۔قرض، ان منصوبوں، پروگراموں اور اثاثوں پر خرچ کیا جائے گا جس سے آئندہ نسلیں فائدہ اٹھا سکیں۔

۳۔منصوبوں، پروگراموں اور اثاثے کم از کم اتنا منافع ضرور دیں کہ اس سے قرض پر سود اور سرمایہ کی ادائیگی کی قسط نکل سکے۔

۴۔ہر ایک قرض کی ادائیگی کیلئے بنکنگ فنڈ قائم کیا جائے گا اور جس ملک سے قرض لیا ہے اسی ملک کی سیکیورٹیز میں پیسہ لگایا جائے گا تاکہ قرض کا وقت پورا ہونے پر قرض ادا ہو سکے اور زرمبادلہ پر ناجائز بوجھ نہ پڑے۔

۵۔قرض کا بوجھ آنے والی نسلوں کے کندھوں پر نہیں ڈالا جائے گا۔

۶۔قرض کی ادائیگی قرج سے نہیں ہوگی اور نہ ہی قرض کی ادیگی کو موخر کیا جائے گا۔

د۔وہ تمام رقوم بھی وفاقی مجموعی فنڈ سے خرچ کی جائیں گی جن کی ادائیگی حکومت

اپنے پر قائم کسی مقدمے کے فیصلے کے سلسلے میں میں نکلوا کرادا کرتی ہے۔

ہ۔وہ تمام رقوم بھی وفاقی مجموعی فنڈ سے خرچ کی جائیں گی جنہیں مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے زریعے واجب الادا قرار دیا ہو۔

آرٹیکل 82: سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کی بابت طریق کار:

ا۔سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کے اس حصہ پر جو وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا مصارف سے تعلق رکھتا ہو قومی اسمبلی میں بحث ہو سکے گی۔لیکن اسے قومی اسمبلی کی رائے شماری کیلئے پیش نہیں کیا جائے گا۔

۲۔سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کا وہ حصہ جو دیگر مصارف سے تعلق رکھتا ہو مطالبات زر کی شکل میں قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا اور اسمبلی کو کسی مطالبے کو منظور کرنے یا منظور کرنے سے انکار کرنے یا کسی مطالبے کو اس میں مصرحہ رقم کی تخفیف کے تابع منظور کرنے کا اختیار ہوگا:

مگر شرط یہ ہے کہ یوم آغاز سے دس سال کی مدت کیلئے جو قومی اسمبلی کے دوسرے عام انتخابات کے انعقاد تک جو بھی بعد میں واقع ہو۔کسی مطالبہ کا اس میں مصرحہ رقم میں کسی تخفیف کے بغیر منظور کیا جانا مقصود ہوگا، تاوقتیکہ اسمبلی کی کل رکنیت کی اکثریت کے ووٹوں کے زریعے اسے مسترد نہ کر دیا جائے یا اسے اس میں مصرحہ رقم میں کسی تخفیف کے تابع منظور نہ کیا جائے،۔

۳۔وفاقی حکومت کی سفارش کے بغیر ے کوئی مطالبہ زر پیش نہیں کیا جائے گ۔

تشریح

۲۔بجٹ میں وفاقی مجموعی فنڈ سے مصارف کی جو تفصیل بیان کی گئی ہو اس پر قومی اسمبلی بحث تو کر سکتی ہے لیکن اس پر ووٹنگ نہیں کی جا سکتی۔عموما اس حصے کو جوں کا توں ہی منظور کر لیا جاتا ہے۔

تاہم حکومت کو قومی اسمبلی کے ارکان کی آرا کی روشنی میں ردو بدل اختیار حاصل

ہے۔ ردوبدل کے بعد بھی قومی اسمبلی اسے جوں کا توں منظور کرنے کی پابند ہے۔ دیگر مصارف چونکہ مطالبات زر کی شکل میں اسمبلی میں پیش کئے جاتے ہیں اس لئے قومی اسمبلی ان میں ردوبدل کرنے کا مکمل اختیار رکھتی ہے۔ وہ کسی بھی مطالبہ زر کو مکمل طور پر مسترد، اس میں جزوی طور پر ردوبدل کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اس کیساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کردی گئی ہے کہ یوم آغاز سے دس سال کی مدت کیلئے یا قومی اسمبلی کے دوسرے عام انتخاب کے انعقاد تک جو بھی بعد میں واقع ہو کسی مطالبہ کا اس میں مصرحہ رقم میں تخفیف کے بغیر منظور کیا جانا مقصود ہوگا تاوقتیکہ اسمبلی کے کل ارکان کے ووٹوں سے اسے مسترد نہ کردیا جائے یا اس میں تخفیف نہ کی جائے۔

۳۔ وفاقی حکومت جب تک قومی اسمبلی میں مطالبات زر پیش کرنے کی سفارش نہ کرے اس وقت تک انہیں قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آرٹیکل 83: منظور شدہ مصارف کی جدول کی توثیق:

۱۔ وزیراعظم اپنے دستخطوں سے ایک جدول کی توثیق کرے گا جس میں حسب ذیل کی تصریح ہوگی:

الف۔ ان رقوم کی جو قومی اسمبلی نے آرٹیکل 82 کے تحت منظور کی ہوں یا جس کا منظور کیا جانا متصور ہو، اور

ب۔ ان مختلف رقوم کی جو وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا مصارف کو پورا کرنے کے لئے مطلوب ہوں لیکن کسی رقوم کی صورت میں، اس رقم سے متجاوز نہ ہوگی جو قومی اسمبلی میں اس سے قبل پیش کردہ کیفیت نامہ میں دکھائی گئی ہو۔

۲۔ بایں طور پر توثیق شدہ جدول کو قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا لیکن اس پر بحث یا رائے شماری نہیں ہوگی۔

۳۔ دستور کے تابع وفاقی مجموعی فنڈ سے کوئی مصارف باضابطہ منظور شدہ متصور نہ ہوگا تاوقتیکہ بایں طور پر توثیق شدہ جدول میں اس کی صراحت نہ کردی گئی ہو اور

مذکورہ جدول کی توثیق ۲ کی رو سے مطلوبہ طور پر قومی اسمبلی کیسامنے پیش نہ کر دیا گیا ہو۔

تشریح

ا۔الف۔اس دفعہ کے تحت وزیر اعظم اپنے دستخطوں کے ساتھ ایک جدول کی توثیق کر سکتا ہے۔جس میں قومی اسمبلی کی جانب سے آرٹیکل نمبر 82 کے تحت منظور کی جانے والی رقوم شامل ہیں یا وہ رقوم بھی جن کے بارے میں پختہ یقین ہو کہ قومی اسمبلی انہیں جلد منظور کر لے گی۔

ب۔اس تحتی دفعہ میں وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا مصارف کو پورا کرنے کے لئے مطلوبہ رقوم لیکن یہ رقوم میزانیہ میں ظاہر کی گئی رقوم کی صورت میں زیادہ نہیں ہونی چاہییں۔شامل ہیں۔

۲۔وزیر اعظم کے دستخط اور تصدیق شدہ کو قومی اسمبلی میں پیش کیا جانا ضروری ہوتا ہے لیکن اس پر بحث ومباحثہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۳۔جب تک توثیق شدہ جدول میں اس امر کی وضاحت نہ کر دی گئی، وفاقی مجموعی فنڈ کی مد میں سے کوئی مصارف باضابطہ طور پر منظور شدہ تسلیم نہ کیا جائے گا اور شیڈول کو اسمبلی کیسامنے پیش نہ کیا گیا ہو۔

آرٹیکل 84: ضمنی اور زائد رقوم: اگر کسی مالی سال کی بابت یہ معلوم ہو کہ۔

الف۔مجاز کردہ رقم جو رواں مالی سال کے دوران کسی خاص خدمت پر صرف کی جانی تھی۔ناکافی ہے یا کسی ایسی نئی خدمت پر خرچ کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے جو اس سال کے سالانہ میزانیہ کیفیت نامہ میزانیہ میں شامل نہیں ہے یا

ب۔کسی مالی سال کے دوران کسی خدمت پر اس رقم سے زائد رقم صرف کر دی گئی ہے جو اس سال کے واسطے اس خدمت کے لئے منظور کی گئی تھی۔

تو وفاقی حکومت کو اختیار ہو گا کہ وفاقی مجموعی فنڈ سے خرچ کی منظوری دیدے۔

خواہ وہ خرچ دستور کی رو سے مذکورہ فنڈ سے واجب الادا ہو یا نہ ہو، اور قومی اسمبلی کے سامنے ایک ضمنی کیفیت نامہ، میزانیہ یا، جیسی بھی صورت ہو، زائد کیفیت نامہ میزانیہ پیش کرائے جس میں مذکورہ خرچ کی رقم درج ہو اور ان کیفیت ناموں پر آرٹیکل 80 تا 83 کے احکام کا اطلاق اسی طرح ہوگا جیسا کہ ان کا اطلاق سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ پر ہوتا ہے۔

تشریح

ب۔ بجٹ میں چونکہ مختلف مدوں کے لیے رقوم رکھی جاتی ہیں وہ اندازے کے طور پر رکھی جاتی ہیں اس لیے ملکی حالات مطابق ان میں کمی بیشی ہوسکتی ہے تاہم اگر کسی خاص خدمت کیلئے رواں مالی سال میں کوئی رقم مختص کی گئی ہو اور حالات اس بات کی نشاندہی کررہے ہوں کہ مجوزہ رقم مختص خدمت کے لیے پوری نہ ہو سکے گی تو حکومت مجموعی وفاقی فنڈ سے مزید رقم حاصل کرنے کی مجاز ہے۔ اس دفعہ میں آفات سماوی کی وجہ سے ہونے والے نقصان کو پورا کرنے کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ تاہم مختص رقوم سے زائد رقوم کو اگلے مالی سال کے بجٹ سے پہلے پہلے قومی اسمبلی سے منظور کرانا ضروری ہوتا ہے اور ضمنی بجٹ پر بھی انہی احکام کا اطلاق ہوگا جو سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ پر لاگو ہوتے ہیں۔ یعنی اسمبلی میں اسی طرح ان پر بحث ہوگی جس طرح سالانہ بجٹ پر ہوتی ہے۔

آرٹیکل 85: حساب پر رائے شماری: مذکورہ بالا احکام میں مالی امور سے متعلق شامل کسی امر کے باوجود قومی اسمبلی کو اختیار ہوگا کہ وہ تخمینی خرچ کی بابت کسی رقم کی منظوری کے لئے آرٹیکل 82 میں مقررہ رائے شماری کے طریقہ کار کی تکمیل اور خرچ کی بابت آرٹیکل 83 کے احکام کیمطابق منظور شدہ خرچ کی جدول کی توثیق ہونے تک کسی مالی سال کے کسی حصے کے لئے جو چار ماہ سے زائد نہ ہو، مذکورہ منظوری پیشگی دیدے۔

تشریح

مالی امور میں بھی اصل اختیار ایوان نمائندگان ہی کو حاصل ہے۔ دستور کی اس دفعہ کے تحت قومی اسمبلی دفعہ 83 میں مقررہ رائے شماری کے طریقہ کار کی تکمیل اور خرچ کی بابت دفعہ 83 کے احکام کے مطابق منظور شدہ خرچ کی جدول کی توثیق ہونے تک کسی مالی سال کے کسی حصے کے لئے ضمنی بجٹ کی منظوری دے سکتی ہے۔ آئین میں اس کے دوانئے کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ مقرر کی گئی ہے۔ اس دفعہ کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی ہے کہ بعض اوقات سالانہ بجٹ کی منظوری میں وقت لگ جاتا ہے اور اس دوران میں حکومت مالی مشکالات کا شکار ہوسکتی ہے لہذا امر کا ازالہ کرنے کے لیے یہ شق رکھی گئی ہے۔

آرٹیکل 86 اسمبلی ٹوٹ جانے کی صورت میں خرچ کی منظوری دینے کا اختیار:

مذکورہ بالا احکام میں مالی امور سے متعلق شامل کسی امر کے باوجود، کسی وقت جبکہ قومی اسمبلی ٹوٹی ہوئی ہو، تخمینی خرچ کی بابت رقوم کی منظوری کے لئے آرٹیکل 82 مقررہ رائے شماری کے طریقہ کار کی تکمیل اور خرچ کی بابت آرٹیکل 83 کے احکام کے مطابق منظور شدہ خرچ کی جدول کی توثیق ہونے تک، وفاقی حکومت کسی مالی سال کے کسی حصہ کے لئے جو چار ماہ سے زائد نہ ہو، وفاقی مجموعی فنڈ سے خرچ کی منظوری دے سکے گی۔

تشریح

قومی اسمبلی ٹوٹے جانے کی صورت میں تخمینی اخراجات کے سلسلے میں رقوم کی منظوری دفعہ 82 کے احکام کے مطابق منظور شدہ خرچ کی جدول کی توثیق ہونے تک وفاقی حکومت اپنے مالی امور کی انجام دہی کے سلسلے میں وفاقی مجموعی فنڈ سے خرچ کی منظوری دی سکتی ہے۔ لیکن یہ منظوری صرف چار ماہ کے لئے ہوسکتی ہے۔

آرٹیکل 87: مجلس شوریٰ کے سیکرٹریٹ:

۱۔ ہر ایوان کا سیکرٹریٹ الگ ہوگا:

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق میں مذکور کوئی امر دونوں ایوانوں کے لئے مشترک آسامیاں وضع کرنے میں مانع نہ سمجھا جائے گا۔

۲۔ مجلس شوریٰ قانون کے ذریعے کسی ایوان کے عملہ معتمدی میں بھرتی نیز مقرر کردہ اشخاص کی شرائط ملازمت کو منضبط کر سکے گی۔

۳۔ تاوقتیکہ مجلس شوریٰ شق ۲ کے تحت قانون وضع نہ کرے، اسپیکر، یا جیسی بھی صورت ہو۔ چیئرمین صدر کی منظوری سے قومی اسمبلی یا سینٹ کے عملہ معتمدی میں بھرتی اور مقرر کردہ، اشخاص کی ملازمت کی شرائط کو منضبط کرنے کے لئے قواعد و ضوابط وضع کر سکے گا۔

تشریح

۱۔ مجلس شوریٰ دو ایوانوں، سینٹ ایوان بالا اور قومی اسمبلی ایوان زیریں پر مشتمل ہے، دونوں ایوانوں کے لئے آئین میں علیحدہ علیحدہ سیکرٹریٹ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس شق کی رو سے دونوں ایوانوں کے لئے مشترکہ طور پر عہدے داروں کی بھرتی بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ دونوں ایوانوں کے فرائض منصبی تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں۔

۲۔ مجلس شوریٰ کو قانون کے ذریعے کسی ایوان کے عملہ معتمدی میں بھرتی نیز مقرر کردہ اشخاص کی شرائط ملازمت کو منضبط کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

۳۔ دونوں ایوانوں کو آئین کی اس تحتی دفعہ کے ذریعے یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ ملازمین کی بھرتی کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً قواعد وضع کر سکتے ہیں۔ کسی ضابطے میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ اضافہ کر سکتے ہیں یا پھر ختم کر سکتے ہیں۔ قواعد و ضوابط کے بغیر چونکہ کسی ایوان کی کاروائی کو منضبط نہیں کیا جا سکتا اس لئے جب تک قواعد و ضوابط

وضع نہ کئے جائیں اس وقت تک قومی اسمبلی کے اسپیکر اور چیئرمین سینٹ قواعد و شرائط کو وضع کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

آرٹیکل 88: مالیاتی کمیٹی:

۱۔ منظور شدہ مد بندی کے دائرے میں قومی اسمبلی اور سینٹ کے خرچ پر قومی اسمبلی یا جیسی بھی صورت ہو، سینٹ اپنی مالیاتی کمیٹی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کنٹرول کرے گی۔

۲۔ مالیاتی کمیٹی اسپیکر، یا جیسی بھی صورت ہو، چیئرمین، وزیر مالیات اور ایسے دیگر ارکان پر مشتمل ہوگی جنہیں اس کے لئے قومی اسمبلی یا جیسی بھی صورت ہو سینٹ منتخب کرے۔

۳۔ مالیاتی کمیٹی اپنے طریقہ کار کے انضباط کے لئے قواعد وضع کر سکے گی۔

تشریح

۱۔ دونوں ایوانوں کے الگ الگ سیکرٹریٹ کی طرح قومی اسمبلی اور سینٹ کی الگ الگ مالیاتی کمیٹیوں کے قیام ان کے فرائض کے سلسلے میں یہ ضابطہ وضع کیا گیا ہے۔ ان کمیٹیوں کے قیام کا مقصد دونوں ایوانوں کے اخراجات کو منضبط کرنا ہے۔

۲۔ سینٹ کی مالیاتی کمیٹی چیئرمین، وزیر مالیات اور ان کے ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جنہیں اس مقصد کے لئے سینٹ منتخب کرتی ہے۔ اسی طرح قومی اسمبلی کی مالیاتی کمیٹی سپیکر قومی اسمبلی، وزیر مالیات اور ایسے دیگر ارکان پر مشتمل ہوتی ہے جنہیں قومی اسمبلی منتخب کرتی ہے۔ ان کے قیام کا مقصد دونوں ایوانوں کے انتظامی اور مالیاتی امور کو منضبط کرنا ہے۔

۳۔ اس تحتی دفعہ کا تعلق مالیاتی کمیٹی کا انتظام چلانے کے سلسلے میں قواعد و ضوابط وضع کرنے سے ہے تاکہ قانون کے مطابق مالیاتی کمیٹیاں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں۔

آرڈیننس

آرٹیکل 89: صدر کا آرڈیننس نافذ کرنے کا اختیار:

۱۔صدر، سوائے جبکہ قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو، اگر اس بارے میں مطمئن ہو کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کاروائی ضروری ہو گئی ہے تو وہ حالات کے تقاضے کے مطابق آرڈیننس وضع اور نافذ کر سکے گا۔

۲۔اس آرٹیکل کے تحت نافذ کردہ کوئی آرڈیننس وہی قوت و اثر رکھے گا جو مجلس شوریٰ کے ایکٹ کا ہوتا ہے اور ویسی ہی پابندیاں کے تابع ہو گا جو مجلس شوریٰ کے اختیار قانون سازی پر عائد ہوتی ہیں لیکن ایسے ہر آرڈیننس کو۔

الف ۔پیش کیا جائے گا۔

اول۔قومی اسمبلی کے سامنے اگر اس میں آرٹیکل 73 کی شق 2 میں مصرحہ معاملات میں سے سب یا کسی سے متعلق احکام شامل ہوں، اور وہ اپنے نفاذ سے چار ماہ کے اختتام پر یا اگر اسمبلی اس مدت کے اختتام سے قبل اس کی نامنظوری کی قرار داد پاس کر دے تو اس قرارداد کے پاس ہو جانے پر، منسوخ قرار پائے گا، ۔اور

دوم۔دونوں ایوانوں کیسامنے، اگر اسمیں ذیلی پیرا اول میں محولہ معاملات میں سے کسی سے متعلق احکام شامل نہ ہوں۔اور وہ اپنے نفاذ سے چار ماہ کے اختتام پر یا اگر دونوں میں سے کوئی ایوان اس مدت کے اختتام سے قبل نامنظوری کی قرارداد پاس کر دے، ۔تو اس قرارداد کے پاس ہو جانے سے منسوخ قرار پائے گا اور

ب ۔صدر کی جانب سے کسی وقت بھی واپس لیا جا سکے گا۔

شق 2 کے احکام کو متاثر کیے بغیر، قومی اسمبلی کے روبرو پیش کیے جانے والے کسی آرڈیننس کو قومی اسمبلی میں پیش کردہ بل تصور کیا جائے گا۔

تشریح

قانونی اصطلاح میں آرڈیننس سے مراد مقننہ یا حکمران اعلیٰ کی قانون سازی کی

خواہش کا اظہار ہے۔ آرڈیننس صرف اس وقت جاری کیا جاتا ہے جبکہ اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو۔ جب تک اس قسم کا حکمنامہ جاری رہے اسے پارلیمنٹ کے قانون کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ آرڈیننس جاری کرنے کا اختیار صدر مملکت کو حاصل ہے۔ صدر جمہوریہ کے اتحاد کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے جو بھی احکامات جاری ہوتے ہیں وہ صدر کے نام سے جاری کئے جاتے ہیں اور صدر اسی وقت یہ اختیار کسی ہنگامی صورت کے تحت استعمال کر سکتے ہیں جبکہ قومی اسمبلی ٹوٹ چکی ہو یا اس کا اجلاس نہ ہو رہا ہو۔ صدر صرف ان امور کے سلسلے میں اپنے اختیارات کو استعمال کرنے کا مجاز ہیں جن کے بارے میں وفاقی حکومت قانون سازی کر سکتی ہے۔ اگر کسی وقت کوئی ایسا آرڈیننس جاری ہو جائے جس کا اختیار وفاق کو حاصل نہ ہو تو اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے اور عدالت ایسے حکم کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ PLD 1966 LAHORE 43۔ صدر کا اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ کسی وقت بھی اپنا نافذ کردہ آرڈیننس واپس لے سکتے ہیں۔

الف۔ اگر قومی اسمبلی میں آرٹیکل 73 کی شق ۲ میں مذکورہ معاملات میں سے سب یا کسی سے متعلق احکام کی منظوری کے لئے چار ماہ کی مدت کے اختتام تک کوئی بل پیش نہ کیا جا سکے تو مذکورہ آرڈیننس از خود منسوخ تصور ہوگا یا چار ماہ کی مدت ختم ہونے سے قبل قومی اسمبلی قرارداد کے ذریعے اسے منسوخ کر دے تو پھر بھی اس کی قانونی حیثیت ختم ہو جائیگی۔

اس کی وجہ سے یہ ہے کہ آئین میں صدارتی آرڈیننس کے نفاذ کی مدت چار ماہ مقرر کی گئی ہے۔ اگر چار ماہ کی مدت کے دوران قومی اسمبلی آرڈیننس مذکورہ کو منظور کر لے تو اس کو بھی پارلیمنٹ کے ایکٹ کا درجہ مل جائے گا۔ پارلیمنٹ کی منظوری کے بعد اس کے لئے صدر کی منظوری کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ قومی اسمبلی اگر آرڈیننس کی منظوری نہ بھی دے تو وہ تمام اقدامات جو

آرڈیننس کے نفاذ کے دوران کئے گئے ہوں ان کی قانونی حیثیت ختم نہیں ہوگی تاہم اگر صدر نے آرڈیننس محض اس لئے جاری کیا ہو کہ کسی قانون کو ختم کرنا مقصود تھا تو اس صورت میں چار ماہ کی مدت ختم ہونے پر وہ قانون از خود بحال تصور کیا جائے گا۔ PLD 1960 LAH 236

۲۔ب۔آئین کی اس تحتی دفعہ کے ذریعے صدر مملکت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس وقت بھی مناسب سمجھیں نافذ کردہ آرڈیننس واپس لے سکتے ہیں:

۳۔اس تحتی شق میں شق ۲ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ احکام کو متاثر کئے بغیر قومی اسمبلی کے سامنے پیش کئے جانے والے کسی آرڈیننس کو قومی اسمبلی پیش کردہ بل کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

باب ۳

وفاقی حکومت

آرٹیکل 90 وفاق کے عاملانہ اختیار کا استعمال:

۱۔ وفاق کے عاملانہ اختیار صدر کو حاصل ہوگا اور وہ اسے یا تو براہ راست خود یا اپنے ماتحت افسروں کے ذریعے دستور کے بموجب استعمال کرے گا۔

شق ۱ میں شامل کسی امر سے۔

الف۔ کسی موجودہ قانون کی رو سے کسی صوبے کی حکومت یا دیگر ہیت مجاز کو تفویض کردہ کسی کارہائے منصبی کا صدر کو منتقل کرنا متصور نہیں ہوگا، یا

ب۔ مجلس شوریٰ کو صدر کے علاوہ ہیت ہائے مجاز کو قانون کے ذریعے کارہائے منصبی تفویض کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔

تشریح

۱۔ اس دفعہ میں بھی تبدیلی کی گئی ہے۔ اس ترمیم کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن اور وفاق کے استحکام کیلئے یہ ترمیم ناگزیر تھی۔ اس ترمیم کے زریعے وفاقی عاملانہ اختیار کو استعمال کرنا صدر کی صوابدید میں دے دیا گیا ہے۔ صدر کو اپنے اختیارات کے استعمال کے سلسلے میں افسران کو بروئے کار لانے کا فریضہ بھی سونپا گیا ہے۔ 1962ء کے آئین میں وفاق کے عاملانہ اختیارات کو جس طرح سے چاہیں استعمال میں لا سکتے ہیں۔

۲۔ الف۔ شق ۱ میں شامل کسی امر سے متعلق صدر کو صوبائی اختیارات نہ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

ب۔ مجلس شوریٰ اس امر کی پابند نہ ہوگی کہ وہ کسی قانون کے ذریعے کارہائے منصبی صدر کے علاوہ کسی دیگر ہیت مجاز کے سپرد کردے۔

عاملہ کو ایک حد قانون سازی کرنے کا اختیار بھی دیا گیا ہے چونکہ قانون سے بالا

تو کوئی شے نہیں اس لیے وفاقی حکومت جب کوئی ایسا حکم جاری کرتی ہے جو مفاد عامہ کے حق میں نہ ہو تو اسے عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے اور وفاقی حکومت پر یہ لازم ہے کہ وہ عدالت کے فیصلے پر عملدرآمد کرے۔

آرٹیکل 91 کابینہ:

۱۔صدر کو اس کے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں مدد اور مشورہ دینے کے لیے وزرا کی ایک کابینہ ہوگی جس کا سربراہ وزیراعظم ہوگا۔

۲۔صدر اپنی صوابدید کے مطابق قومی اسمبلی کے ارکان میں سے ایک وزیراعظم مقرر کرے گا جس کے قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کے ارکان کا اعتماد حاصل کرنے کا اس کی رائے مین زیادہ سے زیادہ امکان ہو۔

الف شق ۲ میں شامل کسی امر کے باوجود، بیس مارچ انیس سو نوے کے بعد، صدر قومی اسمبلی کے ایسے رکن کو وزیراعظم بننے کی دعوت دے گا جو قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد رکھتا ہو۔جس طرح کہ دستور کے احکام کے مطابق اس غرض سے طلب کردہ اسمبلی کے اجلاس سے معلوم ہوا ہو۔

۳۔شق ۲ کے تحت مقرر کردہ یا جیسی بھی صورت ہو شق ۲ الف کے تحت مدعو شدہ شخص، عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے صدر کے سامنے جدول سوم میں دی گئی عبارت میں حلف اٹھائے گا اور اس سے ساٹھ دن کی مدت کے اندر قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرے گا۔

۴۔کابینہ معہ وزرائے مملکت اجتماعی طور پر قومی اسمبلی کیسامنے جواب دہ ہوگی۔

۵۔وزیراعظم صدر کی خوشنودی کے دوران عہدے پر فائز رہے گا، لیکن صدر اس شق کے تحت اپنے اختیارات استعمال نہیں کریگا۔تاوقتیکہ اسے یہ اطمینان نہ ہو کہ وزیراعظم کو قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد حاصل نہیں ہے۔جس صورت میں وہ قومی اسمبلی کو طلب کرے گا اور وزیراعظم کو اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل

کرنے کا حکم دے گا۔

۶۔وزیر اعظم ،صدر کے نام اپنے دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکے گا۔

۷۔کوئی وزیر جو مسلسل چھ ماہ کی مدت تک قومی اسمبلی کا رکن نہ رہے، مزکورہ مدت کے اختتام پر وزیر نہیں رہیگا اور مذکورہ اسمبلی کے توڑے جانے سے قبل اسے دوبارہ وزیر مقرر نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ اسمبلی کا رکن منتخب نہ ہو جائے۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق میں شامل کسی امر کا ایسے وزیر پر اطلاق نہیں ہوگا جو سینٹ کا رکن ہو۔

۸۔اس آرٹیکل میں شامل کس امر کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ وزیر اعظم یا کسی دوسرے وزیر یا وزیر مملکت کو ایسی مدت کے دوران جبکہ قومی اسمبلی توڑی جا چکی ہو اپنے عہدے پر برقرار رہنے کا نااہل قرار دے دیا جائے اور نہ ہی اس کی رو سے کسی ایسی مدت کے دوران کسی شخص کو بطور وزیر اعظم یا دیگر وزیر یا بطور وزیر مملکت مقرر کرنے کی ممانعت ہوگی۔

تشریح

۱۔وفاقی حکومت کا نظم ونسق چلانے کے لئے وزیر اعظم اور وزراء کا تقرر کیا جاتا ہے۔تقرری انتخاب کے ذریعے بھی عمل میں لائی جاتی ہے۔اور نامزدگی کے ذریعے بھی۔اس دفعہ میں بھی فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء کی ترمیم کی رو سے صدر کو اس کے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں مدد اور مشورہ دینے کے لیے کابینہ کو ایک ادارے کی حیثیت دی گئی ہے تاہم کابینہ کا سربراہ حسب سابق وزیر اعظم کو ہی بنایا گیا ہے۔

۲۔اور 27 الف اس تحتی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ صدر کو کسی ایسے رکن اسمبلی کو جس کے قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کے ارکان کا اعتماد حاصل کرنے کا اس کی

رائے میں زیادہ سے زیادہ امکان ہوا پنی صوابدید پر وزیراعظم نامزد کرنے کا اختیار ہوگا تاہم یہ اضافہ بھی کیا گیا کہ صدر کو وزیراعظم کی نامزدگی کا اختیار 20 مارچ 1990ء تک ہوگا۔اس کے بعد اسمبلی خود اپنا وزیراعظم منتخب کرے گی۔اس ترمیم کا مقصد ماسوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ صدر مملکت اپنی مرضی کے مطابق وزیراعظم کی نامزدگی کریں۔غیر جماعتی انتخاب کے تحت تو صدر کی نامزدگی بلا استحقاق بھی کسی کو وزیراعظم بنا سکتی ہے۔تاہم اگر انتخابات پارٹی بنیادوں پر ہوں تو پھر صدر کا یہ اختیار بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے۔صدر نے اگست 1990ء میں جب قومی اسمبلی توڑ دی اور وزیراعظم کو ان کے عہدے سے برخاست کر دیا تو نئے انتخابات کے تحت وجود میں آنے والی اسمبلی نے نومبر 1990ء میں میاں نواز شریف کو وزیراعظم منتخب کیا۔اس طرح وزیراعظم کی نامزدگی کے سلسلے میں صدر کا صوابدیدی اختیار از خود ہی ختم ہو گیا۔

۳۔شق ۲۔کے تحت مقرر کردہ یا جیسی بھی صورت حال ہو شق ۲ الف کے تحت یہ بیان کیا گیا ہے کہ صدر جس شخص کو وزیراعظم نامزد کریں گے۔اسے صدر کے سامنے آئین کے جدول سوم میں دی گئی عبارت میں حلف وفاداری اٹھائے گا اور اسے اس وقت تک عبوری دور سے گزرنا ہوگا جب تک وہ 60 دن کے اندر اندر قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل نہ کر لے۔

۴۔کابینہ کے تمام اراکین اور وزراء مملکت مجموعی طور پر اپنی اپنی وزارتوں کی کارکردگی کے سلسلے میں قومی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔قومی اسمبلی کا کوئی بھی رکن ان سے ان کی متعلقہ وزارت کے بارے میں کوئی بھی سوال پوچھ سکتا ہے اور متعلقہ وزیر جواب دینے کا پابند ہے۔

۵۔اس تحتی شق میں ترمیم سے قبل وزیراعظم پر عدم اعتماد کی صورت میں قومی اسمبلی تحریک پیش کر سکتی تھی لیکن مذکورہ ترمیم کے ذریعے اب صدر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ

جب صدر کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا وزیراعظم سے اعتماد اٹھ گیا ہے تو اس صورت میں وہ قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کریں گے اور وزیراعظم کو کہیں گے کہ وہ اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرے اور اگر وزیراعظم کو اسمبلی سے دوبارہ اعتماد کا ووٹ لینے کے لیے کہا جائے اور جب وزیراعظم اعتماد کا ووٹ نہ لے سکے تو صدر کو اسے برطرف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس تحتی شق کا پہلا حصہ صدر کے اختیارات پر مبنی ہے۔ لیکن جب اسمبلی توڑ دی جائے تو دوسرا حصہ از خود ہی ختم ہو جائے تو پھر اعتماد کا ووٹ کیسے لیگا۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوئی جب یکم نومبر 1989ء کو قومی اسمبلی میں محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی۔ تحریک بحث اور ووٹنگ کیلئے 26 اکتوبر 1989ء کو منظور ہوئی تھی۔ اس پر حزب اختلاف کے 86 ارکان نے دستخط کئے تھے تاہم تحریک کے حق میں مطلوبہ 119 ووٹ نہ آسکے اور صرف 12 ووٹوں کی کمی کے باعث حزب اختلاف کی یہ تحریک ناکام ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ اس تحتی شق کے تحت کوئی بھی اس وقت وزیراعظم رہ سکتا ہے جب تک اسے اسمبلی کی اکثریت کا اعتماد حاصل رہے۔

۶۔ وزیراعظم کسی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل نہ رہے ہوں تو وہ صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکتے ہیں تاہم وہ نئے وزیراعظم کے انتخاب تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتے ہیں۔

PLD 1977 KAR 604

۷۔ یہ دفعہ 1973ء کے آئین میں شامل نہ تھی اسے 1985ء میں صدارتی حکم نمبر 14 کے تحت شامل کیا گیا۔ اس تحتی دفعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر غیر منتخب آدمی کو وزیر مقرر کیا جاتا ہے تو پھر چھ ماہ کے اندر اندر اسے انتخاب لڑ کر ممبر بننا لازمی ہوگا اس میں یہ گنجائش بھی موجود ہے کہ ایسا آدمی جو پارٹی کا روح رواں ہو اور

اس کے بغیر کابینہ صحیح طور پر چل نہ سکتی ہو تو اسے وزیر بنا دیا جائے وروہ چھ ماہ مے منتخب ہو جائے۔ میرے خیال میں آئین میں یہ شق اس لئے رکھی گئی ہے کہ ملک میں کئی ایسے اعلیٰ دماغ ہوں گے جنہیں کابینہ کیسوچ کو بہتر کرنے اور ملکی مسائل کو صحیح طور پر حل کرنے کے لیے کابینہ میں شامل کیا جا سکے گا۔

۸۔ اس شق کے تحت پہلے سے منتخب کسی وزیر، وزیر اعظم یا وزیر مملکت کو نا اہل قرار نہیں دیا جا سکتا خواہ اسمبلی توڑی ہی کیوں نہ جا چکی ہو اور نہ ہی اس مدت کے دوران قومی اسمبلی کے توڑے جانے کے بعد کی مدت کسی شخص کو بطور وزیر اعظم یا دیگر وزیر یا وزیر مملکت مقرر کرنیکی ممانعت ہے۔ گویا اسمبلی ٹوٹنے کی صورت میں وزیر اعظم یا کسی دوسرے وزیر کو اس کے عہدے پر برقرار رہنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

اس شق کے تحت وفاقی سطح پر وزراء میں سے کسی ایک کو بطور نگران وزیر اعظم اور صوبائی وزراء میں سے کسی ایک کو بحیثیت وزیر اعلیٰ تقرری لازمی ہے۔ وزراء کے علاوہ اس مقصد کے لئے غیر سیاسی افراد کو مقرر کیا جا سکتا ہے۔ نگران کابینہ کا مقصد ایک عارضی خلاء کو پر کرنا ہوتا ہے تا کہ وہ ہنگامی حالات کے علاوہ اہم معاملات یا پالیسی کے امور میں ملوث ہوئے بغیر روزمرہ کا انتظام چلا سکے جب تک نئی حکومت قائم نہ ہو جائے سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے بارے میں فرض کیا جاتا ہے کہ وہ انتخابات پر اثر انداز نہیں ہو گی یا کوئی ایسا کام نہیں کرے گی یا کرائیگی جس سے یہ تاثر ملے کہ حکومتی مشینری یا سرکاری فنڈز کسی خاص سیاسی جماعت کی حمایت میں استعمال ہو رہے ہیں۔ شاید اس کا اہم فرض آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدرانہ انتخابات کرانا ہوتا ہے یہ تمام احکام مجموعی طور پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جونہی قومی یا کوئی صوبائی اسمبلی توڑی جائے تو فوری طور پر نگران کابینہ کی تقرری لازمی ہو۔ پارلیمانی نظام کی روایت کے مطابق اس کا سربراہ وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہ پارلیمانی ذمہ داری کو وسعت دینے کی ایک صورت کے سوا اور کچھ نہیں۔ جس کی جڑیں پارلیمانی

نظام میں بڑی مضبوط ہوتی ہیں۔

آرٹیکل 92: وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت:

۱۔ آرٹیکل 91 کی شقات 7 اور 8 کے تابع، صدر، وزیراعظم کے مشورے پر مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت کا تقرر کرے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ ان وفاقی وزرا اور وزرائے مملکت کی تعداد جو سینٹ کے رکن ہوں کسی بھی وقت وفاقی وزراء کی ایک چوتھائی تعداد سے زیادہ نہیں ہوگی۔

۲۔ عہدے پر فائز ہونے سے پہلے کوئی وفاقی وزیر یا وزیر مملکت جدول سوم میں دی گئی عبارت میں صدر کے سامنے حلف اٹھائے گا۔

۳۔ کوئی وفاقی وزیر یا وزیر مملکت صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا یا صدر وزیراعظم کے مشورے پر اسے عہدے سے برطرف کر سکے گا۔

تشریح

دفعہ 91 کی شقات ۷ اور ۸ کے تحت صدر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ کابینہ کے ارکان کی تقرری کے سلسلے میں وزیراعظم کے مشورے سے مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے وفاقی وزراء او وزرائے مملکت کا تقرر کر سکتے ہیں۔ وفاقی وزراء کو عہدہ سنبھالنے سے پہلے حلف اٹھانا پڑا ہے یعنی یہ کہ کابینہ کے اندر جو باتیں طے ہوں گی اور جس قسم کے مباحثے ہوں گے ان کا ذکر سر عام نہیں کیا جائے گا یا کسی سے بھی نہیں کہا جائے گا۔ جب تک کہ وزیراعظم اس کی اجازت نہ دے۔ اگر کوئی وزیر یا وزیراعظم یا کابینہ سے متفق نہ ہو۔ تو اسے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے،۔ وزیروں کی تنخواہیں اور دیگر الاونسز کا تعین پارلیمنٹ کرتی ہے۔

آرٹیکل 93۔ مشیران

۱۔ صدر، وزیراعظم کے مشورے پر، ایسی شرائط پر جو وہ متعین کرے، زیادہ

سے زیادہ پانچ مشیر مقرر کر سکے گا۔

۲۔آرٹیکل 57 کے احکام کا کسی مشیر پر بھی اطلاق ہوگا۔

تشریح

صدر کو وزیراعظم کے مشورے پر چند شرائط کے ساتھ مشیروں کے تقرر کا بھی اختیار دیا گیا ہے مگر ان کی تعداد 5 سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ان مشیروں کو بھی وہی اختیارات اور حقوق حاصل ہوں گے جو آرٹیکل 57 کے تحت مجلس شوریٰ کے ارکان کو حاصل ہیں۔لیکن مشیر کی اہلیت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔یہ بات اظہر من شمس ہے کہ مشورہ تو صرف وہی آدمی دے سکتا ہے جو متعلقہ مضمون میں ماہر ہو۔ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا پارلیمنٹ کا رکن مشیر بن سکتا ہے۔یا نہیں۔یعنی پارلیمنٹ کے رکن پر کیا رکاوٹ ہے کہ وہ مشیر نہ بن سکے۔اس ضمن میں براہ راست تو کوئی رکاوٹ نہیں لیکن بالواسطہ رکاوٹ ضرور ہے کیونکہ پارلیمانی نظام میں جب آپ ممبر منتخب کرتے ہیں تو پھر یہ شرط ہے کہ اسے وزیر بنائیں گے جو پارلیمنٹ کا رکن ہو۔مشیر بنانے کے لیے یہ شق اس لئے رکھی گی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ قوم کی خدمت کر سکتے ہیں وہ منتخب نہیں ہوسکتے۔ان میں وہ اہلیت نہیں ہے جو ایک عوامی نمائندہ کی ہوتی ہے لہذا پارلیمنٹ کے اراکین کو مشیر نہیں لگانا چاہیے اور آئین بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔عموماً مشیر کی تقرری پر یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ اس آدمی مشیر کو وفاقی یا صوبائی وزیر کا درجہ حاصل ہوگا۔درجہ حاصل ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسے وہ تمام تر مراعات یا اختیارات مل جاتے ہیں جو ایک وزیر کو حاصل ہوتے ہیں۔بلکہ اس کا تعلق اس کے مشاعرے یا دیگر مراعات سے ہوتا ہے کہ وہ الاؤنس وزیر کے برابر لے گا۔نہ وہ جھنڈا لہرا سکتا ہے اور نہ ہی قانون کے تحت وزیر کا پروٹوکول حاصل کرسکتا ہے۔

امریکا کے آئین میں مشیر کا ایک عہدہ ہے جو سب سے مشہور ہے وہ نیشنل سیکیورٹی

کے مشیر کا عہدہ ہے۔ وہاں پر جو مشیر ہوتا ہے وہ شعبہ کے لیے چیک ہوتا ہے اور مشیر اپنے سٹاف کیساتھ بیٹھتا ہے جس میں تمام ماہرین ہوتے ہیں اور وہ صدر کو وہ مشورہ دیتا ہے جو اس کے سٹاف اور ماہرین نے تیار کیا ہوتا ہے وہاں عام طور پر مشیر اس آدمی کو لگایا جاتا ہے جو اس فیلڈ کا ماہر ہو اوہ عام طور پر کسی بڑی یونیورسٹی کا پروفیسر ہو۔ اسلئے مشیر کے عہدے پر کسی ایسے آدمی کو تعینات ہونا چاہیے جو اپنی فیلڈ کا ماہر ہو۔ اگر ماہر کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو مشیر مقرر کیا جائے تو پھر نامزدگی کرنے والا شخص آئین کے آرٹیکل 63 ون جی کی زد میں آجاتا ہے یہ شق ڈس کوالیفکیشن کے بارے میں ہے۔

آرٹیکل 94۔ وزیراعظم کا عہدے پر برقرار رہنا: صدر وزیراعظم سے اپنے عہدے پر برقرار رہنے کے لئے کہہ سکے گا جب تک کہ اس کا جانشین وزیراعظم کے عہدے پر فائز نہ ہو جائے۔

تشریح

اگر وزیراعظم مستعفی ہو جائیں اور وزیراعظم کا عہدہ خالی ہو جائے تو صدر اپنے دستوری حق کو استعمال کرتے ہوئے وزیراعظم سے اس وقت تک اپنے عہدے پر فائز رہنے کو کہہ سکتے ہیں جب تک نئے وزیراعظم کا تقرر عمل میں نہ آجائے۔ اس سے قبل وزیراعظم کے مستعفی ہونے کی صورت میں وفاقی وزراء وزرائے مملکت اپنے عہدوں کو چھوڑنے کے پابند تھے۔ اسی طرح کوئی بھی وزیر اس وقت تک اپنے اختیارات کو استعمال کر سکتا تھا اور اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا تھا جب تک وزیراعظم چاہتے لیکن 1985ء میں اسے نئی ترمیم میں تبدیل کر دیا گیا۔

آرٹیکل 95۔ وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ:

ا۔ وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد کے ووٹ کی قرارداد جسے قومی اسمبلی کی کل رکنیت کے کم از کم بیس فیصد نے پیش کیا ہو قومی اسمبلی کی طرف سے منظور کی جا سکے

گی۔

۲۔شق ا۔ میں محولہ کسی قرارداد پر اس دن سے تین دن کی مدت کے خاتمہ سے پہلے یا سات دن کی مدت کے بعد ووٹ نہیں لیجائیں گے جس دن مذکورہ قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کی گئی ہو۔

۳۔شق ا۔ میں محولہ کسی قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا جائے گا جبکہ قومی اسمبلی سالانہ میزانیہ کے کیفیت نامے میں پیش کردہ رقوم کے مطالبات پر غور کر رہی ہو۔

۴۔اگر شق ا میں محولہ قرارداد کو قومی اسمبلی کی مجموعی رکنیت کی اکثریت سے منظور کر لیا جائے تو وزیر اعظم عہدے پر فائز نہیں رہیگا۔

تشریح

ا۔اس تحتی دفعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کی جانب سے وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کے ووٹ کی قرارداد اسی وقت منظور کی جاسکتی ہے جب کہ قومی اسمبلی کے بیس فیصد ارکان اس کی حمایت نہ کریں۔

۲۔شق ا۔ میں مندرج کسی بھی قرارداد پر تین دن کی مدت کے خاتمے سے پہلے یا سات دن کی مدت کے لئے رائے شماری نہیں کرائی جاسکتی۔اس مدت کا شمار اس دن سے کیا جائے گا جس روز قرارداد اسمبلی میں پیش ہوگی۔

۳۔شق ا۔ میں بیان کردہ کسی قرارداد کو قومی اسمبلی میں اس وقت پیش نہیں کیا جا سکے گا جس وقت قومی اسمبلی سالانہ بجٹ میں پیش کردہ رقوم کے مطالبات پر غور کر رہی ہو۔

۴۔اگر شق ا میں محولہ قرارداد قومی اسمبلی کی مجموعی رکنیت کی اکثریت سے منظور ہو جائے تو پھر وزیر اعظم کو اپنا عہدہ چھوڑنا ہوگا۔

آرٹیکل ۹۶۔حذف شدہ

آرٹیکل ۹۶۔الف: اس دفعہ کو ۱۹۸۵ء میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے حذف کر دیا گیا اور اس دفعہ کے احکامات ترمیم کے ساتھ ساتھ ۹۵ کے تحت دیئے گئے ہیں۔

آرٹیکل ۹۷۔ وفاق کے عاملانہ اختیار کی وسعت:

دستور کے تابع، وفاق کا عاملانہ اختیار ان امور پر حاوی ہوگا جن کے بارے میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو قوانین وضع کرنے کا اختیار ہے جس میں پاکستان میں اور اس سے باہر کے علاقہ جات کے متعلق حقوق، اقتدار اور دائرہ اختیار کو بروئے کار لانا شامل ہے:

مگر شرط یہ ہے کہ مذکوہ اقتدار، ماسوائے جیسا کی دستور میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے وضع کردہ کسی قانون میں بالصراحت موجود ہو، کسی صوبے میں ایسے امر پر حاوی نہیں ہوگا جس کے بارے میں صوبائی کو بھی قوانین وضع کعنے کا اختیار ہو

۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت وفاق کا عاملانہ اختیار ان تمام امور پر حاوی ہوتا ہے جنہں کے بارے پارلیمنٹ کو قوانین وضع کعنے کا اختیار دیا گیا ہے اور جس میں پاکستان اور اس کے باہر کا علاقہ جات کے متعلق حقوق، اقتدار اور دائرہ اختیار کو بروئے کار لانا شامل ہے تاہم اس کے لئے یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ مذکورہ کسی ایسے امر پر حاوی نہیں ہوگا جس کے بارے میں صوبائی اسمبلی کو بھی قوانین وضع کرنے کا اختیار ہو۔ بالفاظ دیگر صوبوں کو بھی یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان امور کو بروئے کار لائیں جن کی اجازت صوبائی اسمبلی نے قانون کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے دے رکھی ہو۔

آرٹیکل ۹۸۔ ماتحت ہیئت ہائے مجاز کو کارہائے منصبی کی تفویض:

وفاقی حکومت کی سفارش پر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) قانون کے ذریعے وفاقی حکومت کے ماتحت عہدیداروں یا ہیئت ہائے مجاز کو کارہائے منصبی تفویض کر سکے گی

تشریح

اس دفعہ کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اس امر کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ وفاقی حکومت کی سفارز پر وفاقی حکومت کے تحت اداروں اور عہدے داروں کی کارکردگی کو عوام کی خواہشات کے مطابق بہتر بنایا جا سکے اور مفید مشورے بھی دیئے جا سکیں

آرٹیکل ۹۹۔ وفاقی حکومت کا انصرام کار:

۱۔ وفاقی حکومت کی کل عاملانی کارروائیوں کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ صدر کے نام کی گئی ہیں۔

۲۔ صدر قواعد کے ذریعے ان احکام اور دیگر دستاویزات کی توثیق کے طریقے کی صراحت کرے گا جو اس کے نام سے مرتب یا جاری کی گئی ہوں اور اس طرح توثیق شدہ کسی حکم یا دستاویز کے جواز پر کسی عدالت میں اس بنا پر اعتراض نہیں کیا جائے گا کی اس کو صدر نے مرتب یا جاری نہیں کیا تھا۔

۳۔ صدر وفاقی حکومت کے کام کی تقسیم اور انجام دہی کے لئے بھی قواعد مرتب کرے گا۔

تشریح

۱۔ آئین ایک ایسی دستاویز ہے جسے اگر سیاق وسباق کے ساتھ ملا کر نہ پڑھا جائے اس کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے نظام چاہیے پارلیمانی ہو کر صدارتی صدر کا عہدہ موجوہ ہوتا ہے چونکہ صدر جمہوریہ کے اتحاد کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے جو بھی احکامات یا فرامین جاری ہوتے ہیں وہ صدر کے نام سے جاری کئے جات ے ہیں۔ان کا صدر کی طرف سے جاری ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ صدر قواعد سے ذریعے ان احکام اور دیگر دستاویزات لہ توثیق کے طریقے کی بجی صراحت کرسکتا ہے جع اس کے نام سے مرتب جاری کی گئی ہوں اس طرح توثیق شدہ کسی حکم یا دستاویز کو کسی عدالت میں اس وجہ سے چیلنج نہیں کیا جا سکتا کہ

اسے صدر نے مرتب یا جاری نہیں کیا۔

۳۔اس تختی شق میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اسے صدر ملکی نظم ونسق کے سلسلے میں وفاقی حکومت کے کام کی تقسیم اور انجام دہی کے سلسلے میں قواعد وضوابط بھی مرتب کر سکتے ہیں اور ان پر عملدرآمد کرنا بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 100۔اٹارنی جنرل برائے پاکستان:

۱۔ صدر کسی ایسے شخص کو جو عدالت عظمیٰ کا جج بننے کا اہل ہو، پاکستان کا اٹارنی جنرل مقرر کرے گا۔

۲۔ اٹارنی جنرل صدر کی خوشنودی حاصل رہنے تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔

۳۔ اٹارنی جنرل کا یہ فرض ہوگا کہ وہ وفاقی حکومت کو ایسے قانونی معاملات مشورہ دے اور قانونی نوعیت کے ایسے دیگر فرائض انجام دے جو وفاقی حکومت کی طرف سے اسے حوالے کئے جائیں یا تفویض کئے جائیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں اسے پاکستان کی تمام عدالتوں اور ٹریبونلوں میں سماعت کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

۴۔ اٹارنی جنرل، صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدہ سے مستعفی ہو سکے گا۔

تشریح

اٹارنی جنرل قانون کا اعلیٰ ترین افسر ہوتا ہے وہ حکومت کو قانونی معاملات میں مشورے دیتا ہے اور وفاق پر قائم مقدمات کے سلسلے میں سرکار کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ عہدہ لائق ترین وکلا کو دیا جاتا ہے۔

۱۔صدر کو اس دفعہ کے تحت ایسے شخص کو اس عہدے پر فائز کرنے کا اختیار حاصل ہے جو عدالت عظمیٰ کا جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو یعنی اس کی تقرری کی تمام تر شرائط وہی

ہیں جو عدالت عظمیٰ کے جج کے لئے مقرر ہیں۔

۲۔ اٹارنی جنرل کا تقرر چونکہ صدر مملکت کرتے ہیں اس لئے وہ اس وقت تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے جب تک کہ اسے صدر مملکت کی خوشنودی حاصل رہے۔

۳۔ اٹارنی جنرل کے فرائض منصبی میں یہ شامل ہے کہ جب بھی وفاقی حکومت کسی قانونی معاملے میں اس سے مشورہ مانگے تو وہ مشورہ دے یا قانونی معاملات کے سلسلے میں کوئی بھی فریضہ انجام دینا اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ وہ وفاق پر قائم مقدمات کے سلسلے میں وفاقی سطح پر یا صوبائی سطح پر یا ٹریبونلوں میں حکومت کی نمایندگی کرے اور عدالت کے جج صاحبان کو مطلوبہ معلومات فراہم کرے۔

۴۔ اٹارنی جنرل جب خود کو فرائض منصبی کی انجام دہی کے اہل نہ سمجھے یا کسی اور وجہ سے اس عہدے پر کام نہ کر سکے تو وہ اپنا استعفیٰ لکھ کر صدر کو بھیجے تا کہ معمولی کی کارروائی کی جا سکے اور نئے اٹارنی جنرل کا تقرر جلد عمل میں لایا جا سکے۔ دستور کے تحت اٹارنی جنرل قومی اسمبلی یا اس کی کسی کمیٹی کی کارروائی میں حصہ لینے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن اسے ووٹ دینے کا اختیار حاصل نہیں کیوں کی وہ اسمبلی کا رکن نہیں ہوتا۔

.....

حصہ چہارم

صوبے

باب ا

گورنر

آرٹیکل 101 ۔ گورنر کا تقرر:

۱۔ ہر صوبے کے لئے ایک گورنر ہوگا جسے صدر (وزیر اعظم، کے ساتھ مشورے کے بعد)مقرر کرے گا۔

۲۔ کسی شخص کو بجز اس کے کی وہ قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کا اہل ہو، اور پینتیس سال سے کم عمر کا نہ ہو، کسی صوبے کا گورنر مقرر نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ گورنر، صدر کی خوشنودی حاصل رہنے تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا (اور ایک مشاہرے، بھتوں اور مراعات کا مستحق ہوگا جو صدر متعین کرے)۔

۴۔ گورنر، صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

۵۔ صدر کسی گورنر کے کارہائے منصبی کی (کسی اتفاقی صورت میں جس کی بابت اس حصہ میں حکم وضع نہ کیا گیا ہو)۔ انجام دہی کے لئے ایسے احکام وضع کر سکے گا جو موزوں سمجھے۔

تشریح

۱۔ ہر صوبے کا انتظامی اختیار گورنر کو حاصل ہے۔ اسے صدر پاکستان وزیر اعظم کے مشورے کے بعد مقرر کریں گے۔ گویا اب صدر وزیر اعظم کے مشورے کے بغیر گورنر کا تقرر نہیں کر سکتا۔ گورنر کا میعاد عہدہ مقرر نہیں ہے۔

۲۔ صرف وہی شخص گورنر عہدے پر فائز ہو سکتا ہے جو قومی اسمبلی کا رکن بننے کی

اہلیت رکھتا ہو اور جس کی عمر 35 سال سے کم نہیں ہونی چاہیے۔

۳۔ گورنر صرف اسی وقت تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے جب تک کہ اسے صدر کی خوشنودی حاصل رہے۔ گورنر کے لئے پاکستان کا شہری ہونا بھی ضروری ہے۔

۴۔ گورنر کسی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یا بیمار ہو وہ اپنا استعفیٰ صدر کو اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے بھیج سکتا ہے۔

۵۔ صدر مملکت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مندرجہ بالا امور کی انجام دہی کے علاوہ جن امور کی ادائیگی گورنر کے ذریعے ضروری سمجھیں حکم دے سکتے ہیں۔

آرٹیکل 102۔ عہدے کا حلف:

گورنر عہدے پر فائز ہونے سے قبل، عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے سامنے، جدول سوم میں درج شدہ عبارت میں حلف اٹھائے گا۔

تشریح

دیگر اعلیٰ عہدے داروں کی طرح گورنر اپنے عہدے کا چارج لینے سے پہلے جدول سوم میں درج شدہ عبارت کے مطابق اپنے عہدے کا حلف اٹھائے گا۔ گورنر سے حلف صوبہ کی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس لیتے ہیں۔ حلف کے الفاظ تقریباً وہی ہوتے ہیں جو صدر یا وزیراعظم کے حلف میں درج ہیں۔ ماسوائے اس کے کہ مسلمان ہونے کی شرط سے متعلق الفاظ گورنر کے حلف میں شامل نہیں کئے گئے۔ آئینی ماہرین کو اس جانب بھی توجہ دینی چاہیے تھی۔

آرٹیکل 103 گورنر کے عہدے کی شرائط:

۱۔ گورنر پاکستان کی ملازمت میں کوئی صنعت بخش عہدہ یا کوئی دوسری ایسی حیثیت قبول نہیں کرے گا جو خدمت کی انجام دہی کیصلہ میں معاوضہ کے حق کی حاصل ہو۔

۲۔ گورنر مجلس شوریٰ یا کسی صوبائی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے انتخاب کا امیدوار

نہیں ہوگا اور اگر مجلس شوریٰ یا جیسی بھی صورت ہو صوبائی اسمبلی میں اس کی نشست اس دن خالی ہو جائے گی جس دن وہ اپنے عہدے پر فائز ہوگا۔

تشریح

۱۔اس دفعہ کے تحت گورنر کی تقرری کی بعض شرائط کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ یعنی وہی شخص صوبے کا گورنر مقرر ہو سکتا ہے جو ملک کے کسی ادارے میں کسی منفعت بخش عہدے پر فائز نہ ہو اور نہ ہی کسی ایسی شخصیت کا حامل ہو جس میں خدمات کا معاوضہ ادا کیا جاتا ہو یعنی کسی بھی نفع بخش عہدے کے ہوتے ہوئے گورنر کا عہدہ نہیں سنبھالا جا سکتا۔

۲۔گورنر مجلس شوریٰ کے کسی ایوان کا رکن نہیں ہوگا اگر کوئی شخص کسی ایوان کا خواہ وہ مرکزی ہو یا صوبائی رکن ہے تو گورنر ہونے کی صورت میں اپنا عہدہ سنبھالنے کی تاریخ پر اسے مستعفی ہونا پڑے گا اور جو نشست وہ چھوڑے گا وہ خالی متصور ہوگی اور اس پر انتخاب کرایا جانا لازمی ہوگا۔

ستمبر 1976ء میں آئین میں جو پانچویں ترمیم کی گئی تھی اس کی رو سے قرار پایا تھا کہ کوئی شخص اس صوبہ میں بطور گورنر تعینات نہیں کیا جا سکتا جس میں وہ رہائش پذیر ہو۔تاہم اس شق کو مشروط کر دیا گیا اس پر عملدرآمد نئے آئین کے تحت منعقد ہونے والے پہلے عام انتخابات کے بعد ہوگا۔آئین کی اس شق میں ترمیم کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گورنر کی مقامی طور پر کوئی وابستگی نہ ہوتا کہ وہ بغیر کسی دباؤ کے آزادانہ طور پر اپنے فرائض انجام دے سکے۔1985 میں آٹھویں ترمیم کے بعد اس شق کو حذف کر دیا گیا۔

آرٹیکل 104۔قائم مقام گورنر:

جب گورنر پاکستان سے غیر حاضر ہو یا کسی وجہ سے اپنے عہدے کے کارہائے منصبی کی انجام دہی کے قابل نہ ہو۔تو کوئی ایسا دوسرا شخص جسے صدر حکم دے قائم

مقام گورنر کے طور پر کام کرے گا۔

تشریح

دفعہ مذکورہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر گورنر سرکاری طور پر غیر ملکی دورے پر ہو یا بیمار ہو یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو صدر کی ہدایت پر کسی دوسرے شخص کو اس عہدے پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ آئین میں ایسے شخص کے لئے کوئی ہدایت مذکور نہیں کہ نفع بخش عہدے پر فائز شخص قائمقام گورنر مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

آرٹیکل 105۔ گورنر مشورے وغیرہ پر عمل کرے گا:

۱۔ دستور کے تابع، اپنے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں گورنر کابینہ یا وزیر اعلیٰ کے مشورے کے مطابق عمل کرے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ گورنر کابینہ یا جیسی بھی صورت ہو، وزیر اعلیٰ کو مذکورہ مشورہ، عام طور پر یا بصورت دیگر، دوبارہ غور کرنے کا حکم دے سکے گا اور گورنر مذکورہ دوبارہ غور کے بعد دیئے ہوئے مشورے کے مطابق عمل کرے گا۔

۲۔ اس سوال کی کہ آیا کوئی، اور اگر ایسا ہے تو کیا، مشورہ وزیر اعلیٰ یا کابینہ نے گورنر کو دیا تھا۔ کسی عدالت، ٹریبونل یا دیگر ہیئت مجاز یا اس کی طرف سے تفتیش نہیں کی جائیگی۔

۳۔ جبکہ گورنر صوبائی اسمبلی کو توڑ دے تو وہ اپنی صوابدید پر، لیکن صدر کی ماقبل منظوری سے نگران کابینہ مقرر کرے گا۔

۴۔ اس آرٹیکل کی رو سے صدر کو عطا شدہ اختیارات اس کی اپنی صوابدید کے مطابق استعمال کئے جائیں گے۔

۵۔ آرٹیکل 48 کی شق ۲ کے احکام کسی گورنر کے سلسلے میں اس طرح موثر ہوں گے گویا کہ ان میں صدر کا حوالہ گورنر کا حوالہ ہو۔

تشریح

۱۔ آئین کی اس شق کے تحت گورنر کو اس بات کا پابند دیا گیا ہے کہ وہ کابینہ یا وزیراعلیٰ کے مشورے پر عمل کرے گا، بشرطیکہ ان کا یہ عمل آئین کے تحت ہو، ۲ مارچ 1985ء کی آئینی ترمیم کے مطابق گورنر کابینہ یا وزیراعلیٰ کو اپنے مشورے پر نظرثانی کیلئے کہہ سکتا ہے لیکن پھر گورنر مشورے کا پابند ہوگا۔

۲۔ اس شق میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ گورنر کو کابینہ یا وزیراعلیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے کسی مشورہ کو چیلنج نہیں کیا جاسکے گا اور نہ ہی اس ضمن میں کسی قسم کی کوئی تحقیق ہوگی۔

۳۔ اگر گورنر اپنی صوابدید پر صوبائی اسمبلی کو توڑ دے تو پھر اس پر یہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ صوبائی نظم ونسق چلانے کے لئے صدر کی منظوری حاصل کرنے کے بعد نگران کابینہ مقرر کرے۔ اگرچہ گورنر کو نگران کابینہ بنانے کا اختیار دیا گیا ہے لیکن آئین میں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ نگران کابینہ کا سربراہ وزیراعلیٰ ہوگا یا کوئی سینئر وزیر۔

۴۔ اس شق کے تحت گورنر اپنا صوابدیدی اختیار ایسی صورت حال کیوقت استعمال کرسکتا ہے جو صورتحال صدر کو قومی اسمبلی توڑنے کے لئے پیدا ہو۔

۵۔ دفعہ 48 کی شق 2 کے احکام کسی گورنر کے سلسلے میں اس طرح ہی موثر قرار پائیں گے گویا کہ ان میں صدر کا حوالہ گورنر کا حوالہ ہو۔

آئین میں یہ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ وزیراعلیٰ آئین کے آرٹیکل 130 ۲، ۷، اور ۳ کے تحت اعتماد کا ووٹ حاصل کرے گا۔ اگر وزیراعلیٰ آرٹیکل 130 ۳ کے تحت اعتماد کا ووٹ حاصل نہیں کر چکا تو گورنر انہیں اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے لئے کہہ سکتا ہے۔

گورنر کا وقتاً فوقتاً اسمبلی کا اجلاس بلانے، مقام اور وقت کا تعین کرنے، اجلاس کو

ملتوی کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔صدر کی طرح گورنر بھی صوبائی اسمبلی سے خطاب کر سکتے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے ارکان اسمبلی کو حاضر ہونے پر پابند کر سکتے ہیں۔صدر کی طرح گورنر آرڈیننس بھی جاری کر سکتے ہیں لیکن اسمبلی کے اجلاس شروع ہونے پر آرڈیننس کو اسمبلی میں پیش کرنا لازمی ہے تا کہ اسمبلی کی منظوری سے گورنر کا جاری کردہ آرڈیننس قانون بن جائے۔گورنر کسی ایسے فرد کو جو ہائی کورٹ کا جج بننے کا اہل ہو ایڈووکیٹ جنرل مقرر کر سکتے ہیں۔ایڈووکیٹ جنرل گورنر کی خوشنودی تک اپنے عہدے پر قائم رہ سکتا ہے۔

باب 2

صوبائی اسمبلیاں

آرٹیکل نمبر 106 ۔صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل:

۱، ہر ایک صوبائی اسمبلی عام نشستوں اور خواتین اور غیر مسلموں کے لئے مخصوص نشستوں پر مشتمل ہوگی جس طرح کہ ذیل میں صراحت کی گئی ہے۔

علاقہ	عام نشستیں
بلوچستان	51
شمال مغربی سرحدی صوبہ	99
صوبہ پنجاب	297
صوبہ سندھ	130

خواتین کی نشستیں	اقلیتی نشستیں	کل نشستیں
11	3	65
22	3	124
66	8	371
29	9	168

۲۔کسی شخص کو ووٹ دینے کا حق ہوگا اگر

الف وہ پاکستان کا شہری ہو۔

ب ۔وہ اٹھارہ سال سے کم عمر کا نہ ہو۔

ج ۔اس کا نام صوبے میں کسی علاقے کی انتخابی فہرست میں درج ہو، اور

و ۔اسے کسی مجاز عدالت کی طرف سے فاتر العقل قرار نہ دیا گیا ہو۔

۳۔کسی صوبائی اسمبلی کے انتخاب کی غرض کے لیے۔

الف عام نشستوں کے لیے انتخابی حلقے ایک رکنی علاقائی حلقے ہوں گے اور مذکورہ

نشستوں کو پر کرنے کے لئے ارکان بلاواسطہ اور آزادانہ ووٹ کے ذریعے منتخب کئے جائیں گے۔

ب۔شق ا کے تحت متعلقہ صوبوں کے لیے تعین کردہ خواتین اور غیر مسلموں کے لیے مخصوص تمام نشستوں کے لیے ہر ایک صوبہ واحد انتخابی صوبہ ہوگا۔

ج۔شق ا کے تحت کسی صوبہ کے لیے تعین کردہ خواتین اور غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستوں کو پر کرنے کے لئے ارکان قانون کے مطابق سیاسی جماعتوں کے امیدواروں کی فہرست سے متناسب نمائندگی کے نظام کے ذریعے صوبائی اسمبلی میں ہر ایک سیاسی جماعت کی طرف سے حاصل کردہ عام نشستوں کی کل تعداد کی پانچ فیصد سے کم نشستیں حاصل کرنیوالی کوئی سیاسی جماعت خواتین اور غیر مسلموں کے لیے مخصوص کسی نشست کی مستحق نہیں ہوگی۔اور

۴۔دفعات ۴، ۵، ۶، بروئے لیگل ورک آرڈر ۲۰۰۲ء مجریہ ۲۱ اگست ۲۰۰۲ کے مطابق حذف کردی جائیں گی۔

تشریح

صوبائی اسمبلی کی نشستوں میں اضافہ اس لئے ناگزیر ہوگیا تھا کہ 1997ء کے عام انتخاب 1981ء کی مردم شماری کے مطابق منعقد کئے گئے تھے، اس بناء پر جب 1998ء میں مردم شماری ہوئی تو آبادی کے دوگنا سے بھی زیادہ ہونے کی وجہ سے حکومت کو صوبائی نشستوں میں آبادی کے تناسب سے اضافہ کرنا پڑا۔

مرکز قومی اسمبلی کی طرح ملک کے چاروں صوبوں میں بھی صوبائی اسمبلی کی تشکیل کی گنجائش رکھی گئی ہے۔صوبائی اسمبلی کی تشکیل منتخب ارکان پر مشتمل ہوتی ہے۔انکا انتخاب بلاواسطہ اور آزاد ووٹ کے زریعے ہوتا ہے۔آئین میں صوبہ وار جتنی نشستیں مختص کی گئی ہیں ان کی تعداد یہ ہے:

بلوچستان 65 شمال مغربی سرحد صوبہ 124 پنجاب 371 سندھ 168

۲۔ پاکستان میں مقیم ہر شخص ان شرائط کے ساتھ ووٹ دینے کا حق رکھتا ہے۔

الف وہ پاکستان کا شہری ہو۔

ب اس کی عمر 18 سال سے کم نہ ہو۔

ج۔ اس کا نام صوبے میں کسی علاقے کی انتخابی فہرست میں درج ہو اور اسے کسی مجاز عدالت کی جانب سے فاتر العقل قرار نہ دیا گیا ہو۔

۳۔ جہاں تک خواتین اور غیر مسلموں کے انتخاب کا تعلق ہے تو کوئی سیاسی جماعت جس نے انتخاب میں 5 فیصد سے کم نشستیں حاصل کی ہوں گی، کسی نشست کی حقدار نہیں ہوں گی اور ان کا انتخاب متناسب نمائندگی کے نظام کے تحت ہوگا۔

آرٹیکل 107۔ صوبائی اسمبلی کی میعاد: کوئی صوبائی اسمبلی اگر وہ قبل از وقت توڑ نہ دی جائے، اپنے پہلے اجلاس کی تاریخ سے پانچ سال کی میعاد تک برقرار رہے گی اور اپنی میعاد کے اختتام پر ٹوٹ جائیگی۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت صوبائی اسمبلی کی میعاد پانچ سال مقرر ہے اس لئے آئینی میعاد سے پہلے صوبائی اسمبلی توڑنے کی آئین کے تحت معقول، جائز اور واضح وجوہات ہونی چاہییں۔ تاہم اپنی میعاد پورا ہونے پر یہ ٹوٹ جائے گی اور نئی اسمبلی کی تشکیل کے لیے نئے انتخابات کرانا ہوں گے اور نئی اسمبلی پہلی اسمبلی کی بقیہ میعاد کو پورا کرنے کے بعد ہی ختم ہوگی۔

آرٹیکل 108۔ اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر:

کسی عام انتخاب کے بعد کوئی صوبائی اسمبلی اپنے پہلے اجلاس میں بہ اخراج کسی دیگر کام کے، اپنے ارکان میں سے ایک اسپیکر اور ایک ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب کرے گی اور جتنی بار بھی اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے۔ وہ اسمبلی کسی اور رکن کو بطور اسپیکر یا جیسی بھی صورت ہو، ڈپٹی اسپیکر منتخب کرے گی۔

تشریح

قومی اسمبلی کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے انتخاب کی طرح ہر صوبائی اسمبلی پر لازم ہے کہ وہ کوئی اور کاروائی نہ کرے ماسوائے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے انتخاب کے طریق کار کے مطابق سب سے پہلے ارکان صوبائی اسمبلی حلف وفاداری اٹھاتے ہیں اور اس کے بعد خفیہ رائے دہی یا ہاتھ اٹھا کر اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب کرتے ہیں۔نئی اسمبلی کے معرض وجود میں انے تک اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ کسی وجہ سے خالی ہو جائے تو اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب فوری طور پر عمل میں لایا جاتا ہے۔

اسمبلی کا رکن نہ رہنے کی صورت میں اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کو فورا اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑے گا۔اسمبلی کی ایسی قرارداد کے ذریعے جو اسمبلی کے ارکان کی اکثریت سے منظور کی گئی ہو اس کے عہدے سے علیحدہ کیا جا سکے۔مزید شرط یہ ہے کہ جب کوئی اسمبلی توڑ دی جائے تو ٹوٹ جانیکے بعد اسمبلی کی پہلی نشست کے عین قبل تک اسپیکر اپنا عہدہ خالی نہیں کرے گا۔

آرٹیکل 109۔صوبائی اسمبلی کا اجلاس طلب اور برخاست کرنا:

گورنر وقتاً فوقتاً

الف۔صوبائی اسمبلی کا اجلاس ایسے وقت اور مقام پر طلب کر سکے گا جسے وہ مناسب خیال کرے اور

ب۔صوبائی اسمبلی کا اجلاس برخاست کر سکے گا۔

تشریح

الف۔جس طرح قومی اسمبلی کا اجلاس طلب اور برخاست کرنے کا حق صدر مملکت کو حاصل ہے اسی طرح آئین نے صوبائی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے اور برخاست کرنے کا حق بھی گورنر کو دیا ہے۔ہنگامی صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر صوبائی اسمبلی کے ارکان کی ایک چوتھائی اکثریت اسمبلی کا اجلاس بلانا چاہے تو

ان کو تحریری طور پر گورنر کو اس جانب متوجہ کرنا پڑے گا۔

ب۔ گورنر کو صوبائی اسمبلی کا اجلاس برخاست کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔

آرٹیکل 110۔ گورنر کا صوبائی اسمبلی سے خطاب کرنے کا اختیار: گورنر صوبائی اسمبلی سے خطاب کر سکے گا اور اس مقصد کیلئے ارکان کی حاضری کا حکم دے سکیگا۔

تشریح

گورنر کو صوبائی اسمبلی کے ارکان سے خطاب کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ اس ضمن میں گورنر تمام ارکان اسمبلی کو خطاب کے دران میں حاضر رہنے کا حکم بھی دے سکتا ہے۔ ہنگامی صورت حال کے پیش نظر بھی گورنر اسمبلی سے خطاب کر سکتا ہے۔

کینیڈا کے لیفٹیننٹ گورنروں اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت گورنروں کی صدر کی طرح ہند یونین کے دستور کی رو سے گورنر کا فریضہ خصوصی ہے کہ وہ یونین حکومت کی ہدایتوں اور احکام کی پوری پوری تعمیل کرے اور اس پر خاص توجہ دے۔

آرٹیکل 111۔ صوبائی اسمبلی میں تقریر کا حق:

ایڈووکیٹ جنرل کو صوبائی اسمبلی یا اس کی کسی کمیٹی میں، جس کا اسے رکن نامزد کر دیا جائے، تقریر کرنے اور بصورت دیگر اس کی کاروائی میں حصہ لینے کا حق ہوگا، لیکن اس آرٹیکل کی رو سے وہ ووٹ دینے کا مستحق نہ ہوگا۔

تشریح

جس طرح وفاق میں اٹارنی جنرل کے عہدے کی نوعیت غیر سیاسی ہوتی ہے اسی طرح صوبے میں ایڈووکیٹ جنرل کا عہدہ بھی غیر سیاسی ہوتا ہے۔ اس کی تقرری گورنر کرتا ہے اور وہ اس وقت تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے جب تک کہ اسے متعلقہ صوبے کے گورنر کی خوشنودی حاصل رہے۔ اس کی تقرری کے لیے ضروری

ہے کہ وہ ہائی کورٹ کے جج کی اہلیت کا حامل ہے۔ پاکستان کا شہری ہو، ہائی کورٹ کا جج رہا ہو، صوبائی اسمبلی میں اگر کوئی خاص کمیٹی قائم کیجائے اور گورنر اس کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے اس کی نامزدگی کرے تو ایڈووکیٹ جنرل کو صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں تقریر کرنے اور اس کمیٹی کی کاروائی میں حصہ لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے جس کے لیے اس کی نامزدگی کی گئی ہو، تاہم ایڈووکیٹ جنرل کسی بھی صورت میں کسی اہم مسئلے پر یا کسی عام مسئلے پر ووٹ دینے کا مجاز نہیں۔

آرٹیکل 112۔ صوبائی اسمبلی کو توڑ دینا:

اگورنر صوبائی اسمبلی کو توڑ دے گا اگر وزیر اعلیٰ اسے ایسا مشورہ دے اور صوبائی اسمبلی بجز اس کے کہ اس سے قبل توڑ دی گئی ہو، وزیر اعلیٰ کی طرف سے ایسا مشورہ دیے جانے کے بعد اڑتالیس گھنٹوں کے خاتمے پر ٹوٹ جائیگی۔

تشریح

اس آرٹیکل میں وزیر اعلیٰ کیحوالے سے یہ معنی اخذ نہیں کئے جائیں گے کہ اس میں کسی ایسے وزیر اعلیٰ کا حوالہ شامل ہے جس کے خلاف صوبائی اسمبلی میں عدم اعتما کے ووٹ کو کوئی قرار داد منظور ہوگئی ہو یا جو آرٹیکل 134 کی شق ۲ کے بموجب عہدے پر برقرار ہو یا کوئی صوبائی گورنر جو آرٹیکل 135 کی شق ایا شق ۳ کے تحت وزیر اعلیٰ کے کارہائے منصبی انجام دے رہا ہو۔

۲۔ گورنر بھی اپنی صوابدید پر، لیکن صدر کی ماہ قبل منظوری کے یا بع، صوبائی اسمبلی کو توڑ سکے گا جبکہ اس کی رائے میں۔۔۔

الف۔ وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ منظور کئے جانے کے بعد، صوبائی اسمبلی کے کسی رکن کا دستور کے احکام کے مطابق صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد رکھنے کا امکان نہ ہو جس طرح کہ اس غرض سے بلائے گئے صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں معلوم ہو ہو، یا

ب ۔ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہو جس میں صوبے کی حکومت دستور کے احکام کے مطابق چلائی نہ جاسکتی ہو اور انتخابات کنندگان سے فیصلہ چاہنا ضروری ہو۔

۳۔گورنر شق ۲ کے پیراگراف ب کے تحت صوبائی اسمبلی کے ٹوٹنے کی صورت میں ٹوٹنے کے 15 دن کے اندر صدر کی ماقبل منظوری کے ساتھ معاملہ عدالت عظمی میں پیش کرے گا جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کی تشریح صدر کے اسمبلی توڑنے کے اختیارات میں کردی گئی ۔صدر کی طرح گورنر کو بھی اسمبلی توڑنے کے روز سے 15 دنوں کے اندر صدر کی منظوری کیساتھ ایک ریفرنس سپریم کورٹ کو بھجوانا ہوگا اور سپریم کورٹ اس ریفرنس کا فیصلہ تیس دنوں کے اندر کرے گی جو حتمی اور فوری طور پر نافذالعمل ہوگا اور اسے کسی عدالتی فورم میں چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔

ا۔جب بھی کسی صوبے میں ایسی صورت حال پیدا ہوجائے کہ آئین پر عملدرآمد نہ ہورہا ہو تو گورنر متعلقہ صوبے کے وزیراعلی کی ایڈوائس پر اسمبلی توڑ سکتا ہے۔، وزیراعلیٰ کے مشورے کے اڑتالیس گھنٹوں کے بعد اگر گورنر اسمبلی نہ بھی توڑیں تو از خود ٹوٹ جائیگی ۔اس دفعہ میں وزیراعلیٰ کے حوالے سے یہ معنی اخذ نہیں کئے جائیں گے کہ اس میں کسی ایسے وزیراعلیٰ کا حوالہ شامل ہے جس کے خلاف صوبائی اسمبلی میں عدم اعتماد کے ووٹ کی کسی قرارداد کا نوٹس دے دیے گیا ہو لیکن اس پر رائے دہی نہ کی گئی ہو یا جس کے خلاف عدم اعتماد کے ووٹ کی کوئی قرارداد منظور ہوگئی ہو یا جو آرٹیکل 134 کی شق ۲ کے بموجب عہدے پر برقرار ہو یا کوئی صوبائی وزیر جو دفعہ 135 کی شق ۳ کے تحت وزیراعلیٰ کے کارہائے منصبی انجام دے رہا ہو۔

۲۔گورنر بھی اپنی صوابدید پر لیکن صدر کی ماقبل منظوری کے تابع صوبائی اسمبلی توڑ سکے گا جب کہ اس کی رائے میں:

الف ۔ وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ منظور کئے جانے کے بعد صوبائی اسمبلی کے کسی رکن کا دستور کے احکام کے مطابق صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد رکھنے کا امکان نہ ہو جس طرح کہ اس غرض سے ملائے گئے صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں معلوم ہوا ہو یا

ب ۔ ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہو جسمیں صوبے کی حکومت دستور کے احکام کے مطابق چلائی نہ جاسکتی ہو اور انتخاب کنندگان سے فیصلہ چاہنا ضروری ہو۔ تاہم گورنر کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ بلا جواز اسمبلی توڑ دے ۔ MLD 431 علاوہ ازیں اگر عدم اعتماد کا نوٹس آ جائے تو وزیر اعلیٰ اسمبلی توڑنے کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ تاہم اگر حالات واقعتاً ایسے ہو گئے ہوں کہ انتظامیہ دستور کے مطابق حکومت نظم و نسق نہ چلا سکتی ہو تو گورنر اسمبلی توڑنے کا مجاز ہے۔(PLD 1991 kr-)

آرٹیکل 113۔ صوبائی اسمبلی کی رکنیت کے لیے اہلیت اور نا اہلیت: آرٹیکل 62 اور 63 میں مندرج اسمبلی کی رکنیت کے لئے اہلیت اور نا اہلیت کا کسی صوبائی اسمبلی کے لیے بھی اس طرح اطلاق ہوگا کہ گویا کہ اس میں قومی اسمبلی کا حوالہ صوبائی اسمبلی کا حوالہ ہو۔

تشریح

آئین کی دفعہ 62 کے تحت کوئی بھی شخص اس وقت تک اسمبلی کا رکن نہیں بن سکتا جب تک وہ ایماندار اور سچا نہ ہو۔ اس آرٹیکل میں صدارتی فرمان کے ذریعے ترمیم کر دی گئی ہے۔ ترمیم سے پہلے اس دفعہ میں صوبائی اسمبلی کے رکن کی اہلیت بیان کر دی گئی تھی تاہم ترمیم کے بعد اہلیت کے ضمن میں بھی احکام جاری کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں صوبائی اسمبلی کے کسی رکن کی اہلیت اور نا اہلیت کے لیے آئین کی دفعہ 62 دفعہ 63 میں قومی اسمبلی کے رکن کی اہلیت اور نا اہلیت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کا اطلاق اس پر بھی ہوگا۔

آرٹیکل 114۔صوبائی اسمبلی میں بحث پر پابندی: کسی صوبائی اسمبلی میں عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کے اپنے فرائض کی انجام دہی میں طرز عمل کے بارے میں کوئی بحث نہیں ہوگی۔

تشریح

اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کیگئی ہے کہ صوبائی اسمبلی میں سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج صاحبان کے کردار اوران کے کئے گئے فیصلوں پر کوئی بحث نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر ایسا ہوجائے تو پھر عدالتوں کا احترام ختم ہوجائیگا۔

آرٹیکل 115۔مالی امداد کیلئے صوبائی حکومت کی رضامندی ضروری ہوگی:

ا۔کسی مالی بل یا کسی بل یا ترمیم کو جو وضع اور نافذ العمل ہوجائے تو صوبائی مجموعی فنڈ سے اخراجات یا صوبے کے سرکاری حسابات میں سے رقم کی بازخواست کا باعث ہوصوبائی اسمبلی میں پیش نہیں کیا جائے گا یا اس کی تحریک نہیں کی جائے گی۔ بجز اس کے کہ صوبائی حکومت اسے پیش کرے یا اس کی تحریک کرے یا اس کی رضامندی سے ایسا کیا جائے۔

۲۔اس آرٹیکل کی اغراض کے لئے کسی بل یا ترمیم کو مالی بل تصور کیا جائے گا اگر اس میں شامل احکام کا تعلق مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک یا تمام معاملات سے ہو، یعنی:

الف۔کسی محصول کا عائد کرنا۔منسوخ کرنا، اس میں تخفیف کرنا، کمی بیشی کرنا یا اسے منضبط کرنا۔

ب۔صوبائی حکومت کی جانب سے رقم بطور قرض لینا یا کوئی ضمانت دینا یا اس حکومت کی مالی ذمہ داریوں کی بابت قانون میں ترمیم۔

ج۔صوبائی مجموعی فنڈ کی تحویل، اس میں رقوم کی ادائیگی یا اس میں سے رقوم کا اجرا۔

د۔صوبائی مجموعی فنڈ پر کوئی وجوب عائد کرنا یا کسی ایسے وجوب کو منسوخ کرنا یا اس میں کوئی تبدیلی کرنا۔

ہ۔صوبائی عوامی حساب کے ضمن میں رقوم کی وصولی، اس کی نگرانی یا ان میں سے خرچ کرنا۔

و۔ درج بالا پیروں میں جن امور کی وضاحت کی گئی ہے اس سے متعلقہ کوئی معاملہ۔

۳۔اگر کوئی بل مندرجہ ذیل امور سے متعلقہ ہوگا تو اسے مالی بل تصور نہ کیا جائے گا۔

الف کوئی جرمانہ یا دیگر مالی تعزیر عائد کرنے یا اس میں تبدیلی کرنے سے متعلق یا کسی لائسنس فیس یا کسی انجام دی گئی خدمت کی فیس یا خرچ کے مطالبے یا ادائیگی سے متعلق ہو۔

ب۔مقامی ضروریات کے تحت کسی مقامی اتھارٹی یا ادارے کی طرف سے کوئی محصول عائد کرنے، منسوخ کرنے یا اس میں تخفیف کرنے یا اسے باضابطہ بنانے سے متعلق ہو۔

۴۔اس دفعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کسی بل کے بارے میں یہ پتہ نہ چلے کہ یہ مالی بل ہے یا کہ نہیں تو اس صورت میں صوبائی اسمبلی کے اسپیکر سے رجوع کر کے مدد لی جاسکتی ہے تاہم اس کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

۵۔ ہر مالی بل پر گورنر کی منظوری حاصل کرنا لازمی ہوتی ہے اس صورت میں اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ کہ متعلقہ بل گورنر کو بھیجنے سے پہلے کے دستخط شدہ سرٹیفکیٹ بھی اس سے منسلک کر دیا گیا ہے یا کہ نہیں۔اس سرٹیفکیٹ میں سپیکر کو اس بات کی نشاندہی کرنا ہوگی کہ یہ مالی بل ہے اور ایسی سند تمام اغراض کے لیے حتمی ہوگی اور اور پر کوئی اعتراض میں کیا جا سکے گا۔ 1956ء کے دستور میں بھی یہ ذیلی

شق موجود تھی۔

آرٹیکل 116۔بلوں کے لئے گورنر کی منظوری:

ا۔جب صوبائی اسمبلی کسی بل کو منظور کر لے تو اسے گورنر کی منظوری کے لیے پیش کیا جائیگا۔

۲۔جبکہ کوئی بل گورنر کو منظوری کے لیے پیش کیا جائے۔تو گورنر تیس دن کے اندر۔

الف۔بل کی منظوری دے دے گا،یا

ب۔کسی ایسے بل کی صورت میں جو مالی بل نہ ہو۔بل کو اس پیغام کے ساتھ صوبائی اسمبلی کو واپس کر دے گا کہ بل پر،اس کے کسی مصرحہ حکم پر دوبارہ غور کیا جائے اور یہ کہ پیغام میں مصرحہ کسی ترمیم پر غور کیا جائے۔

۳۔جبکہ گورنر نے کوئی بل صوبائی اسمبلی کو واپس بھیج دیا ہو،تو اس پر صوبائی اسمبلی دوبارہ غور کرے گی اور اگر صوبائی اسمبلی اسے صوبائی اسمبلی کے حاضر اور ووٹ دینے والے ارکان کی اکثریت کے ووٹوں سے،ترمیم کیساتھ یا بلا ترمیم،دوبارہ منظور کرے،تو اسے دوبارہ گورنر کو پیش کیا جائے گا اور گورنر اس کی منظوری نہیں روکے گا۔

۴۔جبکہ گورنر نے کسی بل کی منظوری دے دی ہو تو وہ قانون بن جائیگا اور صوبائی اسمبلی کا ایکٹ کہلائیگا۔

۵۔کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی ایکٹ اور کسی ایسے ایکٹ کا کوئی حکم محض اس وجہ سے باطل نہیں ہوگا کہ دستور کے تحت مطلوبہ کوئی سفارش،ماقبل منظوری یا رضامندی نہیں دی گئی تھی اگر مذکورہ ایکٹ کی دستور کے مطابق منظوری دی گئی ہو۔

تشریح

ا۔جب کوئی بل صوبائی اسمبلی سے منظور ہو جائے تو جب تک گورنر کی حتمی منظوری نہ لی جائے تو یہ بل نافذ العمل نہیں ہوسکتا لہذا گورنر کی منظوری لینا اشد ضروری ہے۔

۲۔ جب کوئی بل حتمی منظوری کے لیے گورنر کو پیش کیا جائے گا تو وہ تیس روز آٹھویں ترمیم سے قبل یہ مدت سات دن تھی، کے اندر الف اس بل کی منظوری دے دے گا، یا

ب۔ اگر وہ بل مالی نہ ہو تو صوبائی اسمبلی کو گورنر اس پیغام کے ساتھ واپس کر دے گا کہ وہ اس بل پر یا اس میں مصرحہ توضیعات پر مکرر غور کرے اور خاص طور پر اس پر غور کرے کہ ایسی ترمیمات جن کی وہ اپنے پیغام میں سفارش کرے اس قابل ہیں کہ انہیں پیش کیا جائے اور جب کوئی بل اس طرح واپس ہو گا۔

۳۔ صوبائی اسمبلی اس بل پر مکرر غور کرے گی اور اگر وہ بل اسمبلی سے ترمیم کے ساتھ یا بلا ترمیم منظور ہو جائے اور گورنر کے پاس منظوری کے لیے پیش ہو تو گورنر اسے نہیں روکے گا۔

۴۔ گورنر کی منظوری دینے کی صورت میں متعلقہ بل کو قانون کی حیثیت حاصل ہو جائیگی اور وہ صوبائی اسمبلی کا ایکٹ کہلائے گا۔

۵۔ کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی ایکٹ اور کسی ایسے ایکٹ کا کوئی حکم، محض اس بنا پر باطل نہیں ہو گا، کہ دستور کے تحت مطلوبہ کوئی سفارش، ماقبل منظوری یا رضامندی نہیں دی گئی تھی۔ اگر مذکورہ ایکٹ کی دستور کے مطابق منظوری دی گئی ہو۔

1985ء میں آٹھویں ترمیم کے تحت گورنر کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ تیس دن کے اندر بل کی منظوری دے یا پھر اسے صوبائی اسمبلی کو واپس کر دے۔

آرٹیکل۔ 117 بل اجلاس کی برخاستگی وغیرہ کی بنا پر ساقط نہیں ہو گا:

۱۔ کسی صوبائی اسمبلی میں زیر غور کوئی بل، اسمبلی کی برخاستگی کی بنا پر ساقط نہیں ہو گا۔

۲۔ کسی صوبائی اسمبلی میں زیر غور کوئی بل، اسمبلی کے ٹوٹ جانے پر ساقط ہو جائے گا۔

تشریح

۱۔اس ذیلی دفعہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ صوبائی اسمبلی کے اجلاس کے دوران پیش کردہ بل اجلاس ملتوی ہونے کی صورت میں ساقط نہ ہوگا بلکہ اس بل کی منظوری اجلاس میں بھی دی جاسکتی ہے۔تاہم اسے نامنظور کرنے کا اختیار بھی اسمبلی کے پاس ہوتا ہے۔

۲۔اس ذیلی دفعہ میں کہا گیا ہے کہ اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا اور اس میں کوئی بل منظوری کے لئے پیش ہوا تھا ابھی بحث جاری تھی کہ گورنر از خود یا وزیر اعلیٰ نے اسمبلی توڑ دی یا ملک میں مارشل لاء نافذ ہوگیا اور اسمبلی توٹ گئی تو یہ بل ساقط تصور کیا جائیگا۔

مالیاتی طریق کار

آرٹیکل 118۔صوبائی مجموعی فنڈ اور سرکاری حساب

صوبائی حکومت کے وصول شدہ تمام محاصل، اس حکومت کے جاری کردہ جملہ قرضہ جات اور کسی قرضہ کی واپسی کے سلسلہ میں اسے وصول ہونے والی تمام رقوم، ایک مجموعی فنڈ کا حصہ بنیں گی جس کا نام صوبائی مجموعی فنڈ ہوگا۔

۲۔دیگر تمام رقوم جو۔

الف۔صوبائی حکومت کو یا اس کی طرف سے وصول ہوں، یا

ب۔عدالت عالیہ یا صوبے کے اختیار کے تحت قائم شدہ کسی دوسری عدالت کو وصول ہوں یا اس کے پاس جمع کرائی گئی ہو۔

صوبے کے سرکاری حساب میں جمع کی جائیں گی۔

آرٹیکل 119۔صوبائی مجموعی فنڈ اور سرکاری حساب کی تحویل وغیرہ: صوبائی مجموعی فنڈ کی تحویل، اس فنڈ میں رقوم کی ادائیگی، اس سے رقوم کی بازخواست، صوبائی حکومت کو یا اس کی طرف سے وصول شدہ دیگر رقوم کی تحویل صوبے کے سرکاری حساب میں ان کی ادائیگی اور اس سے بازخواست، اور مذکورہ امور سے

متعلقہ یا ضمنی جملہ امور صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے ذریعے یا اس بارے میں اس طرح احکام وضع ہونے تک گورنر کے بنائے ہوئے قواعد کے بموجب منضبط ہوں گے۔

تشریح

آئین کے تحت صوبے کے مالی امور کو بطریق احسن چلانے کے لیے صوبائی اسمبلی کو قواعد وضوابط بنانے کا اختیار حاصل ہے۔حکومت اس ضمن میں صوبائی اسمبلی میں جو مالی بل پیش کرتی ہے۔اس کی منظوری کے بعد اس بل کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔اس دفعہ کے احکامات اسی طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہیں۔اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ صوبائی مجموعی فنڈ کی نگرانی اس فنڈ میں سے ضرورت کے مطابق رقوم کی ادائیگی اور رقوم کا نکلوانا صوبائی حکومت کو یا اس طرف سے وصول شدہ دیگر رقوم کی نگرانی،صوبے کے سرکاری حساب میں ان کی ادائیگی اور اس سے رقوم کا نکلوانا مذکورہ بالا امور سے متعلقہ یا ضمنی جملہ امور صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے ذریعے یا اس بارے میں اسطرح کے احکام وضع ہونے تک گورنر کے بنائے ہوئے قواعد کے مطابق منضبط ہوں گے۔

آرٹیکل 120۔سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ:

۱۔صوبائی حکومت، ہر مالی سال کی بابت ،صوبائی حکومت کی اس سال کی تخمینی آمدنی اور مصارف کا کیفیت نامہ صوبائی اسمبلی کے سامنے پیش کرائے گی۔جس کا اس باب میں سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کے طور پر حوالہ دیا گیا ہے۔

۲۔سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ میں مندرجہ ذیل علیحدہ علیحدہ ظاہر کی جائیں گی۔

الف۔ایسی رقوم جو ان مصارف کو پورا کرنے کے لئے درکار ہوں جنہیں دستور میں صوبائی مجموعی فنڈ پر واجب الادا بیان کیا گیا ہے۔اور

ب۔ایسی رقوم جو ایسے دیگر مصارف کو پورا کرنے کے لیے درکار ہوں جن کی

صوبائی مجموعی فنڈ سے ادائیگی کی تجویز کی گی ہو۔

اور محاصل کے حساب میں سے ہونے والے مصارف اور دیگر مصارف میں تفریق رکھی جائے گی۔

تشریح

ا۔ بجٹ کسی بھی حکومت کا ایک اہم مالی بل ہوتا ہے۔اس میں ایک معینہ مدت جو عموماً ایک سال ہوتی ہے کی آمدنی اور خرچ کا تخمینہ پیش کیا جاتا ہے۔اس قسم کا تخمینہ حکومت ہر سال بناتی ہے اور وزیر خزانہ اسے جون کے مہینے میں اگلے سال کی متوقع آمدنی اور اخراجات کے طور پر پیش کرتا ہے اور اسمبلی سے منظوری لینے کے بعد اس پر عملدرآمد شروع کر دیا جاتا ہے۔اس سے حکومت کی معاشی پالیسی کا پتہ چلتا ہے، بجٹ کی منظوری کے دوران اس پر بحث ہوتی ہے اور حکومت کی پالیسیوں اور کارکردگی پر کھل کر تنقید کی جاتی ہے۔

چنانچہ حکومت صوبائی اسمبلی میں جو تخمینہ پیش کرتی ہے آئین میں اسے کیفیت نامہ میزانیہ کا نام دیا گیا ہے۔اس میں مندرجہ زیل امور آتے ہیں:

الف۔وہ رقوم جو تخمینہ میں دیے گئے مصارف کو پورا کرنے کے لئے درکار ہوں اور جنہیں آئین میں صوبائی مجموعی فنڈ پر واجب الادا بیان کیا گیا ہے، اور

ب۔ایسی رقوم جو ایسے دیگر مصارف کو پورا کرنے کے لئے درکار ہوں جن کی صوبائی مجموعی فنڈ سے ادائیگی کی تجویز کی گئی ہو۔

اور محاصل کے حساب میں سے ہونے والے مصارف اور دیگر مصارف میں تفریق رکھی جائے گی۔

تشریح

ا۔ بجٹ کسی بھی حکومت کا ایک اہم مالی بل ہوتا ہے۔اس میں ایک متعینہ مدت جو عموماً ایک سال ہوتی ہے کی آمدنی اور خرچ کا تخمینہ پیش کیا جاتا ہے۔اس قسم کا تخمینہ

حکومت ہر سال بناتی ہے اور وزیر خزانہ اسے جون کے مہینے میں اگلے سال کی متوقع آمدنی اور اخراجات کے طور پر پیش کرتا ہے اور اسمبلی سے منظوری لینے کے بعد اس پر عملدرآمد شروع کر دیا جاتا ہے۔ اس سے حکومت کی معاشی پالیسی کا پتہ چلتا ہے، بجٹ کی منظوری کے دوران اس پر بحث ہوتی ہے اور حکومت کی پالیسیوں اور کارکردگی پر کھل کر تنقید کی جاتی ہے۔

چنانچہ حکومت صوبائی اسمبلی میں جو تخمینہ پیش کرتی ہے آئین میں اسے کیفیت نامہ میزانیہ کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل امور آتے ہیں۔

الف وہ رقوم جو تخمینہ میں دیئے گئے مصارف کو پورا کرنے کے لیے درکار ہوں اور جنہیں آئین میں صوبائی مجموعی فنڈ پر واجب الادا بیان کیا گیا ہے، اور

ب۔ ایسی رقوم جو ایسے دیگر مصارف کو پورا کرنیکے لیے درکار ہوں جنکی صوبائی مجموعی فنڈ سے ادائیگی کی تجویز کی گئی ہو اور ٹیکسوں سے حساب میں ہونے والے اخراجات اور دیگر اخراجات کو علیحدہ علیحدہ پیش کیا جائیگا۔ بجٹ اجلاس میں بیک وقت ضمنی اور سالانہ بجٹ بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔

آرٹیکل 121۔ صوبائی مجموعی فنڈ پر واجب الادا مصارف:

مندرجہ ذیل مصارف صوبائی مجموعی فنڈ پو واجب الادا مصارف ہوں گے۔

الف۔ گورنر کو قابل ادائیگی مشاہرہ اور اس کے عہدے سے متعلق دیگر مصارف اور مشاہرہ جو مندرجہ زیل کو قابل ادائیگی ہوگا:

اول: عدالت عالیہ کے جج اور

دوم: صوبائی اسمبلی کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر۔

ب۔ عدالت عالیہ اور صوبائی اسمبلی کے دفاتر کے انتظامی اخراجات بشمول ان مشاہروں کے جو ان کے عہدہداروں اور ملازمین کو واجب الادا ہوں۔

ج۔ جملہ واجبات قرضہ جن کی ادائیگی صوبائی حکومت کے ذمہ ہوں۔ بشمول سود،

مصارف ذخیرہ اادائی، سرمایہ کی بازادائیگی یا بیباقی یا قرضوں کے حصول کے اور صوبائی مجموعی فنڈ کی ضمانت پر قرض کے معاوضے اور انکاک کے سلسلے میں کئے جانے والے دیگر مصارف،

د۔کوئی رقوم، جو کسی صوبے کے خلاف کسی عدالت یا ٹریبونل کے کسی فیصلے، ڈگری یا فیصلہ ثالثی کی تعمیل کے لئے درکار ہوں اور

ہ۔کوئی دیگر رقوم جن کو دستور کی رو سے یا صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے ذریعے اس طرح واجب الادا قرار دیا گیا ہو۔

تشریح

الف۔آئین کے مطابق درج ذیل اخراجات صوبائی اجتماعی فنڈ سے پورے کئے جائیں گے۔یہ اخراجات اسمبلی میں زیر بحث تو لائے جا سکتے ہیں لیکن ان پر ووٹنگ نہیں ہوسکتی۔ان رقوم کا تعلق ان اخراجات سے ہے کہ اگر انہیں اسمبلی میں پیش کیا جائے تو مختلف ردعمل کا اظہار ہوگا جس سے نہ صرف اسمبلی کی فضا خراب ہوگی بلکہ اس کی زد براہ راست متعلقہ شعبوں پر بھی پڑے گی۔لہذا ارکان پارلیمنٹ کی انہیں چھیڑنا ہی نہیں چاہیے۔ان کی تفصیل اس طرح ہے:

اول۔گورنر کی تنخواہ اور اس کے عہدے سے متعلق دیگر اخراجات۔

دوم۔عدالت عالیہ کے ججوں کی تنخواہ اور صوبائی اسمبلی کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی تنخواہ۔

ب۔عدالت عالیہ اور صوبائی اسمبلی کے دفاتر کے انتظامی اخراجات۔

ج۔صوبائی حکومت کے ذمے واجب الادا قرضوں کی ادائیگی اس میں سود وغیرہ بھی شامل ہے۔

د۔صوبائی حکومت کے خلاف کسی عدالتی فیصلے کے نتیجے کے طور پر ادا کی جانے والی رقوم۔

ہ۔کوئی دیگر رقوم جن کی آئین کی رو سے یا صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے ذریعے اس طرح واجب الادا قرار دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 122۔سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کی بابت طریق کار:

۱۔سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کے اس حصہ پر جو صوبائی مجموعی فنڈ سے واجب الادا مصارف سے تعلق رکھتا ہو، صوبائی اسمبلی میں بحث ہو سکے گی لیکن اسے صوبائی اسمبلی کی رائے دہی کے لیے پیش نہیں کیا جائے گا۔

۲۔سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کا وہ حصہ جو دیگر مصارف سے تعلق رکھتا ہو، مطالبات زر کی شکل میں صوبائی اسمبلی میں پیش کیا جائیگا اور اسمبلی کو کسی مطالبے کو منظور کرنے یا منظور کرنے سے انکار کرنے، یا کسی مطالبے کو اس میں مصرحہ رقم کی تخفیف کے یا بعد منظور کرنے کا اختیار ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ یوم آغاز سے دس سال کی مدت کے لیے یا صوبائی اسمبلی کے دوسرے عام انتخاب کے انعقاد تک، جو بھی بعد میں واقع ہو۔کسی مطالبہ زر کا منظور کیا جانا مقصود ہوگا۔تاوقتیکہ اسمبلی کی کل رکنیت کی اکثریت کے ووٹوں کے ذریعے اسے مسترد نہ کیا جائے گا یا اسے اس میں مصرحہ رقم کی تخفیف کے تابع منظور نہ کیا جائے۔

۳۔صوبائی حکومت کی سفارش کے بغیر کوئی مطالبہ زر پیش نہیں کیا جائیگا۔

تشریح

۱۔اس ذیلی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کا وہ حصہ جس کا تعلق صوبائی مجموعی فنڈ کے واجب الادا مصارف سے ہے۔صوبائی اسمبلی میں بحث کیلیے پیش تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس پر ارکان اسمبلی ووٹ نہیں دے سکتے۔

۲۔اس زیلی دفعہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے۔کہ سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ کا وہ حصہ جو صوبے کی مجموعی فنڈ کے علاوہ ہے۔مطالبات زر کی صورت میں صوبائی اسمبلی

میں منظوری کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے اور اسمبلی کو اسے منظور کرنے یا نہ منظور کرنے یا کسی مطالبے کو اس میں مصرحہ رقم کی تخفیف کے تابع منظور کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اسمبلی کو اس میں ردوبدل کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یوم آغاز سے دس سال کی مدت کے لیے یا صوبائی اسمبلی کے دوسرے عام انتخاب کے انعقاد تک جو بھی بعد میں واقع ہو کسی مطالبہ کیا جانا مقصود ہو گا تاوقتیکہ اسمبلی کی کل رکنیت کی اکثریت کے ووٹوں کے ذریعے اسے مسترد نہ کر دیا جائے یا اسے اس میں مصرحہ رقم کی تخفیف کے تابع منظور نہ کیا جائے۔

۳۔ اسمبلی میں ایسا کوئی مطالبہ زر پیش نہیں کیا جا سکتا جس کی سفارش صوبائی حکومت نہ کرے۔

آرٹیکل 123۔ منظور شدہ خرچ کی جدول کی توثیق:

۱۔ وزیر اعلیٰ اپنے دستخطوں سے ایک جدول کی توثیق کرے گا جس میں حسب ذیل تصریح ہو گی:

الف۔ ان رقوم کی جو آرٹیکل 122 کے تحت صوبائی اسمبلی نے منظور کی ہوں یا جن کا منظور کیا جانا مقصود ہو، اور

ب۔ ان مختلف رقوم کی جو صوبائی مجموعی فنڈ سے واجب الادا مصارف کو پورا کرنے کے لئے مطلوب ہوں، لیکن کسی رقم کی صورت میں، اس رقم سے متجاوز نہ ہو گئی جو اسمبلی میں اس سے قبل پیش کردہ کیفیت نامہ میں دکھائی گئی ہے۔

۲۔ بایں طور پر توثیق شدہ جدول کو صوبائی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا لیکن اس پر بحث یا رائے شماری کی اجازت نہ ہو گی۔

۳۔ دستور کے تابع، صوبائی مجموعی فنڈ سے کوئی مصارف باضابطی منظور شدہ متر نی ہوتا وقتیکہ بایں طور توثیق شدہ جدول میں اس کی صراحت نہ کر دی گئی ہو اور مذکورہ جدول کی شق (2) کی رو سے مطلوبہ طور پر صوبائی اسمبلی کے سامنے پیش نہ کر دیا گیا

ہو۔

تشریح

۱۔ یہ دفعہ آئین کی دفعہ 83 سے بالکل ملتی جلتی ہے۔اس شق کے مطابق وزیر اعلیٰ کو ایسے جدول کی توثیق کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہو

۔

الف۔صوبائی اسمبلی کی جانب سے منظور کی جانے والی یا مسترد کی جانے والی ان رقوم کی تفصیل جنہیں آئین کی دفعہ 122 کے تحت فیصل کیا گیا ہو یا جن کا فیصل کرنا ابھی باقی ہو۔

ب۔ان رقوم کی تفصیل جن کی ادائیگی صوبائی مجموعی فنڈ سے کعنا مطلوب ہوتا ہم اس کے لئے یہ شرط بھی عائد کردی گئی ہے کہ اس میں سے کوئی رقم بھی ایسی نہیں ہونی چاہیے جو قبل ازیں پیش کعدہ کیفیت نامہ میں دکھائی گئی رقم سے متجاوز ہو۔

۲۔ وزیراعلیٰ کی جانب سے توثیق شدہ جدول کی اسمبلی میں پیش تو کیا جا سکتا ہو لیکن اس پر ووٹنگ نہیں ہوسکتی اور نہ ہ بحث وغیرہ کی اجازت ہے۔

۳۔ توثیق شدہ جدول میں جن مصارف کا ذکر نہیں ہوگا انہیں صوبائی مجموعی فنڈ سے باضابطہ طور پر منظور شدہ تصور نہیں کیا جائے گا۔اسے مذکورہ جدول کی شق (2) کی رو سے مطلوبہ طور پر اسمبلی کے سامنے پیش نہ کعدیا گیا ہو۔

آرٹیکل 124 ۔ضمنی اورزائد رقم:

اگر کسی مالی سال کی بابت یہ معلوم ہو کہ۔

الف۔مجاز کردہ رقم جو رواں سال کے دوران کسی خاص خدمت پر صرف کی جانی تھی ناکافی ہے یا کسی ایسی نئی خدمت پر خرچ کی ضرورت ہے جو اس سال کے سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ میں شامل نہیں ہے۔

ب۔کسی مالی سال کے دوران کسی خدمت پو اس رقم سے زائد رقم صرف کردی گئی

ہے جو اس سال واسطے اس خدمت کے لئے منظور کی گئی تھی۔

تو صوبائی حکومت کو اختیار رہو گا کی صوبائی مجموعی فنڈ سے خرچ کی منظوری دے دے، خواہ خرچ دستور کی رو سے اس فنڈ واجب الادا ہو یا نہ ہو، اور صوبائی اسمبلی کے سامنے ایک ضمنی کیفیت نامہ میزانیہ یا جیسی بھی صورت ہو، ایک زائد کیفیت نامہ میزانیہ پیش کرائے گی جس میں مذکور خرچ کی رقم درج ہو، اور ان کی کیفیت ناموں پر آرٹیکل 120 یا 123 کے احکام کا اطلاق اسی طرح ہو گا جیسے ان کا اطلاق سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ پر ہوتا ہوتا ہے۔

تشریح

الف۔ اس تحتی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ کیفیت نامہ میزانیہ میں کسی شعبے کے لئے جو مخصوص رقم رکھی گئی تھی وہ مالی سال کے لئے ناکافی ہو گئی یا ملک کے سیاسی حالات اس قدر دگرگوں ہو گئے ہوں کہ جن پر قابو پانے فاضل سرمائے کی ضرورت پو یا ہمسایہ ملک سے جنگ ہونے کی صورت میں کیفیت نامہ میزانیہ میں رکھی گئی رقم میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تو اس ضمن میں اسمبلی میں بجٹ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا بھی بجٹ سیشن میں پیش کیا جانا ضروری ہے تا کہ ایوان سے منظوری حاصل کی جا سکے۔

ب۔ اس تحتی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ صوبائی حکومت کیفیت نامہ میزانیہ میں رکھی جانے والی رقم سے زائد رقم صوبائی مجموعی فنڈ سے خرچ کرنے کا اختیار رکھتی ہے خواہ وہ خرچ دستور کی رو سے اس فنڈ سے واجب ادا ہو یا نہ ہو۔

آرٹیکل 125۔ حساب رائے شماری:

مذکورہ بالا احکام میں مالی امور سے متعلق شامل کوی امر کے باوجود، صوبائی اسمبلی کو اختیار رہو گا کی وہ تخمینی خرچ کی بابت کسی رقم کی منظوری کے لئے آرٹیکل 122 میں مقرر رائے شماری کے طریقہ کار کی تکمیل اور خرچ کی بابت آرٹیکل 123 کے احکام

کے مطابق خرچ کی جدول کی توثیق ہونے تک کسی مالی سال کے کسی حصہ کیلئے جو تین ماہ سے زائد نہ ہو، کوئی منظوری پیشگی دے دے۔

تشریح

اسمبلی میں جو کیفیت نامہ میزانیہ پیش کیا جاتا ہے اس میں مختص کی گئی رقوم تخمینی ہوتی ہیں۔ اس لئے بعض اوقات کسی خاص شعبے میں رکھی گئی اصل خرچ سے کم ہو جاتی ہے۔ یا ہنگامی بنیادوں پر صوبائی حکومت کو کسی نئی خدمت کے لئے رقم کی فوری ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے صوبائی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ زائد رقم صوبائی مجموعی فنڈ سے خرچ کر لے یا ہم اس کی منظوری کے لئے صوبائی اسمبلی میں صوبائی حکومت کو ضمنی بجٹ پیش کر کے اس کی منظوری اسی طریقے سے لینی پڑتی ہے جس کا ذکر دروہ 122 اور 123 میں کیا گیا ہے۔

آرٹیکل 126۔ اسمبلی ٹوٹ جانے کی صورت میں خرچ کی منظوری دینے کا اختیار:

مذکور بالا احکام میں مالی امور سے متعلق شامل کسی امر کے باوجود، کسی وقت جب کی صوبائی اسمبلی ٹوٹی ہوئی ہو، تخمینی خرچ کی بابت رقم کی منظوری کے لئے آرٹیکل 122 میں رائے شماری کے مقرر طریقہ کار کی تکمیل اور خرچ کی بابت دفعہ 123 کے احکام کے مطابق منظور شدہ خرچ کی جدول کی توثیق ہونے، صوبائی حکومت مالی سال میں کسی مدت کے لئے جو چار ماہ زائد نہ ہو، صوبائی مجموعہ فنڈ سے خرچ کی منظوری دے سکے گی۔

تشریح

اس پختی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے صوبائی اسمبلی تحلیل ہو جائے تو اسمبلی کے لئے انتخابات اور دفعہ 122 اور 123 کے احکام کے مطابق منظور شدہ

خرچ کی جدول کی صوبائی وزیر اعلیٰ تصدیق ہونے تک صوبائی حکومت درمیانی مدت کے لئے صوبائی مجموعی فنڈ سے اخراجات منظور کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ تاہم صوبائی حکومت کسی مالی سال میں کسی مدت کے لئے جو چار ماہ زائد نہ ہو صوبائی مجموعی فنڈ سے اخراجات کی منظوری نہیں دے سکتی۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ 29 مئی 1993ء کو صوبہ پنجاب کا بجٹ اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے تھا جو اسمبلی کے تحلیل ہونے کی وجہ سے پیش نہ ہو سکا لیکن حکومتی اخراجات پورا کرنے کے لئے صوبائی حکومت کو صوبائی مجموعی فنڈ سے رقم نکلوانا پڑی۔

آرٹیکل 127۔ قومی اسمبلی وغیرہ سے متعلق احکام صوبائی اسمبلی وغیرہ پر اطلاق پذیر ہوں گے:

دستور کے تابع آرٹیکل 53 کی شق 2 تا 8 آرٹیکل 54 کی شق 2 اور 3 آرٹیکل 55 آرٹیکل 63 تا 67 آرٹیکل 69 آرٹیکل 77، آرٹیکل 87 اور آرٹیکل 88 کے احکام کا کسی صوبائی اسمبلی یا اس کی کسی کمیٹی یا اس کے ارکان یا صوبائی حکومت پر اور اس سے متعلق اطلاق ہوگا، لیکن اس طرح کہ

الف۔ ان احکام میں مجلس شوریٰ کسی ایوان یا قومی اسمبلی کا کوئی حوالہ صوبائی اسمبلی کے حوالے کے طور پر پڑھا جائیگا۔

ب۔ ان احکام میں صدر کا کوئی حوالہ صوبے کے گورنر کے حوالہ کے طور پر پڑھا جائے گا۔

ج۔ ان احکام میں وفاقی حکومت کا کوئی حوالہ صوبائی حکومت کے حوالہ کے طور پر پڑھا جائے گا۔

د۔ ان احکام میں وزیر اعظم کا کوئی حوالہ وزیر اعلیٰ کے حوالہ کے طور پر پڑھا جائے گا۔

ہ۔ ان احکام میں کسی وفاقی وزیر کا کوئی حوالہ کسی صوبائی وزیر کے حوالہ کے طور پر

پڑھا جائے گا۔

و۔ان احکام میں قومی اسمبلہ پاکستان کے کوئی یوم آغاز سے عین قبل موجود صوبائی اسمبلی کے حوالہ کے طور پر پڑھا جائے گا، اور

ز۔آرٹیکل 54 کی مذکورہ شق 2 اس طرح موثر ہو گی گویا کہ اس کے فقرہ شرطیہ میں الفاظ ایک سو تیس کی بجائے لفظ ستر تبدیل کر دیا گیا ہو۔

تشریح

شق الف ب، ج، د، ہ، و اور ز: پارلیمنٹ کو ملک کے اعلیٰ ترین قانون ساز ادارے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور اسے نظم و نسق چلانے کے لیے اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب کرنا ہوتا ہے تاکہ دستور کے اندر رہتے ہوئے قانون سازی کر سکے۔ اسی سطح پر صوبائی اسمبلیاں بھی کام کرتی ہیں اور ان کے لئے بھی ایسے ہی عہدے داروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح قومی اسمبلی کے اجلاس کی طلبی، برخاستگی، ارکان کا حلف اور استحقاقات کا اطلاق بھی صوبائی اسمبلیوں کے مندرجہ بالا امور پر ہوتا ہے۔ تاہم یہ فرق کہ جہاں قومی اسمبلی کیلئے صدر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو وہاں صوبائی اسمبلی کے سے، گورنر کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔ اسی طرح وزیر اعظم کی جگہ وزیر اعلیٰ وفاقی وزیر کی بجائے صوبائی وزیر اور رکن قومی اسمبلی کی جگہ صوبائی اسمبلی کو الفاظ استعمال ہوں گے۔ اس دفعہ کی شق ز اس طرح موثر قرار دی جائے گی گویا کہ اس کے فقرہ شرطیہ میں الفاظ ایک سو تیس کی بجائے لفظ ستر تبدیل کر دیا گیا ہو۔

آرڈیننس

آرٹیکل 128۔ گورنر کا آرڈیننس نافذ کرنے کا اختیار:

ا۔ گورنر، سوائے جبکہ صوبائی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو۔ اگر اس بارے میں مطمئن ہو کہ ایسے حالت موجود ہیں جن کی بنا، پر فوری کاروائی ضروری ہو گئی ہے تو وہ حالات

کے تقاضے کے مطابق آرڈیننس وضع اور نافذ کر سکے گا۔

۲۔ اس آرٹیکل کے تحت نافذ کردہ کوئی آرڈیننس وہی قوت اور اثر رکھے گا جو صوبائی اسمبلی کے کسی ایکٹ کو حاصل ہے اور ویسی ہی پابندیاں کے تابع ہوگا جو صوبائی اسمبلی کے اختیار قانون سازی پر عائد ہوتی ہے لیکن ایسے ہر آرڈیننس کو۔

الف۔ صوبائی اسمبلی کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ اپنے نفاذ سے تین ماہ کے اختتام پر، یا اگر اسمبلی اس مدت کے اختتام سے قبل اس کی نامنظوری کی قرارداد پاس کردے، تو اس قرارداد کے پاس ہونے پر، منسوخ ہو جائیگا اور

ب۔ گورنر کی جانب سے کسی وقت بھی واپس لیا جا سکے گا۔

۳۔ شق 2 کے احکام پر اثر انداز ہوئے بغیر صوبائی اسمبلی کے رو برو پیش کئے جانے والے کسی آرڈیننس کو، صوبائی اسمبلی میں پیش کردہ بل تصور کیا جائے گا۔

تشریح

۱۔ جس طرح مرکز میں صدر مملکت کو آرڈیننس جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے اسی طرح صوبے میں گورنر بھی آرڈیننس جاری کرنے کا مجاز ہیں۔ گورنر کی جانب سے پیش کردہ آرڈیننس کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو صوبائی اسمبلی کے قانون کی ہوتی ہے۔ گورنر اس وقت آرڈیننس جاری کر سکتا ہے جبکہ صوبائی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو یا صوبائی اسمبلی تحلیل ہو چکی ہو اور اس ضمن میں گورنر کو اطمینان ہو کہ صوبے میں ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں جن پر قابو پانیکے لیے فوری کاروائی ناگزیر ہے تو وہ حالات کے تقاضے کیمابق آرڈیننس وضع اور نافذ کرنے کا قانونی حق رکھتے ہیں۔

۲۔ اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ متعلقہ آرڈیننس انہی پابندیوں کا تابع ہوگا جو صوبائی اسمبلی کے کسی قانون کو منظور کرانے کے لئے آئین میں ضروری قرار دی گئی ہیں لیکن ایسے ہر آرڈیننس کو:

الف۔ صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں پیش کرنا لازمی ہوگا اور اس کی منظوری اس

طرح لی جائے گی جس طرح صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کی لی جاتی ہے تاہم متعلقہ آرڈیننس صرف تین ماہ کے لیے لاگو رہ سکتا ہے اگر تین ماہ سے قبل اجلاس میں اس کی منظوری صوبائی اسمبلی نہ دے تو یہ منسوخ تصور ہوگا۔ تین ماہ کی معیاد گزر جانے پر یہ از خود غیر موثر ہو جائے گا اور گورنر اگر اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو تو نیا آرڈیننس جاری کرنا ہوگا۔ گورنر آرڈیننس واپس بھی لے سکتا ہے۔

۳۔ شق 2 کے احکام پر اثر انداز ہوئے بغیر صوبائی اسمبلی کے سامنے جو آرڈیننس پیش کیا جائے گا اسے صابائی اسمبلی کا بل تصور کیا جائے گا۔

باب 3

صوبائی حکومتیں

آرٹیکل 129 صوبے کے عاملانہ اختیار کا استعمال:

صوبے کے عاملانہ اختیارات گورنر کو حاصل ہوں گے اور وہ ان اختیارات کو دستور کے مطابق، یا تو براہ راست یا اپنے ماتحت افسروں کے ذریعے استعمال کریگا۔

تشریح

آئین کے تحت ہر صوبے کا انتظامی اختیار گورنر کو حاصل ہے اور وہ ان اختیارات کو دستور کے مطابق یا تو براہ راست یا اپنے ماتحت افسروں کے ذریعے استعمال میں لائے گا۔ گورنر اپنی امداد کے لئے وزیر بھی مقرر کر سکتے ہیں۔ تاکہ ان کے تقرر کے لئے اسے وزیر اعلیٰ سے مشورہ لینا ہوگا۔ صوبہ سرحد کی انجینئرنگ سروسز بی اینڈ اری گیشن اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ رولز 1973ء کو وزیر اعلیٰ نے منظور کیا تھا نہ کہ گورنر نے آٹھویں ترمیم سے قبل دفعہ 129 کی شق 1 کے تحت وزیر اعلیٰ اور وزراء گورنر کے نام پر قوانین کی منظوری دیتے تھے اور اس کے لئے ضروری نہیں کہ گورنر خود منظوری دے۔

آرٹیکل 130 ۔ کابینہ:

۱۔ گورنر کو اس کے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں مدد اور مشورہ دینے کے لئے وزراء کی ایک کابینہ ہوگی جس کا سربراہ وزیر اعلیٰ ہوگا۔

۲۔ گورنر صوبائی اسمبلی کے ارکان میں سے ایک وزیر اعلیٰ مقرر کرے گا جس کے صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد حاصل کرنے کا اس کی رائے میں امکان ہو۔

الف ۔ شق 2 میں شامل کسی امر کے باوجود، بیس مارچ، انیس سو اٹھاسی کے بعد،

گورنر صوبائی اسمبلی کے ایسے رکن کو وزیر اعلیٰ بننے کی دعوت دے گا جو صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد رکھتا ہو۔ جس طرح کہ دستور کے احکام کے مطابق اس غرض سے طلب کردہ اسمبلی کے اجلاس سے معلوم ہوا ہو:

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق میں شامل کسی امر کا ایسے وزیر اعلیٰ پر اطلاق نہیں ہوگا جو بیس مارچ، انیس سو اٹھاسی کو دستور کے احکام کے مطابق عہدے پر فائز ہو۔

۳۔ شق 2 کے تحت مقرر کردہ یا جیسی بھی صورت ہو، شق 2 الف کے تحت مدعو کردہ شخص عہدے پر فائز ہونے سے پہلے، گورنر کیسامنے جدول سوم میں دی گئی عبارت میں حلف اٹھائے گا اور اس سے ساٹھ دن کے اندر صوبائی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرے گا۔

۴۔ کابینہ اجتماعی طور پر صوبائی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہوگی۔

۵۔ وزیر اعلیٰ گورنر کی خوشنودی کے دوران عہدے پر فائز رہے گا لیکن گورنر اس شق کے تحت اپنے اختیارات استعمال نہیں کرے گا تاوقتیکہ اسے یہ اطمینان نہ ہو کہ وزیر اعلیٰ کو صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد حاصل نہیں ہے۔ جس صورت میں وہ صوبائی اسمبلی کو طلب کرے گا اور وزیر اعلیٰ کو اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کا حکم دے گا۔

۶۔ وزیر اعلیٰ گورنر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے، اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکے گا۔

۷۔ کوئی وزیر جو مسلسل چھ ماہ کے لئے صوبائی اسمبلی کا رکن نہ رہے۔ مذکورہ مدت کے اختتام پر، وزیر نہیں رہے گا، اور مذکورہ اسمبلی کے موقوف ہو جانے سے قبل اسے دوبارہ وزیر مقرر نہیں کیا جائے گا، تاوقتیکہ وہ اسمبلی کا رکن منتخب نہ ہو جائے۔

۸۔ اس آرٹیکل میں شامل کسی امر کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ، وزیر اعلیٰ یا کسی دوسرے وزیر کو کسی ایسی مدت کے دوران جب کہ صوبائی اسمبلی توڑ دی جا چکی ہو، اپنے

عہدے پر برقرار رہنے کا حق نہ ہوگا اور نہ اس کی رو سے کسی ایسی مدت کے دوران کسی شخص کو بطور وزیر اعلیٰ یا دوسرا وزیر مقرر کرنے کی ممانعت ہوگی۔

تشریح

۱۔ گورنر کو اس کارہائے منصبی کی انجام دہی میں معاونت اور مشورہ دینے کے لیے سوائے اس کے کہ جہاں تک ان کارہائے منصبی یا ان میں سے کسی کار منصبی کو اسے آئین یا اس کے تحت اپنے اختیار تمیزی سے انجام دینا لازم ہو ایک وزیروں کی کونسل ہوگی جس کا سربراہ وزیر اعلیٰ ہوگا۔

۲۔ گورنر صوبائی اسمبلی کے ارکان میں سے ایسے شخص کو وزیر اعلیٰ کے عہدے پر مقرر کرے گا جسے اسے کے رائے میں صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہوگا۔

الف ۔شق 2 میں شامل کسی امر کے باوجود 20 مارچ 1988ء کے بعد گورنر صوبائی اسمبلی ایسے رکن کو وزیر اعلیٰ بننے کی دعوت دے گا جو صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد رکھتا ہو جس طرح کہ دستور کے احکام کے مطابق اس غرض سے طلب کردہ اسمبلی کے اجلاس سے معلوم ہوا ہو۔

یہ شق آٹھویں ترمیم کے تحت آئین میں شامل کی گئی ہے۔اس کے لئے یہ شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ اس شق میں شامل کسی امر کا ایسے وزیر اعلیٰ پر اطلاق نہیں ہوگا جو 20 مارچ 1988ء کو دستور کے احکام کے مطابق عہدے پر فائز تھا۔

۳۔شق 2 کے تحت مقرر کردہ یا جیسی بھی صورت ہو شق 2 الف کے تحت جس شخص کو گورنر نے وزیر اعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کی دعوت دی ہو اس کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ ساٹھ یوم کے اندر اندر صوبائی اسمبلی کے اعتماد کا ووٹ حاصل کرے اور اپنے عہدے کا حلف گورنر کے سامنے جدول سوم میں دی گئی عبارت کے مطابق اٹھائے گا۔

15 دسمبر 1988ء کو گورنر بلوچستان نے جب وزیراعلیٰ کے مشورے پر صوبائی اسمبلی توڑ دی تو گورنر کے اس حکم کو بلوچستان ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ کورٹ نے 19 جنوری 1989ء کو اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ چونکہ وزیراعلیٰ مسٹر ظفر اللہ جمالی کو آئین کی دفعہ 133 کے تحت صوبائی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا باقی تھا اس لئے آئین کے تحت وہ گورنر کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ لہذا اسمبلی بحال کی جاتی ہے۔

۴۔ اس شق کے تحت کسی بھی مسئلے پر صوبائی اسمبلی کا رکن یا ارکان صوبائی اسمبلی کے متعلقہ شعبے کے وزیر یا اس کے مقرر کردہ کسی بھی افسر سے کوئی سوال پوچھ سکتے ہیں اور اسے انہیں اطمینان دلانا لازمی ہوگا۔ بالفاظ دیگر کابینہ کے ارکان صوبائی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

۵۔ وزیراعلیٰ کو ارکان اسمبلی کی اکثریت منتخب کرتی ہے اس لئے وزیراعلیٰ اس وقت تک اپنے صوابدیدی اختیار استعمال کرنے کا مجاز ہوتا ہے جب تک اسے ارکان اسمبلی کی اکثریت کا اعتماد حاصل رہے اگر کسی وقت ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ارکان اسمبلی کی اکثریت وزیراعلیٰ کی پالیسیوں سے اختلاف کرتے ہوئے اسمبلی میں اس کی حمایت ترک کر دیں تو پھر آئین کے تحت گورنر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ وزیراعلیٰ سے کہے کہ وہ اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرے کیونکہ وزیراعلیٰ گورنر کی خوشنودی کے دوران ہی اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود گورنر کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ وزیراعلیٰ کو اس کے عہدے سے ہٹا دے۔

۶۔ وزیراعلیٰ اگر بیماری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مستعفی ہونا چاہے تو وہ اپنا استعفیٰ تحریری طور پر گورنر کو اپنی دستخطی تحریر کے ساتھ پیش کریگا۔ تاہم گورنر وزیراعلیٰ سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جب تک نئے وزیراعلیٰ کا تقرر عمل میں نہیں آتا وہ اپنے عہدے پر کام کرے۔

۷۔ اس شق کے تحت صوبائی کابینہ میں شامل کوئی بھی وزیر اسمبلی کا رکن منتخب ہوئے بغیر چھ ماہ تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے اور اس مدت کے اختتام پر وہ اپنے عہدے پر فائز نہیں رہ سکتا اور مذکورہ اسمبلی کے خاتمے سے پہلے اسے دوبارہ وزیر کے عہدے پر فائز نہیں کیا جا سکتا ہے تاوقتیکہ وہ اسمبلی کی رکنیت حاصل نہ کر لے۔

۸۔ اس شق میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ صوبائی اسمبلی کی تحلیل پر بھی وزیر اعلیٰ یا کسی دوسرے وزیر کو وزارتی خدمات انجام دینے سے نہیں روکا جا سکتا جو اس مدت کے دوران اپنے عہدے پر فائز ہوا ہو۔ اس کی رو سے کسی دوسرے شخص کو بھی وزیر اعلیٰ یا وزیر مقرر کیا جا سکتا ہے۔

آرٹیکل 131۔ گورنر سے متعلق وزیر اعلیٰ کے فرائض:

وزیر اعلیٰ کا یہ فرض ہوگا کہ وہ۔

الف۔ گورنر کو صوبے کے امور کے انتظام اور قانون سازی کی تجویزوں سے متعلق کابینہ کے فیصلوں کی اطلاع دے۔

ب۔ صوبے کے امور کے انتظام اور قانون سازی کی تجویزوں سے متعلق ایسی اطلاع فراہم کرے جو گورنر طلب کرے اور

ج۔ گورنر کے ایماء پر کابینہ کے غور کے لئے کوئی ایسا معاملہ پیش کرے جس سے متعلق وزیر اعلیٰ یا کسی وزیر نے فیصلہ کر لیا ہو لیکن جس پر کابینہ نے غور نہ کیا ہو۔

تشریح

آئین میں وزیر اعلیٰ کا یہ فرض منصبی قرار دیا گیا ہے کہ وہ:

الف۔ گورنر کو صوبائی امور کے سلسلے میں کابینہ کے ان فیصلوں سے آگاہ کرے جو انتظام اور قانون سازی سے متعلق ہوں۔

ب۔ اگر گورنر صوبے کے امور کے انتظام اور قانون سازی کے متعلق کابینہ کی

تجاویز کے متعلق کوئی اطلاع وزیر اعلیٰ سے طلب کرے تو وہ اسے فراہم کرنے کا پابند ہوگا۔

ج۔ اگر کسی صوبائی مسئلے کے بارے میں کسی وزیر نے یا وزیر اعلیٰ نے از خود کوئی فیصلہ کیا ہو تو گورنر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ کو کہے کہ وہ مسئلے کو غور کے لئے کابینہ کیسامنے پیش کرے۔ یہ دفعہ بھی آٹھویں ترمیم کے تحت 1985ء میں تبدیل کر دی گئی تھی۔

آرٹیکل 132۔ صوبائی وزراء:

۱۔ آرٹیکل 130 کی شقات 7 اور 8 کے تابع گورنر وزیر اعلیٰ کے مشورے پر صوبائی اسمبلی کے ارکان میں سے صوبائی وزراء کا تقرر کرے گا۔

۲۔ عہدے پر فائز ہونے سے پہلے، کوئی صوبائی وزیر جدول سوم میں دی گئی عبارت میں گورنر کے سامنے حلف اٹھائے گا۔

۳۔ کوئی صوبائی وزیر، گورنر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے، اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا یا گورنر وزیر اعلیٰ کے مشورے پر اسے عہدے سے برطرف کر سکے گا۔

تشریح

۱۔ دفعہ 130 کی ۷ویں اور آٹھویں ترمیم کے تحت گورنر کا یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ کے مشورے سے صوبائی اسمبلی کے ارکان میں کسی رکن کو صوبائی وزیر مقرر کرے۔

۲۔ اپنے عہدے پر فائز ہونے سے قبل ہر وزیر کو گورنر کے سامنے حلف اٹھانا ہوگا۔

۳۔ کوئی وزیر اگر اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کا اہل نہ رہے وہ بیمار ہو جائے اور اس کی بیماری اس حد تک بڑھ جائے تو وہ اپنا استعفیٰ تحریری طور پر اپنے دستخطوں

کیساتھ گورنر کو ارسال کر دے تاہم گورنر کو بھی آئین نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ کسی وزیر کو صوبائی وزیراعلیٰ کے مشورے سے برطرف کر سکتا ہے۔ عموماً سنگین قسم کے الزامات کے عائد ہونے پر ہی اس قسم کی کاروائی کی جاتی ہے۔

آرٹیکل 133 ۔ وزیراعلیٰ کا عہدے پر برقرار رہنا: گورنر وزیراعلیٰ سے اپنے عہدے پر برقرار رہنے کے لئے کہہ سکے گا تاوقتیکہ اس کا جانشین وزیراعلیٰ کے عہدے پر فائز نہ ہو جائے۔

تشریح

اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر وزیراعلیٰ اپنے عہدے سے مستعفی ہونا چاہے اور وہ اپنا استعفیٰ اپنے دستخطوں کے ساتھ گورنر کو روانہ کر دے تو گورنر متعلقہ وزیراعلیٰ کو اس وقت تک اپنے فرائض منصبی انجام دینے کو کہہ سکتا ہے جب تک کہ اس کے جانشین کا تقرر نہیں ہو جاتا۔

آرٹیکل 134 ۔ وزیراعلیٰ کی طرف سے استعفیٰ: فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء کے آرٹیکل 2 اور جدول کی رو سے حذف کر دیا گیا۔

تشریح

فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء کے آرٹیکل 2 اور جدول کی رو سے حذف کر دیا گیا۔ اس دفعہ میں آٹھویں ترمیم سے قبل یہ کہا گیا تھا کہ وزیراعلیٰ کے مستعفیٰ ہونے پر تمام وزراء کو مستعفی ہونا پڑے گا۔ وزیراعلیٰ کی درخواست پر کوئی صوبائی وزیر وزیراعلیٰ کا عہدہ سنبھال سکتا تھا۔ تاوقتیکہ نیا وزیراعلیٰ اپنے فرائض منصبی نہ سنبھال لے۔ علاقہ ازیں اگر اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو تو گورنر کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اسمبلی کا اجلاس متعلقہ وزیراعلیٰ کے مستعفی ہونے کے چودہ دن کے اندر اندر بلائے تاکہ نیا وزیراعلیٰ منتخب کیا جا سکے۔

آرٹیکل 135 ۔ صوبائی وزراء کی جانب سے وزیراعلیٰ کے فرائض کی انجام دہی:

فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء کے آرٹیکل 2 اور جدول کی رو سے حذف کیا گیا۔

آرٹیکل 136۔ وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ:

۱۔ وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کے ووٹ کی قرارداد جسے صوبائی اسمبلی کی کل رکنیت کے کم از کم بیس فیصد نے پیش کیا ہو، صوبائی اسمبلی کی طرف سے منظور کی جا سکے گی۔

۲۔ شق 1 میں محولہ کسی قرارداد پر اس دن سے تیس دن کی مدت کے خاتمہ سے پہلے یا سات دن کی مدت کے بعد ووٹ نہیں لئے جائیں گے جس دن مذکورہ قرارداد اسمبلی میں پیش کی گئی ہو۔

۳۔ اگر شق 1 میں محولہ قرارداد کو صوبائی اسمبلی کی کل رکنیت کی اکثریت سے منظور کر لیا جائے تو وزیر اعلیٰ عہدے پر فائز نہیں رہے گا۔

آرٹیکل 137۔ صوبہ کے عاملانہ اختیار کی وسعت: دستور کے تابع، صوبہ کا عاملانہ اختیار ان امور پر وسعت پذیر ہوگا جن کے بارے میں صوبائی اسمبلی کو قوانین بنانے کا اختیار ہے:

مگر شرط یہ ہے کہ کسی ایسے معاملے میں جس کے بارے میں مجلس شوریٰ اور کسی صوبے کی صوبائی اسمبلی دونوں کو قوانین بنانے کا اختیار ہو، صوبے کا عاملانہ اختیار اس عاملانہ اختیار سے مشروط اور محدود ہوگا۔ جو دستور یا مجلس شوریٰ کے بنائے ہوئے قانون کے ذریعے وفاقی حکومت یا اس کی ہیت ہائے مجاز کو بالصراحت تفویض کیا گیا ہو۔

تشریح

اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اگر صوبائی حکومت کسی نئے منصوبے کا اجرا کرنا چاہتی ہے جس کے نتیجے میں صوبے کے عاملانہ اختیار

میں وسعت پیدا ہو جائے تاہم یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ اختیارات ایسے ہوں جن کے بارے میں صوبائی اسمبلی قوانین بنا سکے۔ آئین میں اس کے ساتھ ساتھ تفویض کیا گیا ہو۔ یہ پابندی بھی عائد کر دی گئی ہے۔ کہ ایسے معاملے میں جس کے بارے میں مجلس شوریٰ اور کسی صوبائی اسمبلی دونوں کو قوانین بنانے کا اختیار ہو۔ صوبے کا عاملانہ اختیار اس عاملانہ اختیار سے مشروط ہو گا جو دستور یا مجلس شوریٰ کے بنائے ہوئے قانون کے ذریعے وفاقی حکومت، اس کی ہیت ہائے مجاز کو بالصراحت تفویض کیا گیا ہو۔ اس سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ صوبائی حکومت ان معاملات پر اختیار نہیں رکھتی جن کے بارے میں قانون سازی کا اختیار صرف دفاعی حکومت کو حاصل ہے۔

آرٹیکل 138۔ ماتحت ہیت ہائے مجاز کو کارہائے منصبی کی تفویض: صوبائی حکومت کی سفارش پر صوبائی اسمبلی قانون کے ذریعے صوبائی حکومت کے ماتحت عہدیداروں یا ہیت ہائے مجاز کو کارہائے منصبی تفویض کر سکے گی۔

تشریح

صوبائی اسمبلی قانون کے ذریعے صوبائی حکومت کے ماتحت عہدیداروں یا ہیت مجاز کو کارہائے منصبی مونپ سکے گی تاہم اس کے لئے صوبائی حکومت کی سفارش کا ہونا ضروری ہے۔

آرٹیکل 139۔ صوبائی حکومت کے کاروبار انصرام:

۱۔ صوبائی حکومت کے تمام عاملانہ کاروائیوں کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ گورنر کے نام سے کی گئی ہیں۔

۲۔ گورنر قواعد کے ذریعے اس طریقے کی صراحت کرے گا جس کے مطابق اس کے نام سے وضع کئے ہوئے احکام اور تکمیل کی ہوئی دستاویزات کی توثیق کی جائیگی۔ اور اس طرح توثیق شدہ کسی حکم یا دستاویز کے جواز پر کسی عدالت میں اس بنا

پر اعتراض نہیں کیا جائیگا کہ اسے گورنر نے وضع یا مکمل نہیں کیا تھا۔

۳۔ گورنر صوبائی حکومت کے کاروبار کی تقسیم اور انجام دہی کے لئے بھی قواعد وضع کرے گا۔

تشریح

۱۔ مذکورہ دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ گورنر کے نام پر جو احکامات جاری کئے گئے ہوں انہیں مستند قرار دیا جا سکے اور اس کے لئے اس وقت کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ کوئی حکم ہیبت ہائے مجاز نے جاری کیا ہے۔

۲۔ اس دفعہ کے ذریعے گورنر قواعد کے ذریعے اس طریقے کی وضاحت کرے گا جس کے مطابق ان کے نام سے وضع کئے ہوئے احکام اور تکمیل کی ہوئی دستاویزات کی توثیق کی جائے گی اور اسطرح توثیق شدہ کسی حکم یا دستاویز کے جواز پر کسی عدالت میں محض اس بنا پر اعتراض نہیں کیا جا سکے گا کہ اسے گورنر کے نام سے جاری کیا گیا۔

۳۔ اس شق کے تحت گورنر کو صوبائی حکومت کے محکموں کی تقسیم اور حکومتی کاموں کی انجام دہی کے سلسلے میں قواعد وضوابط بنانے کا اختیار دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 140۔ کسی صوبے کے لیے ایڈووکیٹ جنرل:

۱۔ ہر صوبے کا گورنر کسی ایسے شخص کو جو عدالت عالیہ کا جج بننے کا اہل ہو۔ صوبے کا ایڈووکیٹ جنرل مقرر کرے گا۔

۲۔ ایڈووکیٹ جنرل کا فرض ہوگا کہ وہ صوبائی حکومت کو ایسے قانونی معاملات پر مشورہ دے اور قانونی نوعیت کے ایسے دیگر فرائض انجام دے، جو صوبائی حکومت کی طرف سے اسے بھیجے جائیں یا اسے تفویض کئے جائیں۔

۳۔ ایڈووکیٹ جنرل گورنر کی خوشنودی حاصل رہنے تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔

۴۔ایڈووکیٹ جنرل گورنر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے زریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

تشریح

ایڈووکیٹ جنرل کا تقرر آئین پاکستان کے تحت ہوتا ہے۔صوبائی اسمبلی ہی حکومت کو قانون سازی کے مسائل میں مشورہ دینا اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔اعلیٰ وکیل سرکار دراصل صوبائی حکومت کا مشیر قانونی بھی ہوتا ہے لیکن حسب منشاء دفعہ 492 مجموعہ ضابطہ فوجداری کا پیروکار نہیں ہے۔ایڈووکیٹ جنرل کسی مقدمہ کو اٹھا سکتا ہے خواہ اس کی سماعت عدالت عالیہ میں بہ امداد جیوری ہی کیوں نہ ہو رہی ہو۔قانونی لغت از جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

آئین کے تحت اس کے فرائض منصبی کا تعین اس طرح کیا گیا ہے:

ا۔گورنر کو اس تحتی دفعہ میں یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ صوبائی امور کے سلسلے میں مشورہ حاصل کرنے کے لیے ایسے شخص کو ایڈووکیٹ جنرل مقرر کر سکتا ہے جو ہائی کورٹ کا جج بننے کا اہلیت رکھتا ہو۔1972ء کے عبوری آئین میں بھی گورنر کو یہی اختیارات حاصل تھے۔

۲۔ایڈووکیٹ جنرل کے فرائض میں یہ امر شامل ہے کہ وہ صوبائی حکومت کو ایسے قانونی معاملات پر مشورے دے اور قانونی نوعیت کے ایسے دیگر فرائض انجام دے جو صوبائی حکومت کی طرف سے اسے بھیجے جائیں یا اسے تفویض کئے جائیں۔ ایڈووکیٹ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر حکومت کے خلاف کوئی مقدمہ ہائی کورٹ میں دائر کیا جائے تو حکومت کی جانب سے اس مقدمے کی پیروی کرے اور جج صاحبان کو مقدمہ سے متعلق تمام دستاویزات مہیا کرے۔

۳۔ایڈووکیٹ جنرل کا تقرر چونکہ گورنر کرتا ہے اس لئے وہ اس وقت تک ایڈووکیٹ جنرل کے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے جب تک کہ اسے گورنر کی خوشنودی

حاصل رہے۔

۴۔ایڈووکیٹ جنرل اگر اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں معذور ہو جائے یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض انجام نہ دے سکے تو اس صورت میں وہ اپنا استعفیٰ اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے گورنر کو بھیجے گا تا کہ اس کی جگہ اس کے جانشین کا تقرر ہو سکے۔

ایڈووکیٹ جنرل اسمبلی کی کاروائی میں حصہ لے سکتا ہے لیکن اسے ووٹ دینے کا حق نہیں ہے۔

آرٹیکل 140۔الف۔مقامی حکومت: ہر ایک صوبہ قانون کے ذریعے مقامی حکومت کا نظام قائم کرے گا اور سیاسی، انتظامی اور مالیاتی ذمہ داری اور اختیار مقامی حکومتوں کے منتخب نمائندوں کو منتقل کر دیگا۔

تشریح

جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھالنے کے بعد 23 مارچ 2000ء کو ملک میں بحالی جمہوریت کے پہلے مرحلے کیطور پر نچلی سطح پر انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا۔اس نئے نظام کے تحت کمشنریوں کو ختم کر دیا گیا۔پولیس اور دیگر عوامی اہمیت کے سرکاری اداروں کو ضلعی حکومتوں کے ماتحت کو دیا گیا۔ووٹر کی عمر 21 سال سے کم کر کے 18 سال مقرر کی گئی۔یونین کونسل، تحصیل کونسل۔ضلع کونسل میں خواتین اور اقلیتوں کی نشستیں مختص کر دی گئیں۔ایک یونین کونسل محض ایک کونسلر کی بجائے بشمول ناظم 21 ارکان پر مشتمل قرار پائی۔ضلعی حکومت کا نظام ضلعی ناظم کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔یونین کونسلوں میں پورے ملک سے کم وبیش چالیس ہزار خواتین کونسلر منتخب ہوئیں۔ضلعی پولیس کے سربراہ کے عہدے اور ڈی پی او اور ڈپٹی کمشنر کو ڈی سی او کا نام دیا گیا۔اس نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہر شخص کو اپنے مسائل کے حل کے لیے نچلی سطح پر بھی رسائی حاصل ہو گئی۔

حصہ پنجم

وفاق اور صوبوں کے مابین تعلقات

باب 1::: اختیارات اور قانون سازی کی تقسیم

پاکستان چار صوبوں کا ایک وفاق ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی انتظامی سہولتوں اور ضرورتوں کے تحت صوبوں کو اختیارات دیئے گئے ہیں۔ پاکستان کے پہلے آئین جو 1956ء میں نافذ ہوا تھا، میں مرکز کو صوبوں کے انتظامی اور قانون سازی کے امور پر بھی کنٹرول حاصل تھا۔ اس طرح صوبوں کی خودمختاری کو بڑی حد تک کم کر دیا تھا۔ تاہم اس میں یہ کہا گیا تھا کہ جب پارلیمنٹ نے صوبوں کی مرضی سے انکے لیے قانون سازی کی ہو تو ہر صوبائی اسمبلی اپنی مرضی سے اس قانون میں ردوبدل، ترمیم و تنسیخ کر سکتی تھی نیز بین الاقوامی معاملات وغیرہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے پارلیمنٹ کو صوبائی فہرست میں مذکورہ معاملات میں قانون سازی کا اختیار حاصل تھا لیکن صوبائی گورنر سے مشورے بغیر ایسی قانون سازی نہیں کی جا سکتی تھی۔ 1956 کے آئین میں مرکز اور صوبوں کے اختیارات کی تین فہرستیں مرکزی فہرست، صوبائی فہرست، اور اہم پہلو فہرست، دی گئی۔ ابھی جو موضوع کسی فہرست میں شامل نہیں تھا صوبائی حکومت اس کے متعلق تو بہتر بنانے اور اس قسم کے موضوعات پر ٹیکس لگانے کا اختیار رکھتی تھی۔

1962ء کے آئین کا ڈھانچہ بھی وفاقی تا اس لئے مرکز کے پاس کچھ خصوصی اختیارات تھے جبکہ دیگر تمام اختیارات صوبوں کو تفویض کئے گئے تھے۔ مرکز اور صوبوں میں تضاد کی صورت میں مرکز کو ہی ترجیح دی جاتی تھی۔ تاہم 1962ء کے دستور میں صرف ایک فہرست تھی جس میں وفاقی امور گنوائے گئے تھے۔ 1973ء کے آئین میں دو فہرستیں بنائی گئی ہیں۔ وفاقی امور کی فہرست اور مشترکہ امور کی

فہرست، وفاقی پارلیمنٹ کو وفاقی امور پر قانون سازی کا پورا اختیار دیا گیا ہے۔ تاہم وہ امور وفاقی امور کی فہرست اور مشترکہ امور کی فہرست میں شامل نہیں۔ ان کے علاوہ کسی بھی امر پر صوبائی مقننہ قانون بنانے کا اختیار رکھتی ہے۔ پاکستان میں ایسے علاقے بھی ہیں جو کسی صوبے کا حصہ نہیں ہیں بلکہ وفاق کے تحت ہیں ان کے لئے قوانین وضع کرنا پارلیمنٹ کا کام ہے۔

آرٹیکل 141۔ وفاقی وصوبائی قوانین کی وسعت: دستور کے تابع مجلس شوری پورے پاکستان یا اس کے کسی حصے کے لیے قوانین جن میں بیرون ملک قابل عمل قوانین شامل ہیں۔ بنا سکے گی اور کوئی صوبائی اسمبلی اس صوبے یا اس کے کسی حصے کے لئے قوانین بنا سکے گی۔

تشریح

اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ 1973ء کے آئین کی توضیعات کے تابع مجلس شوری پاکستان کے پورے علاقے یا اس کے کسی حصے کے لئے ضروریات کے مطابق قوانین بنا سکے گی۔ اسی طرح کسی صوبے کی مجلس قانون اس صوبے کو پورے علاقے یا اسکے کسی حصہ کے لئے قوانین بنانے کی اہل ہوگی۔ اس میں بیرون ملک قابل عمل قوانین بھی شامل ہیں جو کہ پارلیمنٹ نے بنائے ہوئے ہوں گے اور پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کو اس بنا پر باطل قرار نہیں دیا جائے گا اس کا نفاذ بیرون ملک ہوگا۔

آرٹیکل۔142۔ وفاق اور صوبائی قوانین کے موضوعات:

دستور کے تابع۔

الف۔ مجلس شوریٰ کو وفاقی قانون سازی کی فہرست میں شامل کسی امر کے بارے میں قوانین بنانے کا بلاشرکت غیرے اختیار ہوگا۔

ب۔ مجلس شوریٰ اور کسی صوبائی اسمبلی کو بھی مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں

شامل کسی امر کے بارے میں قوانین بنانے کا اختیار ہوگا۔

ج۔ کسی ایسے امر کے بارے میں جو وفاق قانون سازی کی فہرست میں یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شامل نہیں ہے قوانین بنانے کا اختیار صوبائی اسمبلی کو ہوگا اور مجلس شوریٰ کو نہیں ہوگا، اور

د۔ ان امور کے بارے میں جو دونوں میں سے کسی فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ مجلس شوریٰ کو وفاق کے ایسے علاقوں کے لئے قوانین بنانے کا بلاشرکت غیرے اختیار ہوگا جو کسی صوبے میں شامل نہیں ہیں۔

تشریح

الف۔ اس تحتی دفعہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مجلس شوریٰ وفاقی قانون سازی کی فہرست میں شامل کسی بھی امر کے بارے میں قوانین وضع کرنے کا اختیار رکھتی ہے اور اس کا یہ اختیار بلاشرکت غیرے ہوگا۔

ب۔ مجلس شوریٰ اور کوئی بھی صوبائی اسمبلی مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شامل کسی امر کے بارے میں بھی قوانین بنانے کا حق رکھتی ہے۔

ج۔ کوئی ایسا امر جو وفاقی قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شامل نہیں ہے تو ایسے امر کے بارے میں صوبائی اسمبلی قانون وضع کرنے کا حق رکھتی ہے اور یہ حق آئین کی رو سے مجلس شوریٰ کو نہیں دیا گیا ہے تاہم اگر اس قسم کا قانون پارلیمنٹ بعد میں بنائے تو حقیقی شقیں صوبائی قانون سے متصادم ہوں گی تو صوبے کو انہیں کالعدم قرار دینا ہوگا۔

مجلس شوریٰ کو وفاق کے ایسے علاقوں کے امور کے بارے میں قوانین بنانے کا حق حاصل ہے جو نہ وفاقی قانون سازی کی اور نہ ہی صوبائی مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شامل ہیں اور جو کسی صوبے میں شامل نہیں ہیں اور یہ بلاشرکت غیرے استعمال کرسکتی ہے۔

آرٹیکل 143 ۔وفاقی اور صوبائی قوانین کے مابین تناقض: اگر کسی صوبائی اسمبلی کے کسی ایکٹ کا کوئی حکم مجلس شوریٰ کو کسی ایسے ایکٹ کے کسی حکم سے متناقض ہو جسے وضع کرنے کی مجلس شوریٰ مجاز ہو یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں مندرج امور میں سے کسی کے متعلق کسی موجودہ قانون کے کسی حکم سے متناقض ہو تو مجلس شوری کا ایکٹ، خواہ وہ صوبائی اسمبلی کے ایکٹ سے پہلے بنا ہو یا بعد جیسی بھی صورت ہو، موجودہ قانون پر غالب رہے گا اور صوبائی اسمبلی کا ایکٹ، تناقض کی حد تک باطل ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی صوبے کی مجلس قانون ساز کا کوئی ایسا قانون بنانے کا اختیار محدود نہ ہوگا جس کے بنانے کا اختیار اسے آئین کے تحت حاصل ہے لیکن اگر کسی صوبے کی مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے قانون کے تحت بنانے کا اختیار مجلس شوری کو حاصل ہے کسی توضیع کے نقیض ہو تو مجلس شوریٰ کا بنایا ہوا قانون جاری ہوگا خواہ کسی صوبے کی مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے قانون کے پہلے یا بعد منظور کیا گیا ہو اور صوبے کی مجلس قانون ساز کا بنایا ہوا قانون تقض کی حد تک نافذ نہ رہے گا لیکن صرف اسی مدت تک جب تک کہ پارلیمنٹ کا بنایا ہوا قانون نافذ العمل رہے۔

آرٹیکل 144 ۔مجلس شوریٰ کا دو یا زیادہ صوبوں کی رضامندی سے قانون سازی کا اختیار:

ا۔اگر وہ یا زیادہ صوبائی اسمبلیاں اس مضمون کی قرار دادیں منظور کریں کہ مجلس شوری کسی ایسے معاملے کو جو جدول چہارم کی ہر دو فہرستوں میں درج نہ ہو قانون کے ذریعے منضبط کرے تو مجلس شوری کے لئے جائز ہوگا کہ وہ مذکورہ معاملے کو منضبط کرنے کے لیے ایک ایکٹ منظور کرے۔لیکن اس طرح منظور کردہ کسی ایکٹ میں

ایسے صوبے کی ہدایت جس پر وہ اطلاق پزیر ہو، اس صوبے کی اسمبلی ایکٹ کے ذریعے ترمیم یا تنسیخ کی جا سکے گی۔

۲۔ دستور ترمیم ہشتم XVIII آف 1985ء سے حذف ہوئی۔

تشریح

۱۔ اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر دو یا اس سے زیادہ صوبائی اسمبلیاں اس خیال سے کسی ایسے امر کی بابت کوئی ایسی قرارداد منظور کرتی ہے جو کہ وفاقی قانون سازی کی فہرست اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شامل نہیں ہے کہ پارلیمنٹ اس کو باضابطہ بنا دیگی تو پھر مجلس شوریٰ پر لازم ہے کہ وہ متعلقہ امر کو باضابطہ بنانے کے سلسلے میں ایکٹ منظور کرے۔ لیکن اس طرح منظور کردہ کسی ایکٹ میں ایسے صوبے کی بابت جس پر وہ اطلاق پذیر ہو اس صوبے کی اسمبلی کے ایکٹ کے ذریعے ترمیم یا تنسیخ کی جا سکے گی۔

۲۔ اس تحتی دفعہ کو آٹھویں ترمیم کے تحت منسوخ کر دیا گیا ہے۔

باب 2

وفاق اور صوبوں کے مابین انتظامی تعلقات

آرٹیکل 145 ۔صدر کا گورنر کو اپنے عامل کے طور پر بعض کارہائے منصبی انجام دینے کا حکم دینے کا اختیار:

۱۔صدر کسی صوبے کے گورنر کو حکم دے سکے گا کہ وہ اس کے عامل کی حیثیت سے یا تو بالعموم یا کسی خاص معاملے میں وفاق کے ایسے علاقوں کی بابت جو کسی صوبے میں شامل نہیں ہیں ایسے کارہائے منصبی انجام دے جن کی حکم میں مزاحمت کی گئی ہو۔

۲۔شق 1 کے تحت گورنر کے کارہائے منصبی کی انجام دہی پر آرٹیکل 105 کے احکام کا اطلاق نہیں ہوگا۔

تشریح

۱،۲۔وفاق پاکستان میں کئی علاقے ایسے ہیں جو کسی صوبے میں شامل نہیں ہیں۔ ان میں قبائلی علاقہ جات اور شمالی علاقے شامل ہیں۔ان علاقوں کا نظم ونسق چلانے کے لئے صدر مملکت ملحقہ صوبے کے گورنر کو اس کے عامل کی حیثیت سے فرائض منصبی ادا کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں گورنر آئین کی دفعہ 105 کا پابند نہیں ہوگا۔ بالفاظ دیگر گورنر صوبے کے وزیر اعلیٰ اور کابینہ کے مشوروں کا پابند نہیں ہوگا اور وہ قطعی طور پر اپنے فرائض انجام دیتے ہیں خود مختار ہوگا اور صدر کے عامل کی حیثیت سے خدمات انجام دے گا۔

آرٹیکل 146 ۔وفاق کا بعض صورتوں میں صوبوں کو اختیارات وغیرہ تفویض کرنے کا اختیار:

۱۔دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، وفاقی حکومت، کسی صوبے کی حکومت کی

رضامندی سے کسی ایسے معاملے سے متعلق جو وفاق کے عاملانہ اختیار کے دائرہ کار میں آتا ہو کارہائے منصبی یا تو مشروط یا غیر مشروط طور پر اس حکومت کو یا اس کے عہدے داروں کے سپرد کر سکے گی۔

۲۔ مجلس شوریٰ کا کوئی ایکٹ باوجود اس امر کے کہ اس کا تعلق کسی ایسے معاملہ سے ہو جس کی بابت کسی صوبائی اسمبلی کو قانون سازی کا اختیار نہ ہو، کسی صوبے یا اس کے عہدیداروں اور ہیت ہائے مجاز کو اختیارات تفویض کر سکے گا اور ان پر فرائض عائد کر سکے گا۔

۳۔ جبکہ کسی صوبہ یا اسکے عہدیداروں یا ہیت ہائے مجاز کو اس آرٹیکل کی رو سے اختیارات اور فرائض تفویض یا عائد کئے گئے ہوں تو مذکورہ اختیارات کے استعمال یا مذکورہ فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں صوبے کی جانب سے برداشت کئے جانے والے کسی زائد انتظامی اخراجات کی بابت وفاق کی طرف سے صوبے کو ایسی رقم ادا کی جائیگی جو آپس میں طے ہو جائے یا طے نہ ہونے کی صورت میں، ایسی رقم جو چیف جسٹس پاکستان مقرر کردہ کسی ثالث کی طرف سے متعین کیجائے۔

تشریح

۱۲۔ صوبے وفاق کا حصہ ہوتے ہیں اور صوبائی حکومتوں کے تعاون ہی سے وفاقی حکومت مستحکم بنیادوں پر کام کر سکتی ہے۔ تاہم آئین کی اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر وفاقی حکومت یہ سمجھے کہ اس کے پاس عملے کی کمی ہے یہ کسی معاملہ کو اپنے اختیار میں لینے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی تو پھر وہ صوبائی حکومت کی رضامندی سے انتظامی اختیار جس صوبائی حکومت یا اس کے کسی اہل کار کو چاہے تفویض کر سکتی ہے۔ اسی طرح پارلیمنٹ بھی ایک ایکٹ کے ذریعے کسی بھی صوبے یا اس کے افسروں کو کوئی بھی ایسا انتظامی اختیار دے سکتی ہے جس کے لئے صوبائی اسمبلی قانون بنا سکتی ہو۔ چونکہ صوبائی حکومت کو سونپے گئے فرائض کا تعلق وفاق سے ہوتا ہے اس لئے صوبائی

حکومت وفاق حکومت سے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں معاوضہ طلب کرسکتی ہے۔تاہم اس کے لئے صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت کے مابین اتفاق رائے پایا جانا ضروری ہے۔ وفاقی حکومت عدلیہ کے اختیارات صوبائی حکومت کو تفویض نہیں کرسکتی۔

۳۔اس تحتی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر صوبے اور وفاق کے پاس فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں وفاقی حکومت کی طرف سے دیئے جانے والے معاوضے کے بارے میں کوئی اختلاف پایا جائے تو پھر ثالثی کے لئے چیف جسٹس سے رجوع کرنا پڑے گا جو اس ضمن میں ثالث مقرر کریں گے اور پھر ثالث جو بھی فیصلہ کرے گا دونوں حکومتوں کو اس کی پابندی کرنا پڑے گی۔

آرٹیکل۔147۔صوبوں کا وفاق کو کارہائے منصبی سپرد کرنے کا اختیار: دستور میں شامل کسی امر کے باوجود کسی صوبے کی حکومت، وفاقی حکومت کی رضامندی سے ،کسی ایسے معاملےسے متعلق، جو صوبے کے عاملانہ اختیار کے دائرہ کار میں آتا ہو، کارہائے منصبی، یا تو مشروط یا غیر مشروط طور پر وفاقی حکومت یا اس کے عہدیداروں کے سپرد کرسکے گی۔

تشریح

اس دفعہ میں صوبوں کو وہی اختیارات دیئے گئے ہیں جیسا کہ دفعہ 146 میں دیئے گئے ہیں۔تاہم اس کے لئے وفاقی حکومت کی رضامندی شرائط کے ساتھ یا غیر مشروط طور پر حاصل کرنا ضروری ہے۔تاہم صوبائی حکومت سے وفاقی حکومت کسی ایسے امر کے انجام دینے کے سلسلے میں معاوضہ طلب نہیں کرسکتی جو صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔بالفاظ دیگر اس دفعہ کے اطلاق سے دونوں حکومتوں کے مابین خوشگوار تعلقات کی عمدہ مثال قائم ہوتی ہے۔

آرٹیکل 148۔صوبوں اور وفاق کی ذمہ داری:

۱۔ ہر صوبے کا عاملانہ اختیار اس طرح استعمال کیا جائیگا کہ اس سے ان وفاقی قوانین کی تعمیل کی ضمانت ملے جو اس صوبے میں اطلاق پذیر ہوں۔

۱۲۔ اس باب کے کسی دوسرے حکم پر اثر انداز ہوئے بغیر، کسی صوبے میں وفاق کے عاملانہ اختیار کو استعمال کرنے میں اس صوبے کے مفادات کا لحاظ رکھا جائیگا۔

۳۔ وفاق کا یہ فرض ہوگا کہ ہر صوبے کو بیرونی جارحیت اور اندرونی خلفشار سے محفوظ اور اس بات کو یقینی بنائے کہ ہر صوبے کی حکومت دستور کے احکام کے مطابق چلائی جائے۔

تشریح

صوبے چونکہ وفاق کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں اس لئے ان پر لازم ہے کہ وہ وفاقی حکومت کے ان قوانین پر جن کا اطلاق ان کے صوبوں پر ہوتا ہے عملدرآمد کرائیں لیکن صوبوں کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ متعلقہ قوانین کے نفاذ سے متعلقہ صوبے کے مفادات متاثر نہ ہوں۔ بالفاظ دیگر صوبائی حکومتوں کو وفاقی قوانین کا تحفظ کرنا چاہیے۔ اس طرح وفاق کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صوبوں کو بیرونی جارحیت سے محفوظ رکھنے کے لئے موثر اقدامات کرے اور ملک میں ایسی فضا قائم کرے جس سے وفاقی حکومت اور صوبوں کے باہمی تعلقات فروغ پاسکیں اور عوام سکون قلب سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہیں تاکہ ترقی کر سکے۔ اگر صوبوں اور وفاق کے تعلقات خوشگوار نہ ہوں گے تو وفاقی حکومت کمزور ہو جائیگی۔ بیرونی سرمایہ کار ملک میں سرمایہ لگانے سے ہچکچائیں گے۔ وفاق کے کمزور ہونے سے دشمن ممالک بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ لہذا صوبوں اور وفاق کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دستور کے مطابق اپنے اپنے فرائض انجام دیں اور اگر کسی وقت کوئی اختلاف بھی پیدا ہو جائے تو باہمی مذاکرات کے ذریعے اسے دور کرلیا جائے اور محاذ آرائی سے گریز کیا جائے جیسا کہ میاں نواز شریف حکومت کے دور میں محاذ آرائی نے

وفاقی حکومت کو کمزور کر دیا جو بالآخر ختم ہو گئی۔

آرٹیکل 149 ۔بعض صورتوں میں صوبوں کے لئے ہدایات:

۱۔ ہر صوبے کا عاملانہ اختیار اس طرح استعمال کیا جائے گا کہ وہ وفاق کے عاملانہ اختیار میں حائل نہ ہو یا اسے نقصان نہ پہنچائے اور وفاق کا عاملانہ اختیار کسی صوبے کو ایسی ہدایات دینے پر وسعت پذیر ہو گا جو اس مقصد کے لئے وفاقی حکومت کو ضروری معلوم ہوں۔

۲۔ وفاق کا عاملانہ اختیار کسی صوبے کو، اس صوبے میں کسی ایسے وفاقی قانون پر عملدرآمد کرانے کی ہدایات دینے پر بھی وسعت پذیر ہو گا جس کا تعلق مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں مصرحہ کسی معاملے سے ہو اور جس میں ایسی ہدایات دینے کا اختیار دیا گیا ہو۔

۳۔ وفاق کا عاملانہ اختیار کسی صوبے کو ایسے ذرائع مواصلات کی تعمیر اور نگہداشت کے لئے ہدایات دینے پر بھی وسعت پذیر ہو گا جنہیں ہدایات میں قومی یا فوجی اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہو۔

۴۔ وفاق کا عاملانہ اختیار کسی صوبے کو ایسے طریقے کی بابت ہدایت دینے پر بھی وسعت پذیر ہو گا، جس میں اس کے عاملانہ اختیار کو پاکستان یا اسکے کسی حصے کے امن یا سکون یا اقتصادی زندگی کے لئے کسی سنگین خطرے کے انسداد کی غرض سے استعمال کیا جانا ہو۔

تشریح

۱۔ صوبوں اور وفاق کے مابین تعلقات کو فروغ دینے کے سلسلے میں آئین میں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ ہر صوبائی حکومت اپنے انتظامی اختیارات کو اس طریق سے بروئے کار لائے کہ وہ وفاق کے انتظامی اختیارات میں کسی قسم کی مداخلت کا سبب نہ بنے یا اسے نقصان نہ پہنچائے اور اگر کسی صوبے کی انتظامیہ وفاق

کے انتظامات میں دخل اندازی کرنا شروع کردے تو پھر وفاقی حکومت کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ متعلقہ صوبائی حکومت کو خصوصی ہدایات دے کر اپنے اختیارات میں وسعت پیدا کرے۔

۲۔ وفاقی حکومت کسی صوبے کو وفاقی قانون پر عمل درآمد کرانے کے لیے بھی ہدایت دی سکتی ہے جس کا تعلق مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں مصرحہ کسی معاملے سے ہو اور جس میں ایسی ہدایات دینے کا اختیار وفاقی حکومت کو دیا گیا ہو۔

۳۔ وفاقی صوبے میں قومی اور فوجی اہمیت کے حامل کسی بھی مواصلاتی منصوبے کی تعمیر اور نگہداشت کے سلسلے میں ہدایات جاری کرسکتا ہے۔

۴۔ وفاقی حکومت صوبائی حکومت کو صوبے میں امن و امان کی صورت حال کو بحال کرنے اور معاشی خطرات سے بچنے کے لئے خصوصی ہدایات جاری کرسکتی ہے۔ وفاقی حکومت اگر یہ سمجھے کہ صوبے میں خانہ جنگی کا خطرہ ہے یا تخریب کاری سے سرکاری اور عوامی املاک کو شدید نقصان پہنچا رہا ہے تو اس ضمن میں بھی وفاقی حکومت جو اقدامات کرے کو بروئے کار لاسکتی ہے۔

آرٹیکل 150۔ سرکاری کاروائیوں وغیرہ کا پورے طور پر معتبر اور دقیع ہونا: ہر صوبے کی سرکاری کاروائیوں، ریکارڈوں اور عدالتی کاروائیوں کو پاکستان بھر میں پوری معتبر اور دقیع سمجھا جائیگا۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی بھی سرکاری کاروائی کے سلسلے میں حکومتی ریکارڈ اور عدالتی کاروائی کے ریکارڈ کو درست تسلیم کیا جائے گا۔ بھارت کے آئین کی دفعہ 261 بھی اس دفعہ سے مطابقت رکھتی ہے اس میں یہ کہا گیا ہے:۔

۱۔ بھارت کے پورے علاقے میں یونین اور ہر ریاست کے سرکاری افعال، ریکارڈ، اور عدالتی کاروائیوں کی صحت پر کامل اعتماد کیا جائے گا اور اس کو دقعت دی

جائے گی۔

۲۔وہ طریقہ جس کے بموجب اور وہ شرائط جن کے تحت فقرہ 1 میں مذکورہ افعال ، ریکارڈ اور کاروائیاں ثابت کی جائیں گی اور ان کے اثر کا تعین کیا جائیگا۔ ایسی ہوں گی جن کی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون کی رو سے توضیع کی گئی ہو۔

۳۔بھارت کے علاقہ کے کسی حصہ میں دیوانی عدالتوں کے دیے ہوئے یا صادر کئے ہوئے حتمی فیصلے یا احکام اس علاقہ کے اندر کسی جگہ قانون کے بموجب قابل تعمیل ہوں گے۔

آرٹیکل 151۔بین الصوبائی تجارت:

۱۔شق 2۔کے تابع ، پاکستان بھر میں تجارت، بیوپار اور رابطہ کی آزادی ہوگی۔

۲۔مجلس شوریٰ قانون کے ذریعے، ایک صوبہ اور دوسرے صوبے کے درمیان یا پاکستان کے اندر کسی حصے میں، تجارت بیوپار یا رابطہ کی آزادی پر، ایسی پابندی عائد کر سکے گی جو مفاد عامہ کیلئے درکار ہوں۔

۳۔کسی صوبائی اسمبلی یا کسی صوبائی حکومت کو اختیار نہیں ہوگا کہ

الف۔کوئی ایسا قانون بنائے یا کوئی ایسی انتظامی کاروائی کرے جس میں اس صوبے میں کسی نوع یا قسم کی اشیاء کے داخلے یا اس صوبے سے ان کی برآمد گی ممانعت یا تحدید کی گئی ہو، یا

ب۔کوئی ایسا محصول عائد کرے جو اس صوبہ کی تیار کردہ یا پیدا کردہ اشیاء اور دیسی ہی اشیاء کے جو اس کی اپنی تیار کردہ یا پیدا کردہ نہ ہوں۔درمیان اور اول الذکر اشیاء کے حق میں امتیاز پیدا کرے یا جو اس صوبہ سے باہر تیار کردہ اشیاء کے معاملہ میں، پاکستان کے کسی ایک علاقے میں تیار کردہ پیدا کردہ اشیاء اور کسی دوسرے علاقے میں ویسی ہی تیار کردہ یا پیدا کردہ اشیاء کے درمیان پیدا کرے۔

۴۔کسی صوبائی اسمبلی کا کوء ایسا ایکٹ جو صحت عامہ، امن عامہ یا اخلاق کے مفاد

میں یا جانوروں یا پودوں کو بیماری سے محفوظ رکھنے یا اس صوبے میں کسی ضروری شے کی شدید قلت کو روکنے یا کم کرنے کی غرض سے کوئی مناسب پابندی لگاتا ہو، ناجائز نہیں ہوگا، اگر وہ صدر کی رضامندی سے بنایا گیا ہو۔

تشریح

آئین کی اس شق کے تحت پاکستان بھر میں بین الصوبائی تجارت کو فروغ دینے کے لیے اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ بین الصوبائی تجارت مکمل طور پر آزاد ہے بشرطیکہ مفادات عامہ کے تحت پارلیمنٹ اس سلسلے میں کوئی پابندی عائد نہ کرے۔ پارلیمنٹ کے علاوہ کسی بھی صوبائی اسمبلی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ بین الصوبائی تجارت پر کسی قسم کی پابندیاں عائد کرے یا بیوپاریوں کے میل جول پر کوئی پابند لگا سکے۔ کوئی بھی صوبائی اسمبلی یا حکومت کوئی ایسا قانون بنانیکی بھی مجاز نہیں کہ جس میں اس صوبے میں کسی نوعیت کی اشیاء کے داخلے یا اس سے دوسرے صوبوں، صوبے میں نقل وحمل ممنوع قرار دی جا سکے۔ صوبائی حکومتوں کو بین الصوبائی تجارت کے سلسلے میں اس قسم کا کوئی ٹیکس نافذ کرنے کا بھی اختیار نہیں جو دوسرے صوبے میں پیدا ہونے والی یا تیار ہونے والی کسی شے میں امتیاز پیدا کرے۔ صوبائی اسمبلی کا منظور شدہ قانون جو عوامی صحت، اخلاق، نظم وضبط، جانوروں یا پودوں کی حفاظت یا کسی صوبے میں کسی ضروری شے کی شدید قلت کو روکنے یا کم کرنے کی غرض سے بنایا جا سکے تو ایسا قانون نافذ العمل ہو سکے گا اور اسے کالعدم قرار نہیں دیا جا سکے گا۔ تاہم اس کے لئے صدر کی پیشگی منظوری حاصل کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 152۔ وفاقی اغراض کے لئے ارضی کا حصول:

اگر وفاق کسی ایسی اراضی کو جو کسی صوبے میں واقع ہو۔ کسی ایسے مقصد کے لئے جو کسی ایسے معاملے سے متعلق ہو جس کے بارے میں مجلس شوریٰ کو قوانین وضع کرنے کا اختیار ہو، حاصل کرنا ضروری خیال کرے تو وہ اس صوبے کو حکم دے گا کہ

وہ اس اراضی کو وفاق کی طرف سے اس کے خرچ پر حاصل کرے یا اگر اراضی صوبہ کی ملکیت ہو تو اسے وفاق کے نام ایسی شرائط پر منتقل کر دے جو طے پا جائیں یا، طے نہ پانے کی صورت میں چیف جسٹس آف پاکستان کے مقرر کردہ کسی ثالث کی طرف سے طے کی جائیں۔

تشریح

وفاقی حکومت کے چند محکمے ایسی ہیں جن کی تنصیبات کا جال پورے ملک میں بچھا ہوا ہے۔ اس ضمن میں پاکستان واپڈا۔ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کارپوریشن، پاکستان ریلویز، پاکستان انٹرنیشنل لا جسٹک سیل اور سئی گیس قابل ذکر ہیں۔ اس دفعہ کے تحت اگر واپڈا مفاد عامہ کے لئے صوبے کے کسی حصے میں کوئی گرڈ اسٹیشن، پاور اسٹیشن لگانا چاہے تو وہ صوبائی حکومت کی وساطت سے متعلقہ مالک سے مناسب معاوضے کے ساتھ زمین کی خرید کر سکتا ہے اور اس ضمن میں کوئی امر اس کے مانع نہ ہوگا۔ اسی طرح شاہرات کا محکمہ ایک صوبے کو دوسرے صوبے کیساتھ ملانے کے لئے کوئی نئی شاہراہ تعمیر کرنا چاہے تو وہ بھی ایسا کرنے کا مجاز ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ ایسے مقاصد کی تکمیل کے لئے زمین حاصل کی جا سکتی ہے۔ جن پر قانون سازی کا اختیار وفاقی پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ وفاقی حکومت صوبائی حکومت کو زمین مزکورہ کو اپنے قبضے میں لینے کا حکم بھی دے سکتی ہے۔، اس ضمن میں معاوضہ کے سلسلے میں معاہدہ بھی طے پائے گا۔ اگر فریقین کے مابین کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو چیف جسٹس سے رجوع کیا جائے جو ثالث مقرر کریں گے اور ثالث کا فیصلہ حتمی تصور کیا جائے گا۔

باب 3

خاص احکام

آرٹیکل 152.A قومی سلامتی کونسل: ا۔مملکت کے اقتدار اعلیٰ، سالمیت اور سلامتی سے متعلق کلیدی امور اور جمہوریت، حکمرانی اور بین الصوبائی ہم آہنگی سے تعلق رکھنے والے معاملات کیبارے میں مشاورتی فورم کی حیثیت سے حکومت کا نظم ونسق انجام دینے کے لئے ایک قومی سلامتی کونسل ہوگی۔

۲۔صدر قومی سلامتی کونسل کو چیئرمین ہوگا اور اس کے دوسرے ارکان وزیراعظم، سینٹ کا چیئرمین، قومی اسمبلی کا سپیکر، قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کا قائد، صوبوں کے وزرائے اعلیٰ۔چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی، بری افوان پاکستان، پاکستان بحریہ اور پاکستان فضائیہ کے چیف آف سٹاف ہوں گے۔

۳۔قومی سلامتی کونسل کے اجلاس صدر کی طرف سے یا تو اس کی صوابدید یا وزیراعظم کی رائے پر یا جب کہ اس کے دیگر ارکان میں سے کسی نے درخواست کی ہو اس کی طرف بتائے گئے نظام الاوقات کے اندر طلب کئے جاسکیں گے۔

۴۔قومی سلامتی کونسل مملکت کے اقتدار اعلیٰ سالمیت، دفاع اور سلامتی کے معاملات میں مشاورتی فورم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے لئے تشکیل دی جائے گی۔

تشریح

آرٹیکل 152-A: قومی سلامتی کونسل کے قیام کا تصور سب سے پہلے 1947ء میں امریکا میں پیش کیا گیا ازاں بعد میں اسے بہت سے ممالک میں قائم کردیا گیا، تاہم پاکستان میں صدر جنرل ضیاء الحق نے 1985ء میں آئین میں ترمیم کرکے اسے آئین کا حصہ بنانا چاہا لیکن حزب اختلاف کی مخالفت کے باعث اسے قائم نہ کیا جاسکا چنانچہ نومبر 1985ء میں آئین کی دفعہ 152-A کو حذف کردیا گیا۔

1988ء، 1990ء اور 1993ء کی اسمبلیوں کے بار بار ٹوٹنے کی وجہ سے اس ادارے کا قیام ایک بار پھر شدت سے محسوس کیا گیا۔ ملک معراج خالد نے 5 نومبر 1995ء کو نگران وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا تو صدر مملکت نے 6 جنوری 1997ء کو مجلس برائے دفاع اور قومی سلامتی کونسل فار ڈیفنس اینڈ نیشنل سیکورٹی، کے قیام کا آرڈیننس نافذ کیا۔ اس کے ارکان میں یہ شامل تھے:

صدر مملکت اس کے سربراہ قرار پائے۔

ارکان میں وزیر دفاع، وزیر خزانہ یا مشیر خزانہ، وزیر داخلہ، سیکرٹری دفاع، سیکرٹری کابینہ اور آئی ایس آئی کے سربراہ کو شامل کر لیا گیا۔ اگرچہ موخر الذکر تینوں عہدیداروں کو اس کونسل کا باقاعدہ رکن تو نہ بنایا گیا تاہم اجلاس میں ان کی حاضری کو لازمی قرار دیا گیا۔

مجلس برائے دفاع اور قومی سلامتی کو حکومت کی مشاورت اور مدد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ تاہم یہ بھی کہا گیا تھا کہ کابینہ کی دفاعی کمیٹی اور جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی اس سے کسی طور پر بھی متصادم نہ ہوگی۔ مندرجہ ذیل امور کو کونسل کے سپرد کیا گیا۔

۱۔ قومی تقاضوں کی روشنی میں دفاعی پالیسی اور اس کے تخمینے کی تکمیل۔

۲۔ قومی سلامتی کے تناظر میں قومی حکمت عملی طے کرنا اور ان کی ترجیحات متعین کرنا۔

۳۔ دفاع کو خارجی اور داخلی پالیسیوں سے مربوط کرنا۔

۴۔ قومی حکمت عملی کے مطابق مسلح افواج کی خصوصی زمہ داریوں کا تعین کرنا۔

۵۔ دفاع اور قومی سلامتی پر اثر انداز ہونے والی اقتصادی اور دفاعی پالیسیاں تیار کرنا۔

۶۔ داخلی سلامتی، ہنگامی حالت کے نفاذ اور صدر یا وزیر اعظم کی جانب سے بھیجے

گئے کسی اہم مسئلے پر سفارشات مرتب کرنا، صدر کے پرنسپل سیکرٹری کو بلحاظ عہدہ، اس کونسل کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

فروری 1997ء میں میاں نواز شریف نے وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا تو انہوں نے اس مجلس کو تحلیل کر دیا۔

اکتوبر 1998ء میں بری فوج کے چیف سٹاف جنرل جہانگیر کرامت نے حکومتی امور میں مشورے دینے کیلئے نیشنل سیکورٹی کونسل کے قیام کی تجویز پیش کی۔ حزب اختلاف اور دیگر سیاسی جماعتوں نے جنرل جہانگیر کرامت کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اسے بے حد سراہا۔ لیکن وزیراعظم نے ان کی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا جس کے نتیجے میں فوج کی تاریخ میں کسی حاضر سروس فوجی سربراہ کو مستعفی ہونا پڑا۔

اکتوبر 1999ء میں جنرل پرویز مشرف نے حکومت کا نظم و نسق سنبھالا تو انہوں نے عبوری حکم کے تحت 17 اکتوبر 1999ء کو پھر سے قومی سلامتی کونسل کے قیام کا اعلان کر دیا۔ اس میں مسلح افواج کے تینوں سربراہوں۔ قانونی امور، مالی امور، اور خارجہ امور کے ماہرین کو شامل کر لیا گیا۔ جنرل پرویز مشرف اس کے چیئرمین قرار پائے۔ 4 جولائی 2001ء کو انہوں نے قومی سیکیورٹی کونسل کی تشکیل نو کی اور نئے نظام کے تحت چار وفاقی وزراء اور صوبائی گورنروں کو تبدیل کر دیا گیا۔ اس ضمن میں چیف ایگزیکٹو کا حکم نمبر 5 مجریہ 2001ء جاری کیا گیا۔

اس حکم کو نیشنل سیکیورٹی کونسل آرڈر 2001ء کو نافذ کیا گیا اور اسے فوری طور پر نافذ العمل قرار دیا گیا۔ صدر اس کونسل کا چیئرمین جبکہ ارکان میں 9 ارکان شامل تھے۔

21 اگست 2002ء کو جب صدر مملکت نے عام انتخابات کے انعقاد کے سلسلے میں لیگل فریم ورک آرڈر جاری کیا تو اس میں بھی اس حیثیت کو بحال رکھا گیا۔ تاہم

اس کے ارکان کی تعداد بڑھا کر 13 کر دی گئی۔

حزب اختلاف نے اس پر احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ اسے ختم کر دیا جائے اور اس ضمن میں حکومتی جماعت اور حزب اختلاف کی جماعتوں خصوصاً متحدہ مجلس عمل کیساتھ مزاکرات کا سلسلہ بھی جاری رہا جو 24 دسمبر 2003ء کے ایک معاہدے پر منتج ہوا۔ اس معاہدے کے تحت نیشنل سیکورٹی کونسل کا قیام آئین کے تحت عمل میں لانے کا عندیہ ظاہر کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت وجود میں لائی جائے گی اس کے بارے میں ملے جلے ردعمل کا اظہار کیا گیا مثلاً نیشنل سیکیورٹی کونسل صوبائی ہم آہنگی کو فروغ دینے اور حکومت کو ملکی دفاعی معاملات میں گائیڈ لائن فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ نیشنل سیکیورٹی کونسل کے سربراہ جہاں ادارہ کے چیئرمین اور صدر ہوں گے وہاں سینٹ کے چیئرمین، سپیکر قومی اسمبلی، اپوزیشن لیڈر، صوبائی وزراء اعلیٰ اور جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین اور مسلح افواج کے سربراہ بھی موجود ہوں گے۔ نیشنل سیکیورٹی کونسل میں عوامی نمائندوں کی موجودگی سے اس ادارے کو مضبوط بنانے میں بڑی مدد ملے گی۔ کونسل میں اپوزیشن لیڈر، وزیراعظم اور جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کی موجودگی کی وجہ سے عوام کے ہر طبقہ کی نمائندگی ہوگی۔ جس سے جمہوری اداروں کو پنپنے کا موقع ملے گا۔ یہ ادارہ حکومتی دائرہ کار میں مداخلت کئے بغیر جمہوری نظام کو جاری و ساری رکھنے میں مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف اس حقیقت سے بھی قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس ادارے کے قیام سے ملک میں سیاسی افراتفری اور بحران کا شکار بھی نہیں ہوگا۔ 19 اپریل 2004ء کو قومی اور سینٹ سے منظوری کے بعد نیشنل سیکیورٹی کونسل کے بل پر صدر کے دستخط ثبت ہونے پر اسے ایک باقاعدہ ادارے کی حیثیت مل گئی۔ اس ادارے کے قیام سے امریکا اور ترکی حکومتوں کے استحکام کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں:

آرٹیکل 153 ۔مشترکہ مفادات کی کونسل:

۱۔مشترکہ مفادات کی ایک کونسل ہوگی، جسے اس باب میں کونسل کہا گیا ہے جس کا تقرر صدر کرے گا۔

۲۔کونسل کے ارکان حسب ذیل ہوں گے:

الف صوبوں کے وزراء اعلیٰ اور

ب۔مساوی تعداد میں وفاقی حکومت کے ارکان نہیں وقتاً فوقتاً وزیراعظم نامزد کرے گا۔

۳۔وزیراعظم، اگر کونسل کا رکن ہو، کونسل کا چیئرمین ہوگا، لیکن، اگر کسی وقت وہ رکن نہ ہو تو صدر کسی وفاقی وزیر کو، جو کونسل کا رکن ہو، اس کا چیئرمین نامزد کر سکے گا۔

۴۔کونسل مجلس شوریٰ کے سامنے جوابدہ ہوگی۔

تشریح

یوں تو ہر صوبے نے اپنی اپنی ضروریات کے مطابق محکمے قائم کر رکھے ہیں لیکن چند محکمے ایسے بھی ہیں جو وفاقی حکومت کے تحت صوبوں میں کام کر رہے ہیں ان محکموں میں ریل ویز، واپڈا، کسٹمز، ڈاک تار، گیس شاہرات اور پی آئی اے وغیرہ شامل ہیں۔مشترکہ مفادات کی کونسل کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا محکموں کی ترقی کے لئے نہ صرف پالیسیاں بنئے اور ترقیاتی منصوبوں کو بروئے کار لائے بلکہ تمام صوبوں کے مفادات کی یکساں طور پر نگرانی بھی کرے۔مشترکہ مفادات کی کونسل کی تشکیل صدر کے دائرہ اختیار میں ہے۔اس کے ارکان میں چاروں صوبائی وزراعلیٰ مساوی تعداد میں وفاقی حکومت کے چار ارکان جنکے نامزدگی وقتاً فوقتاً وزیراعظم کریں گے اور اس کا ہر رکن ہر صوبے سے ہو، کونسل کا چیئرمین وزیراعظم ہو گا بشرطیکہ وہ کونسل کا رکن ہو۔اگر وزیراعظم کونسل کا رکن ہو تو صدر مملکت کسی وفاقی وزیر کو جو کونسل کونسل کا رکن کو چیئرمین نامزد کر سکتے ہیں۔کونسل مجلس شوریٰ کے سامنے

جوابدہ ہے۔ یہ کونسل مرکز اور صوبوں کے مابین تنازعات حل کرنے کا بھی فریضہ انجام دیتی ہے۔ اس ضمن میں 21 مارچ 1991ء کو صوبوں میں دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم اس کونسل کا اہم کارنامہ ہے۔ کونسل نے چاروں صوبوں کے مابین ایک معاہدہ طے کر دیا جس کے تحت پنجاب کو پانچ کروڑ 50 لاکھ چالیس ہزار، سندھ کو چار کروڑ ستاسی لاکھ ساٹھ ہزار، سرحد کو ستاسی لاکھ اسی ہزار اور بلوچستان کو اڑتیس لاکھ ستر ہزار ایکڑ فٹ پانی دینے پر باہمی رضامندی کا اظہار کیا گیا۔

آرٹیکل 154۔ کارہائے منصبی اور قواعد ضابطہ کار:

۱۔ کونسل وفاقی قانون سازی کی فہرست کے حصہ دوم میں مندرج معاملات سے متعلق اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست کے اندراج 34 بجلی کے معاملے کے بارے میں، جس حد تک اس کا تعلق وفاق کے امور سے ہو، حکمت عملیاں وضع اور منضبط کریگی اور متعلقہ اداروں پر نگرانی اور کنٹرول رکھے گی۔

۲۔ کونسل کے فیصلوں کا اظہار اکثریت کی رائے کے مطابق ہوگا۔

۳۔ تاوقتیکہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اس بارے میں قانون کے ذریعے احکام وضع نہ کرے، کونسل اپنے قواعد ضابطہ کار وضع کر سکے گی۔

۴۔ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اپنی مشترکہ نشست میں قرارداد کے ذریعے، وفاقی حکومت کے توسط سے، کونسل کو عمومی طور پر، یا کسی خاص معاملے میں، ایسی کارروائی کرنے کے لئے جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) مبنی بر انصاف اور مناسب خیال کرے، وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کر سکے گی اور کونسل ایسی ہدایات کی پابند ہوگی۔

۵۔ اگر وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت کونسل کے کسی فیصلے سے غیر مطمئن ہو، تو وہ اس معاملے کو شوریٰ (پارلیمنٹ) کی مشترکہ نشست میں بھیج سکے گی جس کا فیصلہ اس بارے میں حتمی ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مشترکہ مفادات کی کونسل کیا فرائض انجام دے سکتی ہے نیز یہ کن قواعد وضوابط کے تحت کام کرتی ہے۔ یہ مندرجہ ذیل امور انجام دے گی:

۱۔ کونسل پاکستان ریلویز، معدنیات، صنعتوں کی ترقی اور بجلی وغیرہ کے سلسلے میں پالیسیاں بنائے گی جن کا اندراج حصہ دوم میں وفاقی قانون کی فہرست میں کیا گیا ہے۔ نیز متعلقہ اداروں پر نگرانی اور مکمل کنٹرول رکھے گی۔

۲۔ کونسل کے فیصلے اکثریت رائے کے تحت کیے جائیں گے۔

۳۔ کونسل اس وقت تک اپنے قواعد وضوابط وضع کر سکے گی جب تک کہ اس کے بارے میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) قانون کے ذریعے احکام وضع نہ کرے۔

۴۔ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قرارداد اور وفاقی حکومت کے توسط سے کونسل کو عمومی طور پر یا کسی خاص معاملے میں ایسی کارروائی کرنے کے لئے جو مبنی بر

انصاف اور مناسب ہو ہدایات جاری کر سکتی ہے اور کونسل ان ہدایات پر عملدرآمد کرنے کی پابند ہوگی۔

۵۔ اگر وفاقی حکومت یا کوئی ایک صوبائی حکومت کونسل کے کسی فیصلے سے متفق نہ ہو تو ایسے معاملے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں فیصلے کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے اور اس ضمن میں ہونے والا فیصلہ قطعی ہوگا اور اس کا تسلیم کیا جانا ضروری ہوگا۔

اگر وفاقی حکومت یا کوئی ایک صوبائی حکومت کونسل کے کسی فیصلے سے متفق نہ ہو تو ایسے معاملے کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں فیصلے کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے اور اس ضمن میں ہونے والا فیصلہ قطعی ہوگا اور اس کا تسلیم کیا جانا ضروری ہوگا۔

آرٹیکل 155 ۔آب رسانیوں میں مداخلت کی شکایات:

۱۔ اگر کسی صوبے، وفاقی دارالحکومت یا وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں یا ان کے باشندوں میں سے کسی کے، کسی قدرتی سرچشمہ آب رسانی سے پانی کے

حصول کے مفادات پر مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے مضر اثر پڑا ہو، یا پڑا کا امکان ہو

الف ۔کوئی عاملانہ کارروائی یا قانون جو زیر عمل لائی گئی ہو منظور کیا گیا ہو یا جس کے زیت عمل لائے جانے یا منظور کئے جانے کی تجویز ہو، یا

ب ۔مذکور چشمے سے پانی کے استعمال اور تقسیم یا کنٹرول کے سلسلے میں کوی ہیئت مجاز کی طرف سے اپنے احتیارات میں کسی کو بروئے کار لانے میں کوتاہی،

۲۔ ایسی شکایت موصول ہونے پر، کونسل معاملے پر غور کرنے کے بعد، یا تو اپنا فیصلہ دے گی یا صدر سے درخواست کرے گی کہ وہ ایسے اشخاص پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کرے جو آبپاشی، انجینئری، انتظامہ، مالیات یا قانون کے خصوصی علم و تجربے کے حامل ہوں جنہیں وہ موزوں خیال کرے، جس کا حوالہ بعد ازیں کمیشن کے طور پر دیا گیا ہے۔

۳۔ تاوقتیکہ مجلس شوری (پارلیمنٹ) اس بارے میں قانون کے ذریعے احکام وضع نہ کرے، کمیشن ہائے تحقیقات پاکستان ایکٹ 1956ء کے احکام کا جو یوم آغاز سے عین قبل نافذ العمل تھے کونسل یا کمیشن پر اس طرح اطلاق ہوگا کہ کونسل یا کمیشن ایکٹ کے تحت مقرر کردہ کوئی کمیشن ہو جس پر اس کی دفعہ 5 کے جملہ احکام کا اطلاق ہوتا ہو اور جسے اس کی دفعہ 10۔الف میں محولہ اختیار تفویض کیا گیا ہو۔

۴۔ کمیشن کی رپورٹ اور ضمنی رپورٹ پر، اگر کوئی ہو، غور کرنے کے بعد، کونسل کمیشن کو بھیجے گئے جملہ معاملات پر اپنا فیصلہ قلمبند کرے گی۔

۵۔ اس کے خلاف کسی قانون کے باوجود لیکن آرٹیکل 154 کی شق 5 کے احکام کے تابع، یہ وفاقی حکومت اور متنازعہ معاملے سے متعلق صوبائی حکومت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ کونسل کے فیصلے کو وفاداری کے ساتھ لفظاً و معناً نافذ کریں۔

۶۔ کسی ایسے معاملے کے بارے میں جو کونسل کے سامنے زیر بحث ہو یا رہا ہو معاملہ کے کسی فریق کی تحریک پر یا کسی ایسے معاملے کے بارے میں، جو اس آرٹیکل

کے تحت کونسل کے سامنے شکایت کا مناسب موضوع جی الواقع ہو یا رہا ہو یا ہو سکتا ہو یا ہونا چاہیے، کسی بھی شخص کی تحریک پر، کسی عدالت کے سامنے کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

تشریح

اس دفعہ میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک صوبے، وفاقی دارالحکومت یا وفاق کے انتظام قبائلی علاقوں میں سے کسی ایک کو پانی کی تقسیم یا اس کے کنٹرول کے بارے میں کوئی شکایت پائی جاتی ہو تو وہ تحریری طور پر اپنی شکایت کو مشترکہ مفادات کی کونسل کے سامنے پیش کرے۔ کونسل اس غور کر کے کوئی فیصلہ کرے گی اور اگر مسئلے کی پیچیدگی کی وجہ سے کونسل کوئی حل تلاش نہ کر سکے گی تو اس کے لئے وہ صدر پاکستان سے درخواست کرے گی کہ وہ اس ضمن میں ماہرین کا ایک کمیشن تشکیل دیں تا کہ مسئلے کا کوئی مناسب اور قابل قبول حل تلاش کیا جا سکے۔ ایسا کمیشن پاکستان کمیشن آف انکوائری ایکٹ 1956ء کے قواعد وضوابط کے تحت کام کرے گا۔ کمیشن مسئلے کو حل کرنے کے سلسلے میں ایک رپورٹ تیار کر کے کونسل کو بھیجے گا۔ کونسل کمیشن کو بھیجے گئے عام امور پر فیصلہ دے گی جو کہ حتمی ہوگا اور وفاقی اور صوبائی حکمت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ فیصلے پر عملدرآمد کرئیں۔ اس ضمن میں فیصلہ کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ بھارتی آئین کی دفعہ 262 میں یہ کہا گیا ہے کہ 1 پارلیمنٹ کسی بین ریاستی دریا یا دریا کی وادی کے یا اس کے اندر پانی کے استعمال، تقسیم یا اس پر اختیار سے متعلق کسی تنازع یا شکایت کا تصفیہ کرنے کے لئے بذریعہ قانون توضیع کر سکے گی۔

لیکن آئین پاکستان کی دفعہ 155 میں اس ضمن میں ایک کردار کی تشکیل کا ذکر کیا گیا ہے جہاں اس قسم کے مسائل کو پیش کر کے فیصلہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسی دفعہ کے تحت 21 مارچ 1991ء کو دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کا مسئلہ حل

کیا گیا تھا۔ یہ ایسا تنازعہ تھا جو برصغیر کے اس حصہ میں گذشتہ ستر سال سے نزاع کا سبب بنا ہوا تھا اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے چاروں صوبوں کے وزیر اعلی نے باہمی مفاہمت اور قومی جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے حل کرنے کی کوششیں کی تھیں اور بالاخر ان کی کوشش ایک معاہدے پر منتج ہوئی۔ معاہدے کے نتیجہ میں پانی کی تقسیم جس شرح سے عمل میں آئی اس کے لئے دیکھئے دفعہ 153۔ اس معاہدے پر عملدر آمد کے لئے لاہور میں دریائے سندھ کے نظام کی اتھارٹی کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کا صدر دفتر لاہور میں ہونا قرار پایا۔ یہ اتھارٹی چاروں صوبوں کے نمائندوں پر مشتمل ہے۔

آرٹیکل 156۔ قومی اقتصادی کونسل:

۱۔ صدر ایک قومی اقتصادی کونسل تشکیل کرے گا جو وزیر اعظم پر، جو اس کا چیر مین ہوگا، اور ایسے دیگر ارکان پر مشتمل ہوگی جو صدر متعین کرے:

مگر شرط یہ ہے کہ صدر ہر صوبے سے ایک رکن اس صوبے کی حکومت کی سفارش پر نامزد کرے گا۔

۲۔ قومی اقتصادی کونسل ملک کی مجموعی اقتصادی حالت کا جائزہ لے گی او روفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو مشورہ دینے کے لئے، مالیاتی تجارتی اور معاشرتی اور اقتصادی پالیسیوں کے بارے میں منصوبے وضع کرے گی اور ایسے منصوبے وضع کرتے وقت وہ پالیسی کے ان اصولوں سے رہنمائی حاصل کرے گی جو حصہ باب ۲ میں درج ہیں۔

تشریح

ملک کی معاشی حالت کا جائزہ لینے، وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے معاشی کو بہتر بنانے اور معاشی پالیسیوں کو مرتب کرنے کے لئے ہر حکومت کو ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے معاشی امور میں مشورے دے سکے اور اندرون اور

بیرون ملک اقتصادی معاملات کو طے کرنے کے لئے اہم کردار ادا کر سکے۔ اسی پر اس دفعہ کے تحت صدر مملک کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ قومی اقتصادی کونسل قائم کرے جس کا چیئرمین وزیر اعظم ہو اور باقی ارکان صدر کی مرضی سے ہر صوبے سے کمیشن میں شامل کئے جائیں نیز اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ قومی اقتصادی کونسل آئین کے منصوبے وضع کرتے وقت پالیسی کے ان اصولوں سے رہنمائی حاصل کرے گی جو حصہ دوم کے باب □ 2 میں یہ درج ہیں۔

آرٹیکل 157۔ بجلی:

۱۔ وفاقی حکومت کسی صوبے میں بجلی پیدا کرنے کی غرض سے برقابی یا حرارتی برقی تنصیبات یا گرڈ اسٹیشن تعمیر کرا سکے گی اور بین الصوبائی ترسیلی تار بچھا سکے گی یا بچھوا سکے گی۔

۲۔ اسی صوبے کی حکومت۔

الف۔ جس حد تک اس صوبے کو قومی گرڈ سے بجلی فراہم کی گئی ہو، یہ مطالبہ کر سکے گی کی صوبے کے اندر ترسیل اور تقسیم کے لئے بجلی تھوک مقدار میں فراہم کی جائے۔

ب۔ صوبے کے اندر بجلی کے صرف پر محصول عائد کر سکے گی

ج۔ صوبے کے اندر استعمال کی غرض سے بجلی گھر اور گرڈ اسٹیشن تعمیر کر سکے گی اور ترسیلی تار بچھا سکے گی اور

د۔ صوبے کے اندر بجلی کی تقسیم کے لئے نرخنامے کا تعین کر سکے گی۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت وفاقی حکومت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی صوبے میں بجلی پیدا کرنے کے لئے اور تقسیم کے لئے گرڈ سٹیشن اور دیگر اقسام کی عمارات کی تعمیر کر سکی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی شق ۲ میں صوبوں کو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ کوئی صوبہ بجلی میں اپنے حصے کے مطابق نیشنل گرڈ سٹیشن سے تھوک مقدار میں حاصل

کرے اور پھر صوبے کے اندر خود اسے اپنی صوابدید کے مطابق تقسیم کرے۔ اس کے علاوہ صوبے کو بجلی کے استعمال پر ٹیکس لگانے کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ ہر صوبے کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ صوبے میں بجلی کی کمی کو دور کرنے کے لئے اپنے وسائل سے بجلی گھر اور گرڈ اسٹیشن بھی بنا سکتی ہے اور اس کے لئے ترسیلی تار بچھانے، صوبے میں بجلی کی تقسیم کے نرخنامہ کا تعین بھی کر سکتی ہے۔ موجودہ دور میں وفاقی حکومت صوبوں میں بجلی کی تقسیم براہ راست خود کر رہی ہے ماسوائے کراچی کے جہاں کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کا اپنا نظام کام کر رہا ہے۔ دفعہ ہذا کو دوتو رکی دفعہ ۱۶۱ کی شق ۲ کے ساتھ بھی منسلک کر دیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت ہائیڈرو الیکٹرک پاور سٹیشن سے جو بجلی کی پیداوار سے نفع حاصل کرے گی وہ نفع کی آمدنی اس صوبے کے حوالے کی جائے گی جس میں ہائیڈرو الیکٹرک اسٹیشن واقع ہوگا۔ اس ضمن میں صوبہ سرحد کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جس نے سب سے پہلے حکومت پاکستان سے تربیلا، وارسک، درکش اور ملاکنڈ سے حاصل شدہ بجلی کی رائلٹی طلب کی۔

آرٹیکل ۱۵۸۔ قدرتی گیس کی ضرورت کی ترجیح:

جس صوبے میں قدرتی گیس کا کوئی سرچشمہ واقع ہو، اسے اس سرچشمہ سے ضرورت پوری کرنے کے سلسلے میں، ان پابندیوں اور ذمہ داریوں کے تابع، جو یوم آغاز پر نافذ ہوں، پاکستان کے دیگر حصوں پر ترجیح حاصل ہوگی۔

تشریح

قدرتی گیس سے ملک کی ایندھنی ضروریات کو کافی حد تک پورا کیا جا رہا ہے اور اس سے حکومت کو زر کثیر حاصل ہو رہا ہے۔ دستور میں اس کی اہمیت کے پیش نظر ملکی آمدنی ان صوبوں کو دیئے جانے کی ضمانت دی گئی ہے جہاں اس کے سرچشمے موجود ہیں۔ اس کی وضاحت دستور کی دفعہ 161 میں کر دی گئی ہے۔

آرٹیکل 159 ۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات:

۱۔ وفاقی حکومت کسی صوبائی حکومت کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشریات کے بارے میں ایسے کارہائے منصبی سپرد کرنے سے غیر معقول طور پر انکار نہیں کرے گی جو اس حکومت کے لئے اس غرض سے ضروری ہوں کی وہ۔

الف۔ صوبے میں ٹرانسمیٹر تعمیر اور راستعمال کر سکے اور

ب۔ صوبے میں ٹرانسمیٹروں کی تعمیر اور استعمال اور موصولی آلات کے استعمال کے بارے میں فیسوں کا انضباط عمل میں لا سکے اور انہیں عائد کر سکے۔

مگر شرط یہ ہے کی اس شق میں کسی امر سے یہ تعبیر نہیں لی جائے گی یہ وفاقی حکومت کو پابند کرتی ہے کہ وہ ان ٹرانسمیٹروں کے استعمال پر، جو وفاقی حکومت یا وفاقی حکومت کے مجاز کردہ اشخاص کے تعمیر کردہ یا زیر تحویل ہوں، یا اس طرح مجاز کردہ اشخاص کی طرف سے موصولی آلات کے استعمال پر کوئی اختیار کسی صوبائی حکومت کے سپرد کر دے۔

۲۔ کوئی کارہائے منصبی جو بایں طور پر کسی صوبائی حکومت کے سپرد کئے گئے ہوں ایسی شرائط کے تابع انجام دیئے جائیں گے جو وفاقی حکومت عائد کرے جس میں، دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، مالیات کے بارے میں شرائط شامل ہیں، لیکن وفاقی حکومت کے لئے کوئی شرائط عائد کرنا جائز نہ ہوگا جو ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر صوبائی حکومت کی طرف سے یا اس کے حکم سے نشر کردہ مواد کو منضبط کرتی ہوں۔

۳۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات کے بارے میں کوئی وفاقی قانون ایسا ہوگا جس سے اس امر کا اہتمام ہو کہ اس آرٹیکل کے مذکور بالا احکام کو نافذ کیا جا سکے۔

۴۔ اگر کوئی سوال پیدا ہو کہ آیا کوئی شرائط جو کسی صوبائی حکومت پر عائد کی گئی ہیں یا آیا کارہائے منصبی سپرد کرنے سے وفاقی حکومت کا کوئی انکار یا غیر معقول ہے، تو اس سوال کا رتصفیہ کوئی ثالث کرے گا جسے چیفف جسٹس آف پاکستان مقرر

کرے گا۔

۵۔ اس آرٹیکل میں کسی امر سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ اس سے پاکستان یا اس کے کسی حصے کے امن یا سکون کو درپیش کسی سنگین خطرے کے انسداد کے لئے دستور کے تحت وفاقی حکومت کے اختیارات کی تجدید ہوتی ہے۔

تشریح

دفعہ ہذا میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات، نظم ونسق، تنصیب اور عائد ٹیکس کے بارے میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے حقوق وفرائض کا تعین کیا گیا ہے۔ اس دفعہ کی رو سے ہر صوبائی حکومت کو اپنی ضروریات کے تحت اپنے صوبے میں ریڈیو، ٹیلی ویژن ٹرانسمیٹر لگانے، اس کی نشریات کا انتظام کرنے، اس پر محصول عائد کرنے اور ریڈیو، ٹی وی کے لئے ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کا اختیار حاصل ہے اور وفاقی حکومت اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گی۔ تاہم صوبوں کی حکومتوں پر بھی یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اگر مرکز میں ان کی مخالف حکومت قائم ہو تو پھر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو مرکزی حکومت کے خلاف اپنے سیاسی مقاصد کی تشہیر کے لئے استعمال نہ کریں۔ اس دفعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت کے قائم کردہ ریڈیو سٹیشن یا ٹیلی ویژن سٹیشن کو بھی صوبائی حکومت اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ صوبائی حکومتیں ریڈیو اور ٹی وی سے متعلقہ وفاقی حکومت کے بنائے ہوئے قوانین پر بھی عملدرآمد کرانے کی پابند ہوں گی۔ وفاقی حکومت صوبائی حکومت کو نشریات کے سلسلے میں اجازت دیتے وقت چند شرائط بھی عائد کر سکتی ہے۔ اگر صوبائی حکومت کو وفاقی حکومت کی شرائط سے اختلاف ہو تو اس کے لئے چیف جسٹس کے مقرر کردہ ثالث ہی فیصلے کرنے کے مجاز ہوں گے اور ان کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

حصہ ششم

مالیات، جائیداد، معاہدات اور مقدمات

باب 1 :: مالیات

وفاق اور صوبوں کے مابین محاصل کی تقسیم

آرٹیکل 160۔ قومی مالیاتی کمیشن:

۱۔ یوم آغاز سے چھ ماہ کے اندر، اور اس کے ایسے وقفوں سے جو پانچ سال سے متجاوز نہ ہوں، صدر ایک قومی مالیاتی کمیشن کی تشکیل کرے گا جو وفاقی حکومت کے وزیر مالیات، صوبائی حکومتوں کے وزرائے مالیات اور ایسے دیگر اشخاص پر مشتمل ہوگا جنہیں صدر صوبوں کے گورنروں سے مشورے کے بعد مقرر کرے۔

۲۔ قومی مالیاتی کمیشن کا فرض ہوگا کہ وہ صدر کو حسب ذیل کے بارے میں سفارشات پیش کرے:

الف۔ شق (3) میں مذکور محصولات کی خالص آمدنی کی وفاق اور صوبوں کے مابین تقسیم۔

ب۔ وفاقی حکومت کی جانب سے صوبائی حکومتوں کو امدادی رقوم دینا۔

ج۔ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے قرضہ لینے کے ان اختیارات کا استعمال جو از روئے دستور عطا ہوئے ہیں، اور

د۔ مالیات سے متعلق کوئی اور معاملہ جسے صدر نے کمیشن کو بھیجا ہو۔

۳۔ شق (2) کے پیرا الف میں محولہ محصولات حسب ذیل محصولات ہیں جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اختیار کے تحت وصول کئے جاتے ہیں، یعنی۔

اول۔ آمدنی پر محصولات جس میں محصول کارپوریشن شامل ہے، لیکن وفاقی مجموعی فنڈ میں سے ادا شدہ معاوضے پر مشتمل آمدنی پر محصولات

شامل نہیں ہیں۔

دوم۔ درآمد شدہ، برآمد شدہ، پیدا کردہ، مصنوعہ یا صرف شدہ مال کی فروخت اور خرید پر محصول۔

سوم۔ کپاس پر برآمدی محصولات اور ایسے دوسرے برآمدی محصولات جن کی صراحت صدر کرے۔

چہارم۔ آبکاری کے ایسے محصولات جن کی صراحت صدر کرے، اور

پنجم۔ ایسے دوسرے محصولات جن کی صراحت صدر کرے۔

۴۔ قومی مالیاتی کمیشن کی سفارشات موصول ہونے کے بعد، جتنی جلد ہو سکے صدر، فرمان ذریعے، شق 2 کے پیرا الف کے تحت کمیشن کی سفارشات کے مطابق، شق 3 میں مذکور محاصل کی اصل آمدنی کے اس حصے کے صراحت کرے گا جو ہر صوبے کے لئے مختص کیا جائے گا اور وہ حصہ متعلقہ صوبے کی حکومت کو ادا کر دیا جائے گا اور آرٹیکل 78 کے احکام کے باوجود وفاقی مجموعی فنڈ کا حصہ نہیں بنے گا۔

۵۔ قومی مالیاتی کمیشن کی سفارشات، ان پر کی جانے والی کارروائی کے بارے میں ایک وضاحتی یادداشت کے ہمراہ دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے پیش کی جائیں گی

۶۔ شق 4 کے تحت کسی فرمان کے صادر کرنے سے پہلے کسی بھی وقت، صدر، فرمان کے ذریعے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے درمیان محاصل کی تقسیم کے بارے میں قانون میں کوئی ایسی ترمیم یا ردوبدل کر سکے گا جسے وہ ضروری یا قرین مصلحت سمجھے۔

۷۔ صدر، فرمان کے ذریعے، امداد کے ضرورت مند صوبوں کے محاصل کے لئے امدادی رقوم دے سکے گا اور ایسی رقوم امدادی وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا ہوں گی۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت ہر پانچ سال کے بعد قومی مالیاتی کمیشن کا قیام ایک آئینی ضرورت بن گیا ہے۔تا کہ مرکز اور صوبوں میں وسائل کی تقسیم کا مناسب انتظام ہو سکے۔1975ء میں پہلے نیشنل کمیشن ایوارڈ کا اعلان کیا گیا۔ازاں بعد کسی ایوارڈ کا اعلان نہ ہو سکا تاہم اس مقصد کے لئے 1979ء اور 1985ء میں کمیشن ضرور قائم کئے گے۔اس کمیشن کے اتوارڈ کا اعلان نہ کرنا سیاسی پیش رفت میں کمزوری اور باہمی مفاہمت کا فقدان تھا جو ایسے معاملات میں اتفاق رائے حاصل کرنا ناگزیر ہیں جولائی 1990ء میں صدر پاکستان نے نیشنل فنانس کمیشن قائم کیا۔دسمبر 1990ء میں اس کی جزوی تشکیل کی گئی۔ 20اپریل1990ء کو کمیشن نے ایوارڈ کا اعلان کیا۔یہ ایوارڈ یکم جولائی1990ء سے موثر قرار دیا گیا۔تاہم وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے مابین رقوم کی تقسیم سے متعلق قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ جس کا طویل عرصہ سے انتظار تھا کا اعلان وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے 20اپریل 1991ء کو کیا۔قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے اعلان سے صوبوں کو اپنے مطالبے کے مطابق معاملات میں خود مختاری سے استفادے کا موقع مل گیا۔اس ایوارڈ سے صوبے خاصے آزادانہ اقدامات اختیار کرنے کے قابل ہوئے جن کے باعث معاشی ترقی اور قومی خوشحالی کو فروغ حاصل ہوگا۔آئین قومی مالیاتی کمیشن پر پانچ سال میں بار قیام کا اہتمام کرتا ہے تا کہ یہ کمیشن محصولات اور ڈیوٹیوں کے پول اختیارات مستعار لینا اور اسی طرح کے دیگر معاملات کی سفارش کرے جو صدر کمیشن کو پیش کریں۔اس کی تشکیل صدر مملکت کرتے ہیں جو وفاقی حکومت کے وزیر مالیات،صوبائی حکومتوں کے وزرائے مالیات اور ایسے دیگر اشخاص پر مشتمل ہوتا ہے جنہیں صدر صوبوں کے گورنرز سے مشورے کے بعد مقرر کرتے ہیں۔اس کے فرائض منصبی یہ ہیں:

الف۔ قومی مالیاتی کمیشن کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ صدر کو شق 3 میں مذکورہ محصولات کی خالص آمدنی کی وفاق اور صوبوں کے مابین تقسیم۔

ب۔ وفاقی حکومت کی جانب سے صوبائی حکومتوں کی امدادی رقوم دینے۔

ج۔ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے قرضہ لینے کے ان اختیارات کا استعمال جو از روئے دستور عطا ہوئے ہیں، اور

د۔ مالیات سے متعلق کوئی اور معاملہ جسے صدر نے کمیشن کو بھیجا ہو کے بارے میں سفارش مرتب کر کے صدر کو بھیجے۔

۳۔ شق 2 میں محولہ محصولات حسب ذیل محصولات میں جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اختیار کے تحت وصول کئے جاتے ہیں۔ یعنی

اول۔ آمدنی پر محصولات، جس میں محصول کارپوریشن شامل ہے لیکن وفاقی مجموعی فنڈ میں سے ادا شدہ معاوضے پر مشتمل آمدنی پر محصولات شامل نہیں ہیں

۔

دوم۔ درآمد شدہ، برآمد شدہ، پیدا کردہ، مصنوعہ یا صرف شدہ مال کی فروخت اور خرید پر محصول۔

سوم۔ کپاس پر برآمدی محصولات اور ایسے دوسرے برآمدی محصولات جن کی صراحت صدر کرے۔

چہارم۔ آبکاری کے ایسے محصولات جن کی صراحت صدر کرے، اور

پنجم۔ ایسے دوسرے محصولات جن کی صراحت صدر کرے۔

۴۔ قومی مالیاتی کمیشن کی سفارشات موصول ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکے گا صدر ایک فرمان کے ذریعے کمیشن کی سفارشات کے مطابق محاصل کی اصل آمدنی کے اس حصے کے صراحت کرے گا جو ہر صوبے کے لئے مختص کیا جائے گا اور وہ حصہ متعلقہ صوبے کی حکومت کو ادا کر دیا جائے گا اور آرٹیکل 78 کے احکام کے

باوجود وفاقی مجموعی فنڈ کا حصہ نہیں بنے گا۔

۵۔ قومی مالیاتی کمیشن کی سفارشات، ان پر کی جانے والی کارروائی کے بارے میں ایک وضاحتی یادداشت ہمراہ دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے پیش کی جائیں گی۔

۶۔ شق 4 کے تحت کسی فرمان کے صادر کرنے سے پہلے کسی بھی وقت صدر فرمان کے ذریعے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے درمیان محاصل کی تقسیم کے بارے کیس قانون میں موئی ایسی ترمیم یا روبدل کر سکے گا جسے وہ ضروری قرین مصلحت سمجھے۔

۷۔ صدر فرمان کے ذریعے امداد کے ضرورت مند صوبوں کے محاصل کے لئے امدادی رقوم دے سکے گا اور ایسی رقوم امدادی وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا ہوں گی۔

آبادی کے اعتبار سے صوبوں میں رقوم کی شرح کا تعین اس طرح کیا گیا ہے (یہ اعداد شمار 1981ء کی مردم شماری کے مطابق ہیں):

صوبہ پنجاب 58.88 فیصد اگلی مردم شماری پر یہ اعداد شمار

صوبہ سندھ 23.28 فیصد تبدیلی ہو جائیں گے اور رقوم کا

صوبہ سرحد 13.54 فیصد شرح کا نئے سرے سے تعین ہوگا۔

صوبہ بلوچستان 5.30 فیصد

علاوہ ازیں صوبہ سندھ کے لئے 700 ملین، صوبہ پنجاب کے لئے ایک ہزار ملین کی خصوصی گرانٹ کا اعلان بھی کیا گیا۔

آرٹیکل 161 ۔قدرتی گیس اور برقابی قوت:

۱۔ آرٹیکل 78 کے احکام کے باوجود، قدرتی گیس کے سرچشمہ پر عائد کردہ اور وفاقی حکومت کی طرف سے وصول کردہ وفاقی محصول آبکاری کی، اور وفاقی

حکومت کی طرف سے وصول کردہ رائلٹی کی اصل آمدنی، وفاقی مجموعی فنڈ کا حصہ نہیں بنے گی اور وہ اس صوبہ کو جس میں قدرتی گیس کا سرچشمہ واقع ہو، ادا کر دی جائے گی

۔

۲۔ وفاقی حکومت یا کسی ایسے ادارے کی طرف سے جو وفاقی حکومت نے قائم کیا ہو یا اس کے زیر انتظام ہو کسی برقابی بجلی گھر سے بجلی کی تھوک مقدار میں پیداوار سے کمائے ہوئے اصل منافع جات اس صوبے کو ادا کر دیئے جائیں گے جس میں وہ برقابی بجلی گھر واقع ہو۔

تشریح: اس شق کی اغراض کے لئے ''اصل منافع جات'' کا حساب، کسی برقابی بجلی گھر کی سنگم سلاخوں سے بجلی کی تھوک بہم رسائی سے حاصل ہونے والے محاصل میں بجلی گھر چلانے کے ایسے اخراجات منہا کر کے لگایا جائے گا، جن کی شرح کا تعین مشترکہ مفادات کی کونسل کرے گی، جن میں سرمایہ کاری پر محصولات، ڈیوٹی، سود یا حاصل سرمایہ کاری، اور ترک استعمال کا عنصر اور بالائی اخراجات اور محفوظات کے لئے گنجائش کے طور پر واجب الادا رقوم شامل ہوں گی۔

تشریح

اس شق کی اغراض کے لئے اصل منافع جات کا حساب کسی برقابی بجلی کی سنگم سلاخوں سے بجلی کی تھوک بہم رسائی سے حاصل ہونے سالے محاصل میں بجلی گھر چلانے کے ایسے اخراجات منہا کر کے لگایا جائے گا جنکی شرح کا تعین مشترکہ مفادات کی کونسل کرت گی جن میں سرمایہ کاری اور فرسودگی اور ترک استعمال کا عنصر اور بالائی اخراجات اور محفوظات کے لئے گنجائش کے طور پر واجب الادا رقوم شامل ہوں گی اس دفعہ کے تحت قدرتی گیس کے ذخائر اور بجلی گھر جن صوبوں میں ہوں گے ان سے ہونے والی مکمل آمدنی ان صوبوں کو دی جائے گی جن میں مذکورہ تنصیبات واقع ہوں گی۔صوبوں کو ملنے والے محاصل سے متعلق کوئی بل صدر کو پیشگی

منظوری کے بغیر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

آرٹیکل 162۔ ایسے محصولات پر جن میں صوبے دلچسپی رکھتے ہوں اثر انداز ہونے والے بلوں کے لئے صدر کی ماقبل منظوری درکار ہوگی:

کوئی ایسا بل یا ترمیم جس سے کوئی ایسا محصول یا ڈیوٹی عائد ہوتی ہو، یا تبدیل ہوتی ہو جس کی اصل آمدنی کلی یا جزوی طور پر کسی صوبے کو تفویض کی جاتی ہو یا جس سے زرعی آمدنی کی اصطلاح کا وہ مفہوم تبدیل ہوتا ہو جو محصول آمدنی سے متعلق وضع کردہ قوانین کی اغراض کے لئے متعین کیا گیا ہے یا جو ان اصولوں کو متاثر کرتی ہو جن پر اس باب کے مذکورہ بالا احکام میں سے کسی کے تحت رقوم صوبوں میں تقسیم کی جاتی یا کی جا سکتی ہوں صدر کی ماقبل منظوری کے بغیر نہ قومی اسمبلی میں پیش کی جائے گی نہ اس کی تحریک کی جائے گی۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ کوئی بل اسی وقت تک قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا جا سکتا جس کا تعلق مالی معاملات سے ہو اور جس کی پیشگی منظوری صدر مملکت سے حاصل نہ کی گئی ہو۔ اگر بل مذکورہ میں مندرجہ ذیل کا ذکر کیا گیا ہو تو اس ضمن میں بھی اسے قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا جا سکتا:

۱۔ کسی ایسے ٹیکس کا نفاذ یا اس میں ردوبدل کرنا جس کی اصل آمدنی کل یا جزوی طور پر کسی صوبے کو تفویض کی جاتی ہو۔

۲۔ زرعی آمدنی کی اصطلاح کا مفہوم تبدیل ہو جاتا ہو۔

۳۔ جو محصول ان اصولوں کو متاثر کرتی ہو جن کے تحت صوبوں میں رقوم تقسیم کی جاتی ہوں۔

آرٹیکل 163۔ پیشوں وغیرہ کے بارے میں صوبائی محصولات:

کوئی صوبائی اسمبلی، ایکٹ کے ذریعے، ایسے محصولات جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ

) کی طرف سے ایکٹ کے ذریعے وقتاً فوقتاً مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کریں، ان اشخاص پر عائد کر سکے گی جو پیشوں، کاروبار، کسب یا روزگار میں مصروف ہوں اور اس اسمبلی کے کسی ایکٹ سے، آمدنی پر محصول عائد کرنا مقصود نہیں ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت ایک صوبائی اسمبلی مختلف پیشوں پر قانون کے ذریعے ٹیکس عائد کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ تاہم یہ ٹیکس صرف مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے تحت کے ایکٹ کی مقرر کردہ حد در کے اندر ہی لگائے جا سکتے ہیں اور اسمبلی کا یہ قانون آمدنی پر ٹیکس متصود نہ کیا جائے گا۔ صوبائی ٹیکس پر مجلس شوریٰ کے قانون کی پابندی کا اطلاق صرف ان حالات میں ہوسکتا ہے جبکہ کوئی ایسا قانون موجود ہو۔

متفرق مالی احکام

آرٹیکل 164۔ مجموعی فنڈ سے عطیات:

وفاق یا کوئی صوبہ، کسی غرض کے لئے عطیات دے سکے گا بلا لحاظ اس کے کہ غرض وہ نہیں ہو جس کی بابت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) ے ا، جیسی بھی صورت ہو کوئی صوبائی اسمبلی قوانین وضع کر سکتی ہے۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت وفاق اور صوبوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کی وہ کسی مقصد کے لئے جس کے بارے میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا صوبائی اسمبلی کوئی قانون سازی نہ کر سکے امداد دے سکتے ہیں۔

آرٹیکل 164۔ مجموعی فنڈ سے عطیات:

ا۔ وفاقی حکومت پر، اس کی املاک یا آمدنی کی بابت، کسی صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے تحت کوئی محصول عائد نہیں کیا جائے گا اور شق □ 2 کے تابع، کسی صوبائی حکومت پر، اس کی املاک یا آمدنی کی بابت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ یا

کسی دوسرے صوبے کی صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے تحت کوئی محصول عائد نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ اگر کسی صوبے کی حکومت کسی قسم کی تجارت یا کاروبار، اپنے صوبے سے باہر کرتی ہو، یا اس کی طرف سے کیا جاتا ہو، تو اس حکومت پر کسی ایسی املاک کی بابت، جو اس تجارت یا کاروبار میں استعمال کی جاتی ہو یا اس تجارت یا کاروبار سے حاصل شدہ آمدنی کی بابت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے تحت، یا جس صوبے میں وہ تجارت یا کاروبار کیا جاتا ہو، اس صوبے کی صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے تحت محصول عائد کیا جا سکے گا۔

۳۔ اس آرٹیکل میں کوئی امر، انجام دی گئی خدمات کی بابت فیس عائد کرنے میں مانع نہیں ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملک میں کہیں بھی سرکاری املاک ہیں (خواہ وہ وفاقی حکومت کی تحویل میں ہوں یا صوبائی حکومتوں کی) ان پر کسی کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا جا سکتا۔ نیز ان املاک سے ہونے والی آمدنی بھی محصول سے مستثنیٰ ہوگی۔ ان دفعہ کے تحت نہ تو وفاقی حکومت اور نہ ہی صوبائی حکومتوں قانون سازی کر سکتی ہیں۔ تاہم اگر کسی صوبے میں حکومت کی طرف سے دوسرے صوبے میں کوئی کاروبار کیا جائے تو وہ صوبہ جہاں کاروبار پر ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے اس دفعہ کی شق 3 میں یہ کہا گیا ہے کہ ایک صوبے کے باہر کہ دوسرے صوبے میں خدمات انجام دینے کے سلسلے میں فیس لی جا سکتی ہے۔

آرٹیکل 165 (الف)۔ بعض کارپوریشنوں وغیرہ کی آمدنی پر محصول عائد کرنے کا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا اختیار:

۱۔ ازالہ شک کے لئے، بذریعہ ہذا قرار دیا جاتا ہے کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ

) کو کسی وفاقی قانون یا کسی صوبائی قانون یا کسی موجودہ قانون کے ذریعے یا اس کے تحت قائم شدہ کسی کارپوریشن، کمپنی یا دیگر ہیئت ادارے یا وفاقی حکومت، یا کسی صوبائی حکومت کے، خواہ بلاواسطہ، زیر ملکیت یا زیر نگرانی کسی کارپوریشن، کمپنی یا دیگر ہیئت یا ادارے کی آمدنی پر، مذکورہ آمدنی کی آخری منزل مقصود سے قطع نظر، محصول عاید کرنے اور وصول کرنے کے لئے قانون وضع کرنے کا اختیار ہے اور ہمیشہ سے اس اختیار کا ہونا متصور ہوگا۔

۲۔ کسی ہیئت مجاز یا شخص کی طرف سے صادر شدہ جملہ احکام کی گئی کارروائیاں اور کئے گئے افعال، جو فرمان (ترمیم) دستور، 1985ء کے آغاز نفاذ سے قبل، شق 1 میں محولہ کسی قانون سے اخذ کردہ اختیارات کے استعمال میں، یا مذکورہ کسی احکام کی تعمیل میں، صادر کئے گئے ہوں کی گئی ہوں یا کئے گئے ہوں، کسی عدالت یا ٹریبونل بشمول عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ کے، کسی فیصلے میں کسی بھی بنا پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ کسی عدالت یا ٹریبونل بشمول عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا ہر ایک فیصلہ یا حکم، جو شق 1 یا شق 2 کے احکام کے خلاف ہو کالعدم و بے اثر کسی بھی اثر کے ہو گا اور ہمیشہ سے کالعدم اور بغیر کسی بھی اثر کے مقصود ہوگا۔

تشریح

یہ دفعہ صدر کے فرمان 11 کے مطابق 1985ء میں دستور میں شامل کی گئی ہے اس دفعہ میں اس نات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کسی وفاقی قانون یا کسی موجودہ قانون کے تحت یا اس کے تحت قائم شدہ کارپوریشن، کمپنی یا دیگر ادارے یا فوفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کے خواہ بلاواسطہ یا بالواسطہ، ہر ملکیت یا زیر نگرانی کارپوریشن، کمپی یا ہیئت مجاز ادارے کی آمدنی کی آخری کنزل مقصود سے قطع نظر محصول عائد کرنے اور وصول لرنے کے لئے قانون سازی کا

اختیار حاصل ہے اور یہ اختیار اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔

یہ دفعہ 165 سے متصادم نہیں ہے کیونکہ اس میں وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کی املاک کو ٹیکسوں سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے گا جب ان پر ٹیکس عائد کیا جائے گا۔ 1985ء میں اس آئینی دفعہ کی شمولیت سے پہلے کئے گئے فیصلوں کو کسی کورٹ، ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ تاہم کسی عدالت نے اس دفعہ کے احکام کے منافی کوئی فیصلہ کیا ہو گا تو وہ کالعدم قرار پائے گا

۔

باب 2

قرض لینا و محاسبہ

آرٹیکل 166 ۔ وفاقی حکومت کا قرض لینا:

وفاق کا عاملانہ اختیار، وفاقی مجموعی فنڈ کی ضمانت پر، ایسی حدود کے اندر، اگر کوئی ہوں، جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے ذریعے وقتاً فوقتاً مقرر کی جائیں، قرض لینے پر، اور اس طرح مقرر کردہ حدود کے اندر اگر کوئی ہوں، ضمانتیں دینے پر وسعت پذیر ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت اپنا کاروبار مملکت چلانے کے لئے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی طرف سے گاہے بگاہے متعین کردہ حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے وفاقی مجموعی فنڈ کی ضمانت کی بنیاد پر قرضہ لینے کی مجاز ہے۔ بھارتی آئین کی دفعہ 292 اور 293 بھی پاکستانی دستور کی دفعہ 166 سے مطابقت رکھی ہیں۔

آرٹیکل 167 ۔ صوبائی حکومت کا قرض لینا:

۱۔ اس آرٹیکل کے احکام کے تابع، کسی صوبے کا عاملانہ اختیار، صوبائی مجموعی فنڈ کی ضمانت پر، ایسی حدود کے اندر، اگر کوئی ہوں جو صوبائی اسمبلی کے کسی ایکٹ کے ذریعے وقتاً فوقتاً مقرر کی جائیں، قرض لینے پر اور اس طرح مقرر کردہ حدود کے اندر اگر کوئی ہوں، ضمانتیں دینے پر، وسعت پذیر ہوگا۔

۲۔ وفاقی حکومت ایسی شرائط کے تابع اگر کوئی ہوں، جنہیں وہ عائد کرنا مناسب سمجھے، کسی صوبے کو قرض دے سکے گی م یا جہاں تک کہ آرٹیکل 166 کے تحت مقرر کردہ حدود سے یجاوز نہ ہو جائے ان قرضوں کے بارے میں جو کوئی صوبہ

حاصل کرے، ضمانتیں دے سکے گی اور وہ رقوم جو کسی صوبے کو قرض دینے کے لئے درکار ہوں وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا ہوں گی۔

۳۔ کوئی صوبہ، وفاقی حکومت کی رضامندی کے بغیر، کوئی قرضہ حاصل نہیں کر سکے گا اگر اس کے ذمہ اس قرضے کا جو وفاقی حکومت کی طرف سے اس صوبے کو دیا گیا ہو، کوئی حصہ ابھی تک باقی ہو، یا جس کی بابت ضمانت وفاقی حکومت کی طرف سے دی گئی ہو، اور اس شق کے تحت رضامندی ایسی شرائط کے تابع، اگر کوئی ہوں، جنہیں عائد کرنا وفاقی حکومت حکومت مناسب سمجھے، عطا کی جا سکے گی۔

تشریح

۱۔ یہ دفعہ 166 سے مماثلت رکھتی ہے صرف فرق یہ کہ جہاں وفاقی حکومت کا لفظ استعمال کیا گیا ہاں اس سے مراد صوبائی حکومت ہو گی۔

۲۔ صوبے اپنا کاروبار حکومت چلانے کے لئے وفاقی حکومت سے قرض لیتے ہیں۔ اس شق کے تحت اگر کوئی صوبائی حکومت وفاقی حکومت سے قرض لیتی ہے تو اگر اس نے وفاقی حکومت کا پہلے سے واجب الادا قرض واپس نہیں کیا تو پھر وفاقی حکومت متعلقہ صوبائی حکومت کو کسی شرط کے ساتھ قرضہ دینے کا قانونی حق رکھتی ہے تاہم اس کے لئے دفعہ 166 کی پابندی ضروری ہے کسی صوبے کے لئے ہوتے قرضوں کے بارے میں بھی وفاقی حکومت ضمانتیں دے سکے گی اور ایسی رقوم جو قرضے دینے کی غرض سے درکار ہوں گی۔

محاسبہ وحسابات

آرٹیکل 168۔ پاکستان کا محاسب اعلیٰ:

۱۔ پاکستان کا ایک محاسب اعلیٰ ہو گا جسے صدر مقرر کرے گا۔

۲۔ عہدہ سنبھالنے سے قبل، محاسب اعلیٰ پالیان کے چیف جسٹس کے سامنے اس عبادت میں حلف اٹھائے گا جو جدول سوم میں درج کی گئی ہے۔

۳۔ محاسب اعلیٰ کی شرائط ملازمت جس میں اس کے عہدے کی میعاد شامل ہے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے ذریعے متوین کی جائیں گی اور جب تک اس طرح متعین نہ ہوں صدر کے فرمان کے ذریعے متعین ہوں گی۔

۴۔ جوئی شخص، جو محاسب اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہ چکا ہو، اپنا عہدہ چھوڑنے کے بعد دو سال گزرنے سے قبل، ملازمت پاکستان میں مزید تقرر کا اہل نہیں ہوگا۔

۵۔ محاسب اعلیٰ کو اس کے کے عہدے سے برطرف نہیں کیا جائے گا ماسوائے ایسے طریقے سے اور ایسی وجوہ پر جو عدالت عظمیٰ کے کسی جج کے لئے مقرر ہیں۔

۶۔ کسی وقت جبکہ محاسب اعلیٰ کا عہدہ خالی ہو یا محاسب اعلیٰ موجود نہ ہو یا کسی وجہ سے اپنے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے کے قابل نہ ہو، تو کوئی ایسا دوسرا شخص، جسے صدر حکم دے، محاسب اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرے گا اور اس عہدے کے کارہائے منصبی انجام دے گا۔

تشریح

حکومتی حسابات کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے محاسب اعلیٰ نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی تقرری صدر مملکت کرتے ہیں اس کی شرائط، خدمات اور عہدہ کی مدت کا تعین نہ کیا گیا ہو تو صدر کے فرمان کے ذریعے اس وقت تک ایسا کرنا ممکن ہو سکے گا جب تک پارلیمنٹ قانون نہ بنائے۔ محاسب اعلیٰ اپنا عہدہ سنبھالنے سے قبل صدر مملکت کے سامنے حلف اٹھاتا ہے۔ اگر کوئی شخص محاسب اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہا ہو اور وہ اپنا عہدہ چھوڑنا چاہے تو پھر وہ دو سال گزرنے سے پہلے پاکستان میں کوئی ملازمت حاصل کرنے کا اہل قرار نہیں پاتا۔ محاسب اعلیٰ کا کو اس عہدے سے برطرف نہیں کیا جا سکے گا۔ تاہم اس کی برطرفی ان اقدامات کے تحت عمل میں لائی جا سکتی ہے جو عدالت عظمیٰ کی برطرفی کے لئے متعین کئے گئے ہیں۔ اگر محاسب اعلیٰ بیمار ہو جائے یا بیرون ملک چلا جائے یا کسی اور وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے

کے قابل نہ رہا ہو تو اس صورت میں صدر مملکت کو کسی دوسرے شخص کو اس کے جانشین کے طور پر تقرری کا اختیار حاصل ہے اور اس شخص کی شرائط ملازمت اور عہدہ کی مدت بھی وہی ہوں گی جو اس کے پیشرو کی تھیں۔

آرٹیکل 169 ۔۔محاسب اعلیٰ کے کارہائے منصبی اور اختیارات:

محاسب اعلیٰ۔۔۔

الف ۔وفاق اور صوبوں کے حسابات اور

ب ۔وفاق یا کسی صوبے کی قائم کردہ کسی ہیت مجازیا ادارے کے حسابات،

کے سلسلے میں ایسے کارہائے منصبی انجام دے گا اور ایسے اختیارات استعمال کرے گا جو مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے یا اس کے تحت متعین کئے جائیں اور جب تک اس طرح متعین نہ ہوں۔صدر کے فرمان کے ذریعے متعین ہوں گے۔

تشریح

محاسب اعلیٰ وفاق اور صوبوں کے حسابات کی جانچ پڑتال کرنے اور انہیے ہدایات دینے کا مجاز ہے۔محاسب اعلیٰ ان حدود قیود کے اندر رہتے ہوئے جن کا تعین مجلس شوریٰ نے کیا ہوگا اپنے کارہائے منصبی انجام دینے کا مجاز ہوگا۔اگر حدود کا تعین کسی وجہ سے نہ ہوا ہوگا،تو اس صورت میں صدر مملکت ایک فرمان کے زریعے اس کے اختیارات تعین کرسکیں گے۔

آرٹیکل 170 ۔حسابات کے متعلق ہدایات دینے کیبارے میں محاسب اعلیٰ کا اختیار:

وفاق اور صوبوں کے حسابات،ایسی شکل میں اور ایسے اصولوں اور طریقوں کے مطابق رکھے جائیں گے جنہیں محاسب اعلیٰ،صدر کی منظوری سے،مقرر کرے۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ وفاق اور صوبوں کے حسابات آمدنی،اخراجات کے

گوشوارے ، اس طریقے سے ان اصولوں کے تحت منظّم کئے جائیں گے جنہیں محاسب اعلیٰ مرتب کر کے صدر کو بھیجے گا اور وہ اسمیں مناسب ترمیم واضافے کیساتھ انہیں قابل عمل قرار دیں گے، بالفاظ دیگر محاسب اعلیٰ حسابات رکھنے کے طریقوں اور اصولوں کی صدر سے قبل از وقت منظوری لے گا۔

آرٹیکل 171 ۔محاسب اعلیٰ کی رپورٹیں:

وفاق کے حسابات سے متعلق محاسب اعلیٰ کی رپورٹیں صدر کو پیش کی جائیں گی جو انہیں قومی اسمبلی کے سامنے پیش کرائے گا اور کسی صوبے کے حسابات سے متعلق محاسب اعلیٰ کی رپورٹیں اس صوبے کے گورنر کو پیش کی جائیں گی جو انہیں صوبائی اسمبلی میں پیش کرائے گا۔

تشریح

محاسب اعلیٰ کیفرائض میں یہ بات شامل کردی گئی ہے۔ کہ وہ وفاق کے حسابات آمدنی اور اخراجات سے متعلق سالانہ رپورٹیں صدر کو پیش کرے جو اسے قومی اسمبلی میں منظوری کے لئے بھجوائیں گے۔اسی سطح پر صوبائی محاسب بھی صوبائی حکومت کے حسابات کی رپورٹیں گورنر کو بھجوائے گا جو اسے صوبائی اسمبلی میں پیش کرنے کا اہتمام کرے گا۔

باب 3

جائیداد، معاہدات، ذمہ داریاں اور مقدمات

آرٹیکل 172 ۔لاوارث جائیداد:

۱۔ایسی کوئی جائیداد جس کا کوئی جائز مالک نہ ہو، اگر کسی صوبے میں واقع ہو، تو اس صوبہ کی حکومت کی اور ہر دوسری صورت میں، وفاقی حکومت کی ملکیت ہو گی۔

۲۔تمام اراضیات، معدنیات اور دوسری قیمتی اشیا جو پاکستان کے براعظمی کنار آب کے اندر یا پاکستان کے علاقائی سمندر کی حد کے اندر سمندر کے نیچے ہوں۔ وفاقی حکومت کی ملکیت ہوں گی۔

تشریح

۱۔اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی لاوارث شخص اپنے جائیداد چھوڑ جاتا ہے تو اس صورت میں اس کی جائیداد جس صوبے میں واقع ہو گی وہ صوبے کی حکومت کی ملکیت تصور کی جائے گی اور اگر یہ جائیداد وفاقی علاقے میں واقع ہو گی تو وفاقی حکومت اسے اپنی تحویل میں لے سکے گی۔اسلامی قانون بین الاقوام میں جائیداد کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ اس زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نعمت کے طور پر عطا کیا ہوا ہے اور ہر چیز پر اقتدار صرف اس کو حاصل ہے تاہم اسلامی ریاست کے علاقہ پر خلیفہ کو خدا کے نائب کی حیثیت سے انتظام قائم کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور علاقے کے علاوہ دوسری چیزیں عمارتیں، دریا، جھیلیں، سمندر، آمدروفت کے ذرائع، خزانہ، کتابیں سبھی اسلامی ریاست کی ملکیت ہوتی ہیں۔امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کسی ریاست کی حدود میں ہر چیز پر خلیفہ یا امام کو اقتدار اعلی حاصل ہوتا ہے اور یہ اسلامی معاشرے میں افراد کا مجموعی اقتدار سے جو صرف رضائے الٰہی اور حق کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر قسم کی اراضی، معدنیات دوسری قیمتی اشیاء جو پاکستان کے براعظمی کنار

آب کے اندر یا پاکستان کے علاقائی سمندر کی حد کے اندر سمندر کے نیچے ہوں پاکستان کی ملکیت تصور ہوں گی اور حکومت پاکستان کو ملکی مفاد کے تحت انہیں استعمال کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ بھارتی آئین کی دفعہ 297 بھی دستور ہے پاکستان کی اس دفعہ سے مماثلت رکھتی ہے۔

آرٹیکل 173۔جائیداد حاصل کرنے اور معاہدات وغیرہ کرنے کا اختیار:

ا۔وفاق اور صوبے کا عاملانہ اختیار، متعلقہ مقنّنہ کے کسی ایکٹ کے تابع، وفاقی حکومت یا، جیسی بھی صورت ہو، کسی صوبائی حکومت کی ملکیت میں کس جائیداد کے عطا کرنے ،فروخت کرنے ، بذریعہ دستاویز منتقل کرنے یا رہن رکھنے اور اس کی طرف سے جائیداد کے خریدنے یا حاصل کرنے اور معاہدات کرنے پر وسعت پذیر ہوگا۔

۲۔وفاق یا کسی صوبہ کی اغراض کیلئے حاصل کردہ تمام جائیداد، وفاقی حکومت یا جیسی بھی صوررت ہو اس صوبائی حکومت کی ملکیت ہوگی۔

۳۔وفاق یا کسی صوبہ کا عاملانہ اختیار استعمال کرتے ہوئے، کئے گئے تمام معاہدات میں یہ اظہار کیا جائے گا کہ وہ صدر یا جیسی بھی صورت ہو، صوبہ کے گورنر کے نام سے کئے گئے ہیں۔اور مذکورہ اختیار استعمال کرتے ہوئے کئے گئے تمام معاہدات اور تکمیل کی گئی تمام دستاویزات جائیداد پر صدر یا گورنر کی جانب سے ایسے اشخاص دستخط کریں گے اور ایسے طریقے پر کئے جائیں گے جن کی وہ ہدایت کرے یا اجازت دے۔

۴۔وفاق یا جیسی بھی صورت ہو، کسی صوبہ کے عاملانہ اختیار استعمال کرتے ہوئے کئے گئے کسی معاہدہ یا تکمیل کردہ دستاویز جائیداد کے بارے میں نہ صدر اور نہ کسی صوبے کا گورنر ذاتی طور پر ذمہ دار ہوگا اور نہ کوئی ایسا شخص جو ان میں سے کسی کی جانب سے کوئی ایسا معاہدہ کرے یا کسی دستاویز جائیداد کی تکمیل کردہ کسی دستاویز

جائیداد کے بارے میں نہ صدر اور نہ کسی صوبے کا گورنر ذاتی طور پر ذمہ دار ہوگا اور نہ کوئی ایسا شخص جو ان میں سے کسی کی جانب سے کوئی ایسا معاہدہ کرے یا کسی دستاویز جائیداد کی تکمیل کرے اس سلسلہ میں ذاتی طور پر ذمہ دار ہوگا۔

۵۔ وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی طرف سے اراضی کے انتقال کو قانون کے ذریعے منضبط کیا جائے گا۔

تشریح

۱۔ اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ وفاقی حکومت مجلس شوریٰ کے کسی ایکٹ کے تحت مفاد عامہ کی غرض سے کسی صوبائی حکومت کی ملکیت میں کسی جائیداد کو عطا کرنے، فروخت کرنے، بذریعہ دستاویز منتقل کرنے یا رہن رکھنے اور اس کی طرف سے جائیداد کے خریدنے یا حاصل کرنے اور معاہدات کرنے کا مکمل اختیار رکھتی ہے۔

۲۔ وفاق یا کسی صوبے کی اغراض کے لئے حاصل کردہ وہ تمام جائیداد جو وفاق کے نام پر حاصل کی گئی ہوگی اس صوبے کی ملکیت ہوگی جس میں وہ واقع ہوگی۔

۳،۴۔ وفاقی حکومت یا صوبائی حکومتیں اپنے عاملانہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے تمام معاہدے وفاق کی طرف سے صدر کے نام اور صوبے کی طرف سے گورنر کے نام طے کریں گی اور ایسے تمام معاہدوں پر صدر یا گورنر ایسے اشخاص کو دستخط کرنے کے لئے ہدایات جاری کر سکتے ہیں جو ان سے متعلقہ ہوں گے۔ اس ضمن میں نہ تو صدر اور نہ گورنر اور نہ ہی وہ اشخاص جو معاہدے کی تکمیل کریں گے اس کے بارے میں ذاتی حیثیت سے ذمہ دار ہوں گے۔

۵۔ وفاقی اور صوبائی حکومتیں اراضی کے حصول کی کاروائی اور معاہدات متعلقہ مقنّنہ کے کسی ایکٹ کے احکامات کی روشنی میں ہی کر سکتی ہیں۔

آرٹیکل 174۔ مقدمات و کاروائیاں:

وفاق کی جانب سے اور اس کے خلاف، پاکستان کے نام سے مقدمہ دائر کیا جا

سکے گا اور کسی صوبے کی جانب سے اور اس کے خلاف، اس صوبہ کے نام سے مقدمہ دائر کیا جا سکے گا۔

تشریح

اس دفعہ کی رو سے جائیداد کی خرید و فروخت، ملکیت، معاہدے کی یک طرفہ تنسیخ کی صورت میں، وفاقی حکومت کی جانب سے اور اس کے خلاف پاکستان کے نام سے اور کسی صوبے کی جانب سے اور اس کے خلاف اس صوبے کے نام سے سپریم کورٹ یا متعلقہ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔

حصہ ہفتم

نظام عدالت

باب ا۔:: عدالتیں

آرٹیکل 175 ۔عدالتوں کا قیام اور اختیار سماعت:

ا۔ پاکستان کی ایک عدالت عظمیٰ اور ہر صوبے کیلئے ایک عدالت عالیہ اور ایسی دوسری عدالتیں ہوں گی جو قانون کے ذریعے قائم کی جائیں گی۔

۲۔ کسی عدالت کو یہ اختیار سماعت حاصل نہیں ہوگا، ماسوائے اس کے جو دستور کی رو سے، یا کسی قانون کی رو سے، یا اسکے تحت، اسے تفویض کیا گیا ہے یا کیا جائے۔

۳۔ عدلیہ کو یوم آغاز سے چودہ سال کے اندر انتظامیہ سے بتدریج علیحدہ کیا جائے گا۔

تشریح

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن قانونی لغت میں لفظ عدالت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :لفظ عدالت سے قانونی زبان میں وہ عدالت مراد ہے جو حکومت وقت کی طرف سے متنازعین کے مابین فیصلہ کرنے کی مجاز ہو اور عدلیہ کے فرائض اس کے سپرد کئے گئے ہوں۔ چنانچہ اگر خانگی طور پر متنازعین کوئی عدالت بنالیں اور اس سے اپنے تنازعہ کا تصفیہ چاہیں تو وہ باضابطہ عدالت کی تعریف نہیں آتی۔ رینٹ کنٹرولر عدالت نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو پی ایل ڈی 1956 ء سپریم کورٹ، پی ایل ڈی 1968 ء لاہور) قانون توہین عدالت کی دفعہ ۲ کے تحت عدالت وسیع معنی میں مراد ہے (اے ائی آر 1953 ء الہ آباد 419) اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان کی ایک عدالت عظمیٰ سپریم کورٹ اور ہر صوبے کیلئے ایک عدالت عالیہ اور ایسی دوسری عدالتیں قائم کیجائیں گی جو کسی ایکٹ کے ذریعے عمل میں آئیں گی۔

کوئی بھی عدالت اس وقت تک کسی مقدمے کی سماعت کرنے کا مجاز نہ ہوگی جو اس کے دائرہ اختیار میں دستور کے تحت یا کسی قانون کے تابع نہ ہوگا۔ اسی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ عدلیہ کو چودہ سال کے اندر انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا جائے اور یہ مدت اس روز سے شروع ہو گی جب صدر کا فرمان 14 مجریہ 1985ء نافذ العمل ہوا۔ 1985ء کے فرمان کے جاری ہونے سے قبل سے یہ مدت پانچ سال مقرر کی گئی تھی۔ جسے اس فرمان کے ذریعے تبدیل کر کے چودہ سال کر دیا گیا۔ برطانوی آئین کی رو سے برطانوی عدلیہ پر عاملہ کا کوئی اثر و رسوخ نہیں، عاملہ ججوں کو برطرف نہیں کر سکتی اور وہ یکسوئی اور غیر جانبداری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا رکرتے ہیں۔

یوم آغاز 1973ء کا وہ دن قرار پایا تھا جب ملک میں آئین نافذ ہوا تھا۔ یہ مدت 1987ء میں ختم ہو رہی تھی مگر اس تدریجی عمل کا کہیں پتہ نہ تھا جو عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کے لئے ضروری تھا۔

1989ء میں شرف فریدی بنام فیڈریشن میں سندھ ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ دستور کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور دستور کا تقاضا ہے کہ مطلوبہ فنڈز عدلیہ کے سپرد کئے جائیں تا کہ وہ کسی ایجنسی کے دباؤ کے بغیر کام کر سکے فیصلہ میں 196 بی، 203 بی 4 اور 5 اور 214 سی کو آئین کے آرٹیکل 175 سے متصادم قرار دیا گیا۔ تاہم سندھ ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ حکومت اس معاملے میں آئین کی خلاف ورزی کا جو ارتکاب کر رہی ہے وہ آئین کے آرٹیکل 6 کے زمرے میں نہیں آتا۔ اس فیصلے کے خلاف محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جس نے سندھ ہائی کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھا۔

باب 2

پاکستان کی عدالت عظمیٰ

آرٹیکل 176 ۔عدالت عظمیٰ کی تشکیل:

عدالت عظمیٰ ایک چیف جسٹس پر جسے چیف جسٹس پاکستان کہا جائے گا اور اتنے دیگر ججوں پر مشتمل ہو گی جن کی تعداد مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعے متعین کی جائے یا اس طرح تعین ہونے تک، جو صدر کو مقرر کرے۔

تشریح

عدالت عظمیٰ پاکستان میں عدل و انصاف کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔اسے یہ نام 1956ء کے آئین ک تحت دیا گیا تھا اسے سے قبل اسے فیڈرل کورٹ آف پاکستان کہا جاتا تھا۔1962ء اور 1973ء کے دساتیر میں بھی اس کا نام دستور عدالت عظمیٰ سپریم کورٹ ہی رہنے دیا گیا۔سپریم کورٹ چیف جسٹس اور دیگر ججوں پر مشتمل ہے۔چیف جسٹس کا تقرر صدر مملکت کرتے ہیں۔

آرٹیکل 177 ۔عدالت عظمیٰ کے ججوں کا تقرر:

ا۔چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور دوسرے ججوں میں سے ہر ایک کا تقرر صدر چیف جسٹس سے مشورے کے بعد کرے گا۔

۲۔کوئی شخص عدالت عظمیٰ کا جج مقرر نہیں کیا جائے گا۔تاوقتیکہ وہ پاکستان کا شہری نہ ہو اور

الف۔کم از کم پانچ سال تک یا مختلف اوقات میں اتنی مدت تک جو مجموعی طور پر پانچ سال سے کم نہ ہو، کسی عدالت عالیہ کا جسمیں کوئی ایسی عدالت عالیہ شامل ہے یا جو یوم آغاز سے قبل کسی وقت بھی پاکستان میں موجود تھی جج نہ رہا ہو، یا

ب۔کم از کم پندرہ سال تک، یا مختلف اوقات میں اتنی مدت تک جو مجموعی طور پر پندرہ سال سے کم نہ ہو کسی عدالت عالیہ کا جس میں کوئی ایسی عدالت عالیہ شامل ہے

جو یوم آغاز سے قبل کسی وقت بھی پاکستان میں موجود تھی، ایڈووکیٹ نہ رہا ہو۔

تشریح

جج صاحبان چیف جسٹس کے مشورے سے صدر مملکت اتنی تعداد میں مقرر کرتے ہیں جو پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعے متعین ہو اور مجلس شوریٰ کا کوئی ایکٹ موجود نہ ہو تو صدر مملکت ہی چیف جسٹس صاحبان کی تعداد اپنی صوابدید سے مقرر کر سکتے ہیں۔ آئین کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک سپریم کورٹ کا جج مقرر نہیں کیا جا سکتا جو پاکستان کا شہری نہ ہو اور کم از کم پانچ سال تک ملک کی کسی اعلیٰ صوبائی عدالت کا جج نہیں بن سکتا جسے عدالت عالیہ نے پریکٹس کی اجازت نہ دے رکھی ہو باوجود اس کے کہ باکونسل نے اسے پلیڈر کا سرٹیفکیٹ ہی کیوں نہ جاری کر دیا ہو۔ (پی ایل ڈی 1953 لاہور 98)۔ بھارتی دستور کی دفعہ 124 کے تحت کوئی شخص اس وقت تک سپریم کورٹ کا جج نہیں بن سکتا جب تک وہ صدر کی رائے میں ایک ممتاز قانون دان کی حیثیت نہ رکھتا ہو، امریکی آئین کے تحت سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر سیاسی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ڈیموکریٹک جماعت سے تعلق رکھنے والا صدر ایک ڈیموکریٹ جج کا تقرر کرتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس سے انحراف بھی کیا گیا۔ صدر ہوور نے جو ری پبلکن پارٹی کا رکن تھا نے ایک ڈیموکریٹک جج کا تقرر کیا۔ کینیڈا میں سپریم کورٹ کے جج کا تقرر گورنر جنرل کابینہ کے مشورے سے کرتا ہے یاد رہے کہ اسی وقت بشمول چیف جسٹس فل بینچ میں بارہ جج صاحبان شامل ہیں۔

آرٹیکل 178۔ عہدے کا حلف:

عہدہ سنبھالنے سے قبل، چیف جسٹس پاکستان، صدر کے سامنے اور عدالت عظمیٰ کا کوئی دوسرا جج چیف جسٹس کے سامنے، اس عبارت میں حلف اٹھائے گا جو جدول سوم میں درج کی گئی ہے۔

تشریح

چیف جسٹس اپنی تقرری کے فورا بعد اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے صدر پاکستان کے سامنے اپنے عہدے کا حلف اٹھائے گا۔ اسی طرح دیگر جج صاحبان چیف جسٹس کیسامنے جدول سوم میں دی گئی عبارت کے تحت حلف اٹھائیں گے۔

آرٹیکل 179 ۔فارغ خدمت ہونے کی عمر:

ا۔عدالت عظمی کا کوئی جج 65 سال کی عمر کو پہنچنے تک اپنے عہدے پر فائز رہیگا بجز اس کے کہ وہ قبل ازیں مستعفی ہو جائے یا اس دستور کیمطابق عہدہ سے برطرف کر دیا جائے۔

نوٹ: آرٹیکل 179 میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی فارغ خدمت ہونے کی عمر 65 سال جب کہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی عمر 62 سال ہی مقرر کی گئی۔ چیف ایگزیکٹو نے فرمان نمبر 29 مجریہ 10 اکتوبر 2002ء کے تحت علی الترتیب ان کی عمروں میں تین تین سال کا اضافہ کر دیا۔ لیکن متحدہ مجلس عمل، کے ساتھ معاہدے کے تحت سترھویں ترمیم بمورخہ 31 دسمبر 2003ء ان کی فارغ خدمت ہونے کی سابقہ عمر کو ہی برقرار رکھا گیا ہے۔

تشریح

21 اگست 2002ء کو جو لیگل فریم ورک آرڈر جاری کیا گیا اس میں ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر کا کہیں زکر موجود نہیں ہے تاہم صدر نے 9 اور 10 اکتوبر 2002ء کو ایک حکم کے ذریعے سپریم کورٹ کے جج کی ریٹائرمنٹ کی عمر 65 سال سے بڑھا کر کر 68 سال اور ہائی کورٹ کے جج کی عمر 62 سال سے بڑھا کر 65 سال کر دی۔ حزب اختلاف نے اور بار کونسلوں نے اس پر احتجاج کیا اور صدر سے مطالبہ کیا کہ وہ ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمروں میں اضافہ واپس لیں لیکن ایسا ممکن نہ ہوا۔

24 دسمبر 2003ء کو متحدہ مجلس عمل اور حکومت کے مابین جو آئینی معاہدہ طے پایا

اس میں ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر میں علی الترتیب 65 سال اور 62 سال کر دی گئی ۔اس طرح ایل او ایف کے تحت ججوں کی عمر میں جو توسیع کی گئی تھی وہ ختم ہوگئی اس کے نتیجے میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس شیخ ریاض احمد کے علاوہ جسٹس منیر اے شیخ، جسٹس قاضی محمد فاروق اور ایڈہاک جج جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری شامل تھے۔ انکے علاوہ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس راجا محمد صابر، پشاور ہائی کورٹ کے جسٹس عبدلروف خاں لغمانی، سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس ایم روشن عیسانی، جسٹس ایس اے سروانہ، جسٹس زاہد قربان رضوی اور جسٹس محمد اشرف لغاری ریٹائر ہونے والے ججوں میں شامل تھے جبکہ سپریم کورٹ کے سینئر جج جسٹس ناظم الدین صدیقی 2005ء تک پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رہیں گے۔

اس شق کے تحت عدالت عظمی کا کوئی جج ماسوائے اس کے کہ وہ استعفیٰ دیجائے برطرف کر دیا جائے ۔65 سال کی عمر تک اپنے فرائض منصبی ادا کرسکتا ہے۔عمر کی اس مدت کا تعین دستور کی پانچویں ترمیم کے ذریعے 1976ء میں کیا گیا اس سے قبل سپریم کورٹ کے جج کیلئے عمر کی حد 62 سال مقرر کی گی تھی۔

آرٹیکل 180۔قائم مقام چیف جسٹس: کسی وقت بھی جب۔۔۔

الف۔چیف جسٹس پاکستان کا عہدہ خالی ہو، یا

ب۔چیف جسٹس پاکستان موجود نہ ہو کسی دیگرے بناء پر اپنے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو، تو صدر عدالت عظمیٰ کے دوسرے ججوں میں سے مقدم ترین جج کو قائم مقام چیف جسٹس پاکستان کی حیثیت سے مقرر کرے گا۔

تشریح

چیف جسٹس سرکاری فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں کسی کانفرنس میں شمولیت کیلئے بیرون ملک کے دورے پر ہو، بیمار ہو جائیں اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کر سکتے ہوں یا کسی وجہ سے ان کا عہدہ خالی ہو جائے تو صدر پاکستان کو اس دفعہ کے

تحت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عدالت عظمیٰ کے دوسرے ججوں میں سینئر ترین جج کو قائم مقام چیف جسٹس مقرر کریں۔

آرٹیکل 181۔قائم مقام جج:ا،کسی وقت بھی جب۔

الف۔عدالت عظمیٰ کے کسی جج کا عہدہ خالی ہو،یا

ب۔صدر کی منظوری سے اور کسی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کی رضامندی سے،اس عدالت کے کسی ایسے جج کو جو عدالت عظمیٰ کا جج مقرر کئے جانے کا اہل ہو، حم دے سکے گا۔

کہ وہ عدالت عظمیٰ کے اجلاسوں میں،اتنی مدت کے لئے جو ضروری ہو،بحیثیت جج بغرض خاص شرکت کرے اور اس طرح شریک اجلاس ہونے کے دوران اس جج بغرض خاص کو وہی اختیار اور اختیار سماعت حاصل ہوگا جو عدالت عظمیٰ کے کسی جج کو حاصل ہوتا ہے۔

تشریح

اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے عدالت عظمیٰ کے ججوں کا کورم پورا نہ ہو اور عدالت عظمیٰ کا اجلاس منعقد کرنا یا جاری رکھنا ناممکن ہو جائے یا کسی اور وجہ سے ججوں کی تعداد میں اضافہ عارضی طور پر ناگزیر ہو جائے تو اس صورت میں چیف جسٹس صدر کی منظوری سے کسی ایسے شخص کو جو اس عدالت کا جج رہ چکا ہو اور اس کا مذکورہ عہدہ چھوڑنے کے بعد سے تین سال کا عرصہ نہ گزرا ہو درخواست کر سکے گا یا پھر صدر کی منظوری سے کسی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کی رضامندی سے کسی ایسے جج کو جو جج کی مطلوبہ شرائط پر پورا اترتا ہو حکم دے سکے گا کہ وہ عدالت عظمیٰ کے اجلاسوں میں اتنی مدت کیلئے جو ضروری ہو بحیثیت جج خاص شرکت کرے اور اس طرح شریک اجلاس ہونے کے دوران اسے وہی اختیارات اور اختیار سماعت حاصل ہوگا جو عدالت عظمیٰ کے کسی جج کو حاصل ہوتا ہے۔

آرٹیکل 183 ۔عدالت عظمیٰ کا صدر مقام:

۱۔شق ۳ کے تابع عدالت عظمیٰ کا مستقل صدر مقام اسلام آباد ہوگا۔

۲۔عدالت عظمیٰ کا اجلاس وقتاً فوقتاً ایسے دوسرے مقامات کر پر ہو سکے گا جو چیف جسٹس پاکستان صدر کی منظوری سے مقرر کرے۔

جب تک اسلام آباد میں دالت عظمیٰ کے قیام کا انتظام نہ ہو جائے، اس عدالت کا صدر مقام ایسے مقام پر ہوگا جو صدر مقرر کرے۔

تشریح

اس دفعہ کی شق نمبر 3 کے تحت یہ کہا گیا ہے کہ جب تک اسلام آباد میں عدالت عظمیٰ کے قیام کا انتظام نہ ہو جائے تو اس عدالت کا صدر مقام ایسے مقام پر ہوگا جو صدر مقرر کرے گا۔ چونکہ اسلام آباد میں نیا دارلحکومت تعمیر کیا گیا تھا اور ابتدائی طور پر وہاں عدالت عظمیٰ کی عمارت کا کوئی انتظام نہ کیا جا سکا تھا اس لئے عدالت عظمیٰ کا صدر مقام راولپنڈی قرار دیا گیا تھا۔ اس دفعہ کی شق ۲ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ چیف جسٹس صدر پاکستان کی پیشگی منظوری سے اسلام آباد کے علاوہ کسی بھی مقام پر سپریم کورٹ کا اجلاس گا ہے بگا ہے منعقد کر سکتے ہیں۔ لاہور، کراچی، پشاور اور کوئٹہ میں سپریم کورٹ کے سرکٹ آفس بھی قائم ہیں۔

آرٹیکل 184 ۔عدالت عظمیٰ کا ابتدائی اختیار سماعت:

۱۔ عدالت عظمیٰ کو بہ اخراج ہر دیگر عدالت کے، کسی دو یا دو سے زیادہ حکومتوں کے درمیان کسی تنازعہ کے سلسلہ میں ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہوگا۔

تشریح: اس شق میں ''حکومتوں'' سے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں مراد ہیں۔

۲۔شق 1۔ کی رو سے تفویض کردہ اختیار سماعت کے استعمال میں عدالت عظمیٰ صرف استفراری فیصلے صادر کرے گی۔

۳۔آرٹیکل 199 کے احکام پر اثر انداز ہوئے بغیر، عدالت عظمیٰ کو اگر وہ یہ سمجھے

کہ حصہ دوم کے باب ا کے ذریعے تفویض شدہ بنیادی حقوق میں سے کسی حق کے نفاذ کے سلسلے میں عوامی اہمیت کا کوئی سوال درپیش ہے، مذکورہ آرٹیکل میں بیان کردہ نوعیت کا کوئی حکم صادر کرنے کا اختیار ہوگا۔

تشریح

سپریم کورٹ کو ایسی ہدایات اور احکام جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے جو کسی معاملہ میں کام انصاف کے لئے ضروری ہوں۔ ایسی ہدایات اور احکام تمام پاکستان میں قابل تعمیل ہوتے ہیں اور کسی صوبہ میں ان ہدایات و احکامات کی تعمیل اس طرح کی جائے گی جیسے وہ ہائی کورٹ متعلقہ کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں۔ سپریم کورٹ کو اپنے فیصلوں پر نظر ثانی کا بھی اختیار حاصل ہے۔ اس آرٹیکل کی شرح اس طرح ہے:

ا۔ عدالت عظمیٰ کو ملک کے کسی دو صوبوں یا وفاق کی صوبے کے خلاف یا صوبے کی وفاق کے خلاف کسی بھی تنازعہ پر ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہے۔ کیونکہ وفاقی یا صوبوں کی حکومت کے لئے آئینی طور پر یہ درست نہیں کہ وہ تمام عدالتوں سے رجوع کریں۔ عدالت عظمیٰ کو ابتدائی اختیار سماعت بلاشرکت غیرے ہے کیونکہ اس دفعہ کے تحت ان معاملات میں دیگر عدالتوں کے اختیار ختم کر دیئے گئے ہیں۔

PLD 1956 FC 72

یاد رہے کہ اس شق میں حکومتوں سے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں مراد ہیں۔ دستور کے سلسلے میں بھی عدالت عظمیٰ صرف ایسا استقراریہ حکم جاری کرسکتی ہے جو اس کے لئے شق ا کی رو سے متعین کیا گیا ہے۔ تاہم اس دوران میں عدالت عظمیٰ کو تنازعہ کو حل کرنے کے سلسلے میں دستاویزات کی ضرورت پڑے تو وہ اٹارنی جنرل سے طلب کرسکتی ہے۔

آئین میں عوام کو بنیادی حقوق بھی تفویض کئے گئے ہیں۔ جن کی حفاظت سپریم

کورٹ کا بنیادی دائرہ کار ہے۔ اور بنیادی حقوق کے سلسلے میں کسی اور عدالت سے رجوع کئے بغیر عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔

آرٹیکل 185۔ عدالت عظمیٰ کا اختیار سماعت اپیل:

۱۔ اس آرٹیکل کے تابع، عدالت عظمیٰ کو کسی عدالت عالیہ کے صادر کردہ فیصلوں، ڈگریوں، حتمی احکام یا سزاؤں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرنے اور ان پر فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

۲۔ کسی عدالت عالیہ کے صادر کردہ کسی فیصلے، ڈگری، حتمی حکم یا سزا کے خلاف اپیل عدالت عظمیٰ میں دائر کی جاسکے گی۔

الف۔ اگر عدالت عالیہ نے اپیل پر کی ملزم کے بری ہونے کے حکم کو بدل دیا ہو اور اسے سزائے موت یا حبس دوم بہ عبور دریائے شور یا عمر قید کی سزا دے دی ہو، یا نگرانی کی درخواست پر کسی سزا کو بڑھا کر مذکورہ بالا کسی سزا سے بدل دیا ہو، یا

ب۔ اگر عدالت عالیہ نے کسی ایسی عدالت سے جو اس کے ماتحت ہو کسی مقدمہ کو اپنے روبرو سماعت کیلئے منتقل کرلیا ہو اور ایسی سماعت مقدمہ میں ملزم کو مجرم قرار دے دیا ہو اور مزکورہ بالا کوئی سزا دے دی ہو، یا

ج۔ اگر عدالت عالیہ نے کسی شخص پر عدالت عالیہ کی توہین کی بناء پر کوئی سزا عائد کی ہو، یا

د۔ اگر نفس الامر نزاع کی رقم یا مالیت ابتدائی عدالت میں پچاس ہزار روپے سے کم نہ تھی اور اپیل نزاع میں بھی، پچاس ہزار روپے سے یا ایسی دوسری رقم سے جس کی صراحت اس سلسلہ میں مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے کی جائے، کم نہ ہو اور جس فیصلے یا ڈگری یا حکم حتمی کے خلاف اپیل کی گئی ہو اس میں عین ماتحت عدالت کے فیصلے، ڈگری یا حکم حتمی کو بدل دیا گیا ہو یا منسوخ کردیا گیا ہو، یا

ہ۔ اگر فیصلہ، ڈگری یا حکم حتمی میں بلاواسطہ طور پر اتنی ہی رقم یا مالیت کی جائیداد

سے متعلق کوئی دعویٰ یا امر تنقیح طلب شامل ہو اور اس فیصلے ڈگری، یا حکم حتمی میں، جس کے خلاف اپیل کی گئی ہو عین ماتحت عدالت کا فیصلہ، ڈگری یا حکم حتمی بدل دیا گیا ہو، یا منسوخ کر دیا گیا ہو، یا

د۔ اگر عدالت عالیہ اس امر کی تصدیق کر دے کہ مقدمے میں دستور کی تعبیر کے بارے میں کوئی اہم قانونی مسئلہ درپیش ہے۔

۳۔ کسی ایسے مقدمے میں جس پر شق ۲ کا اطلاق نہ ہوتا ہو، کسی عدالت عالیہ کے کسی فیصلے ڈگری، حکم یا سزا کے خلاف عدالت عظمیٰ میں کوئی اپیل صرف اسی وقت دائر کی جائے گی جب عدالت عظمیٰ اپیل دائر کرنے کی اجازت عطا کر دے۔

تشریح

ا۔ اختیار سماعت کا مفہوم ہے کہ عدالت کو نوعیت باعتبار علاقہ مالیت مقدمہ کی سماعت کرنے اور متنازعہ معاملات کو طے کرنے کا قانونی اختیار حاصل ہے۔

یہ جامع دفعہ اس عدالت حتمی اپیل کے اختیارات کے متعلق ہے اور اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مختلف قسم کے مقدمات جو ہائیکورٹ میں فیصلہ پا چکے ہیں کس طرح سے اس عدالت کے پاس لیجائے جا سکتے ہیں۔

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کو عدالت ہائے عالیہ کے فیصلوں۔ ڈگریوں اور احکامات کے خلاف اپیلیں سننے کا اختیار حاصل ہے۔

الف۔ اس دفعہ کی شق ۲ الف، میں کہا گیا ہے کہ عدالت عالیہ نے اگر اپیل پر کسی ملزم کے بری ہونے کے حکم کو سزائے موت یا عمر قید میں بدل دیا ہو یا انہی احکام کو اپنے اختیارات نگرانی میں صادر کرے تو اس حکم کیخلاف عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کی جا سکتی ہے۔

ب۔ اس شق کے تحت عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ کسی عدالت میں دائر مقدمے کو اپنے روبرو سماعت کے لئے منتقل کرے اور اسی دوران وہ ملزم کو

مجرم قرار دے اور مذکورہ بالا کوئی بھی سزا دے دے۔

ج۔ عدالت عالیہ اگر کسی شخص کو توہین عدالت کے سلسلے میں کوئی سزا سنائی ہو تو اس سزا کے خلاف عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کی جا سکتی ہے۔

د۔ کسی ماتحت عدالت میں جھگڑا پچاس ہزار روپے کا یا زیادہ مالیت سے متعلق ہو اور آخری فیصلہ میں ڈگری سے انحراف کیا گیا ہو یا اس سے متعلق فیصلہ دے دیا گیا ہو تو اس صورت میں بھی ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جا سکتی ہے۔

ہ۔ عدالت عظمیٰ کو اس قسم کی اپیل سننے کا بھی حق ہے جس میں فیصلہ، ڈگری یا حکم حتمی میں بلاواسطہ طور پر اتنی ہی رقم یا مالیت کی جائیداد سے متعلق کوئی دعویٰ یا امر تنقیح طلب شامل اور اس فیصلے، ڈگری یا حکم حتمی میں جس کے خلاف اپیل کی گئی ہو عین ماتحت عدالت کا فیصلہ ڈگری یا حکم حتمی بدل دیا گیا یا منسوخ کر دیا گیا ہو۔

و۔ عدالت عالیہ کو اگر کسی دستوری مسئلے کی تشریح کی ضرورت ہو تو سپریم کورٹ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ عدالت عالیہ کو اس دستوری مسئلے کی تصدیق کے بعد اس کی تعبیر اور تشریح کے سلسلے میں رہنمائی کرے جو کسی فیصلے میں حائل ہو۔

۳۔ اس شق میں یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ اگر مندرج بالا امور میں سے کسی امر میں عدالت عظمیٰ میں اپیل کرنا مقصود ہو تو سپریم کورٹ سے پیشگی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

آرٹیکل 186۔ مشاورتی اختیار سماعت:

۱۔ اگر کسی وقت صدر مناسب خیال کرے کہ کسی قانونی مسئلہ کے بارے میں جس کو وہ عوامی اہمیت کا حامل خیال کرتا ہو، عدالت عظمیٰ کی رائے حاصل کی جائے تو وہ اس مسئلے کو عدالت عظمیٰ کے غور کے لئے بھیج سکے گا۔

۲۔ عدالت عظمیٰ بایں طور محولہ مسئلہ پر غور کرے گی اور صدر کو اس مسئلہ کے بارے

میں اپنی رائے سے مطلع کرے گی۔

تشریح

اس دفعہ میں عدالت عظمیٰ کے مشاورتی اختیارات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی وقت صدر مملکت یہ خیال کریں کہ کسی عوامی اہمیت کے حامل کسی قانونی مسئلے پر عدالت عظمیٰ کی رائے حاصل کرنا ضروری ہے تو صدر مملکت ایسے مسئلے کو سپریم کورٹ میں بھیج کر قانونی رائے حاصل کر سکتے ہیں۔ قانون کی اصطلاح میں اسے ریفرنس کہا جاتا ہے۔ اس دفعہ کی شق ۲ میں عدالت عظمیٰ کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ صدر کی جانب سے بھیجے گئے کسی قانونی مسئلے پر غور کر کے صدر کو اپنی رائے کے بارے میں مطلع کرے۔ تاہم عمومی نوعیت کے مسئلے کو عدالت عظمیٰ بغیر کوئی رائے دئے واپس کرنے کی مجاز ہے۔ PLD 1955 FC 435

آرٹیکل 186۔ الف۔ عدالت عظمیٰ کا مقدمات منتقل کرنے کا اختیار:

عدالت عظمیٰ اگر وہ انصاف کے مفاد میں ایسا کرنا قرین مصلحت خیال کرے۔ کسی مقدمے یا دیگر کاروائی کو کسی عدالت عالیہ کے سامنے زیر سماعت ہو کسی دیگر عدالت عالیہ کو منتقل کر سکے گی۔

تشریح

یہ دفعہ 1985ء میں صدارتی حکم کے ذریعے آئین کا حصہ بنائی گئی ہے۔ اس دفعہ کے تحت پہلی مرتبہ عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی اپیل یا ہائی کورٹ میں زیر سماعت کسی مقدمے کو اگر وہ انصاف کے مفاد میں ایسا کرنا قرین مصلحت سمجھے، کسی دوسری عدالت عالیہ میں منتقل کر سکتی ہے۔

آرٹیکل 187۔ عدالت عظمیٰ کے حکم ناموں کا اجراء اور تعمیل:

۱۔ آرٹیکل 175 کی شق ۲ کے تابع عدالت عظمیٰ کو اختیار ہوگا کہ وہ ایسی ہدایات،

احکام یا ڈگریاں جاری کرے جو کسی ایسے مقدمہ یا معاملہ میں جو اس کے سامنے زیر سماعت ہو، مکمل انصاف کرنے کے لئے ضروری ہوں، ان میں کوئی ایسا حکم بھی شامل ہے جو کسی شخص کے حاضر کئے جانے، یا کسی دستاویز کو برآمد کرنے یا پیش کرنے کے لئے صادر کیا جائے۔

۲۔ ایسی کوئی ہدایت، حکم یا ڈگری، پاکستان بھر میں قابل نفاذ ہوگی اور جب اسکی تعمیل کسی صوبہ میں، یا کسی ایسے قطعہ یا علاقہ میں کی جانی ہو جو کسی صوبہ کا حصہ نہ ہو لیکن اس صوبے کی عدالت عالیہ کے دائرہ اختیار میں شامل ہو تو اس کی اسی طرح سے تعمیل کی جائیگی گویا کہ اسے اس صوبہ کی عدالت عالیہ نے جاری کیا ہو۔

۳۔ اگر یہ سوال پیدا ہو جائے کہ عدالت عظمیٰ کی ہدایت، حکم یا ڈگری کو کونسی عدالت عالیہ نافذ کرے گی تو اس سوال کے بارے میں عدالت عظمیٰ کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

تشریح

۱۔ اس شق میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ دفعہ 175 کی شق دو سے ملتی جلتی ہیں۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ عدالت عظمیٰ ایسی ہدایات، احکام یا ڈگریاں جاری کر سکتی ہے جو کسی ایسے مقدمے یا معاملہ میں جو اس کے سامنے زیر سماعت ہو ملکی انصاف کرنے کے لئے ضروری ہوں ان میں کوئی ایسا حکم بھی شامل ہے جو کسی شخص کے حاضر کئے جانے یا کسی دستاویز کو برآمد کرنے یا پیش کرنے کے لئے صادر کیا جائے اس دفعہ کے تحت عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ درخواست برائے اجازت اپیل کی سماعت کے دوران عدالت عالیہ کے حکم کو معطل کر سکتی ہے

PLD 1963 SCI, 51

اس دفعہ میں سپریم کورٹ کے دائرہ کار کا تعین کیا گیا ہے جو کہ پورے پاکستان کے لئے ہے یعنی سپریم کورٹ اپنے اختیارات کا نفاذ پورے ملک پر کر سکتی ہے۔

۳۔ عدالت عظمیٰ کی ہدایت، حکم یا ڈگری کسی عدالت عالیہ کے ذریعے نافذ العمل ہو گی۔ اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار بھی سپریم کورٹ کو حاصل ہے اور اس کا فیصلہ بھی قطعی ہو گا۔

دفعہ 184، 185، 186، اور 187 کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مندرجہ بالا دفعات میں سپریم کورٹ کے سب سے جامع اختیارات کا ذکر دفعہ اپیل میں کیا گیا ہے جسے وہ مقدمات کے فیصلے میں بروئے کار لا سکتی ہے۔ دفعہ 187 ایک حساب سے بھی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں جو اصلاح پائی گئی ہیں وہ کہتی ہیں کہ مکمل انصاف کرنے کے لئے کسی بھی مقدمے میں عدالت مناسب حکم جاری کر سکتی ہے۔ اگر چہ یہ تصور کیا ہے اور اس کی حدود کیا ہیں یہ خود ایک مسئلہ ہے لیکن پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ کہ مکمل انصاف کے اصول میں جو قانون عدالت اپنے سامنے رکھے گی وہ بھی بالاخر ملک کا قانون و آئین ہو گا۔ یہ بات فلسفہ قانون میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ انصاف ہمیشہ قانون کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

آرٹیکل 188۔ عدالت عظمیٰ کا فیصلوں یا احکام پر نظر ثانی کرنا: مجلس شوریٰ کے کسی ایکٹ کے اور عدالت عظمیٰ کے وضع کردہ کسی قواعد کے احکام کے تابع عدالت عظمیٰ کر اپنے صادر کردہ کسی فیصلے یا دیے ہوئے کسی حکم پر نظر ثانی کرنے کا اختیار ہو گا۔

تشریح

اس دفعہ میں عدالت عظمیٰ کے اپنے فیصلوں یا احکام پر بھی نظر ثانی کا اختیار دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ یہ اختیار عدالت عظمیٰ مجلس شوریٰ یا عدالت عظمیٰ اپنے وضع کردہ کسی قواعد کے تابع حاصل کرے۔ نظر ثانی کی درخواست اس وقت پیش کی جاتی ہے جب کوئی اہم اور نیا معاملہ یا شہادت درخواست گزار کے مقنّنہ معلومات میں آئی ہو جو یا تو اس علم میں نہ ہو یا بوقت ڈگری یا حکم باوجود مناسب کوشش کے پیش کرنے سے قاصر رہا ہو۔ درخواست نظر ثانی اس وقت پیش کی جا سکتی ہے جبکہ کوئی غلطی یا

سہو مسل سے ظاہر ہو یہ غلطی ٹائپ کی بھی ہوسکتی ہے یا پھر اسکے لئے درخواست گزار کوئی معقول وجہ پیش کرے تاہم نظر ثانی کے دوران مقدمہ کی ازسرنو سماعت کسی

AIR 1941 FC 1 صورت میں بھی نہیں ہوسکتی۔

علاوہ ازیں عدالت عظمیٰ اس وقت تک فیصلے پر نظر ثانی نہیں کرسکی جب تک کہ اس کے لئے ٹھوس وجوہ موجود نہ ہوں۔ محض فیصلہ تسلیم نہ کرنے سے نظر ثانی نہیں کی جاسکتی۔

PLD 1969 SC 387

اور یہ صرف مخصوص حالات اور انتہائی ناگزیر صورت میں ہی ممکن ہوسکتا ہے

PLD 1962 SC 335

عدالت عظمیٰ چونکہ ملکی قانون کی تعبیر وتشریح کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ اس لئے یہ کسی قانون کے بارے میں اپنے پہلے سے قائم کردہ رائے کو بدلنے کا پورا پورا حق رکھتی ہے PLD 1955 FC 185 جہاں تک فوجداری کاروائی کا تعلق ہے تو اس پر صرف اس صورت میں عدالت عظمیٰ نظر ثانی کرسکتی ہے جب اسے دستوری حکم کی خلاف ورزی یا ناانصافی کی نشاندہی کی جائے۔

وفاق پاکستان بنام حاجی محمد سیف اللہ کیس میں اگرچہ صدر کے اسمبلی توڑنے کے اقدام کو خلاف آئین قرار دیا گیا تھا تاہم بوجوہ اسمبلیاں بحال نہیں کی گئی تھیں۔

PLD 1989 SC 166

آرٹیکل 189۔ عدالت عظمیٰ کے فیصلے دوسری عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہیں:

عدالت عظمیٰ کا کوئی فیصلہ جس حد تک کہ اس میں کسی امر قانونی کا تصفیہ کیا گیا ہو یا وہ کسی اصول قانون پر مبنی ہو، یا اس کی وضاحت کرتا ہو، پاکستان میں تمام دوسری

عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔

تشریح

عدالت عظمیٰ ملک میں انصاف کا سب سے بڑا ادارہ ہے اسے قانون کی تشریح و تعبیر کا بھی مکمل حق حاصل ہے۔اس دفعہ کے تحت اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کو ماتحت عدالتوں کے لئے قابل پابندی بنادیا گیا ہے۔اس اعتبار سے عدالت عظمیٰ کے ان تمام فیصلوں پر عملدرآمد کرنا ملک کی تمام عدالتوں پر لازمی ہوگا اور وہ خود عدالت عظمیٰ کے فیصلوں سے رہنمائی حاصل کر کے فیصلے کرسکتی ہے۔ PLD 1971 SC 324

عدالت عظمیٰ کا کسی قانونی مسئلے پر کئے جانے والا فیصلہ چونکہ قانون کا درجہ رکھتا ہے اس لئے بھی ماتحت عدالتوں کو ایسے فیصلے سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے،تاہم عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ پہلے سے کئے گئے اپنے ہی کسی فیصلے کو تبدیل کرسکتی ہیں۔

آرٹیکل 190۔عدالت عظمیٰ کی معاونت میں عمل:

پورے پاکستان کے تمام حکام عاملہ وعدلیہ،عدالت عظمیٰ کی معاونت کریں گی۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ سپریم کورٹ کے تمام قانونی نقطہ نظر سے کئے گئے فیصلوں پر عملدآمد کرانا انتظامیہ اور عدلیہ کے لئے لازمی ہے۔یہاں لفظ عمل درآمد کرانے سے مراد عدالت عظمیٰ کی معاونت ہے۔عدالت عظمیٰ کو چونکہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہونے کا اعزاز حاصل ہے اس لئے وہ تمام فیصلے بڑی سوچ و بچار کے بعد ان خطوط پر کرتی ہے جن سے مفاد عامہ کو فائدہ ہو۔اس ضمن میں اسے انتظامیہ اور عدلیہ کے تعاون کی بھی ضرورت پڑتی ہے تاکہ عوام کو حصول انصاف میں آسانی ہو۔

آرٹیکل ۔ 191 ۔قواعد طریق کار، دستور اور قانون کے تابع ، عدالت عظمیٰ عدالت کے معمول اور طریق کار کر منضبط کرنے کے لئے قواعد وضع کر سکے گی۔

تشریح

اس دفعہ کی رو سے دستور اور مجلس شوریٰ کی بنائی ہوئی دفعات کے ماتحت عدالت عظمیٰ اپنے طریقے کار کے بارے میں ضابطے اور قاعدے بنا سکتی ہے۔ عدالت عظمیٰ کے تمام فیصلے ججوں کی کثرت رائے سے کئے جاتے ہیں ۔اگر کسی جج کو کسی دوسرے ججوں کے فیصلوں سے اختلاف ہو تو وہ اپنا اختلافی فیصلہ بھی سنا سکتا ہے۔ عدالت عظمیٰ کو اس دفعہ کے تحت یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ ماتحت عدالتوں کے اوقات کار، تقسیم کار اور دیگر انتظامی امور کے بارے میں قواعد وضوابط بنائے ۔ان قواعد کا تعلق مندرجہ ذیل امور سے بھی ہوسکتا ہے۔

۱۔ عدالت عظمیٰ ان اشخاص کے لئے قواعد بنائے جو عدالت کے رو بہ وکالت کرتے ہیں۔

۲۔قواعد کا تعلق اپیلوں کی سماعت کے ضابطہ اور اپیلوں سے متعلق دوسرے امور کے بارے میں جس میں وہ مدت شامل ہے جس کے اندر عدالت میں اپیلیں داخل ہوتی ہیں سے بھی ہوسکتا ہے۔

۳۔ضمانت منظور کرنے کے سلسلے میں قواعد۔

۴۔عدالتی کاروائی کے التواء کے قواعد۔

۵۔عدالت عظمیٰ ان شرائط سے متعلق بھی قواعد بنا سکتی ہے جن کے تابع عدالت کے صادر کئے ہوئے یا دیئے ہوئے کسی فیصلہ یا حکم کی تجویز ثانی ہو سکے اور ایسی تجویز ثانی کے ضابطہ سے متعلق جس میں وہ مدت شامل ہو جس کے اندر عدالت میں ایسی تجویز ثانی کی درخواستیں داخل ہوئی ہوں، یاد رہے کہ بھارتی آئین کی دفعہ 145 بھی عدالت عظمیٰ کے قواعد وضوابط سے متعلق ہے۔

باب 3::عدالت ہائے عالیہ

آرٹیکل 192 ۔عدالت عالیہ کی تشکیل :

۱۔کوئی عدالت عالیہ ایک چیف جسٹس اور اتنے ججوں پر مشتمل ہوگی جن کی تعداد قانون کے ذریعے متعین کی جائے گی ، یا اس طرح متعین ہونے تک ، جو صدر مقرر کرے ۔

۲۔عدالت عالیہ سندھ و بلوچستان اور سندھ کے صوبوں کے لئے مشترکہ عدالت عالیہ کے طور پر کام کرنا بند کر دے گی ۔

۳۔صدر، فرمان کے ذریعے، بلوچستان اور سندھ کے صوبوں میں سے ہر ایک کیلئے ایک عدالت عالیہ قائم کرے گا اور فرمان میں دو عدالت ہائے عالیہ کے صدر مقامات، مشترکہ عدالت عالیہ کے ججوں کے تبدلے، دو عدالت ہائے عالیہ کے قیام سے عین قبل مشترکہ عدالت عالیہ میں زیر سماعت مقدمات کے انتقال کے لئے اور عام طور پر مشترکہ عدالت عالیہ کے کام بند کرنے اور دو عدالت ہائے عالیہ کے قیام کے مستلزمہ یا ذیلی امور کے لئے ایسے احکام وضع کر سکے گا جو وہ موزوں سمجھے ۔

کسی عدالت کے اختیار سماعت کو مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے، پاکستان کے کسی ایسے علاقے پر وسعت دی جا سکے گی جو کسی صوبے کا حصہ نہ ہو ۔

تشریح

۱۔آئین پاکستان کی اس دفعہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر صوبے میں ایک عدالت عالیہ ہوگی ۔ یہ ایک چیف جسٹس اور اتنے ہی دیگر ججوں پر مشتمل ہوگی جن کی تعداد مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعے مقرر کی جائے گی ۔ ججوں کی تعداد اگر پارلیمنٹ نے نہ کیا ہو تو اس صورت میں آئین صدر کو ان کی تعداد مقرر کرنے کا اختیار دیتا ہے ۔کام کی زیادتی کی وجہ سے مجلس شوریٰ ججوں کی تعداد میں اضافہ کر سکتی ہے ۔

۲۔۔ون یونٹ کے خاتمے پر صوبہ بلوچستان کو ایک مکمل صوبے کا درجہ دیا گیا تھا اس وقت وہاں پر ہائی کورٹ نہ تھی چنانچہ طے پایا کہ جب تک صوبے میں ہائی کورٹ قائم نہیں ہو جاتی ہے اس وقت تک صوبہ سندھ اور بلوچستان کیلئے مشترکہ ہائی کورٹ کام کرے گی جس کا صدر دفتر کراچی میں ہوگا۔ 29 نومبر 1976ء کو صدارتی فرمان نمبر ۶ کے ذریعے بلوچستان کے لئے علیحدہ ہائی کورٹ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یکم دسمبر 1976ء کو مسٹر جسٹس خدا بخش مری نے ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

۳۔شق ۳، میں صدر سے کہا گیا ہے کہ وہ صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان کے لئے علیحدہ علیحدہ ہائی کورٹ کے قیام، صدر مقامات، مشترکہ عدالت عالیہ کے ججوں کے تبادلے زیر ساعت مقدمات کے انتقال اور مشترکہ عدالت کے کام بند کرنے اور دو علیحدہ علیحدہ عدالتوں اور ان سے متعلقہ دیگر امور کے ایسے احکامات صادر کریں جو کہ ان کے خیال میں موزوں ہوں۔ عملاً 1976ء میں جب بلوچستان کے لئے اس شق کے تحت ہائی کورٹ کا قیام عمل میں آ گیا اور تمام امور طے کر لئے گئے تو پھر اس شق کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۴۔مجلس شوریٰ اپنے ایکٹ کے ذریعے کسی عدالت عالیہ کو کسی ایسے علاقے پر اختیار سماعت دینے کی مجاز ہے جو اس صوبے میں شامل نہ ہو۔

PLD 1974 SC 109

آرٹیکل 193۔عدالت عالیہ کے ججوں کا تقرر:

۱۔کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کا تقرر صدر کی طرف سے حسب ذیل سے مشورے کے بعد کیا جائے گا:

الف۔چیف جسٹس پاکستان سے

ب۔متعلقہ گورنر سے، اور

ج ۔ اس عدالت عالیہ کے چیف جسٹس سے بجز جب کہ وہ تقرر چیف جسٹس کا ہو۔

۲ ۔کوئی شخص کسی عدالت عالیہ کا جج مقرر نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ پاکستان کا شہری نہ ہو، کم ازکم چالیس سال کی عمر کا نہ ہو اور۔۔۔

الف ۔کم ازکم دس سال تک یا مختلف اوقات میں اتنی مدت تک جو مجموعی طور پر دس سال سے کم نہ ہو، کسی عدالت عالیہ کا ایڈووکیٹ نہ رہا ہو جس میں کوئی ایسی عدالت عالیہ جو یوم آغاز سے قبل کسی وقت بھی پاکستان میں موجود تھی، شامل ہے، یا

ب ۔وہ کسی ایسی سول ملازمت کا، جو اس پیرے کی اغراض کے لئے قانون کی رو سے متعین کی گئی ہو۔ رکن نہ ہو اور کم ازکم دس سال کی مدت تک رکن نہ رہا ہو، اور کم ازکم تین سال کی مدت تک پاکستان میں ضلع جج کی حیثیت سے خدمات انجام نہ دے چکا ہو۔ یا اس کے کارہائے منصبی انجام نہ دے چکا ہو، یا

ج، کم ازکم دس سال کی مدت تک پاکستان میں کسی عدالتی عہدہ پر فائز نہ رہ چکا ہو۔

تشریح: وہ مدت شمار کرنے میں جس کے دوران کوئی شخص عدالت عالیہ کا ایڈووکیٹ رہا ہو یا عدالتی عہدے پر فائز رہا ہو، وہ مدت شامل کی جائے گی جس کے دوران وہ ایڈووکیٹ ہو جانے کیبعد عدالتی عہدے پر فائز رہا ہو یا جیسی بھی صورت ہو، وہ مدت کے جس کے دوران وہ عدالتی عہدے پر فائز رہنے کے بعد ایڈووکیٹ رہا ہو۔

۳ ۔اس شق مین ضلعی جج سے مراد ہے اعلیٰ دیوانی عدالت کا جج یا درجے کہ آئین کی پانچویں ترمیم کی رو سے چار سال تک عدالت کا چیف جسٹس اپنے فرائض منصبی انجام دے سکتا ہے۔

آرٹیکل 194 ۔عہدے کا حلف:

اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے کسی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس گورنر کے سامنے اور عدالت کا کوئی دوسرا جج چیف جسٹس کے سامنے، اس عبارت میں حلف اٹھائیگا جو جدول سوم میں درج کی گئی ہے۔

تشریح

اس دفعہ کی رو سے چیف جسٹس اپنا عہدہ سنھالنے سے پہلے متعلقہ صوبے کے گورنر اور جج صاحبان متعلقہ صوبے کے چیف جسٹس کے روبرو اپنے اپنے عہدوں کا حلف اٹھائیں گے کہ حلف نامہ کی عبارت جدول سوم میں دی گئی۔

آرٹیکل 195۔ فارغ خدمت ہونے کی عمر: کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج باسٹھ سال کی عمر کو پہنچنے تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا، تاوقتیکہ وہ قبل ازیں مستعفی نہ ہو جائے۔ یا دستور کیمطابق عہدے سے برطرف نہ کر دیا جائے۔

۲،۵ خزف شدہ بروئے فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء

نوٹ: سابق وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے دستور 1973ء کی پانچویں ترمیم کے تحت ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کی ریٹائرمنٹ کی عمر 62 سال مقرر کی تھی جسے صدر ضیاء الحق نے اپنے دور حکومت میں بحال رکھا لیکن جب جنرل پرویز مشرف نے ملک کا نظم ونسق کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور 21 اگست 2002ء کو انہوں نے ملک کو جمہوریت کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے لیگل فریم ورک آرڈر جاری کیا تو ججوں کی عمر میں اضافہ کر دیا گیا۔ حزب اختلاف خصوصا متحدہ مجلس عمل کے شدید احتجاج پر صدر کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا اور اس طرح ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی ریٹائرمنٹ کی سابقہ عمر 62 سال ہی قرار پائی۔

تشریح

اس دفعہ کے مطابق کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج باسٹھ سال کی عمر تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے تاوقتیکہ وہ اس سے قبل بیماری یا کسی اور وجہ سے مستعفی نہ ہو جائے یا

اسے برطرف نہ کر دیا جائے بالفاظ دیگر عدالت عالیہ کے ہر جج کو 62 سال کی عمر میں ریٹائر ہونا پڑے گا۔

آرٹیکل 196 ۔قائم مقام چیف جسٹس: کسی وقت بھی جبکہ۔۔۔

الف کسی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کا عہدہ خالی ہو، یا

ب۔ کسی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس موجود ہو، یا کسی دیگر بنا پر اپنے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو۔

تو صدر چیف جسٹس کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے اس عدالت عالیہ کے دیگر ججوں میں سے کسی کو مقرر کرے گا، یا عدالت عظمیٰ کے ججوں سے کسی سے درخواست کر سکے گا۔

تشریح

اس دفعہ میں چیف جسٹس کی ملک سے غیر حاضری یا بیماری کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا نہ کرنے کی صورت میں قائم مقام چیف جسٹس کی تقرری کے احکامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ قائم مقام چیف جسٹس کی تقرری کا اختیار بھی صدر مملکت کو حاصل ہے۔ اس ضمن میں صدر مملکت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ عدالت عالیہ کے جج کو یا عدالت عظمیٰ کے کسی جج کو اس عہدے پر تعینات کریں۔ قائم مقام چیف جسٹس نئے چیف جسٹس کے تقرر یا اس کی واپسی تک اپنے فرائض منصبی ادا کرتا رہے گا۔ 1986ء میں عبدالحمید بنام ممبر بورڈ آف ریونیو کے مقدمے میں چیف جسٹس کو آئینی درخواست کی سماعت کے دوران صوبہ پنجاب کا قائم مقام گورنر مقرر کیا گیا تو اس حیثیت سے قائم مقام گورنر نے اپنے فیصلے پر دستخط کر دیے اور پھر یہی فیصلہ کسی دوسرے جج کی طرف سے سنا دیا گیا۔ یہ فیصلہ اس بنا پر چیلنج کر دیا گیا کہ وہ قائم مقام گورنر کی حیثیت سے جج کے عہدے کے فرائض انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی عدالت عالیہ کا کوئی دوسرا جج اسے سنا سکتا ہے۔ قانون کی نظر میں ایسا فیصلہ

انصاف پر مبنی نہ ہوگا اور اس کی از سر نو سماعت ہوگی۔ اگر مقدمہ کی سماعت ایک جج نے کی ہو لیکن فیصلہ دوسرے جج نے تحریر کیا ہو تو ایسا فیصلہ بھی لکھنا چاہیے لیکن اگر ایک جج نے صرف شہادت قلم بند کی ہو اور دوسرے نے بحث سنی ہو اور پھر فیصلہ لکھا ہو تو اس صورت میں فیصلہ ناجائز نہ ہوگا۔

آرٹیکل 197۔ زائد جج: کسی وقت جبکہ۔

الف۔ کسی عدالت عالیہ کے جج کا عہدہ خالی ہو، یا

ب۔ کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج موجود نہ ہو یا کسی دیگر بنا پر اپنے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو، یا

ج۔ کسی وجہ سے کسی عدالت عالیہ کے ججوں کی تعداد بڑھانا ضروری ہو۔

تو صدر آرٹیکل نمبر 193 کی شق امقررہ طریقے سے کسی ایسے شخص کو جو عدالت عالیہ کا جج مقرر کئے جانے کا اہل ہو، اس عدالت کے زائد جج کیطور پر اتنی مدت کے لئے مقرر کر سکے گا جو صدر متعین کرے جو ایسی مدت سے، اگر کوئی ہو، جو قانون کی رو سے مقرر کی جائے، تجاوز نہ کرے۔

تشریح

اس دفعہ میں عدالت عالیہ کے زائد جج کی تقرری کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں صدر زائد جج کی تقرری ان حالات میں کریں گے:

ا عدالت عالیہ کا عہدہ خالی پڑا ہو۔

۲۔ کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج اندرون ملک موجود نہ ہو یا کسی دیگر وجہ کے اپنے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو۔

۳۔ عدالت عالیہ کیکام میں زیادتی ہوگئی اور اس کے لئے زائد جج صاحبان کی تقرری ناگزیر ہوگئی ہے۔ صدر زائد جج کا تقرر دفعہ 193 کی شق ا کے طریقے کریں گے اور زائد جج کی تقرری اتنی مدت کیلئے کی جائے گی جس کا تعین صدر مملکت

کریں گے یا پھر وہ قانون کی رو سے مقررہ مدت تک کام کر سکے گا۔

آرٹیکل 198 ۔عدالت عالیہ کا صدر مقام:

۱۔ یوم آغاز سے عین قبل موجود، ہر عدالت عالیہ کا صدر مقام اس مقام پر رہیگا جہاں اس کا مذکورہ مقام اس دن سے قبل موجود تھا۔

۲۔ ہر ایک عدالت عالیہ اور جج صاحبان اور اس کی ڈویژنل عدالتیں اس کے صدر مقام پر اور اس کی بینچوں کے مقامات پر اجلاس کریں گی اور اپنے علاقائی اختیار سماعت کے اندر کسی مقام پر، ایسے ججوں پر مشتمل سرکٹ عدالتیں منعقد کر سکیں گی جس طرح کہ چیف جسٹس نامزد کرے۔

۳۔ عدالت عالیہ لاہور کی ایک ایک بنچ بہاولپور، ملتان اور راولپنڈی میں ہوگی، عدالت عالیہ سندھ کی ایک بنچ سکھر میں ہوگی، عدالت عالیہ پشاور کی ایک ایک بنچ ایبٹ آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوگی اور عدالت عالیہ بلوچستان کی ایک بنچ سبی میں ہوگی۔

۴۔ عدالت ہائے عالیہ میں سے ہر ایک ایسے مقامات پر بنچیں قائم کر سکیں گی جس طرح کہ گورنر کابینہ کی رائے سے اور عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے مشورے سے متعین کرے۔

۵۔ شق ۳ میں محولہ، یا شق ۴ کے تحت قائم کردہ کوئی بنچ، عدالت عالیہ کے ایسے ججوں پر مشتمل ہوگی جس طرح کہ چیف جسٹس کی طرف سے وقتاً فوقتاً کم از کم ایک سال کی مدت کے لئے نامزد کئے جائیں۔

۶۔ گورنر عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کیساتھ مشورے سے حسب ذیل معاملات کا انتظام کرنے کے لئے قواعد وضع کر سکے گا، یعنی،

الف۔ ایسا علاقہ تفویض کرنا جس کے تعلق سے ہر ایک بنچ عدالت عالیہ کو حاصل اختیار سماعت استعمال کر سکے گی، اور

ب۔تمام اتفاقی،ضمنی اور مستلزمہ امور کے لئے۔

تشریح

اس دفعہ کوفرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء کی رو سے تبدیل کیا گیا ہے اور اس میں پانچ نئی شقوں کو شامل کیا گیا ہے جو اس طرح ہے:

۱۔ ہر عدالت عالیہ کا صدر مقام اسی مقام پر رہیگا جہاں اس کے قیام پر تھا۔

۲۔صدر مقام کے علاوہ چیف جسٹس کے مقرر کردہ ڈویژنل مقامات پر بھی عدالت عالیہ اپنا اجلاس بلانے کی مجاز ہے۔علاوہ ازیں سرکٹ عدالتوں کا انتظام بھی کیا جائے گا۔

۳۔اس شق کے تحت سپریم کیطرح ہر عدالت عالیہ کے نئے ہر صوبے کے مختلف شہروں میں بنچ قائمکرنے کا عزم کا اظہار کیا گیا ہے۔عدالت ہائے عالیہ کے بنچ اس وقت ان شہروں میں قائم ہیں:

لاہور ہائی کورٹ: ملتان، بہاولپور، راولپنڈی

سندھ ہائی کورٹ: سکھر

پشاور ہائی کورٹ: ایبٹ آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان۔

بلوچستان ہائی کورٹ: سبی

۴۔اس شق کی رو سے ہر عدالت عالیہ کو یہ اختیار عالیہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ گورنر کابینہ کی رائے اور چیف جسٹس صاحبان کی رائے سے اپنے اپنے اصولوں کے دیگر مقامات پر بنچ قائم کرسکتی ہے۔

۵۔ اس شق کے تحت بنچوں کے لئے جج صاحبان کی تقرری ایک سال کیلئے کریں گے تاہم چیف جسٹس کو مختصر مدت کے لئے صدر مقام سے جج صاحبان کو کسی بنچ میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کیلئے بھیجنے کا اختیار حاصل ہے۔

۶۔اس شق کی رو سے گورنر کو عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے مشورے سے ہر

بنچ کے حلقہ اختیار سماعت اور دیگر معمولات کے لئے قواعد وضوابط بنانے کا اختیار دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 199 ۔عدالت کا اختیار سماعت:

ا۔ اگر کسی عدالت عالیہ کا اطمینان ہو کہ قانون میں کسی اور مناسب چارہ جوئی کا انتظام نہیں ہے تو وہ دستور کے تابع ۔

الف ۔ کسی فریق دادخواہ کی درخواست پر، بذریعہ حکم ۔

اول ۔ اس عدالت کے علاقائی اختیار سماعت میں وفاق، کسی صوبے یا کسی مقامی ہیت مجاز کیا امور کے سلسلے میں فرائض انجام دینے والے کسی شخص کو ہدایت دے سکے گی کہ وہ کوئی ایسا کام کرنے سے اجتناب کرے، جس کے کرنے کی اجازت اسے قانون نہیں دیتا، یا وہ کوئی ایسا کام کرے جو قانون کی رو سے اس پر واجب ہے، یا

دوم ۔ یہ اعلان کر سکے گی کہ عدالت کے علاقائی اختیار سماعت میں وفاق، کسی صوبے یا کسی مقامی ہیت مجاز کے امور کے سلسلہ میں فرائض انجام دینے والے کسی شخص کی طرف سے کیا ہوا کوئی فعل یا کی ہوئی کوئی کاروائی قانونی اختیار کے بغیر کی گئی ہے اور کوئی قانونی اثر نہیں رکھتی، یا

ب ۔ کسی شخص کی درخواست پر، بذریعہ حکم ۔

اول ۔ ہدایت دے سکے گی کہ اس عدالت کے علاقائی اختیار سماعت میں زیر حراست کسی شخص کو اس کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ عدالت ذاتی طور پر اطمینان کر سکے کہ اسے قانونی اختیار کے بغیر یا کسی غیر قانونی طریقے سے زیر حراست نہیں رکھا جا رہا ہے، یا

دوم ۔ کسی شخص کو، جو اس عدالت کے علاقائی اختیار سماعت میں کسی سرکاری عہدے پر فائز ہو، یا جس کا فائز ہونا مترشح ہوتا ہو، حکم دے سکے گی کہ وہ ظاہر کرے

کہ وہ کسی قانونی اختیار کے تحت اس عہدے پر فائز ہونے کا دعویدار ہے، یا

ج۔ کسی فریق دادخواہی کی درخواست پر، اس عدالت کے اختیار سماعت کے اندر کسی علاقے میں، یا اس علاقے کے بارے میں، کسی اختیار کو استعمال کرنے والے کسی شخص یا ہیئت مجاز بشمول کسی حکومت کو ایسی ہدایات دیتے ہوئے حکم صادر کر سکے گی جو حصہ دوم کے باب ا میں تفویض کردہ بنیادی حقوق میں سے کسی حق کا نفاذ کرنے کے لئے موزوں ہو۔

۲۔ دستور کے تابع، حصہ دوم کے باب ا میں تفویض کردہ بنیادی حقوق میں سے کسی حق کے نفاذ کیلئے کسی عدالت عالیہ سے رجوع کرنے کا حق محدود نہیں کیا جائیگا۔

۳۔ شق ا کے تحت اس درخواست پر حکم صادر نہیں کیا جائے گا جو کسی ایسے شخص کی طرف سے یا اس کے بارے میں جو مسلح افواج پاکستان کا رکن ہو، یا جو فی الوقت مذکورہ افواج میں سے کسی سے متعلق کسی قانون کے تابع ہو، اس کی شرائط ملازمت کی نسبت، اس کی ملازمت سے پیدا ہونے والے کسی معاملے کی نسبت یا مسلح افواج پاکستان کے ایک رکن کے طور پر یا مذکورہ قانون کے تابع کسی شخص کے طور پر اس کے بارے میں کی گئی کسی کاروائی کی نسبت پیش کی گئی ہو۔

۴۔ جبکہ۔

الف۔ کوئی درخواست کسی عدالت عالیہ کی شق ا کے پیرا الف یا پیرا ج کے تحت کوئی حکم صادر کرنیکے لئے پیش کی جائے، اور

ب۔ کسی حکم عارضی کا اجراء کسی سرکاری کام کے انجام دینے میں مداخلت یا مضرت کے طور پر اثر انداز نہ ہوتا ہو، یا بصورت دیگر مفاد عامہ یا سرکاری املاک کے نقصان دہ ہو یا سرکاری محاصل کی وصولی یا تشخص میں مزاحم ہونے پر منتج ہوتا ہو۔

تو عدالت حکم عارضی جاری نہیں کرے گی، تاوقتیکہ مقررہ افسر قانون کو درخواست کا نوٹس نہ دیا جا چکا ہو اور اس کو یا اس سلسلے میں اس کی طرف سے مجاز کردہ کسی دوسرے

شخص کو سماعت کا موقع فراہم نہ کر دیا گیا ہو اور عدالت، ایسی وجوہ کی بنا پر جو تحریر ریکارڈ کی جائیں۔ مطمئن نہ ہو کہ حکم عارضی،

اول مذکورہ بالا طور پر اثر انداز نہیں ہوگا، اور

ب۔ کسی ایسے حکم یا کاروائی کو معطل کرنے کا اثر رکھے گا جو از روئے ریکارڈ اختیار کے بغیر ہے ۴۔ الف کسی عدالت عالیہ کی طرف سے جاری کردہ کسی حکم کی گئی کسی کاروائی یا کئے گئے کسی فعل کے جواز یا قانونی اثر پر اعتراض کرنیکے لئے ہو، جو جدول اول کے حصہ ا میں مصرحہ کسی قانون کے تحت جاری کیا گیا ہو، کی گئی ہو یا کیا گیا ہو یا جس کا جاری ہونا، کیا جانا یا کرنا مترشح ہوتا ہو یا جو سرکاری املاک یا سرکاری محاصل کی تشخیص یا تحصیل سے متعلق یا اسکے سلسلے میں ہو، صادر کردہ کوئی حکم عارضی اس دن کے بعد جس کو وہ صادر کیا جائے، چھ ماہ کی مدت گزر جانے پر موثر نہیں رہیگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ عدالت عالیہ کیطرف سے معاملہ کا قطعی فیصلہ اس تاریخ سے جس پر حکم عارضی صادر کیا جائے چھ ماہ کے اندر کر دیا جائیگا۔

۴۔ ب۔ حذف کر دی گئی بروئے لیگل فریم ورک آرڈر 2002 مجریہ 21 اگست 2002ء

۵۔ اس آرٹیکل میں بجز، اس کے سیاق وسباق سے کچھ اور ظاہر ہو:

شخص میں کوئی ہیت سیاسی یا ہیت اجتماعی، وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی یا اس کے تحت کوئی ہیت مجاز اور کوئی عدالت یا ٹربیونل شامل ہے، سوائے عدالت عظمیٰ، یا کسی عدالت عالیہ یا کسی ایسی عدالت یا ٹربیونل کے جو پاکستان کی مسلح افواج سے متعلق کسی قانون کے تحت قائم کیا گیا ہو، اور مقررہ افسر قانون سے۔

الف۔ کسی ایسی درخواست کے سلسلے میں جو وفاقی حکومت پر یا وفاقی حکومت کی یا اس کے تحت کسی ہیت مجاز پر اثر انداز ہوتی ہو، اٹارنی جنرل مراد ہے اور،

ب۔ کسی دوسری صورت، میں، اس صوبہ کا ایڈووکیٹ جنرل مراد ہے جس میں

درخواست دی گئی ہو۔

تشریح

الف ۔ اس دفعہ کے تحت آئین کی حدود میں اگر عدالت عالیہ مطمئن ہو کہ کسی فریق دادخواہ کے مداوے کیلئے قانون میں کوئی گنجائش نہیں تو اس ضمن میں ہائی کورٹ مندرجہ ذیل احکامات صادر کرنیکا اختیار رکھتی ہے:

اول: عدالت عالیہ اپنے حلقہ اختیار سماعت کے اندر وفاقی حکومت، صوبائی حکومت یا کسی مقامی ہیت مجاز کے امور کے سلسلے میں فرائض منصبی انجام دینے والے کسی شخص کو یہ ہدایت جاری کرسکتی ہے کہ وہ جو کام کر رہا ہے وہ غیر قانونی ہے لہذا وہ اس کام کو بند کردے اور آئندہ بھی اس کام کو کرنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ اسے یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ وہ قانون کے مطابق اپنے فرائض انجام دے۔

دوم۔ اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر عدالت عالیہ کے حلقہ اختیار سماعت کے اندر کوئی شخص سرکاری فرائض کے ضمن میں کوئی ایسا اقدام کرے جس کی قانون اسے اجازت نہیں دیتا تو پھر عدالت عالیہ کی طرف سے کی جانے والی کاروائی کو غیر قانونی قرار دے کر غیر موثر بنا سکتی ہے۔ اس ضمن میں عدالت عالیہ کو پوری احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ PLD 1971 SC 126

ب ۔ اول: عدالت عالیہ کسی شخص کی درخواست پر یہ حکمنامہ جاری کر سکے گی کہ زیر حراست شخص کو عدالت عالیہ کے روبرو پیش کیا جائے تا کہ انصاف کے تقاضے پورے کئے جاسکیں اور عدالت عالیہ کو اس بات کا بھی اطمینان ہو جائے کہ زیر حراست شخص کو قانونی تقاضے پورے کئے بغیر تو حراست میں نہیں رکھا گیا۔ عدالت عالیہ جب کسی زیر حراست شخص کو عدالت میں لانے کا حکم دیتی ہے تو اس میں یہ صراحت بھی آتی ہے کہ شخص محبوس کو مصرحہ غرض کیلئے اصالتا حاضر کیا جائے۔ اس حکم نامہ کا وہ جزو بڑا اہم ہوتا ہے جس میں اس شخص کو جس کے نام حکمنامہ جاری کیا جاتا

ہے یہ حکم بھی دیا جاتا ہے کہ شخص محبوس کو اصالتاً پیش کرتے ہوئے وہ وجود بھی ظاہر کی جائیں جن کی بنا پر اس کو محبوس یا محروس کیا گیا ہے۔

حبس بے جا یا حراست بے جا سے رہائی کے اجرائے پروانہ کی درخواست شخص محبوس کا وکیل، اقرباء یا قریبی دوست پیش کر سکتے ہیں۔ پاکستان میں ایسی درخواست عدالت میں پیش کی جاسکتی ہے۔

انگلستان میں رٹ جاری کرنیکے اختیارات قدیم زمانہ سے یعنی جب سے عدالت ہائے انصاف قائم ہوتی ہیں وہاں کی عدالتوں کو حاصل رہے ہیں۔ 1479ء میں پہلی مرتبہ حبس بے جا سے رہائی کیلئے پروانہ جاری کرنیکے سلسلے میں برطانوی پالیمان نے ایک قانون منظور کیا۔ 1816ء میں پارلیمان نے دوسرا قانون حبس بے جا منظور کیا جس میں پروانہ رہائی کے احکام کو زیادہ موثر بنایا گیا اور ان تمام خامیوں کو دور کر دیا گیا جو 1679ء کے قانون میں رہ گئی تھیں۔ چنانچہ انگلستان میں تقریباً تین سو سال سے اس قانون پر عمل ہو رہا ہے۔ قانونی لغت از جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، اس ایکٹ نے برطانوی شہریوں کو مطلق العنان حکام کی دستبرد سے محفوظ کیا۔ کیونکہ اس سے ملتے جلتے قوانین پہلے بھی موجود تھے۔

دوم۔ یہ حکم بالعموم اس وقت جاری کیا جاتا ہے جبکہ یہ بادی النظر میں صحیح پایا جائے کہ شخص مذکورہ بلا اختیار قانونی کسی عہدہ پر قابض ہے یا حق رائے دہی یا آزادی کا غیر قانونی طور پر مدعی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حکم نامہ اس وقت بھی جاری کیا جاتا ہے جبکہ کوئی مخصوص اختیار قانونی زمانہ دراز تک عدم استعمال، یا غفلت یا ناجائز استعمال کے سبب زائل یا منسوخ ہو جائے۔ اس حکم نامہ کے تحت اس حق با اختیار کو استعمال کر رہا ہے جو کہ اسے کبھی عطا نہیں کیا گیا جو غفلت یا عدل استعمال یا جائز استعمال کے سبب منسوخ ہو چکا ہے۔

اگرچہ یہ کاروائی فوجداری کاروائی کے مشابہ ہے لیکن دیوانی حقوق کے تصفیہ کیلئے

کی جاتی ہے۔ جسٹس گروانڈ پلانی نے ایک فیصلہ میں حکم نامہ عدالت اور حکم نامہ چیلنج کے درمیان جس کے ذریعے کسی شخص کو اس فعل کی انجام دہی کیلئے حکم دیا جاتا ہے جس کرنے کا وہ قانونا پابند ہے جبکہ حکم نامہ چیلنج اس شخص کے خلاف جاری کیا جاتا ہے جو کسی عہدہ، حق رائے دہی یا آزادی کا ناجائز استعمال کر رہا ہو اس کے ذریعے یہ استفسار مطلوب ہوتا ہے کہ وہ کسی حق یا اختیار کے تحت اس عہدہ یا حق رائے دہی پر قابض ہے تا کہ اس کا تصفیہ کیا جا سکے۔ PLD 1962 SC 99 , PLD 1962 LAH 23, PLD 1954 PESH, 77

ج۔ اس شق کے تحت اگر کسی شخص کے بنیادی حقوق پر زد پڑ رہی ہو تو اس کی درخواست پر کسی شخص، اتھارٹی یا حکومت کو عدالت عالیہ ایسے احکامات دے سکتی ہے جو بنیادی حقوق کے نفاذ کے لئے ضروری ہوں۔

۲۔ کوئی بھی شخص بنیادی حقوق کے سلب ہونے پر عدالت عالیہ سے رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے اور اس کا یہ حق یہ حق محدود نہیں کیا جائے گا۔ گورنر جنرل غلام محمد نے جب ایک اعلان کے زریعے 24 اکتوبر 1954ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو معزول کر دیا اور وزراء کی کونسل کی از سر نو تشکیل کی تو دستور ساز اسمبلی کے صدر مولوی تمیز الدین خاں نے سندھ چیف کورٹ میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی دفعہ 223۔ اے کے تحت اس استدعا کے ساتھ درخواست دائر کی کہ وفاق اور نو تشکیل شدہ وزراء کی کونسل کے نام ریکارڈ عدالت عالیہ کی صورت میں ایک حکم نامہ جاری کیا جائے کہ وہ اس اعلان پر عملدآمد نہ کریں اور یہ کہ مولوی تمیز الدین خان کے نام میں مداخلت نہ کی جائے ایک اور رٹ میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ نو تشکیل شدہ کونسل کے تقرر کو ناجائز قرار دیا جائے۔ وفاق اور کونسل آف منسٹرز کی جانب سے یہ دلیل پیش کی گئی کہا اسمبلی کو جائز طور پر معزول کیا گیا ہے اور چیف کورٹ رٹس جاری نہیں کر سکتی کیونکہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں دفعہ 223۔ اے کا بشمول

ترمیم کے طور پر گورنر جنرل سے منظور نہیں ہوا تھا۔ سندھ چیف کورٹ نے اس بحث سے اتفاق نہ کیا اور یہ فیصلہ دیا کہ دستور ساز اسمبلی کے ایکٹ کو جب کہ یہ وفاقی مقنّنہ کی حیثیت سے کام نہ کر رہی ہو منظوری کی ضرورت نہیں لہٰذا اس تحقیق کے نتیجے میں سندھ چیف کورٹ نے استدعا کردہ پروانے جاری کر دیئے تاہم جب مرکزی حکومت نے اسے فیڈرل کورٹ میں نظر ثانی کیلئے بھیجا تو فیڈرل کورٹ کے ججوں ماسوائے جسٹس کارنیلس نے یہ فیصلہ دیا کہ رٹ مذکورہ جاری نہیں کی جا سکی نیز یہ مقدمہ سندھ چیف کورٹ کے دائرہ سماعت میں نہیں آتا کیونکہ جس ایکٹ کے زریعے دفعہ 223۔الف گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں شامل کی گئی تھی اسے گورنر جنرل کی منظوری حاصل نہ تھی۔ PLD 1955 FC 240

۳۔ اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ مندرجہ بالا احکام افواج پاکستان پر لاگو نہیں ہوتے اور کوئی بھی عدالت عالیہ مسلح افواج کی شرائط ملازمت کی نسبت، اس کی ملازمت سے پیدا ہونے والے کسی معاملے کی نسبت یا مسلح افواج پاکستان کے ایک رکن کے طور پر یا مذکورہ قانون کے تابع کسی شخص کے طور پر اس کے بارے میں کئے گئے کسی اقدام پر کوئی کاروائی نہیں کر سکتی۔ تاہم اگر کسی ملٹری عدالت نے کسی ایسے شخص کو محبوس کر رکھا ہو جو مسلح افواج کا رکن نہ ہو تو عدالت عالیہ کو اس حکم کے خلاف رٹ جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ 1986ء میں سندھ کے ایک شخص مسٹر عبدالقادر لاکھانی نے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کے چیف آف آرمی سٹاف کا عہدہ سنبھالنے کے خلاف سندھ ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی تھی۔ 19 اگست 1986ء کو سندھ ہائی کورٹ کے فل بنچ نے یہ فیصلہ دیا کہ ہائی کورٹ کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے پر فائز رہنے کیخلاف دائر رٹ کی سماعت کا اختیار حاصل نہیں۔ آئینی درخواست کے ناقابل سماعت ہونے سے متعلق اکثریتی رائے یہ بھی تھی کہ چونکہ درخواست میں چیف آف آرمی سٹاف کے

راولپنڈی میں عہدہ پر فائز ہونے کو چیلنج کیا گیا ہے لہذا یہ عدالت اپنے دائرہ کار کی وجہ سے اس کی سماعت کی مجاز نہیں۔

تاہم مسٹر جسٹس عبدالقادر چوہدری اور مسٹر جسٹس ظہور الحق نے اپنے علیحدہ فیصلے میں اس سے مختلف خیال کا اظہار کیا اور کہا کہ دفعہ 199 (3) کے تحت سماعت کی مخالفت ہونے کے باوجود یہ درخواست ہائی کورٹ میں قابل سماعت ہوسکتی ہے بشرطیکہ درخواست دہندہ یہ موقف اختیار کرتا کہ مسلح افواج کے ایک رکن کا یہ عہدہ سنبھالنے کا اقدام دستور کے منافی ہے۔ یہ چیلنج قابل غور ہوسکتا تھا کیونکہ دستور کی کسی شق پر مبنی چیلنج کو کم از کم اس چیلنج کے مساوی قرار دیا جا سکتا ہے جو عدالت کا دائرہ اختیار نہ ہونے پر مبنی ہوتا ہم فاضل ججوں نے اس بات پر مکمل اتفاق کیا کہ یہ درخواست سندھ ہائی کورٹ میں نا قابل سماعت ہے۔

تشریح: اگر کوئی فوجی ملازمت کے دوران قتل ہوجائے تو آئین کے مطابق اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار خصوصی قومی عدالتوں کو دیا گیا ہے جس میں مدعی و مدعا علیہان کو وکیل کے ذریعے پیروی کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اگر خصوصی فوجی عدالتیں اس مقدمے کے ملزم کو سزائے موت دے دیں تو آئینی طور پر اس کی توثیق مسلح افواج کا کمانڈر انچیف کرتا ہے۔ آئین کے آرٹیکل 199 کے تحت جس مقدمہ میں مسلح افواج کا کوئی ملازم ملوث ہو تو اس کی سماعت کا اختیار رسول عدالتوں بشمول عدالت عظمیٰ کو عدالت ہائے عالیہ کو نہیں دیا گیا۔

۴۔الف۔ب۔اگر کوئی درخواست کسی عدالت عالیہ کی شق ،ا کے پیرا الف یا پیرا ج کے تحت کسی حکم کے صادر کرنے کے لئے پیش کی جائے تو عدالت عالیہ دستور کے تابع اس کی سماعت کرسکتی ہے بشرطیکہ درخواست پر حکم جاری کرنے سے ظاہر کسی سرکاری کام میں مداخلت یا مفاد عامہ یا محاصل کی وصولی اور تشخیص پر اثر پڑتا ہے تاہم عدالت عالیہ افسر قانون کو نوٹس جاری کئے بغیر اور اس کی جانب سے یا اس کے

کسی مقرر کردہ شخص کی طرف سے ان کا موقف سنے بغیر حکم امتناعی جاری نہیں کر سکتی۔

الف۔کسی عدالت عالیہ کی طرف سے اس پیش کردہ کسی ایسی درخواست پر جو کسی ہیت مجازیا شخص کی طرف سے جاری کردہ کسی حکم، کی گئی کسی کاروائی یا کئے گئے کسی فعل کے جوازیا قانونی اثر پر اعتراض کرنیکے لیے ہو جو جدول اول کے حصہ ا میں مصرحہ کسی قانون کے تحت جاری کیا گیا ہو، کی گئی ہو یا کیا گیا ہو یا جس کا جاری کیا جانا یا کرنا مترشح ہونا ہو جو سرکاری املاک یا سرکاری محاصل کی تشخیص یا تحصیل سے متعلق ہو۔اس کے سلسلے میں ہو صادر کردہ کوئی حکم عارضی چھ ماہ تک موثر رہے گا اور اس مدت کا آغاز اس روز سے ہوگا جس روز سے یہ حکم جاری کیا گیا تاوقتیکہ عدالت کی جانب سے چھ ماہ کی مدت گزرنے سے پہلے ہی فیصلہ نہ کر دیا جائے یا حکم مذکورہ کو واپس نہ لے لیا جائے۔

ب۔عدالت عالیہ اس مقدمے کا فیصلہ چھ ماہ کے اندر اندر سنا دے گی جس کے لئے اس نے عارضی حکم جاری کر رکھا ہوگا تاوقتیکہ عدالت عالیہ کو ایسی کافی وجہ کی بنا پر جو قلمبند کی جائیں گی ایسا کرنے سے روک نہ دیا جائے۔الیکشن ٹریبونل سے متعلق کسی حکم کو معطل کرنے کے لئے بھی کوئی درخواست اٹارنی جنرل کے نوٹس میں لائے بغیر نہیں دی جاسکتی۔تاوقتیکہ عدالت کو اس بات کا یقین نہ ہو جائیکہ یہ حکم مفاد عامہ کے کسی کام میں مداخلت کا باعث بن سکتا ہے۔تاہم اس صورت میں عدالت عالیہ عارضی حکم جاری کرسکتی ہے۔کہ الیکشن ٹریبونل کو کسی مقدمے کی سماعت کا اختیار نہ تھا یا اس نے اپنے فرائض قانون کے مطابق ادا نہیں کئے جس کے لئے اس کی تشکیل عمل میں لائی گئی تھی۔

آرٹیکل 200۔عدالت عالیہ کے ججوں کا تبادلہ:

ا۔صدر کسی عدالت کے کسی جج کا تبادلہ ایک عدالت عالیہ سے کسی دوسری عدالت

میں کر سکے گا لیکن کسی جج کا اس طرح تبادلہ نہیں کیا جائے گا بجز اس کی رضامندی سے اور صدر کی طرف سے چیف جسٹس پاکستان اور دونوں عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹسوں کے مشورے سے۔

مگر شرط یہ ہے کہ مذکورہ رضامندی یا عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹسوں سے مشورہ ضروری نہیں ہوگا اگر ایسا تبادلہ ایسی مدت کے لئے جو ایک وقت میں دو سال سے زیادہ نہ ہو۔

تشریح: اس آرٹیکل میں جج میں کوئی چیف جسٹس شامل نہیں ہے لیکن کوئی ایسا جج شامل ہے جو فی الوقت کسی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کی حیثیت سے کام کر رہا ہے ماسوائے عدالت عظمیٰ کے کسی جج کے جو آرٹیکل 196 کے پیراب، کے تحت کی گئی درخواست کی تعمیل میں مذکورہ حیثیت سے کام کر رہا ہو۔

۲۔ جبکہ کسی جج کا بایں طور پر تبادلہ کر دیا جائے یا اس کا جج کے عہدے کے علاوہ کسی عہدہ پر عدالت عالیہ کے صدر مقام کے علاوہ کسی مقام پر تقرر کیا جائے، تو وہ اس مدت کے دوران جس کے لئے وہ اس عدالت عالیہ کے جج کے طور پر خدمت انجام دے جہاں اس کا تبادلہ کیا گیا ہو یا مذکورہ دیگر عہدے پر فائز ہو، اپنے مشاہرے کے علاوہ ایسے بھتوں اور مراعات کا مستحق ہوگا جس طرح کہ صدر، فرمان کے ذریعے متعین کرے۔

۳۔ اگر کسی وقت کسی وجہ سے عارضی طور پر کسی عدالت عالیہ کے ججوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ضروری ہو تو مذکورہ عدالت عالیہ کا چیف جسٹس کسی دوسری عدالت عالیہ کے کسی جج کو اتنی مدت کیلئے جو ضروری ہو تو مذکورہ عدالت عالیہ کا چیف جسٹس کسی دوسری عدالت عالیہ کے کسی جج کو اتنی مدت کیلئے جو ضروری ہو تو مذکورہ عدالت عالیہ کا چیف جسٹس کسی دوسری عدالت عالیہ کے کسی جج کو اتنی مدت کیلئے جو ضروری ہو۔ قبل الزکر عدالت عالیہ کے اجلاس میں شریک ہونے کا حکم دے سکے گا اور جب وہ

اس عدالت عالیہ کے اجلاس میں بایں طور شریک ہوگا تو اس جج کو مذکورہ عدالت عالیہ کے کسی جج جیسا ہی اختیار اور اختیار سماعت حاصل ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ کسی جج کو بایں طور پر حکم نہیں دیا جائے گا بجز اس کی رضامندی سے اور صدر کی منظوری سے اور چیف جسٹس پاکستان اور اسی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے مشورے کے بعد جس کا وہ جج ہو۔

تشریح: اس آرٹیکل میں عدالت عالیہ میں کسی عدالت عالیہ کی کوئی بنچ شامل ہے۔

۴۔ کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج جو شق ۱، کے تحت کسی دوسری عدالت عالیہ میں تبادلہ قبول نہ کرے۔ اپنے عہدے سے فارغ خدمت متصور ہوگا اور مذکورہ فارغ الخدمتی پر ایسی پنشن وصول کرنے کا مستحق ہوگا جو بحیثیت جج اس کی ملازمت کی مدت اور پاکستان کی ملازمت میں مجموعی ملازمت، اگر کوئی ہو بنیاد شمار کی گئی ہو۔

تشریح

صدر مملکت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مفاد عامہ کی غرض سے کسی جج کا تبادلہ ایک عدالت عالیہ سے کسی دوسری عدالت عالیہ میں کر سکتے ہیں لیکن اس کے لیے انہیں چیف جسٹس پاکستان او دونوں عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹس صاحبان سے مشورہ کرنا پڑے گا۔ اگر ایسا تبادلہ بیک وقت دو سال سے زیادہ نہ ہو تو پھر صدر کو عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹس صاحبان سے مشورہ لینا ضروری نہیں ہے۔ اگر عدالت عالیہ کا کوئی جج اپنی تبدیلی کے احکامات کو تسلیم نہیں کرے گا تو از روئے قانون اسے نوکری سے ریٹائر سمجھا جائیگا اور پنشن کا مستحق ہوگا۔ صدر کو چیف جسٹس کے تبادلہ کے اختیار نہیں ہے اور نہ ہی وہ اسے اضافی جج کا تبادلہ کرنے کا مجاز ہیں جو عدالت عظمیٰ سے لے گیا ہو تاہم اس قانون کی رو سے قائم مقام چیف جسٹس کا تبادلہ ہوسکتا ہے۔

۲۔ جب صدر مملکت کسی عدالت عالیہ کے جج کا تبادلہ کر دیتے ہیں یا اسے جج کے

عہدے کے علاوہ کسی عہدے پر عدالت عالیہ کے صدر مقام کے علاوہ کسی اور مقام پر تقرر کرتے ہیں تو وہ اس مدت کے دوران جس کے لئے وہ اس عدالت عالیہ کے جج کے طور پر خدمت انجام دے جہاں اس کا تبادلہ کیا گیا ہو یا مذکورہ عہدے پر فائز ہو تو وہ اپنے مشاعرے کے علاوہ ایسا بقیہ اور مراعات لینے کا مستحق ہوگا جس کا تعین صدر پاکستان اپنے ایک فرمان کے ذریعے کریں گے۔

۳۔ اگر کسی وقت کسی وجہ سے عارضی طور پر کسی عدالت عالیہ کے ججوں کی تعداد میں اضافہ کرنا مقصود ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مذکورہ عدالت عالیہ کا چیف جسٹس متعلقہ جج کی رضامندی کے علاوہ چیف جسٹس آف پاکستان اور اس عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے مشورہ کے بعد کسی جج کو اتنی مدت کیلئے جو ضروری ہو اجلاس میں شریک ہونے کا حکم دے سکتا ہے۔ اس شق میں 1974ء میں اضافہ کیا گیا تھا۔ اس دفعہ میں عدالت عالیہ میں کسی عدالت عالیہ کی کوئی بنچ بھی شامل ہے۔

۴۔ کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج شق ۱ کے تحت کسی دوسری عدالت میں تبادلہ قبول نہ کرے تو وہ خود کو اپنے عہدے سے فارغ سمجھے تاہم اسے پنشن لینے کا حق ہوگا۔

آرٹیکل 201۔ عدالت عالیہ کا فیصلہ ماتحت عدالتوں کے لیے واجب التعمیل ہوگا:

آرٹیکل 189 کے تابع کسی عدالت عالیہ کا کوئی فیصلہ، جس حد تک کہ اس میں کسی امر قانونی کا تصفیہ کیا گیا ہو یا کسی اصول قانون پر مبنی ہو اس کی وضاحت کرتا ہو، ان تمام عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا جو اس کے ماتحت ہوں۔

تشریح

ہائی کورٹ کو ماتحت عدالتوں سے اپنے یہاں مقدمے منتقل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہر ہائی کورٹ ان سارے علاقوں کی جو اس کے اختیار میں واقع ہیں تمام

عدالتوں پر نگرانی کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ وہ ماتحت عدالتوں سے کسی بھی مقدمے کی کیفیت طلب کرسکتی ہے۔ کسی مقدمے یا اپیل کی ماتحت عدالت سے اپنے یہاں طلب کرسکتی ہے یا ایک عدالت سے دوسری عدالت سے دوسری عدالت کو منتقل کرنے کی ہدایت جاری کرسکتی ہے۔ ماتحت عدالتوں کے عام ضابطے اور قاعدے بنا رکھے ہیں لہذا ماتحت عدالتوں پر عدالت عالیہ کے ان تمام فیصلوں کی جو کسی قانون کی تعبیر وتشریح کی ذیل میں آتے ہیں پر عملدرآمد کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ماتحت عدالتیں کمزور موجبات کا سہارا لے کر عدالت عالیہ کے کسی فیصلے سے انحراف نہیں کرسکتیں۔ PLC 665 LAH اگرچہ ہائی کورٹ کے کیس ماتحت عدالتوں کے لئے راہنمائی کا باعث ہوتے ہیں اس ضمن میں ماتحت عدالتوں کو اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ ہائی کورٹ کے کیس اور متعلقہ ماتحت عدالت کے کیس میں کس قدر مماثلت پائی جاتی ہے۔

آرٹیکل 202۔ قواعد وطریق کار:

دستور اور قانون کے تابع، کوئی عدالت عالیہ اپنے، یا اپنی کسی ماتحت عدالت کے معمول اور طریق کار کو منضبط کرنے کے لئے قواعد وضع کرسکے گی۔

تشریح

جہاں تک قواعد وضوابط کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں دفعہ 201 اسکا ذکر آچکا ہے۔ اس دفعہ کے تحت عدالت عالیہ کو وکلاء کی رجسٹریشن اور اندراج کے بارے میں بھی قواعد وضوابط وضع کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ PLD 1965 SC 527

ماتحت عدالتوں کی معمول کی کاروائیوں کے لئے ہائی کورٹ وہ مناسب فارم بھی بنا سکتی ہے جس کے مطابق ان عدالتوں کو رجسٹر اور حسابات رکھنے ہوں گے۔ ہائی کورٹ کو اس بات کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ ان فیسوں کی شرح مقرر کرے جن کو ماتحت عدالتوں کے ناظر، دوسرے اہلکار اور ان میں پریکٹس کرنے والے

ایڈووکیٹ اور وکیل لے سکتے ہیں۔

آرٹیکل۔203، عدالت عالیہ ماتحت عدالتوں کی نگرانی کرے گی۔ ہر عدالت عالیہ اپنی تمام ماتحت عدالتوں کی نگرانی اور نگہداشت کرے گی۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت ہر عدالت عالیہ کو اپنی ماتحت عدالتوں کی نگرانی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے تاہم وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے قانون سے تجاوز نہیں کر سکے گی۔ PLD 1968 LAH. 1358 دفعہ 201 بھی دیکھئے۔

باب 3۔الف

وفاقی شرعی عدالت

تعارف

14 اگست 1947ء کو برصغیر کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کی غرض و غایت یہ تھی کہ جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کا ایک علیحدہ وطن ہو جہاں وہ اپنے دین و مذہب، اپنی ثقافت و تاریخ اور اپنی روایات کے مطابق آزاد فضا میں زندگی بسر کر سکیں اور اپنی حیات اجتماعی کو اسلامی احکام کے سانچے میں ڈال سکیں۔ چونکہ ایک اسلامی معاشرے میں تمام اقدار کا سرچشمہ دین ہے اور تمام اعمال کا معیار بھی دین کا مقرر کردہ ہے لہذا پاکستان میں ضرورت اس امر کی تھی کہ پاکستان میں شریعت کو بھی بالا دستی حاصل ہوتی۔ حالانکہ 1956ء، 1962ء اور 1973 کے دساتیر میں بھی ایک ایسے ادارے کے قیام کو اہمیت دی گئی تھی جو موجودہ یا مجوزہ قوانین کو قرآن و سنت کے احکام کے مطابق بنانے کے لئے صدر مملکت یا مقننہ کو مشورہ دے سکے۔ لیکن جدید آئین سازی اور قانون سازی کی روایات کے نام پر پارلیمنٹ کی بالا دستی قائم رکھنے پر زیادہ زور دیا گیا اور قوانین کو اسلامی بنانے کے مقصد سے جو ادارے خود آئین کے تحت قائم کئے گئے تھے انہیں نمائشی حیثیت یا واجبی سی مشاورت سے آگے

نہیں بڑھنے دیا گیا۔ 1973ء کے دستور میں بھی تمام قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے کا تذکرہ آرٹیکل 227 میں موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ آئین میں اس مقصد کیلئے ایک اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کو بھی ضروری قرار دیا گیا اور آرٹیکل 230 میں اس کے دائرہ کار کا تعین بھی کر دیا گیا ہے لیکن اس کے فرائض زیادہ تر مشاورتی او رسفارشاتی ہیں۔ اس ادارے سے متعدد موجودہ قوانین کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ بھی لیا اور سفارشات بھی مرتب کیں لیکن ان میں سے برائے نام سفارشات کو قانون کا حصہ بنایا گیا۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے برسر اقتدار آنے کے بعد ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں جو اقدامات کئے ان میں وفاقی شرعی عدالت کا قیام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس ضمن میں اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی نئے سرے سے متحرک کیا گیا جس کے نتیجے میں کونسل نے انتہائی تیز رفتاری سے چند ماہ کے اندر اندر قوانین حدود کا مسودہ تیار کر کے صدر کو بھیجا اور صدر نے فروری 1979ء میں ایک آئینی ترمیم کے زریعے ہر ہائیکورٹ میں تین ججوں پر مشتمل ایک شریعت بنچ اور سپریم کورٹ میں تین ججوں پر مشتمل ایک شریعت اپیلٹ بنچ قائم کی گئی۔ حکومت کے اس اقدام کی اہمیت کے پیش نظر ہر ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے شریعت بنچ میں بطور ممبر شمولیت کا فیصلہ کیا جس کی وجہ سے اعلیٰ عدالتوں کے باقی کاموں پر اثر پڑنے لگا اور شریعت بنچوں کے اپنے کام کی رفتار بھی وہ نہ رہ سکی جس کی ضرورت تھی چنانچہ ان وقتوں کے پیش نظر مئی 1980ء میں وفاقی شرعی عدالت قائم کر دی گئی جو صوبائی ہائی کورٹ سے ایک جج اور سپریم کورٹ کے جج کے مرتبے کے ایک چیئرمین پر مشتمل تھی۔ شریعت بنچوں کا دائرہ کار و اختیار وفاقی شرعی عدالت کو منتقل کر دیا گیا اور شریعت بنچوں میں جو مقدمات زیر سماعت تھے وہ بھی وفاقی عدالت کو منتقل ہو گئے۔ 1981ء تک یہ تمام مقدمات جن کی تعداد

114 تھی ،نمٹا دیے گئے تھے۔ 1981ء میں ایک ترمیم کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت کونظر ثانی کے اختیارات بھی دیئے گئے اور اس کے چار جج ارکان میں تین علماء کا اضافہ کر کے وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی تعداد بشمول چیف جسٹس کے آٹھ کر دی گئی۔ عدالت میں جن علماء کو بطور جج مقرر کیا گیا وہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی ڈگریوں سے بھی لیس تھی۔فروری 1982ء میں مزید ترمیمات کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات مزید بڑھا دیئے گئے۔

آرٹیکل 203 الف۔ اس باب کے احکام دستور کے دیگر احکام پر غالب ہوں گے :دستور میں شامل کسی امر کے باوجود اس باب کے احکام موثر ہوں گے۔

تشریح

اسلامی قانون کو چونکہ تمام قوانین پر فوقیت حاصل ہے اس لئے اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ دستور میں جو احکامات شامل کیئے گئے ہیں وہ اس باب کے احکام کے تابع ہوں گے اور انہیں کسی صورت میں بھی ترجیح نہیں دی جائے گی۔اس طرح آئین کی دفعہ 2۔ الف پر بھی ان احکامات کو فوقیت دی گئی ہے PLD 1989 SC 771 دستور کا آرٹیکل 64 بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔اس میں ایسے قانون کو جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہو غیر موثر قرار دیا جائے گا۔1989 clc 648۔

آرٹیکل 203، ب۔تعریفات:

اس باب میں، تاوقتیکہ کوئی امر موضوع یا سیاق وسباق کے منافی نہ ہو۔

الف۔ چیف جسٹس سے عدالت کا چیف جسٹس مراد ہے۔

ب۔عدالت سے آرٹیکل 203، ج کے بموجب تشکیل کردہ وفاقی شرعی عدالت مراد ہے۔

ب ب۔جج سے اس عدالت کا جج مراد ہے۔

ج۔ قانون میں کوئی رسم یا رواج شامل ہے جو قانون کا اثر رکھتا ہو مگر اس میں

دستور، مسلم شخصی قانون، کسی عدالت یا ترِبیول کے ضابطہ کار سے متعلق کوئی قانون، یا اس باب کے آغاز نفاذ سے دس سال کی مدت گزرنے تک، کوئی مالی قانون، محصولات یا فیسوں کے عائد کرنے اور جمع کرنے یا بنکاری یا بیمہ کے عمل اور طریقہ سے متعلق کوئی قانون شامل نہیں ہے، اور

د۔ فرمان صدر نمبر 5 مجریہ 1982ء کی رو سے حذف کر دی گئی۔

تشریح

الف ۔ اس شق میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ باب مذکورہ میں جہاں کہیں بھی چیف جسٹس کا لفظ استعمال ہو گا اس سے مراد وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس سے ہو گی۔

ب ۔ اس میں یہ مذکورہ ہے کہ جہاں عدالت کا لفظ آئے گا اس سے مراد وفاقی شرعی عدالت ہو گا۔

ب ب ۔ جج کا لفظ جن مقامات پر استعمال ہو گا اس سے مراد وفاقی شرعی عدالت کے جج کی ہو گی۔

ج ۔ اس باب میں جہاں قانون کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد ایسے رسم و رواج ہیں جنہیں نافذ العمل ہونے کے اعتبار سے قانون جیسی حیثیت حاصل ہو گی ۔ تاہم اس میں مسلم شخصی قانون کی عدالت یا ٹربیونل کے ضابطہ کار سے متعلق کوئی قانون یا اس باب کے آغاز سے دس سال تک کوئی ایسا قانون شامل نہیں ہے جس کا تعلق مالی قانون محصولات یا فیسوں کے عائد کرنے اور جمع کرنے یا بنکاری یا بیمہ کے عمل اور طریقہ سے ہو۔ عوام کے حقوق کے سلسلے میں کسی ضابطہ جاتی قانون کے سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ 1989 FSC 84

8 اگست 1991ء کو وفاقی شرعی عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ قرآن و حدیث کی متعلقہ بات پر بحث کے بعد اور ماہرین کی آراء کے مطابق جہاں تک حد کا تعلق ہے

اس سلسلے میں حکومت کو جرم کی سزا میں کمی یا معافی یا اس کی معطلی کا اختیار نہیں۔

آرٹیکل 203۔ج، وفاقی شرعی عدالت:

۱۔اس باب کی اغراض کے لئے ایک عدالت کی تشکیل کی جائے گی جو وفاقی شرعی عدالت کے نام سے موسوم ہوگی۔

۲۔عدالت چیف جسٹس، سمیت زیادہ سے زیادہ آٹھ مسلم ججوں پر مشتمل ہوگی۔ جنکا تقرر صدر کرے گا۔

۳۔چیف جسٹس ایسا شخص ہوگا جو عدالت عظمیٰ کا جج ہو یا رہ چکا ہو یا بننے کا اہل ہو یا جو کسی عدالت عالیہ کا مستقل جج رہ چکا ہو۔۔

۳۔الف، ججوں میں سے زیادہ سے زیادہ ایسے اشخاص ہوں گے جن میں سے ہر ایک کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہ چکا ہو، یا بننے کا اہل ہو اور زیادہ سے زیادہ تین علماء ہوں گے جو اسلامی قانون کا وافر علم رکھتے ہوں۔

۴۔چیف جسٹس اور کوئی جج زیادہ سے زیادہ تیس سال کی مدت کیلئے عہدے پر فائز رہے گا مگر اسے ایسی مزید مدت یا مدتوں کے لئے مقرر کیا جا سکے گا جو صدر متعین کرے۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایک جج کے طور پر کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کا تقرر دو سال سے زائد مدت کے لئے کیا جائے گا ماسوائے اس کے کہ اس کی رضامندی سے ہو اور ماسوائے جبکہ جج خود چیف جسٹس ہو، اس عدالت عالیہ کے چیف جسٹس سے صدر کے مشورہ کے بعد کیا جائے۔

۴۔الف۔چیف جسٹس اگر وہ عدالت عظمیٰ کا جج نہ ہو، اور کوئی جج جو کسی عدالت عالیہ کا جج نہ ہو، صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے، اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکے گا۔

۴۔ب۔صدر، کسی بھی وقت تحریری حکم کے ذریعے:

الف۔ کسی جج کے تقرر کی شرائط تبدیل کر سکے گا،

ب۔ کسی جج کو کوئی دیگر عہدہ تفویض کر سکے گا اور

ج۔ کسی جج کو ایسے دیگر کارہائے منصبی انجام دینے کا حکم دے سکے گا جو وہ موزوں تصور کرے۔

اور ایسے دیگر احکام صادر کر سکے گا جو وہ مناسب سمجھے۔

تشریح: اس شق اور شق ۴، ج۔ میں جج میں چیف جسٹس شامل ہے۔

۴۔ ج، جبکہ وہ ایسے کارہائے منصبی انجام دے رہا ہو جن کے انجام دینے کا اسے شق ۴۔ ب کے تحت حکم دیا گیا ہو، یا مذکورہ شق کے تحت اسے تفویض کردہ کسی دیگر عہدے پر فائز ہو تو کوئی جج اس مشاہرے اور مراعات کا مستحق ہوگا جو اس عدالت کے چیف جسٹس یا جیسی بھی صورت ہو، جس کے لئے قابل ادخال ہیں۔

۵۔ کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج جو ایک جج کے طور پر منظور نہ کرے، اس کا اپنے عہدے سے فارغ خدمت ہونا تصور کیا جائے گا اور مذکورہ فارغ الخدمتی پر وہ بحیثیت جج اپنی مدت ملازمت اور ملازمت پاکستان میں کل مدت ملازمت کی۔ اگر کوئی ہوں، بنیاد پر شمار کردہ پنشن حاصل کرنے کا مستحق ہوگا۔

۶۔ عدالت کا صدر مقام اسلام آباد میں ہوگا۔ لیکن عدالت وقتاً فوقتاً پاکستان میں ایسے دیگر مقامات پر اجلاس کر سکے گی جو چیف جسٹس صدر کی منظوری سے مقرر

۷۔ عہدہ سنبھالنے سے قبل چیف جسٹس اور کوئی جج صدر یا اسکی طرف سے نامزد کردہ کسی شخص کیسامنے اس عبارت میں حلف اٹھائے گا جو جدول سوم میں درج کی گئی ہے۔

۸۔ کسی بھی وقت جب چیف جسٹس اور یا کوئی جج غیر حاضر ہو یا اپنے عہدے کے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو تو صدر چیف جسٹس یا جیسی بھی صورت ہو، جج کے طور پر کام کرنے کے لئے اس غرض کیلئے اہل کسی دوسرے شخص کا تقرر کرے

گا۔

۹۔کوئی چیف جسٹس جو عدالت عظمیٰ کا جج نہ ہو اسی تنخواہ اور مراعات کا مستحق ہو گا جن کی عدالت عظمیٰ کے کسی جج کے لئے اجازت ہے اور کوئی جج جو کسی عدالت عالیہ کا جج نہ ہو اسی تنخواہ اور مراعات کا مستحق ہوگا جن کی کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کے لئے اجازت ہے:

مگر شرط یہ ہیکہ جبکہ کوئی جج ملازمت پاکستان میں کسی دوسرے عہدے کیلئے پہلے ہی پنشن حاصل کر رہا ہو تو مذکورہ پنشن کی رقم اس شق کے تحت حسب قاعدہ منہا کر لی جائے گی۔

تشریح

اس اضافی شق میں یہ شرط عائد کر دی گئی کہ اگر کوئی بھی جج جو پاکستان کے کسی سرکاری محکمے سے کسی دوسرے عہدے سے ریٹائر ہو کر پنشن پا رہا ہو تو قواعد وضوابط کی رو سے پنشن کی رقم اس کی تنخواہ سے کاٹ لی جائیگی۔

تشریح

اس باب میں دیئے گئے احکام پر عملی جامہ پہنانے کیلئے وفاقی شرعی عدالت کے نام سے ایک عدالت قائم کی جائے گی۔ یہ عدالت کے بشمول چیف جسٹس کے آٹھ ججوں پر مشتمل ہوگی جن کی تقرری صدر مملکت کر سکیں گے۔ چیف جسٹس کا عہدہ اس شخص کو دیا جا سکے گا جو عدالت عظمیٰ کا جج ہو یا وہ رہ چکا ہو یا اس میں جج بننے کی اہلیت ہو۔ کسی عدالت عالیہ کے مستقل جج کو بھی اس عہدے پر نامزد کیا جا سکے گا۔ ججوں میں سے زیادہ سے زیادہ چار اشخاص ایسے ہوں گے جن میں سے ہر ایک کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہ چکا ہو یا اس میں عدالت عالیہ کا جج بننے کی اہلیت پائی جاتی ہو جہاں تک تین علماء ججوں کا تعلق ہے وہ دینی علوم کیساتھ ساتھ یونیورسٹی کی ڈگریوں سے بھی لیس ہوں گے۔

چیف جسٹس اور جج صاحبان کے عہدوں کی مدت ملازمت تین سال مقرر کیگئی ہے تاہم صدر پاکستان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس مدت میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں۔مزید یہ کہ ہائی کورٹ کے جج کو وفاقی شرعی عدالت کا جج دو سال کیلئے مقرر کیا جائے گا البتہ متعلقہ جج کی رضامندی سے اور صدر مملکت متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورے سے اس میعاد میں توسیع بھی کر سکتے ہیں۔

چیف جسٹس اگر وہ عدالت عظمیٰ کا جج نہ ہو اور کوئی جج جو کسی عدالت عالیہ کا جج نہ ہو صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے کسی وقت بھی استعفیٰ دے سکتا ہے۔

شق 4۔ب میں صدر کو یہ دستوری اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی وقت بھی تحریری حکم کے ذریعے کسی جج کی شرائط تقرری کو تبدیل کر دے کوئی دیگر عہدہ تفویض کر دے یا کسی جج کو ایسے دیگر کارہائے منصبی انجام دینے کا حکم دے جو اس کے خیال میں موزوں ہوں۔علاوہ ازیں صدر کو ایسے دیگر احکامات صادر کرنے کا بھی اختیار ہے جو وہ مناسب سمجھے۔

یاد رہے کہ اس شق اور شق ۴، ج میں جج میں چیف جسٹس بھی شامل ہے۔۴، ج، ا س شق میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے اگر کسی جج کو شق ۴، ب کے تحت کوئی فریضہ سونپا جاتا ہے تو اسے بحیثیت اہلیت عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ کے جج کے مساوی مراعات، مشاعرہ اور بھتہ ملے گا۔

۵۔یہ شق اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اگر عدالت عالیہ کا کوئی جج وفاقی شرعی عدالت کا جج بننے سے انکار کر دے تو وہ خود کو ریٹائر سمجھے۔تاہم بحیثیت جج وہ اپنی مدت ملازمت کی بنیاد پر پنشن وغیرہ حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔

۶۔اس شق میں عدالت کے صدر مقام کا تعین کیا گیا ہے جو کہ اسلام آباد میں ہوگا تاہم چیف جسٹس صدر کی منظوری سے پاکستان کے کسی بھی مقام پر وفاقی شرعی

عدالت کے اجلاس منعقد کر سکتے ہیں۔

۷۔ چیف جسٹس یا کوئی جج اگر کسی وجہ سے اپنے فرائض منصبی کو جاری رکھنے سے قاصر ہو تو صدر مملکت کو ان کی جگہ کسی دوسرے اہل شخص کو نامزد کر سکتے ہیں۔

۹۔ اس شق میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ محض اہلیت کی بنا پر اگر کسی شخص کو وفاقی شرعی عدالت کا چیف جسٹس یا جج مقرر کیا جائے گا تو وہ علی الترتیب عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس اور عدالت عالیہ کے جج کے مساوی مشاعرہ، بہتہ اور مراعات حاصل کرنے کا حقدار ہو گا۔

دفعہ 203۔د، عدالت کے اختیارات، اختیار سماعت اور کارہائے منصبی:

ا۔ عدالت یا تو خود اپنی تحریک پر یا پاکستان کے کسی شہری یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی درخواست پر اس سوال کا جائزہ لے سکے گی اور فیصلہ کر سکے گی کہ آیا کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم ان اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں جس طرح کہ قرآن پاک اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے جن کا حوالہ بعد ازیں اسلام احکام کے طور پر دیا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(الف) جبکہ عدالت شق (1) کے تحت کسی قانون کے کسی قانون کے کسی حکم کا جائزہ لینا شروع کرے اور اسے ایسا قانون یا قانون کا حکم اسلامی احکام کے منافی معلوم ہو، تو عدالت ایسے قانون کی صورت میں جو وفاقی فہرست قانون سازی یا مشترکہ فہرست قانون سازی میں شامل معاملے سے متعلق ہو وفاقی حکومت کو یا کسی ایسے معاملے سے متعلق جو ان فہرستوں میں سے کسی ایک میں بھی شامل نہ ہو، صوبائی حکومت کو ایک نوٹس دینے کا حکم دے گی جس میں ان خاص احکام کی صراحت کی جائے گی جو اسے بایں طور منافی معلوم ہوں اور مذکورہ حکومت کو، اپنا نقطہ نظر عدالت کے سامنے پیش کرنے کے لئے مناسب موقع دے گی۔

(2) اگر عدالت فیصلہ کرے کہ کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم اسلامی احکام کے منافی ہے تو وہ اپنے فیصلے میں بحسب ذیل بیان کرے گی:

(الف) اس کے مذکورہ رائے قائم کرنے کی وجوہ، اور

(ب) وہ حد جس تک وہ قانون یا حکم بایں طور منافی ہے۔

اور اس تاریخ کی صراحت کرے گی جس پر وہ فیصلہ موثر ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کوئی فیصلہ، اس میعاد کے گزرنے سے پہلے جس کے اندر عدالت عظمیٰ میں اس کے خلاف اپیل داخل ہوسکتی ہو یا جبکہ اپیل بایں طور پر داخل کر دی گئی ہو تو اس اپیل کے فیصلے سے پہلے موثر نہیں ہوگا۔

(3) اگر عدالت کی طرف سے کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم اسلامی احکام کے منافی قرار دے دیا جائے تو

(الف) وفاقی فہرست قانون سازی یا مشترکہ فہرست قانون سازی میں شامل کسی امر کے سلسلے میں کسی قانون کی صورت میں صدر، یا کسی ایسے امر کے سلسلے میں جو ان فہرستوں میں سے کسی میں بھی شامل نہ ہو کسی قانون کی صورت میں

گورنر، اس قانون میں ترمیم کرنے کے لئے اقدام کرے گا تا کہ مذکورہ قانون یا حکم کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے، اور

(ب) مذکورہ قانون یا حکم، اس حد تک جس حد تک اسے بایں طور منافی قرار دے دیا جائے، اس تاریخ سے جب عدالت کا فیصلہ اثر پذیر ہو، موثر نہیں رہے گا۔

تشریح

(1) اس شق کے تحت وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ خود یا کسی پاکستان شہری کے تحریک پر وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی تحریک اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں کسی قانون کے بارے میں اس کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ صادر کر سکے گی کہ آیا یہ قانون اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے یا اس سے متصادم ہے اور اسے انہی خطوط پر منضبط کیا گیا جو اس کے لئے قرآن وسنت میں متعین کئے گئے ہیں:

(الف) اگر وفاقی شرعی عدالت کسی قانون کا جائزہ لینے کے بعد اسے غیر اسلامی قرار دے دے تو عدالت ایسے قانون کی صورت میں جو وفاقی قانون سازی یا مشترکہ فہرست قانون سازی میں شامل معاملے سے متعلق ہو وفاقی حکومت کو یا کسی ایسے معاملے سے متعلق جو ان فہرستوں میں سے کسی ایک میں بھی شامل نہ ہو صوبائی حکومت کو ایک نوٹس دینے کا حکم دے گی جس میں ان خاص احکام کی صراحت کی جائے گی جو اسے بایں طور پر منافی معلوم ہوں اور مذکورہ حکومت کو اپنا نقطہ عدالت کے سامنے پیش کرنے کا مناسب موقع دے گی۔

(2) اس دفعہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کی نظر میں جو قانون شریعت کے منافی ہوگا اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کرے گی

:

(الف) کن وجوہات کی بنا پر کسی قانون کو اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے۔

(ب) آیا قانون کا کوئی حصہ غیر اسلامی یا کہ قانون مکمل طور پر غیر اسلامی ہے۔

(ج) عدالت کے فیصلہ کے موثر ہونے کی تاریخ۔

(3) (الف) اس شق میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر وفاقی شرعی عدالت کی جانب سے کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم اسلامی احکام کے منافی قرار دیا جاتا ہے تو عدالت کو چاہیے کہ وہ اسے صدر مملکت یا صوبائی گورنر کو، یا جیسی بھی صورت ہو، اسے مناسب ترامیم کے ساتھ اسلامی بنانے کے لئے اقدامات کرنے کے لئے بھیجے۔

(ب) وفاقی شرعی عدالت جب تک کسی قانون کو اسلامی تعلیمات کے منافی قرار نہیں دے دیتی اس وقت تک اسے غیر اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔ اس طرح کسی قانون میں اگر وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے ردوبدل کرنے کے لئے سفارشات پیش کی گئی ہوں تب بھی اسے غیر اسلامی نہ کہا جائے گا۔ وفاقی شرعی عدالت نے متعدد فیصلے بھی کئے۔

جن میں چند ایک □ (PLD 1990 Lah)۔ اب یہ بھی اسلامی مملکت عوامی مفاد کے پیش نظر عشر و زکواۃ کے علاوہ شہریوں پر کوئی بھی دوسرا ٹیکس لاگو کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ (3 جون 1991ء کا ایک فیصلہ)۔

(2) مالک کی مرضی کے بغیر جائیداد کا حصول ممکن نہیں۔ (12 اگست 1991ء)۔

(3) وفاقی شرعی عدالت نے سود سے متعلق 22 قانون دفعات کو قرآن و سنت کے خلاف اور کالعدم قرار دینے کا فیصلہ سنایا۔ (14 نومبر 1991ء)۔

(4) وفاقی شرعی عدالت نے کورٹ فیس ایکٹ کے سیکشن چار، چھ، سات اور

پینیٹیس کو (شیڈول الف کے ساتھ) اسلامی اصولوں کے خلاف قرار دیا۔ (2 جون 1991ء)۔

(5) تمام قسم کی لاٹریاں اسلامی احکام کے منافی ہیں۔ حکومت کی اجازت سے ہونے والی لاٹری جسے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 294 سے استثنیٰ قرار دیا گیا ہے، بھی اس فیصلے کے تحت آتی ہیں۔

(شریعت بنچ کا فیصلہ 9 جنوری 1992ء)۔

(6) کورٹ فیس ایکٹ غیر اسلامی ہے۔ (فیصلہ وفاقی شرعی عدالت 17 جنوری 1992ء)۔

(7) ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم خلاف اسلام ہے۔ (فیصلہ 23 اپریل 1992ء)۔

آرٹیکل 203 (دد)۔ عدالت کا اختیار سماعت، نگرانی اور دیگر اختیارات:

(1) عدالت حدود کے نفاذ سے متعلق کسی قانون کے تحت کسی فوجداری عدالت کی طرف سے فیصل شدہ کسی مقدمے کا ریکارڈ اس غرض سے طلب کر سکے گی اور اس کا جائزہ لے سکے گی کہ مذکورہ عدالت کے قلمبند کردہ یا صادر کردہ کسی نتیجہ، تفتیش، حکم، سزا یا حکم کی صحت، قانونی جواز یا معقولیت کے بارے میں، اور اس کی کسی قانونی کارروائی کی باضابطگی کے بارے میں اپنا اطمینان کر سکے اور مذکورہ ریکارڈ طلب کرتے وقت یہ ہدایت دے سکے گی کہ جب تک اس ریکارڈ کا جائزہ نہ لے لیا جائے، کسی حکم سزا کی تعمیل روک دی جائے اور اگر ملزم زیر حراست ہو تو اس کو ضمانت پر یا اس کے اپنے مچلکہ پر رہا کر دیا جائے۔

(2) کسی ایسے مقدمے میں جس کا ریکارڈ عدالت نے طلب کیا ہو، عدالت ایسا حکم صادر کر سکے گی جو وہ مناسب خیال کرے اور سزا میں اضافہ کر سکے گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس آرٹیکل میں کسی امر سے عدالت کو کسی تجویز بریت کو تجویز

سزایابی میں بدلنے کا مجاز کرنا مقصود نہیں ہوگا اور اس آرٹیکل کے تحت کوئی حکم ملزم کی مضرت میں صادر نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ اسے خود اپنے صفائی میں سماعت کا موقع فراہم نہ کر دیا جائے۔

(3) عدالت کو ایسا دیگر اختیار سماعت حاصل ہوگا جو اسے کسی قانون کے ذریعے یا اس کے تحت تفویض کر دیا جائے۔

تشریح

وفاقی شرعی عدالت کا طریق کار کم وبیش وہی ہے جو دوسری اعلیٰ عدالتوں کا ہے لیکن یہ عدالت ہر فرق مقدمہ کو سماعت سے پہلے مقدمہ کا ریکارڈ منضبط شکل میں فراہم کیا جاتا ہے۔ جیل سے دائر کردہ ایسی اپیلوں کی سماعت کے لئے جہاں اپیل کنندہ وکیل کے اخراجات برداشت نہ کر سکتا ہو وہاں سزا کے کم یا زیادہ ہونے کا خیال رکھے بغیر وکیل کی خدمات مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ عام عدالتی طریق کار تو یہ ہے کہ اگر کوئی فریق مقدمہ کی پیروی نہ کرے یا عدالت میں حاضر نہ ہو تو مقدمہ کا فیصلہ یکطرفہ طور پر کر دیا جاتا ہے لیکن وفاقی شرعی عدالت ایسا نہیں کرتی۔ یہ عدالت نہ صرف پاکستان میں قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کے لئے وسیع اختیارات کی حامل ہے اور قوانین حدود کے نفاذ میں اصول عدل کی سختی سے نگرانی کرتی ہے بلکہ قوانین پر نظر ثانی کے عدالتی اختیار اپنی صوابدید سے کارروائی، اپیل کنندہ کو مفت قانونی امداد کی فراہمی اور عدالتوں کے عام طریقہ کار کے قانون کے ضمن میں ایشیائی ترقی یافتہ معاشروں کی عدالتوں سے بھی ممتاز ہے۔ ان صوابدید سے عدالتی نظر ثانی کا اختیار استعمال کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کی پالیسی یہ ہے کہ وہ قانون دان حضرات، علماء، سماجی کارکنوں، دانشوروں اور معاشرے کے دوسرے اراکین کو بھی شریک کرتی اور جن قوانین کا جائزہ لینا ہو ان کا پہلے سے اخبارات کے ذریعہ اعلان کر دیا جاتا ہے تاکہ عام لوگوں میں سے بھی جو چاہے

مقررہ تاریخ ساعت پر حاضر ہو کر عدالت کے سامنے اپنا نقطہ نظر پیش کر سکے۔ اس دفعہ کے تحت وفاقی شرعی عدالت حدود آرڈیننس کے تحت کسی فوجداری عدالت سے نگرانی کی غرض سے ریکارڈ طلب کرتے وقت حکم سزا کی تعمیل کو روکنے اور ملزم کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دے سکتی ہے جو وہ مناسب خیال کرے۔ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے مجرم کی سزا میں اضافہ بھی کر سکتی ہے۔ تاہم اگر عدالت بری شدہ مجرم کو سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ لیکن سزا میں اضافہ تجویز کرنے کی صورت میں عدالت ملزم کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دے سکتی ہے۔ (PLD 1989 Kar. 488)۔

عدالت کو ایسے مقدمات سننے کا بھی اختیار حاصل ہے جو اسے کسی قانون کے تحت تفویض کیا گیا ہو یا بعد ازاں کیا جائے۔

آرٹیکل 203 (ہ)۔ عدالت کے اختیارات اور ضابطہ کار:

(1) اپنے کارہائے منصبی کی انجام دہی کی اغراض کے لئے، عدالت کو حسب ذیل امور کی نسبت مجموعہ ضابطہ دیوانی، 1908ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1908ء) کے تحت کسی مقدمہ کی سماعت کرنے والی کسی عدالت دیوانی کے اختیارات حاصل ہوں گی، یعنی:

(الف) کسی شخص کو طلب کرنا اور اس کی حاضری نافذ کرنا اور اس کا حلفاً بیان لینا،

(ب) کسی دستاویز کے انکشاف اور پیش سازی کا حکم دینا،

(ج) بیانات حلفی پر شہادت لینا، اور

(د) گواہوں یا دستاویزات کے اظہار کے لئے کمیشن کا اجرا کرنا۔

(2) عدالت کو ہر لحاظ سے ایسی کارروائی کا اہتمام کرنے اور اپنے طریقہ کار کو منضبط کرنے کا اختیار ہوگا جیسا کہ وہ مناسب خیال کرے۔

(3) عدالت کو خود اپنی توہین کی سزا دینے کے لئے عدالت عالیہ کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

(4) آرٹیکل 203۔ڈ کی شق (1) کے تحت عدالت کے سامنے کسی کارروائی کے کسی فریق کی نمائندگی کوئی ایسا قانون پیشہ شخص جو مسلمان ہو اور کم از کم پانچ سال کی مدت کے لئے کسی عدالت عالیہ کے ایڈووکیٹ کے طور پر یا عدالت عظمیٰ کے ایڈووکیٹ کے طور پر درج فہرست رہ چکا ہو یا کوئی ایسا ماہر قانون کر سکے گا جسے اس غرض کے لئے عدالت کی طرف سے مرتب شدہ ماہرین قانون کی فہرست میں سے اس فریق نے منتخب کیا ہو۔

(5) شق (4) میں محولہ ماہرین قانون کی فہرست میں اپنا نام درج کرائے جانے کا اہل ہونے کے لئے کوئی شخص ایسا عالم ہو گا جسے عدالت کی رائے میں، شریعت پر عبور حاصل ہو۔

(6) عدالت کے سامنے کسی فریق کی نمائندگی کرنے والا کوئی قانون پیشہ شخص یا ماہر قانون اس فریق کی وکالت نہیں کرے گا بلکہ کارروائی سے متعلق اسلامی احکام کو جس حد تک اس کو ان کا علم ہو، بیان کرے گا، ان کی تشریح اور توضیح کرے گا، اور مذکورہ اسلامی احکام کی مذکورہ توضیح پر مبنی تحریری بیان عدالت کو پیش کرے گا۔

(7) عدالت پاکستان یا بیرون ملک سے کسی شخص کو جسے عدالت اسلامی قانون کا ماہر خیال کرتی ہو اپنے سامنے پیش ہونے اور ایسی اعانت کرنے کے لئے مدعو کر سکے گی جو اس سے طلب کی جائے۔

(8) آرٹیکل 203 دکے تحت عدالت کو پیش کی جانیوالی کسی عرضی یا درخواست کی نسبت کوئی رسوم عدالت کو واجب الادا نہیں ہوں گی۔

(9) عدالت کو اپنے دیئے ہوئے کسی فیصلہ یا صادر کردہ کسی حکم پر نظر ثانی کا اختیار ہو گا۔

تشریح

(1) اس دفعہ کے تحت وفاقی شرعی عدالت کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے لئے حسب ذیل امور کی نسبت مجموعہ ضابطہ دیوانی 1908ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1908ء) کے تحت کسی مقدمہ کی سماعت کرنے والی کسی عدالت دیوانی کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ عدالت دیوانی سے مراد ایک ایسی عدالت ہوتی ہے جس کو دیوانی نوعیت کے مقدمات اور کارروائی کی تحقیقات و سماعت کا اختیار حاصل ہو۔ (9 کلکتہ ص 295 پریوی کونسل) تاہم عدالت دیوانی میں عدالت مال شامل نہیں ہے۔ اس دفعہ کے تحت عدالت:

(الف) کسی شخص کو طلب کر کے اس کی حاضری لگاتی ہے اور اس کا حلفیہ بیان قلمبند کرتی ہے۔

(ب) کسی دستاویز کے انکشاف کرنے اور اسے اپنے روبرو پیش کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔

(ج) بیان حلفی پر شہادت لے سکتی ہے۔

(د) بغرض شہادت گواہان یا دستاویزات کے اظہار کے سلسلے میں کمیشن مقرر کر سکتی ہے۔

(2) وفاقی شرعی عدالت کو ہر ایسی کارروائی کرنے اور اپنے طریق کار کو منضبط کرنے کا اختیار حاصل ہے جسے وہ اپنے لئے مناسب خیال کرے۔

(3) وفاقی شرعی عدالت وہی سزا دے سکتی ہے جو توہین عدالت کے سلسلے میں عدالت عالیہ کو دینے کا اختیار حاصل ہے۔

(4) اس شق کے تحت وکالت کی غرض سے صرف وہی شخص پیش ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو اور اس کا نام کم از کم پانچ سال کے لئے کسی عدالت عالیہ یا کسی عدالت عظمیٰ کے پاس ایڈووکیٹ کی حیثیت سے درج ہو۔ وہ ایڈووکیٹ بھی وفاقی شرعی

عدالت میں پیش ہوسکتا ہے جس کا نام وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے مرتب کردہ ماہرین قانون کی فہرست میں شامل ہو۔

(5) اس شق کے تحت وفاقی شرعی عدالت کے ماہرین قانون کی فہرست میں صرف اس شخص کا نام درج ہوسکتا ہے جسے عدالت کی رائے میں شریعت کاملہ پر عبور حاصل ہو۔

(6) اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے سامنے کسی فریق کی نمائندگی کرنے والا کوئی قانون پیشہ شخص یا ماہر قانون فریق متعلقہ کی وکالت نہیں کرے گا بلکہ کارروائی سے متعلق عدالت کے سامنے متعلقہ اصل احکام کو جس حد تک اسے علم ہوگا بیان کرے گا۔ ان کی تشریح کرے گا اور توضیح کرے گا اور اسلامی احکام کی توضیح پر مبنی تحریری بیان حوالوں کے ساتھ پیش کر

(7) اس شق کے تحت وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ پاکستان یا بیرون ملک سے کسی ایسے شخص کو جو اس کے خیال میں شریعت اسلامیہ پر عبور رکھتا ہو کسی مسئلے کے سلسلے میں اپنی امداد کے لئے بلا سکتی ہے۔

(8) اس شق کے تحت عدالت کو پیش کی جانے والی کسی عرضی یا درخواست پر کسی قسم کی کوئی کورٹ فیس نہیں لگائی پڑے گی۔

(9) شق مذکورہ کے تحت عدالت کوئی فیصلہ کر چکی ہو لیکن اس سے اس فیصلے یا حکم پر دوبارہ نظر ثانی کی درخواست کی جائے تو عدالت کو فیصلے یا حکم پر نظر ثانی کا اختیار حاصل ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کے روبرو کوئی بھی شخص بذات خود اپنے مقدمے کی پیروی کیلئے کہہ سکتا ہے جس کا نام وفاقی شرعی عدالت کی فہرست میں شامل ہو۔

آرٹیکل 203 (و)۔ عدالت عظمیٰ کو اپیل:

(1) آرٹیکل 203۔ و کے تحت عدالت کے سامنے کسی کارروائی کا کوئی فریق

جو مذکورہ کارروائی میں عدالت کے قطعی فیصلہ سے ناراض ہو، مذکورہ فیصلہ سے ساٹھ یوم کے اندر، عدالت عظمیٰ میں اپیل داخل کر سکے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ وفاق یا کسی صوبے کی طرف سے اپیل مذکورہ فیصلے سے چھ ماہ کے اندر داخل کی جا سکے گی۔

(2) آرٹیکل 203 ۔ د کی شقات (2) اور (3) اور آرٹیکل 203 ۔ ہ کی شقات (4) تا (8) کے احکام کا عدالت عظمیٰ پر اور اس کے سلسلے میں اس طرح اطلاق ہوگا گویا کہ ان احکام میں عدالت کا حوالہ عدالت عظمیٰ کا حوالہ ہو۔

(2 ۔ الف) وفاقی شرعی عدالت کے کسی فیصلے، حکم قطعی یا سزا کے خلاف کوئی اپیل عدالت عظمیٰ میں قابل سماعت ہوگی۔

(الف) اگر وفاقی شرعی عدالت نے اپیل پر کسی ملزم شخص کا کوئی حکم برئیت منسوخ کر دیا ہو اور سزائے موت یا عمر قید یا چودہ سال سے زائد مدت کے لئے سزائے قید دی ہو، یا نظر ثانی پر، مذکورہ بالا طور پر کسی سزا میں اضافہ کر دیا ہو، یا

(ب) اگر وفاقی شرعی عدالت نے کسی شخص کو توہین عدالت پر کوئی سزا دی ہو۔

(2 ۔ ب) کسی ایسے مقدمے میں جس پر ماقبل شقات کا اطلاق نہ ہوتا ہو، وفاقی شرعی عدالت کی کسی تجویز، فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف کوئی اپیل عدالت عظمیٰ میں صرف اس وقت قابل سماعت ہوگی جب عدالت عظمیٰ اپیل کی اجازت عطا کرے۔

(3) اس آرٹیکل کی رو سے تفویض کردہ اختیار سماعت کے استعمال کی غرض کے لئے عدالت عظمیٰ میں ایک بنچ تشکیل دی جائے گی جو شریعت مرافعہ بنچ کے نام سے موسوم ہوگی اور حسب ذیل پر مشتمل ہوگی:

(الف) عدالت عظمیٰ کے تین مسلمان جج، اور

(ب) وفاقی شرعی عدالت کے ججوں سے یا علماء کی ایسی فہرست میں سے جسے صدر چیف جسٹس کے مشورے سے مرتب کرے گا زیادہ سے زیادہ علماء، جنہیں صدر بنچ کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے بطور ارکان بغرض خاص مقرر کرے گا۔

(4) شق (3) کے پیرا (ب) کے تحت مقرر شدہ کوئی شخص ایسی مدت کے لئے عہدے پر فائز رہے گا جس طرح کہ صدر متعین کرے۔

(5) شقات (1) اور (2) میں ''عدالت عظمیٰ'' کے حوالے سے شریعت مرفعہ بنچ کے حوالہ کا مفہوم لیا جائے گا۔

(6) شریعت مرفعہ بنچ کے اجلاس میں شرکت کرتے ہوئے شق (3) کے پیرا (ب) کے تحت مقرر شدہ کسی شخص کو وہی اختیار اور اختیار سماعت حاصل ہوگا اور انہی مراعات کا مستحق ہوگا جو عدالت عظمیٰ کے کسی جج کو حاصل ہیں اور اسے ایسے طرح ادا کئے جائیں گے جس طرح کہ صدر متعین کرے۔

تشریح

(1) اس شق کے تحت ہر شخص کو عدالت عظمیٰ سے اپیل کا حق دیا گیا ہے جو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے سے متفق نہ ہوتا ہم اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ فیصلے ساٹھ دن کے اندر اندر عدالت عظمیٰ میں اپنی اپیل داخل کرائے تاہم وفاق یا کسی صوبے کی جانب سے ایسے فیصلے کے لئے چھ ماہ کے اندر اندر اپیل دائر کی جائے گی۔

(2) دفعہ 203۔ د کی شقات (2) اور (3) اور دفعہ 203۔ ہ کی شقات (4) تا (8) کے احکام کا عدالت عظمیٰ پر اس کے سلسلے میں اس طرح اطلاق ہوگا گویا کہ ان احکام میں عدالت کا حوالہ عدالت عظمیٰ کا حوالہ ہو۔

(2۔ الف) وفاقی شرعی عدالت کی جانب سے کسی فیصلے، حکم قطعی یا سزا کے

خلاف اپیل عدالت عظمیٰ میں اس وقت قابل سماعت ہو سکے گی جب کہ:

(الف) وفاقی شرعی عدالت نے اپیل پر کسی ملزم شخص کا کوئی حکم بریت منسوخ کر دیا ہو اور اسے سزائے موت یا عمر قید یا چودہ سال سے زیادہ مدت کے لئے سزائے قید دی ہو یا نظر ثانی پر مذکورہ بالا طور پر کسی سزا میں اضافہ کر دیا ہو۔

(ب) وفاقی شرعی عدالت نے کسی شخص کو توہین عدالت کے سلسلے میں کوئی سزا تجویز کی ہو وہی سزا تعین کرے گی جس کا اختیار عدالت عالیہ کو حاصل ہے۔

(2۔ب) کسی ایسے مقدمے میں جس پر مندرجہ بالا شقوں کا اطلاق نہ ہوتا ہو وفاقی شرعی عدالت کی کسی تجویز، فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف کوئی اپیل عدالت عظمیٰ میں صرف اس صورت میں کی جا سکے گی جس کی عدالت عظمیٰ نے اپیل کی اجازت دے دی ہو۔

(3) اس دفعہ کے تحت عدالت عظمیٰ کو تفویض کردہ اختیار سماعت کی غرض سے شریعت مرافعہ بنچ کے نام سے ایک بنچ میں تشکیل دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس بنچ میں حسب ذیل افراد شامل ہوں گے:

(الف) عدالت عظمیٰ کے تین مسلمان جج صاحبان۔

(ب) وفاقی شرعی عدالت کے جج صاحبان میں سے یا علماء کی ایسی فہرست میں سے جسے صدر نے چیف جسٹس کے مشورے سے مرتب کر رکھا ہو میں سے دو علماء بھی اس میں شامل کئے جا سکتے ہیں جنہیں صدر پاکستان بطور خاص اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے طلب کر سکے۔

(4) شق (3) کے پیرا (ب) کے تحت جس شخص کی تقرری عمل میں آئے گی وہ اس مدت تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکے گا جس کا تعین صدر کریں گے۔

(5) شقات (1) اور (2) میں عدالت عظمیٰ کے حوالے سے شریعت مرافعہ بنچ

مراد ہوگی۔

(6) اس شق کی رو سے جو شخص شق (3) پیرا (ب) کے تحت شریعت مرافعہ بنچ کے اجلاس میں شرکت کرے گا اسے وہی اختیارات اور اختیار سماعت اور وہی مراعات حاصل ہوں گی جو عدالت عظمیٰ کے کسی جج کو حاصل ہیں۔ علاوہ ازیں اسے ایسے بھتے بھی دیئے جائیں گے جن کا تعین صدر کریں گے۔ شریعت مرافعہ بنچ صرف ان حالات میں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر سکتی ہے جب نظر ثانی کے لئے درخواست دائر کی جائے۔ (PLD 1989 SC 314)۔

آرٹیکل 203 (ز)۔ اختیار سماعت پر پابندی:

بجز جیسا کہ دفعہ 203۔ و میں مقرر کیا گیا ہے، کوئی عدالت یا ٹریبونل بشمول عدالت عظمیٰ اور کوئی عدالت عالیہ، کسی ایسے معاملہ کی نسبت کسی کارروائی پر غور نہیں کرے گی یا کسی اختیار یا اختیار سماعت کا استعمال نہیں کرے گی جو عدالت کے اختیار یا اختیار سماعت میں ہو۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت وفاقی شرعی عدالت اور شریعت مرافعہ بنچ کے علاوہ دیگر کسی عدالت بشمول عدالت عظمیٰ، عدالت عالیہ یا کسی ٹریبونل کو ایسے کسی معاملے میں جسے وفاقی شرعی عدالت غیر اسلامی قرار دے دیا ہو اختیار سماعت حاصل نہیں۔ مرافعہ بنچ چونکہ وفاقی شرعی عدالت کے کسی فیصلے کیخلاف اپیل کی سماعت کر سکتی ہے، اس لئے اسے یہ حق دیا گیا ہے۔ (PLD 1989 SC 771)۔

آرٹیکل 203 (زز)۔ عدالت کا فیصلہ عدالت عالیہ اور اس کی ماتحت عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا: آرٹیکل 203۔ د اور 203۔ و کے تابع، اس باب کے تحت اپنے اختیار سماعت کے استعمال میں عدالت کا کوئی فیصلہ کسی عدالت عالیہ پر اور کسی عدالت عالیہ کی ماتحت تمام عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔

تشریح

دستور کی اس شق کی رو سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو وہی حیثیت حاصل ہو گی جو سپریم کورٹ کے فیصلے کو ہوتی ہے لہذا وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی تعمیل کرنا کسی عدالت عالیہ اور اس کی ماتحت عدالتوں پر بھی لازم ہے۔

آرٹیکل 203 (ح)۔ زیر سماعت کارروائیاں جاری رہیں گی وغیرہ:

(1) شق (2) کے تابع، اس باب میں کسی امر سے کسی ایسی کارروائی کو جو اس بات کے آغاز نفاذ سے فوراً قبل کسی عدالت یا ٹریبونل میں زیر سماعت ہو، یا اس کی ابتدا مذکورہ آغاز نفاذ کے بعد ہوئی ہو، صرف اس وجہ سے ملتوی یا موقوف کر دینا مطلوب متصور نہیں ہوگا کہ عدالت کو اس امر کا فیصلہ کرنے کی درخواست دی گئی ہے کہ آیا مذکورہ کارروائی میں امر تنقیح طلب کے فیصلے سے متعلق کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں، اور ایسی تمام کارروائیاں جاری رہیں گی اور ان میں امر تنقیح طلب کا فیصلہ فی الوقت نافذ العمل قانون کی مطابقت میں کیا جائے گا۔

(2) دستور کے آرٹیکل 203۔ب کی شق (1) کے تحت ایسی تمام کارروائیاں جو اس بات کے آغاز نفاذ سے فوراً قبل کسی عدالت عالیہ میں زیر سماعت تھیں اس عدالت کو منتقل ہو جائیں گی اور یہ عدالت اس مرحلے سے کارروائی کرے گی جس سے وہ بایں طور پر منتقل کی گئی ہوں۔

(3) اس باب کے تحت اپنا اختیار سماعت استعمال کرتے وقت نہ اس عدالت کو اور نہ ہی عدالت عظمیٰ کو کسی دوسری عدالت یا ٹریبونل میں زیر سماعت کسی کارروائی کے سلسلے میں حکم امتناعی عطا کرنے یا کوئی عبوری حکم جاری کرنے کا اختیار رہوگا۔

تشریح

(1) اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے قیام سے پہلے جو

مقدمات دوسری عدالتوں میں چل رہے تھے وہ بدستور چلتے رہیں گے اور کوئی عدالت محض اس وجہ سے اپنی کارروائی نہیں روکے گی کہ اس معاملہ میں امر تنقیح طلب کے فیصلے سے متعلق کوئی قانون یا قانون کا کوئی اسلامی حکم، اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں اور ایسی تمام کارروائیاں جاری رہیں گی اور ان میں امر تنقیح طلب کا فیصلہ نافذ الوقت قانون کے مطابق کیا جائے گا۔

(2) دستور کے آرٹیکل 203۔ب کی شق (1) کے تحت ایسی تمام کارروائیاں جو اس بات کے آغاز نفاذ سے فوراً قبل کسی عدالت عالیہ میں زیر سماعت تھیں۔ وفاقی شرعی عدالت کو منتقل کر دی جائیں گی اور یہ عدالت وہیں سے اپنی کارروائی کا آغاز کرے گی جہاں سے اسے منتقل کی گئی تھی۔

(3) اس شق کے تحت اس باب کے نفاذ کے بعد نہ ہی وفاقی شرعی عدالت اور نہ ہی عدالت عظمیٰ کو کسی دوسری عدالت یا ٹریبونل میں زیر سماعت کسی کارروائی کے سلسلے میں حکم امتنازعی جاری کرنے یا کسی قسم کا عبوری حکم جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

آرٹیکل 203 (ط)۔ (انتظامی اقدامات وغیرہ) حذف کر دیا گیا۔

تشریح

اس دفعہ کا تعلق انتظامی اقدامات سے تھا جسے حذف کر دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 203 (ی)۔ قواعد وضع کرنے کا اختیار۔

(1) عدالت، سرکاری جریدہ میں اعلان کے ذریعہ، اس باب کی اغراض کی بجا آوری کے لئے قواعد وضع کر سکے گی۔

(2) بالخصوص، اور قبل الذکر اختیار کی عمومیت کو متاثر کئے بغیر، مذکورہ قواعد میں مندرجہ ذیل جملہ معاملات یا ان میں سے کسی کی بابت حکم وضع کیا جا سکے گا، یعنی:

(الف) ماہرین قانون، ماہرین اور گواہوں کو جنہیں عدالت کی طرف

سے طلب کیا گیا ہو، ایسے اخراجات اٹھانے کے لئے، اگر کوئی ہوں، اعزازیہ کی ادائیگی کے پیمانے، جو انہیں عدالت کے سامنے کارروائی کی اغراض کے لئے پیش ہونے میں برداشت کرنے پڑے ہوں۔

(ب) عدالت کے سامنے پیش ہونے والے ماہر قانون، ماہر یا گواہ سے لئے جانے والے حلف کی شکل۔

(ج) عدالت کے اختیارات اور کارہائے منصبی جو چیف جسٹس کی تشکیل کردہ ایک یا زیادہ ججوں پر مشتمل بنچوں کی طرف سے استعمال کئے جا رہے ہوں یا انجام دیئے جا رہے ہوں۔

(د) عدالت کا فیصلہ جو اس کے ججوں یا، جیسی بھی ہو، کسی بنچ میں شامل ججوں کی اکثریت کی رائے کی صورت میں سنایا جا رہا ہو، اور

(ہ) ان مقدمات کا فیصلہ جن میں کسی بنچ میں شامل ججوں کی آراء، مساوی ہوں۔

(3) جب تک شق (1) کے تحت قواعد وضع نہ کر لئے جائیں، اعلیٰ عدالتوں کی شرعی بنچوں کے قواعد، 1979ء، ضروری ترمیمات کے ساتھ اور جس حد وہ اس باب کے احکام سے متناقض نہ ہوں، بدستور نافذ العمل رہیں گے۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت وفاقی شرعی عدالت کو گزٹ آف پاکستان کے ذریعے اس باب کی اغراض کی بجا آوری کے سلسلے میں قواعد و ضوابط وضع کرنے کا مندرجہ ذیل امور کے بارے میں اختیار کر دیا گیا ہے:

(الف) ماہرین قانون، ماہرین اور گواہوں کو جنہیں عدالت نے طلب کیا ہو، ایسے اخراجات اٹھانے کے لئے اگر کوئی ہوں اعزازیہ کی ادائیگی کے پیمانے جو انہیں عدالت کے سامنے کارروائی کی اغراض کے لئے پیش ہونے میں برداشت

کرنے پڑے ہوں۔

(ب) عدالت کے سامنے پیش ہونے والے ماہر قانون، ماہر یا گواہ سے لئے جانے والے حلف نامہ کی شکل کے سلسلے میں قواعد۔

(ج) عدالت کے کارہائے منصبی کی ادائیگی میں قواعد۔

(د) کثرت رائے سے صادر کئے جانے والے فیصلوں کے بارے میں قواعد۔

(ہ) ان مقدمات کا فیصلہ جن میں کسی بنچ میں شامل ججوں کی آراء ایک سی ہوں۔

(3) جب تک شق (1) کے تحت قواعد مرتب نہ کر لئے جائیں اعلیٰ عدالتوں کی شرعی بنچوں کے قواعد 1979ء ضروری ترمیمات کے ساتھ اور جس حد تک وہ اس باب کے احکام سے متناقض نہ ہوں بدستور نافذ العمل رہیں گے۔

---------- اختتام -------- حصہ اول --------

باب 4

نظام عدالت کی بابت عام احکام

توہین عدالت کا تعریف

توہین عدالت سے مراد کوئی ایسا عمل یا شائع شدہ تحریر ہے جس سے کسی عدالت یا جج کی بحیثیت جج توہین کا پہلو نکلتا ہو یا اس کی وقعت، عزت کم ہوتی ہو یا دوران انصاف رسانی یا جائز کارروائی عدالت میں مزاحمت یا مداخلت کا باعث ہو تو وہ عمل یا تحریر باعث توہین عدالت ہے۔(1935 AIL 117)۔

اصطلاح عدالت کی تعریف، قانون توہین عدالت بابت 1926 میں نہیں کی گئی لیکن قانون مذکورہ میں بہر کیف عدالت یا جج کے الفاظ موجود ہوں۔ دفعہ 2، مجموعہ تعزیرات بابتہ 1860 میں جج کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ جج وہ شخص ہے جس کو قانون نے عدالتی فرائض تفویض کئے ہوں۔(1954 Cal 258)۔

عدالت عالیہ کو ان جرائم میں سزا دینے کا اختیار حاصل ہے جو عدالت کے باہر وقوع میں آتے ہوں جیسے کارروائیوں کے متعلق جو عدالت عالیہ کی زیر سماعت ہوں۔ اخبارات میں تنقید کرنا (1945 Lah. 206) یا یہ کہنا کہ عدلیہ نے اپنی آزادی کھودی ہے توہین عدالت ہے۔(1935 Cal. 419)۔

ہائی کورٹ کو اختیار ہے کہ اپنی ماتحت عدالتوں میں سرزدشدہ توہین عدالت کے جرم کی سزا دے۔(1935 AIL 117)۔ عدالت ماتحت کو توہین عدالت کی کارروائی کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر جرم کا ارتکاب اس کے روبرو نہ ہوا ہو (1943 Nag. 324)۔ فریقین کے کردار پر اخباری تنقید بمنزلہ توہین عدالت ہے۔ (1930ء چانسری ص 368)۔ کسی گواہ یا اجنبی شخص کی عدالت سے پرائیویٹ مراسلت کرنا کسی زیر سماعت مقدمہ میں اثر ڈالنے کی مترادف ہے۔ اس لئے توہین عدالت فاش میں داخل ہے۔(1948 O. 114)۔ کسی ایک فرق

کے عرضی دعویٰ یا جواب دعویٰ کی اشاعت جو کسی مقدمہ میں داخل کی گئی ہو توہین عدالت ہے۔ اٹارنی جنرل پاکستان بنام عبدالحمید وغیرہ (PLD 1963, 170) اخبارات پر یہ خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس امر کی پوری احتیاط کریں کہ اخبار کے کالموں میں کوئی ایسا حوالہ تو موجود نہیں ہے جو زیر سماعت مقدمہ سے متعلق ہو خواہ (وہ دیوانی ہو یا فوجداری) جس سے کسی گواہ یا عدالتی عہدہ دار یا جیوی کے ذہین کے متاثر ہونے کا امکان ہو ورنہ ان پر توہین عدالت کی مواخذہ داری ہو گی (1946 All. 298) ۔ عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ایسے اشخاص کو جو عدالت کی توہین کے مرتکب ہوں یا اس کے جاری کردہ احکام یا قواعد کی خلاف ورزی کریں یا کوئی ہنگامہ آرائی کریں انہیں اس کی پاداش میں قید یا جرمانے یا دونوں سزائیں دیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اسٹیٹ بنام سرایڈورڈ سینیلسن (PLD 1961 Lah. 78) سرایڈورڈ سینلسن بنام جج صاحبان عدالت عالیہ مغربی پاکستان (PLD 1961 SC. 437) بحوالہ قانونی لغت از جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن)۔

اخبار میں عدالت یا کسی جج کے خلاف توہین آمیز مواد کی اشاعت بھی توہین عدالت کے زمرے میں آتی ہے تاہم اگر عدالت کو اطمینان ہو جائے کہ مذکورہ مواد اخبار کے متعلقہ عملہ کے علم کے بغیر شائع ہو تو عدالت سزا میں نرمی کر سکتی ہے۔ (PLD 1971 SC. 72)۔

آرٹیکل نمبر 204۔ توہین عدالت:

(1) اس آرٹیکل میں ''عدالت'' سے عدالت عظمیٰ یا کوئی عدالت عالیہ مراد ہے۔

(2) کسی عدالت کو کسی ایسے شخص کو سزا دینے کا اختیار ہو گا جو۔

(الف) عدالت کی قانونی کارروائی کی کسی طرح مذمت کرے، اس

میں مداخلت یا مزاحمت کرے یا عدالت کے کسی حکم کے نافرمانی کرے۔

(ب) عدالت کو بدنام کرے، یا بصورت دیگر کوئی ایسا فعل کرے جو اس عدالت یا عدالت کے جج کے بارے میں نفرت، تضحیک یا توہین کا باعث ہو،

(ج) کوئی ایسا فعل کرے جس سے عدالت کے سامنے زیر سماعت کسی معاملے کا فیصلہ کرنے پر مضر اثر پڑنے کا احتمال ہو، یا

(د) کوئی ایسا دوسرا فعل کرے جو از روئے قانون توہین عدالت کا موجب ہو۔

(3) اس آرٹیکل کی رو سے کسی عدالت کو عطا کردہ اختیار قانون کے ذریعے اور قانون کے تابع، عدالت کے وضع کردہ قواعد کے ذریعے منضبط کیا جا سکے گا۔

تشریح

(1)، (2)، (الف)، (ب)، (ج)، (د) اور (3):

اس آرٹیکل کا تعلق توہین عدالت سے ہے۔ اس کے تحت سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ توہین عدالت کے سلسلے میں براہ راست کارروائی کر سکتی ہیں جب کہ ماتحت عدالتیں توہین عدالت کے کیس ہائی کورٹس کو ارسال کر سکتی ہیں۔ عدالت کی کارروائی پر اثر انداز ہونا، خلل ڈالنا یا اسی کے احکامات کو تسلیم نہ کرنا توہین عدالت کی زد میں آتا ہے۔ کوئی ایسا اقدام کرنا جس سے عدالت یا جج سیکنڈل کی زد میں آتے ہوں یا اس سے کسی جج یا عدالت کی تضحیک ہوتی ہو وہ بھی توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔ کسی بھی جج سے کسی کیس کے بارے میں سفارش کرنا یا اس پر کسی طرح سے اثر انداز ہونے کی کوشش کرنا بھی توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر توہین عدالت کا مرتکب کوئی فرد عدالت سے معافی کا طلب گار ہو تو جج کے لئے لازم نہیں ہے کہ اسے معاف کر دے۔ توہین عدالت پر دو طرح سے کارروائی کی جا سکتی ہے پہلے طریقے سے جج صاحبان اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے از خود

اختیارات کے تحت کارروائی عمل میں لا سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں کوئی فرد توہین عدالت کے بارے میں عدالت کے روبرو درخواست پیش کر سکتا ہے۔ ہائی کورٹ اگر کسی کو توہین عدالت کے جرم میں سزا دے تو اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل ہو سکتی ہے۔ چیف جسٹس عدالتی امور کے ساتھ انتظامی اختیارات بھی رکھتا ہے۔ اس کے انتظامی اختیارات کے استعمال پر تنقید بھی سیکنڈل کے ضمن میں آتی ہے۔ اس پر بھی توہین عدالت کی کارروائی ہو سکتی ہے۔ توہین عدالت کی کارروائی کا مقصد جج کی بجائے عدالت کی عزت کی بحالی ہوتا ہے۔ سر ایڈورڈ سینیل سن کے مشہور زمانہ کیس میں ویسٹ پاکستان ہائی کورٹ میں کہا گیا تھا کہ صرف جج پر تنقید سے توہین عدالت کی کارروائی شروع کرنا ضروری نہیں ہے لیکن جہاں پر کسی کی مداخلت سے عدلیہ پر عوام کا اعتماد مجروح ہوتا ہو تو ایسی صورت میں توہین عدالت کی کارروائی ضروری ہو جاتی ہے۔ اس ایکٹ کے تحت جب عدالت محسوس کرے کہ کسی فرد کے کسی اقدام سے توہین عدالت ہوتی ہے تو متعلقہ فرد کو تحریری طور پر تمام وجوہات سے آگاہ کرے گی اور شوکاز نوٹس جاری کرے گی۔ متعلقہ فرد سے اس کا جواب حاصل کرنے کے بعد عدالت فیصلہ کرے گی۔ اگر وہ شخص فیصلے کے وقت عدالت میں موجود ہو تو عدالت اسے موقع پر ہی گرفتار کرنے کا حکم جاری کر سکتی ہے۔ عدالت کے متعلق سیکنڈل بنانا یا کسی جج کو اس کے فیصلے کے حوالے سے نشانہ تضحیک بنانا بھی توہین عدالت کے ضمن میں آتا ہے۔ عدالت جب کسی قانونی نقطے پر غور کر رہی ہو تو کسی بھی شخص یا ادارے کی طرف سے مداخلت برداشت نہیں کی جا سکتی چاہے وہ ادارہ یا شخص کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ آئین کے آرٹیکل 68 کے مطابق پارلیمنٹ میں کسی بھی جج کے رویے کے بارے میں بحث نہیں کی جا سکتی۔ توہین عدالت ایکٹ 1976ء کے تحت وزیراعظم کے خلاف بھی توہین عدالت کے الزام میں کارروائی ہو سکتی ہے اور وہ بھی عدالیہ کے بارے میں کسی قسم کے برے ریمارکس

نہیں دے سکتے۔ اگر کوئی شخص کسی بھی ذریعے سے عدالت کے ججوں یا ان کے فیصلوں پر انداز ہونے کے لئے کوئی حرکت کرتا ہے تو اسے توہین عدالت کے تحت سزا دی جا سکتی ہے۔ اگر کسی معزز جج کو کوئی شخص کوئی فیصلہ کرنے یا اسے تبدیل کرنے یا اسے روکنے کے لئے اثر انداز ہوتا ہوتا ہے تو فاضل جج کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مذکورہ شخص کے خلاف توہین عدالت کے تحت کارروائی کرے اور اگر کوئی جج کس کی طرف سے توہین عدالت کئے جانے کا نوٹس نہ لیں تو ایسے فاضل جج خود بھی توہین عدالت کے مرتکب ہو سکتے ہیں اور ان کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ عدالت کے ججوں کا احترام کروایا جانا خود عدالت کی اپنی ذمہ داری ہے اور اگر کوئی جج انتظامیہ کے کہنے پر عمل کرتا ہے تو وہ بھی توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔ آئین کے آرٹیکل 204 کے تحت اگر کوئی شخص کسی عدالت کی کارروائی پر اعتراض کرتا ہے، مداخلت کرتا ہے یا اسے برا بھلا کہتا ہے یا عدالت کے احکامات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کسی کورٹ کو سیکنڈلائز کرتا ہے یا کوئی ایسا کام کرتا ہے جس سے کسی عدالت یا جج کو نفرت، مذاق یا توہین کا مرتکب ہونا پڑے یا عدالت کے پاس زیر التوا پڑے کیس کے تعین کے لئے تعصب پیدا کرے یا کسی اور عمل سے جس سے قانون کے تحت توہین عدالت نکلتی ہو، کے خلاف عدالت سزا دینے کا اختیار رکھتی ہے۔ توہین عدالت ایکٹ 1976ء کی کلاز 4 کے تحت توہین عدالت کے الزام میں 6 ماہ قید سخت اور 5 ہزار روپے جرمانے تک دی جا سکتی ہے۔ سزا کا انحصار جرم کی نوعیت اور جج کی صوابدید پر ہے۔ تعزیرات پاکستان کے دفعہ 228 میں بھی توہین عدالت کا قانون بھی موجود ہے جہاں یہ لکھا ہے کہ جو شخص دانستہ طور پر کسی سرکاری افسر کو جو عدالتی فرائض انجام دے رہا ہو اس کی بے عزتی کرے یا اس کے کام میں رکاوٹ ڈالے تو وہ چھ ماہ کی قید اور ایک ہزار روپے جرمانے کا مستحق ہوگا۔ توہین عدالت کا قانون 1926ء میں نافذ ہوا تھا۔

توہین عدالت کا ایکٹ مجریہ 1976ء کیا ہے: چونکہ آرٹیکل 204 کے تحت توہین عدالت سے متعلق قانون سازی کا تصور اور اختیار موجود تھا لہذا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) نے 1926ء کا قانون منسوخ کر کے 1976ء میں نیا قانون نافذ کیا۔ جس میں جج کی تعریف کو وسعت دے کر ہر اس افسر کو شامل کر لیا گیا جو عدل گستری سے متعلق منصفی کے فرائض سرانجام دے رہا ہو۔ عدالتی کارروائی کی وضاحت کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا ہے کہ عدالت میں دائر ہونے سے لے کر حتمی فیصلہ تک مقدمہ زیر سماعت ہی تصور کیا جائے گا۔ توہین عدالت کی تعریف کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا کہ:

1۔ جو شخص کسی حکم کو ماننے سے انکار کرے یا اسے رد کر دے جس کی تعمیل اس کا قانونی فریضہ تھا۔

2۔ یا وہ دانستہ طور پر اس اقرار سے منحرف ہو جو اس نے عدالت میں کیا تھا۔

3۔ یا ایسا حکم دیتا ہے جس سے عدالت کا اختیار یا نظام عدل گستری کی تضحیک کا باعث ہو۔

4۔ یا عدالت کی کارروائی میں مداخلت بے جا کرتا ہو یا اس کارروائی میں اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہو یا کسی جج پر عدالت کی موجودگی میں عدم احترام کا رویہ اختیار کرتے ہوئے یا عدالت کی کارروائی میں خلل اندازی کرتے ہوئے پایا جائے تو ایسا شخص توہین عدالت کا مرتکب ہوگا۔

1976ء کے قانون میں پہلی بار بعض صورتوں کو توہین عدالت کے زمرے سے خارج کیا گیا جن میں بعض کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف) عدالتی کارروائی کے متعلق مفاد عامہ میں جائز تبصرہ جو شائستہ زبان میں کیا گیا ہو لیکن یہ تبصرہ حتمی فیصلہ سے پہلے نہیں کیا جائے گا۔

(ب) اگر عدالت نے کارروائی کو شائع کرنے کی پابندی عائد نہ کی

ہوتو پھر حتمی المقدس صحیح طور پر عدالتی کارروائی شائع کی جاسکتی ہے اگر کسی کے علم میں نہ ہو کہ عدالت میں کارروائی جاری ہے تو پھر ایسا مواد شاع ءکرنا جو توہین عدالت کی تعریف میں اس لئے آتا ہو کہ زیر سماعت مقدمہ پر تبصرہ کی وجہ سے قابل گرفت ہو سکتا ہے، شائع کرنے والا شخص قابل مواخذہ نہ ہوگا۔

(ج) نیک نیتی سے اور شائستہ الفاظ میں سچی بات کرنا تا کہ الزام علیہ کے خلاف کارروائی کا آغاز ہو سکے توہین عدالت کے تحت قابل مواخذہ نہ ہوگا۔

آرٹیکل 205۔ ججوں کا مشاہرہ وغیرہ: عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کا مشاہرہ اور دوسری شرائط ملازمت وہ ہوں گی جو جدول پنجم میں مذکور ہیں۔

تشریح

اس دفعہ میں عدالت عظمیٰ اور عدالت ہائے عالیہ کے ججوں کے مشاہرے اور دیگر شرائط ملازمت کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ آئین کے جدول پنجم میں بیان کی گئی ہیں۔ اس جدول کے مطابق ججوں کی تنخواہوں اور دیگر مراعات کے تعین کا اختیار صدر مملکت کو ہی حاصل ہے اور وہ بوقت ضرورت ان میں ردوبدل کر سکتے ہیں۔ ججوں کی پنشن کی ادائیگی اور جج کی بیوہ اور بچوں کے لئے پنشن کا ذکر بھی اس جدول میں کیا گیا ہے۔

آرٹیکل 206۔ استعفیٰ:

(1) عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

(2) کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج جو عدالت عظمیٰ کے جج کی حیثیت سے تقرر قبول نہ کرے اپنے عہدے سے فارغ خدمت متصور ہوگا اور ایسی فارغ الخدمتی پر پنشن وصول کرنے کا حقدار ہوگا جس کا شمار جج کے طور پر اس کے عرصہ ملازمت اور ملازمت پاکستان میں کل ملازمت کی، اگر کوئی ہو، بنیاد پر کیا گیا ہو۔

تشریح

(1) عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج کسی مجبوری کی وجہ سے یا بیرون ملک جانے کی وجہ سے مستعفی ہونا چاہے تو اس کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اپنا استعفیٰ اپنی دستخطی تحریر کے ساتھ صدر پاکستان کو بھیج دے۔

(2) اس شق کے تحت اگر صدر پاکستان کسی عدالت عالیہ کے جج کو عدالت عظمیٰ کا جج مقرر کریں اور متعلقہ جج اپنے نئے عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دے تو اسے اپنے عہدے سے مستعفی سمجھا جائے گا تاہم وہ اپنے مدت ملازمت کی بنیاد پنشن اور دیگر مراعات کا حق دار ہوگا۔

آرٹیکل 207۔ جج کسی منفعت بخش عہدہ وغیرہ پر فائز نہیں ہوگا:

(1) عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج۔

(الف) ملازمت پاکستان میں کوئی دیگر منفعت بخش عہدہ نہیں سنبھالے گا اگر اس کی وجہ سے اس کے مشاہرہ میں اضافہ ہو جائے، یا

(ب) کسی دوسرے منصب پر فائز نہیں ہوگا جس میں خدمات انجام دینے کے عوض تنخواہ وصول کرنے کا حق ہو۔

(2) کوئی شخص جو عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے جج کے عہدہ پر فائز رہ چکا ہو، اس عہدہ کو چھوڑنے کے بعد دو سال گزرنے سے قبل، ملازمت پاکستان میں کوئی منفعت بخش عہدہ، جو عدالتی یا نیم عدالتی عہدہ یا چیف الیکشن کمشنر یا قانون کمیشن کے چیئرمین یا رکن، اسلامی نظریات کی کونسل کے چیئرمین یا رکن کا عہدہ نہ ہو، نہیں سنبھالے گا۔

(3) کوئی شخص۔

(الف) جو عدالت عظمیٰ کے مستقل جج کی حیثیت سے عہدہ پر فائز رہ چکا ہو، پاکستان میں کسی عدالت یا کسی ہیئت مجاز کے روبرو وکالت یا کام نہیں کرے

گا۔

(ب) جو کسی عدالت عالیہ کے مستقل جج کی حیثیت سے عہدے پر فائز رہ چکا ہو، اس کے دائرہ اختیار کے اندر کسی عدالت یا کسی ہیئت مجاز کے روبرو وکالت یا کام نہیں کرے گا، اور

(ج) جو عدالت عالیہ مغربی پاکستان کے، جس طرح کہ وہ فرمان (تنسیخ) صدر مغربی پاکستان 1970ء میں نفاذ سے عین قبل موجود تھی، مستقل جج کے عہدے پر فائز رہ چکا ہو اس عدالت کے صدر مقام یا، جیسی بھی صورت ہو، اس عدالت عالیہ کی مستقل بنچ کے، جس میں وہ مقرر کیا گیا تھا، دائرہ اختیار کے اندر کسی عدالت یا کسی ہیئت مجاز کے روبرو وکالت یا کام نہیں کرے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا کوئی جج ملازمت پاکستان کے دوران کوئی دوسرا منفعت بخش عہدہ نہیں سنبھال سکے گا۔ علاوہ ازیں وہ کوئی دوسرا ایسا عہدہ بھی نہیں سنبھال سکے گا، جس کے عوض اسے تنخواہ مل سکے۔ عدالت عظمیٰ اور عدالت عالیہ کے جج کے لئے بھی اس حکم کی پابندی کرنا ضروری ہے کہ وہ ریٹائرمنٹ کے دو سال بعد تک کوئی منفعت بخش عدہ نہیں سنبھال سکتا۔ ماسوائے ان عہدوں کے جو نیچے دیئے گئے ہیں:

1۔ عدالتی یا نیم عدالتی عہدہ۔

2۔ چیف الیکشن کمشنر کا عہدہ۔

3۔ قانون کمشن کو چیئرمین کا عہدہ۔

4۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین یا رکن کا عہدہ۔

اسی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص عدالت عظمیٰ کا مستقل جج رہ چکا ہو، وہ پاکستان کی کسی عدالت میں قانونی پریکٹس نہیں کرے گا نیز عدالت عالیہ کا کوئی

مستقل جج ریٹائرمنٹ کے بعد متعلقہ کورٹ کی حدود میں کسی عدالت میں پیش نہیں ہو سکے گا۔

اس دفعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عدالت عالیہ مغربی پاکستان جس طرح کی وہ فرمان (تنسیخ) صوبہ مغربی پاکستان 1970ء کے نفاذ سے عین قبل موجود تھی کا ریٹائرڈ شدہ مستقل جج بھی اس عدالت کے صدر مقام یا جیسی بھی صورت بھی ہو وہ متعلقہ عدالت کے روبرو پیش نہیں ہو سکے گا۔

گویا کہ اس دفعہ کے تحت ججوں پر ریٹائرمنٹ کے بعد وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے اور وہ اس لئے کہ ججوں کا وقار اور اعلیٰ کردار کسی صورت میں بھی مجروح نہ ہو اور وہ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی بقیہ زندگی عزت اور وقار کے ساتھ گزار سکیں اور دنیا بھر کے ممالک میں یہی اصول اپنایا گیا ہے۔ پاکستان کے بار ایسوسی ایشنوں نے بارہا یہ کہا ہے کہ ریٹائرڈ ججوں کو کسی ٹریبونل کا سربراہ بھی مقرر نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ ان کے عہدہ اور وقار کے منافی ہے۔

آرٹیکل 208۔ عدالتوں کے عہدیدار اور ملازمین: عدالت عظمیٰ اور وفاقی شرعی عدالت، صدر کی منظوری سے اور کوئی عدالت عالیہ، متعلقہ گورنر کی منظوری سے، عدالت کے عہدیداروں اور ملازمین کے تقرر اور ان کے شرائط ملازمت کے بارے میں قواعد وضع کر سکے گی۔

تشریح

عدالت عظمیٰ، وفاقی شرعی عدالت اور عدالت ہائے عالیہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ متعلقہ عدالت کے عہدیداروں اور ملازمین کے تقرر اور ان کی شرائط ملازمت کے بارے میں صدر مملکت اور متعلقہ گورنر کی منظوری سے قواعد وضوابط مرتب کر سکیں گی۔

آرٹیکل 209۔ اعلیٰ عدالتی کونسل:

(1) پاکستان کی ایک اعلیٰ عدالتی کونسل ہو گی جس کا حوالہ اس باب میں کونسل کے طور پر دیا گیا ہے۔

(2) کونسل مندرجہ ذیل پر مشتمل ہو گی:

(الف) چیف جسٹس پاکستان،

(ب) عدالت عظمیٰ کے دو مقدم ترین جج، اور

(ج) عدالت ہائے عالیہ کے دو مقدم ترین چیف جسٹس۔

تشریح: اس شق کی غرض کے لئے عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹسوں کا باہم دیگر تقدیم چیف جسٹس کے طور پر (بجز بحیثیت قائم مقام چیف جسٹس) ان کے تقرر کی تاریخوں کے حوالہ سے اور اگر ایسے تقرر کی تاریخیں ایک ہی ہوں، تو کسی عدالت عالیہ میں ججوں کے طور پر ان کے تقرر کی تاریخوں کے حوالے سے متعین کیا جائے گا۔

(3) اگر کسی وقت کونسل کسی ایسے جج کی اہلیت یا طرز عمل کی تحقیقات کر رہی ہو جو کونسل کا رکن ہو، یا کونسل کا کوئی رکن حاضر نہ ہو یا بوجہ علالت یا کسی دوسری وجہ سے کام کرنے کے قابل نہ ہو تو:

(الف) اگر ایسا رکن عدالت عظمیٰ کا جج ہو، تو عدالت عظمیٰ کا وہ جج جو شق (2) کے پیرا آب) میں محولہ ججوں کے بعد مقدم ترین ہو، اور

(ب) اگر ایسا رکن کسی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس ہو، تو کسی دوسری عدالت عالیہ کا وہ چیف جسٹس جو باقی عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹسوں سے مقدم ترین ہو،

اس کی بجائے کونسل کے رکن کی حیثیت سے کام کرے گا۔

(4) اگر، کسی ایسے معاملے پر جس کی تحقیق کونسل نے کی ہو، اس کے ارکان میں کوئی اختلاف رائے ہو تو اکثریت کی رائے غالب رہے گی اور صدر کو کونسل کی

رپورٹ اکثریت کے نقطہ نظر کے اعتبار سے پیش کی جائے گی۔

(5) اگر ☆ (کسی ذریعے سے کونسل یا) اطلاع پر، صدر کی یہ رائے ہو کہ ممکن ہے کہ عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا کوئی جج۔

(الف) جسمانی یا دماغی معذوری کی وجہ سے اپنے عہدے کے فرائض منصبی کی مناسب انجام دہی کے قابل نہ رہا ہو، یا

(ب) بدعنوانی کا مرتکب ہوا ہو،

تو صدر کونسل کو ہدایت کرے گا ☆ (یا کونسل خود اپنی تحریک پر) معاملے کی تحقیقات کرے۔

(6) اگر معاملے کی تحقیقات کرنے کے بعد کونسل صدر کو رپورٹ پیش کرے کہ اس کی رائے یہ ہے۔

(الف) کہ وہ جج اپنے عہدے کے فرائض منصبی کی انجام دہی کے نا قابل ہے یا بدعنوانی کا مرتکب ہوا ہے، اور

(ب) کہ اسے عہدے سے برطرف کر دینا چاہیے۔

تو صدر اس جج کو عہدے سے برطرف کر سکے گا۔

(7) عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کو، بجز جس طرح اس آرٹیکل میں قرار دیا گیا ہے، عہدے سے برطرف نہیں کیا جائے گا۔

(8) کونسل ایک ضابطہ اخلاق جاری کرے گی، جس کو عدالت عظمیٰ اور عدالت ہائے عالیہ کے جج ملحوظ رکھیں گے۔

تشریح

(2،1) اس دفعہ کے تحت پاکستان میں ایک اعلیٰ عدالتی کونسل قائم کی جائے گی۔ اس دفعہ میں جہاں کونسل کا ذکر آیا ہے اس سے مراد اعلیٰ عدالتی کونسل ہو گی۔ یہ مندرجہ ذیل پر مشتمل ہو گی:

(الف) چیف جسٹس عدالت عظمیٰ (پاکستان)۔

(ب) عدالت عظمیٰ کے دو سینئر ترین جج صاحبان۔

(ج) عدالت ہائے عالیہ کے دو سینئر ترین چیف جسٹس صاحبان۔

اس شق کی غرض کے لئے عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹسوں کا نام دیگر تقدیم (سنیارٹی) چیف جسٹس کے طور پر (بجز بحیثیت قائم مقام چیف جسٹس) ان کے تقرر کی تاریخوں کے حوالے سے اور اگر ایسے تقرر کی تاریخیں ایک ہی ہوں تو کسی عدالت عالیہ میں ججوں کی طور پر ان کے تقرر کی تاریخوں کے حوالے سے متعین کیا جائے گا۔

(3) اس شق کے تحت اگر کسی وقت اعلیٰ عدالتی کونسل کا کوئی بھی ممبر غیر حاضر ہو یا بیمار اور وہ حاضر نہ ہو سکے تو اس سے اگلے سینئر جج کو اعلیٰ عدالتی کونسل کا رکن بنا لیا جائے گا۔ یہی شرط چیف جسٹس کے لئے بھی مقرر کی گئی ہے۔

(4) اعلیٰ عدالتی کونسل کی جانب سے کسی معاملے میں کی گئی تحقیق کے بارے میں اگر جج صاحبان کے آراء میں اختلاف پایا جائے تو اس ضمن میں اکثریت کی رائے غالب رہے گی اور صدر کو کونسل کی رپورٹ اکثریتی نقطہ نگاہ سے پیش کی جا سکے گی۔

(5) اس شق کے تحت اگر صدر کو اعلیٰ عدالتی کونسل یا کسی اور ذریعہ سے یہ پتہ چل جائے کہ عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ کا کوئی جج جسمانی یا دماغی معذوری کے سبب اپنے فرائض سر انجام نہیں دے سکتا یا بدعنوانی کا مرتکب ہوا ہے تو صدر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اعلیٰ عدالتی کونسل کو اس ضمن میں تحقیقات کا حکم دے۔

(6) اس شق میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مذکورہ جج کی تحقیقات کے نتیجے میں اگر اعلیٰ عدالتی کونسل صدر کو یہ رپورٹ پیش کرتی ہے کہ متعلقہ جج اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل نہیں رہا یا وہ بدعنوانی کا مرتکب ہوا تو پھر صدر اسے

اس کے عہدے سے برطرف کر سکتے ہیں۔

بھارتی آئین کی دفعہ 124 کے تحت کسی جج کی برطرفی کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے بھارتی دستور کی اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ ہائی کورٹ کا کوئی جج اس وقت تک اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا جب تک کہ اس کی برطرفی کی تجویز پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ممبروں کے حاضر ووٹ دینے والے ممبروں کی دو تہائی اکثریت سے ایک ایڈریس کی صورت میں صدر جمہوریہ کی خدمت پیش نہ کرے۔ اس ایڈریس کے وصول ہونے پر صدر جمہوریہ اس جج کو برطرف کر دے گا۔

امریکی دستور کے مطابق عدلیہ کانگریس اور صدر کے حلقہ اثر سے بالکل آزاد ہو کر اپنے فرائض بجا لگاتی ہے۔ کانگریس اور انتظامیہ سپریم کورٹ کے اختیارات میں نہ تو مداخلت کر سکتی ہے اور نہ اختیارات کو محدود کر سکتی ہے اور ججوں کو برطرف کر سکتی ہے۔ تقرری کے بعد وہ ان کے عہدہ کی میعاد حیات ہوتی ہے۔

1956ء کے آئین میں یہ کہا گیا تھا کہ کسی جج کی برطرفی کے لئے صدر اس وقت اقدام کر سکتا تھا جب کہ قومی اسمبلی کے 1/3 ارکان کی طرف سے نوٹس جاری کیا جاتا اور اس حکم نامے کی توثیق قومی اسمبلی کے 2/3 ارکان کرتے۔

1962ء کے آئین میں اعلیٰ عدالتی کونسل کے قیام کی ایک دفعہ بھی رکھی گئی تھی۔ 1972ء کے عبوری آئین میں بھی اعلیٰ عدالتی کونسل کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی تھی۔ اس دفعہ کی شق 7 کے تحت عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کو اس کے عہدے سے برطرف نہیں کیا جا سکتا بجز جس طرح اس دفعہ میں بیان کیا گیا ہے۔

شق 8 کے تحت اعلیٰ عدالتی کونسل عدالت عظمیٰ اور عدالت ہائے عالیہ کے ججوں کے لئے ضابطہ اخلاق مرتب کرے گی جس کی پابندی کرنا ان پر لازم ہوگا۔

آرٹیکل 210۔ کونسل کا اشخاص وغیرہ کو حاضر ہونے کا حکم دینے کا اختیار:

(1) کونسل کو، کسی معاملے کو تحقیقات کی غرض کے لئے، وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو عدالت عظمیٰ کو کسی شخص کو حاضر عدالت کرانے کے لئے یا کسی دستاویز کی برآمدگی یا اس کو پیش کرنے کے لئے ہدایات یا احکام جاری کرنے کے لئے حاصل ہیں، اور کوئی ایسی ہدایات یا حکم اس طرح قابل نفاذ ہوگا گویا کہ وہ عدالت عظمیٰ کی جانب سے جاری ہوا ہو۔

(2) آرٹیکل 204 کے احکام کا اطلاق کونسل پر اس طرح ہوگا جس طرح ان کا اطلاق عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ پر ہوتا ہے۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت اعلیٰ عدالتی کونسل کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی معاملے میں تحقیق کی غرض سے کسی شخص کو عدالت میں حاضر ہونے یا کسی دستاویز کی برآمدگی یا اسے پیش کرنے کے لئے ہدایات یا احکام جاری کرسکتی ہے اور کوئی ایسی ہدایت یا حکم شخص مذکورہ کے لئے وہی حیثیت رکھے گا جو عدالت عظمیٰ کی جانب سے جاری کردہ کسی ہدایت یا حکم کو حاصل ہے۔ بالفاظ دیگر اس ضمن میں اعلیٰ عدالتی کونسل کو سپریم کورٹ کے اختیارات حاصل ہیں۔ اعلیٰ عدالتی کونسل کے احکامات یا ہدایت پر عملدرآمد نہ کرنا توہین عدالت کے مترادف ہوگا اور اسی صورت میں کونسل پر دفعہ 204 کے احکامات کا اطلاق دیگر عدالتوں کی طرح ہوگا۔ تاہم عدالت عظمیٰ کی نسبت اعلیٰ عدالتی کونسل کے اختیارات محدود اور خاص نوعیت کے ہیں۔

آرٹیکل 211 ۔ امتناع اختیار سماعت: کونسل کے روبرو کارروائی پر، صدر کو ارسال کردہ اس کی رپورٹ پر، اور آرٹیکل 209 کی شق (6) کے تحت کسی جج کی برطرفی پر کسی عدالت میں کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت کسی جج کی برطرفی کو اعلیٰ عدالتی کونسل کی طرف سے صدر کو بھیجی

جانے والی رپورٹ کی روشنی میں اور دفعہ 209 کی شق (6) کی رو سے ملک بھر کی کسی عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اعلیٰ عدالتی کونسل سینئر جج صاحبان پر مشتمل ہوتی ہے اور وہ تمام معاملات کی تحقیق بڑی چھان بین کے ساتھ کرتے ہیں اور پھر کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں لہذا اس کا فیصلہ حتمی ہے تاہم اسے سپریم کورٹ پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔

آرٹیکل 212 ۔ انتظامی عدالتیں اور ٹریبونل:

(1) قبل ازیں مذکورہ کسی امر کے باوجود، متعلقہ مقننہ ایکٹ کے ذریعے حسب ذیل کی نسبت بلاشرکت غیرے اختیار سماعت استعمال کرنے کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ انتظامی عدالتیں یا ٹریبونل (کے قیام کے لئے حکم وضع) کر سکے گی۔

(الف) ایسے اشخاص کی جو ملازمت پاکستان میں (ہوں یا رہے ہوں شرائط ملازمت بشمول تادیبی امور سے متعلق امور)،

(ب) حکومت یا ملازمت پاکستان میں کسی شخص یا کسی مقامی یا دیگر ہیئت مجاز کے کسی ایسے ملازم کو جس کو قانون کی رو سے کوئی محصول یا وجوب عائد کرنے کا اختیار ہو اور ایسے ہیئت مجاز کے کسی ملازم کے جو کسی ایسے ملازم کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی انجام دے رہا ہو، افعال بے جا سے پیدا ہونے والے دعاوی سے متعلق امور، یا

(ج) کسی ایسی جائیداد کے حصول، انصرام اور تصفیہ سے متعلق امور، جو کسی قانون کے تحت دشمن کی جائیداد متصور ہوتی ہو۔

(2) قبل ازیں مذکور کسی امر کے باوجود جہاں کوئی انتظامی عدالت یا ٹریبونل شق (1) کے تحت قائم کی جائے، تو کوئی دوسری عدالت کسی ایسے معاملے کے متعلق جس کا اختیار سماعت ایسی انتظامی عدالت یا ٹریبونل کو حاصل ہو، کوئی حکم امتناعی جاری نہیں کرے گی، کوئی حکم صادر نہیں کرے گی یا کسی کارروائی کی سماعت نہیں

کرے گی۔اور کسی مذکورہ معاملے کی نسبت جملہ کارروائیاں جو اس انتظامی عدالت یا ٹریبونل کے قیام سے عین قبل ایسی دیگر عدالت کے روبرو زیر سماعت ہوں۔ ماسوائے ایسی اپیل کے جو عدالت عظمیٰ کے روبرو زیر سماعت ہوں مذکورہ قیام پر ساقط ہو جائیں گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق کے احکام کا اطلاق کسی صوبائی اسمبلی کے کسی ایکٹ کے تحت قائم کی جانے والی کسی انتظامی عدالت یا ٹریبونل پر نہیں ہوگا تاوقتیکہ اس اسمبلی کی ایک قرارداد کی شکل میں درخواست پر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) قانون کے ذریعے ان احکام کو ایسی عدالت یا ٹریبونل پر وسعت نہ دے دے۔

(3) کسی انتظامی عدالت یا ٹریبونل کے کسی فیصلے، ڈگری، حکم یا سزا کے خلاف عدالت عظمیٰ میں صرف اس صورت میں کوئی اپیل قابل سماعت ہو گی جبکہ عدالت عظمیٰ اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ مقدمے میں عوامی اہمیت کا حامل کوئی اہم امر قانونی شامل ہے، اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دے۔

تشریح

انتظامی عدالتیں اور ٹریبونل اصطلاح اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتی ہے چنانچہ کسی وزیر کے طرز عمل کی تحقیقات کے لئے قانون سازی اس اصطلاح کی تعریف میں داخل ہے۔ (PLD 1950 Sind49)۔اس دفعہ کے تحت قانون سازی کے ذریعے بلاشرکت غیرے اختیار سماعت کی حامل عدالتیں کی حامل عدالتیں یا ٹریبونل قائم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ عدالتیں اور ٹریبونل مندرجہ ذیل امور کو نمٹانے کے لئے قائم کئے جا سکتے ہیں:

(الف) ملازمت پاکستان کے سلسلے میں ملازمین کی شرائط ملازمت اور تادیبی کارروائیوں سے متعلقہ امور۔

(ب) ملازمین پاکستان کے افعال بیجا کے دعادی سے متعلق امور۔

(ج) کسی ایسی جائیداد کے حصول، انصرام اور تصفیہ سے متعلق امور جس کا تعلق قانون کے تحت دشمن کی جائیداد سے ہو۔

(2) اس شق کے تحت ان عدالتوں کے اختیار سماعت میں آنے والے کسی معاملے کے بارے میں کوئی دوسری عدالت حکم امتناعی جاری نہیں کرسکتی اور نہ ہی سماعت کرسکتی ہے تاہم اس حکم کا اطلاق صوبائی اسمبلی کی قانون سازی کے تحت قائم کسی عدالت یا ٹریبونل پر نہ ہوگا۔ تاہم عدالت عظمیٰ کی نظر میں اگر ٹریبونل کے کسی حکم، ڈگری یا فیصلے میں عوامی اہمیت کا حامل کوئی اہم امر قانونی شامل ہے تو اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دے۔ اس دفعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دفعہ کے تحت قائم کی گئی عدالت سے پہلے دیگر عدالتوں میں دائر مقدمات اس عدالت میں منتقل ہو جائیں گے اور انہیں اختیار سماعت حاصل نہ رہے گا۔ تاہم عدالت عظمیٰ پر ایسی پابندی کا اطلاق نہیں ہوگا۔

☆ (آرٹیکل 212-A- فوجی یا خصوصی عدالتوں کا قیام: فوجی یا خصوصی عدالتوں کا قیام کرنا۔)

☆☆ (212-B-وحشیانہ جرام کی سماعت کے لیے خصوصی عدالتوں کا قیام

Establishment of Special Courts for trial of heinous offences

(1) ان ملزمان کے خلاف جن پر ان وحشیانہ جرائم کا الزام ہو جنہیں وفاقی حکومت نے بذریعہ قانون مخصوص کیا ہو یا کسی با اختیار ادارے یا شخص نے انہیں مخصوص کیا ہو، ان کی فوری سماعت کی غرض سے، اور جو نوعیت کے اعتبار سے ہولناک، وحشیانہ اور سنسنی خیز یا اخلاق عامہ کی رو سے پریشان کن ہو، وفاقی حکومت بذریعہ قانون اگر ضروری سمجھے تو جس قدر چاہے خصوصی عدالتیں قائم کرسکتی ہے۔

(2) جب وفاقی حکومت نے ایک سے زیادہ خصوصی عدالتیں قائم کی ہوں تو وہ ان کے علاقائی حدود کا تعین کرے گی جس کے اندر وہ اپنا اختیار سماعت بروئے کار لاسکیں گی۔

(3) خصوصی عدالت ایک ایسے جج پر مشتمل ہوگی جو ہائی کورٹ کا جج ہو یا ہائی کورٹ کا جج رہ چکا ہو یا ہائی کورٹ میں بطور جج تقرری کا اہل ہو اور وفاقی حکومت اس کی تقرری ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے صلاح ومشورے کے بعد کرے گی۔

(4) ہائی کورٹ کے جج کے علاوہ جس شخص کے تقرری بطور خصوصی جج کے کی گئی ہو وہ آرٹیکل ہذا کے نافذ العمل ہونے تک اپنے عہدہ پر برقرار رہے گا اور اسے ماسوائے آرٹیکل 209 کے طریقہ کار کے اس کے عہدے سے برطرف نہیں کیا جائے گا اور اس شق کے اطلاق کی غرض سے آئین کے آرٹیکل میں جج کا جو حوالہ دیا گیا ہے اسے خصوصی جج کے حوالہ کے طور پر باور کیا جائے گا۔

(5) قانون کا جو حوالہ شق نمبر 1 میں دیا گیا ہے اس کی رو سے اس تعداد میں سپریم اپیلیٹ کورٹس تشکیل دی جائیں گی جتنی وفاقی حکومت مناسب سمجھے اور خصوصی عدالت کے حتمی فیصلہ کے خلاف اپیل سپریم کورٹ میں دائر کی جائے گی جس میں مندرجہ ذیل شامل ہوں گے:

(a) سپریم کورٹ کے ایک جج کی تقرری بطور چیئرمین کے کی جائے گی اور یہ تقرری وفاقی حکومت چیف جسٹس کے صلاح ومشورے سے کرے گی۔

(b) ہائی کورٹ کے دو جج جن کی تقرری وفاقی حکومت متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورے سے کرے گی۔

☆ آرٹیکل 212-A بروئے آئین کے آرڈر 14 آف 1985 سے منسوخ ہوا

☆☆ آرٹیکل 212-B کا بروئے آئین (بارہویں ترمیمی) ایکٹ (XIV OF 1991) سے اضافہ ہوا۔

(6) جب وفاقی حکومت ایک سپریم اپیلیٹ کورٹ سے زیادہ ایسی عدالتیں قائم کرے تو وہ ان کی علاقائی حدود کا تعین کرے گی جس کے اندر وہ اپنا اختیار سماعت بروئے کار لا سکیں گی۔

(7) خصوصی عدالت اور سپریم اپیلیٹ کورٹ کسی مقدمہ یا اپیل کا فیصلہ جیسی کہ صورت ہو تیس دن کے اندر کریں گی۔

(8) آئین میں موجود کسی امر کے باوجود کوئی بھی عدالت کسی ایسی کارروائی کے بارے میں کوئی فیصلہ یا کارروائی روبعمل نہ لائے گی جس میں خصوصی عدالت یا سپریم اپیلیٹ کورٹ نے صادر اپنا اختیار سماعت استعمال کیا ہو جسے شق نمبر 1 میں بیان کیے گئے طریقہ کار کے مطابق تشکیل دیا گیا ہو ماسوائے جیسا کہ اس قانون میں کیا گیا ہے۔)

تشریح

آئین میں یہ دفعہ 1991 میں شامل کی گئی۔ اس کے لئے قومی اسمبلی نے 18 جولائی 1991ء کو آئین میں بارہویں ترمیم کے ایکٹ کے نام سے منظوری دی تھی۔ 154 ووٹ ترمیم کے حق میں جبکہ 20 مخالفت میں ڈالے گئے۔ نیا ترمیمی ایکٹ آئین میں آرٹیکل 212-بی کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ اسے قومی اسمبلی میں وزیر مملکت چوہدری امیر حسین نے پیش کیا تھا۔ بل کے پیش ہونے پر حزب مخالف کی جانب سے متعدد ارکان نے شدید اعتراضات بھی کئے۔ یہ ترمیمی ایکٹ

صوبہ سندھ اور دیگر علاقوں میں ہونے والی سنگین وارداتوں کے خاتمے کے لئے منظور کیا گیا تھا۔ اس کے ذریعے مکروہ اور سنگین جرائم کی سماعت کے لئے وفاقی حکومت کو خصوصی عدالتوں کے قیام کا اختیار دیا گیا جبکہ ان کے سماعت کے لئے سپریم اپیلیٹ عدالتیں بھی قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ ان عدالتوں سے کہا گیا کہ یہ اپنے فیصلے تیس روز کے اندر کرنے کی پابند ہوں گی۔ اس بل کے تحت سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا گیا اور صدر کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جب چاہیں وقتاً فوقتاً اس پر نظر ثانی کر سکتے ہیں۔

آئین کی اس دفعہ کے تحت قائم کردہ عدالتوں کا یہ حکم تین سال کے لئے نافذ العمل رہے گا اور مذکورہ مدت کے خاتمے پر اس کی قانونی حیثیت ختم ہو جائے گی لہذا یہ آئین کا حصہ نہ رہے گا۔ اس دفعہ کے تحت 18 اگست 1991ء کو چاروں صوبوں میں فوری سماعت کی خصوصی عدالتوں کا قیام اس لحاظ سے عمل میں آیا:

1۔ صوبہ پنجاب 5

2۔ صوبہ سندھ 4

3۔ صوبہ سرحد 2

4۔ صوبہ بلوچستان

خصوصی عدالتوں کے دائرہ کار میں تعزیرات پاکستان کی مندرجہ ذیل دفعات کو بھی شامل کر لیا گیا۔ علاوہ ازیں قصاص اور دیت آرڈیننس اور دوسرے قوانین کی وہ دفعات بھی شامل کر لی گئیں جن کے تحت سرزد ہونے والے جرائم فوری انصاف کی عدالتوں میں بھیجے جا سکتے ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی شامل دفعات یہ ہیں:

121: پاکستان کے خلاف جنگ کرنا یا جنگ کرنے پر اکسانا ناقابل ضمانت ناقابل مصالحت جرم جس کی سزا موت یا عمر قید ہو سکتی ہے۔

121-اے: ملک کے خلاف بعض جرائم کی سازش، عمر قید تک کی سزا ہو سکتی

ہے۔

122 : پاکستان کے خلاف جنگ کے لئے اسلحہ جمع کرنا، عمر قید تک سزا اور جرمانہ۔

123: کسی دوسرے کو پاکستان کے خلاف اسلحہ جمع کرنے میں خفیہ مدد کرنا، 10 سال تک سزا۔

123-اے: ملک کی خدمت کرنا اور اسکی خودمختاری ختم کرنے کی کوشش کرنا، 10 سال قید سزا سخت۔

124: صدر یا گورنر وغیرہ کو ان کے قانونی اختیارات کے استعمال سے روکنے کے لئے حملہ کرنا سات سال تک قید و جرمانہ۔

161: سرکاری حیثیت میں سرکاری امور کی انجام دہی کے لئے رشوت لینا تین سال تک قید، جرمانہ۔

162: کسی سرکاری اہلکار سے کام کرانے کے لئے غیر قانونی طور پر رشوت وغیرہ لینا تین سال تک قید۔

163: کسی سرکاری اہلکار سے اثر و رسوخ کی بنا پر رشوت لینا، ایک سال قید۔

302: قتل عمد نا قابل ضمانت نا قابل مصالحت، سزائے موت یا عمر قید۔

303: سزائے عمر والے مجرم کے ہاتھوں قتل، سزائے موت۔

354: کسی خاتون کی عزت خراب کرنے کے لئے اس پر مجرمانہ حملہ دو سال قید۔

355: کس خاتون کی عزت خراب کرنے کے لئے اسے بے لباس کر دینا عمر قید۔

363: اغوا نا قابل مصالحت، سات سال قید۔

364: قتل کے لئے اغوا کرنا، 10 سال قید سخت سے عمر قید تک۔

364-اے: دس سال سے کم عمر بچے کو اغواء کرنا، سزائے موت یا کم از کم سات سال سے 14 سال تک قید سخت۔

365: کسی شخص کو چھپانے کے لئے اغوا کرنا، سات قید سخت و جرمانہ۔

365-اے: کوئی جائیداد ہتھیانے یا کوئی مطالبہ منظور کرانے کے لئے اغوا کرنا، سزائے موت یا کم از کم تین سال سے 14 سال قید سخت۔

367: کسی شخص کو غلام بنانے یا زخمی کرنے کے لئے اغوا کرنا، 10 سال قید سخت۔

368: کسی اغواء شدہ شخص کو چھپانا۔

دیگر دفعات میں دفعہ 386، 387، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 406، 407، 408، 409، 417، 418، 419، 420، 436، 440، 465، 466، سے 489، 499 سے 500 اور 503 شامل ہیں۔

تشریح: دفعہ 212-بی میں یہ کہا گیا ہے کہ:

(i) قانون کے تحت مخصوص کئے گئے سنگین جرائم اور وفاقی حکومت، کسی اتھارٹی یا کسی ایسے شخص کی طرف سے جسے اس کا اختیار دیا گیا ہو کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں ان کی سنگینی، بے رحمی اور سنسنی خیزی کی وجہ سے جو اخلاق عامہ کے لئے صدمے کا باعث ہوں گے مقدمات کی فوری سماعت کے لئے وفاقی حکومت جتنی تعداد میں مناسب سمجھے گی خصوصی عدالتیں قائم کرے گی۔

(ii) جہاں وفاقی حکومت ایک سے زیادہ عدالتیں قائم کرے گی وہاں وہ ان کے علاقائی دائرہ کار کا تعین کرے گی اور یہ عدالتیں اسی دائرہ کار کے تحت کام کریں گی۔

(iii) خصوصی عدالت ایک جج پر مشتمل ہوگی جو ایسا شخص ہوگا جو ہائی کورٹ کا

جج ہو، رہا ہو، جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو، اسے وفاقی حکومت ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورے سے مقرر کرے گی۔

(iv) ہائی کورٹ کے جج کے سوا جس شخص کو اس عدالت کا جج مقرر کیا جائے گا وہ اس دفعہ کے برقرار رہنے تک اپنے عہدے پر قائم رہے گا اور اسے آئین کے آرٹیکل 209 کے تحت دیئے گئے طریق کار کے تحت ہی ہٹایا جا سکے گا اس دفعہ کے تحت اس آرٹیکل کے اعلان کے صورت میں ریفرنس خصوصی عدالت کے جج کا ریفرنس کہلائے گا۔

(v) دفعہ ایک میں دیئے گئے قانون کے تحت وفاقی حکومت جتنی چاہے گی سپریم اپیلیٹ وعدالتیں قائم کرے گی جو خصوصی عدالت سے ملنے والی سزا یا حتمی احکامات کے خلاف اپیلیں سنے گی۔

مندرجہ ذیل پر مشتمل ہوں گی:

سپریم اپیلیٹ کورٹ کا ایک چیئرمین ہو گا جو سپریم کورٹ کا جج ہو گا اور جسے وفاقی حکومت چیف جسٹس کے ساتھ مشورہ کے بعد مقرر کرے گی۔ ہائی کورٹوں کے دو جج جن کو وفاقی حکومت متعلقہ ہائی کورٹوں کے چیف جسٹسوں کے ساتھ مشورہ کے بعد مقرر کرے گی۔

(vi) جہاں وفاقی حکومت ایک سے زیادہ سپریم اپیلیٹ عدالتیں قائم کرے گی وہاں وہ ان کے علاقائی اختیار کا تعین کرے گی اور وہ اس کے مطابق کام کریں گی۔

(vii) خصوصی عدالت یا سپریم اپیلیٹ کورٹ تیس دن کے اندر مقدمے یا اپیل کا فیصلہ کرنے کی پابند ہو گی۔

یاد رہے کہ سنگین جرائم کی بیخ کنی کے لئے انگریز کا بنایا ہوا قانون پنجاب مرڈرر آؤٹ رجز ایکٹ 1876ء پہلے ہی سے موجود ہے۔ اس قانون کے تحت

مقدمات کی سماعت بہت جلد کی جاتی تھی اور صرف 48 گھنٹوں میں کسی بھی سنگین جرم کے ملزم کو پھانسی کی سزا دی جا سکتی تھی۔ ان میں 24 گھنٹے مقدمے کی سماعت کے لئے اور باقی 24 گھنٹے ملزم کی سزائے موت کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ 1876ء کا یہ ایکٹ تا حال زندہ ہے اور اس اعتبار سے خصوصی عدالتوں سے زیادہ فعال نظر آتا ہے کہ ملزم کو سزا دینے کے لئے 48 گھنٹے کا عرصہ کافی ہے۔

All rights reserved. ©2002-2006

حصہ ہشتم

انتخابات

باب 1

چیف الیکشن کمشنر اور لیکشن کمیشن

آرٹیکل نمبر 213- چیف الیکشن کمشنر:

(1) ایک چیف الیکشن کمشنر ہو گا (جسے اس حصہ میں کمشنر کہا جائے گا) جس کا تقرر صدر (اپنی صوابدید پر) کرے گا۔

(2) کوئی شخص بطور کمشنر مقرر نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ عدالت عظمیٰ کا جج نہ ہو یا نہ رہا ہو یا کسی عدالت عالیہ کا جج نہ ہو یا نہ رہا ہو اور آرٹیکل 177 کی شق (2) کے پیراگراف (الف) کے تحت عدالت عظمیٰ کا جج مقرر کئے جانے کا اہل نہ ہو۔

(3) کمشنر کے اختیارات اور کارہائے منصبی وہ ہوں گے جو اس دستور اور قانون کی رو سے اسے تفویض کئے جائیں۔

تشریح

(1، 2، 3) اس دفعہ کے تحت چیف الیکشن کمشنر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ چیف الیکشن کمشنر کا تقرر صدر مملکت اپنی صوابدید پر اس شخص کو کر سکتے ہیں جو عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج رہ چکا ہو، اور عدالت عظمیٰ کا جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو۔ چیف الیکشن کمشنر وہی فرائض سرانجام دے گا جو اسے دستور یا پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت تفویض کئے گئے ہوں گے۔ اس باب میں جہاں ''کمشنر'' کا لفظ آئے گا اس سے مراد چیف الیکشن کمشنر ہو گا۔

آرٹیکل 214- کمشنر کے عہدے کا حلف: کمشنر عہدہ سنبھالنے سے قبل چیف

جسٹس آف پاکستان کے سامنے اس عبارت میں حلف اٹھائے گا جو جدول سوم میں درج ہے۔

کمشنر اپنا عہدہ سنبھالنے سے قبل چیف جسٹس آف پاکستان کے روبرو آئین کے جدول سوم میں درج کی گئی عبارت کے مطابق حلف اٹھائے گا۔

آرٹیکل 215- کمشنر کے عہدے کی میعاد:

(1) اس آرٹیکل کے تابع، کمشنر اپنا عہدے سنبھالنے کی تاریخ سے تین سال کی مدت تک پانے عہدے پر فائز رہے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ قومی اسمبلی ایک قرارداد کے ذریعے کمشنر کے عہدے کی میعاد میں اتنی مدت کی توسیع کر سکے گی جو ایک سال سے زیادہ نہ ہو۔

(2) کمشنر اپنے عہدے سے سوائے اس صورت کے نہیں ہٹایا جائے گا جو آرٹیکل 209 میں کسی جج کے عہدے سے علیحدگی کے لئے مقرر ہے اور اس شق کی اغراض کے لئے اس آرٹیکل کے اطلاق میں مذکورہ آرٹیکل میں جج کا کوئی حوالہ کمشنر کے حوالے کے طور پر سمجھا جائے گا۔

(3) کمشنر، صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

تشریح

(1، 2، 3) ان شقوں کے تحت چیف الیکشن کمشنر تین سال تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے تاہم قومی اسمبلی کو یہ اختیار کر دیا گیا ہے کہ وہ ایک قرارداد کے ذریعے چیف الیکشن کمشنر کے عہدے کی مدت میں ایک سال کا اضافہ کر سکتی ہے۔ چیف الیکشن کمشنر کو دفعہ 209 میں دی گئی صورتوں کے تحت جج کی طرح اس کے عہدے سے برطرف کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ دفعہ 209 میں جج کی برطرفی کا ذکر آیا ہے لیکن اس دفعہ کے تحت اسے چیف الیکشن کمشنر کا حوالہ سمجھا جائے گا۔ چیف الیکشن کمشنر اگر

کسی وجہ سے مستعفی ہونا چاہے تو وہ اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے صدر سے درخواست کر سکتا ہے۔

آرٹیکل 216- کمشنر کسی منفعت بخش عہدے پر فائز نہیں ہوگا:

(1) کوئی کمشنر۔

(الف) ملازمت پاکستان میں منفعت کا کوئی دوسرا عہدہ نہیں سنبھالے گا:

یا

(ب) کسی دوسرے منصب پر فائز نہیں ہوگا جس میں خدمات انجام دینے کے لئے معاوضہ وصول کرنے کا حق ہو۔

(2) کوئی شخص جو کمشنر کے عہدے پر فائز رہ چکا ہو' اس عہدے کو چھوڑنے کے بعد دو سال گزرنے سے قبل ملازمت پاکستان میں کوئی منفعت بخش عہدہ نہیں سنبھالے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ.....

(الف) اس شق سے یہ تعبیر نہیں لی جائے گی کہ اس شخص کے لئے جو کمشنر ہونے سے عین قبل عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج تھا بطور کمشنر اپنے میعاد کے اختتام پر ایسے جج کی حیثیت سے دوبارہ اپنے فرائض سنبھالنے کی ممانعت ہے' اور

(ب) کسی شخص کو جو کمشنر کے عہدے پر فائز رہا ہو مذکورہ عہدہ چھوڑنے کے بعد دو سال کی مدت گزرنے سے قبل دونوں ایوانوں کی منظوری سے دوبارہ اس عہدے پر مقرر کیا جا سکتے گا۔

تشریح

چیف الیکشن کمشنر کی تقرری انتخابی عمل کے لئے کی جاتی ہے لہذا اس دوران

میں وہ اس عہدے کے علاوہ اس سے زیادہ تنخواہ والا عہدہ نہیں سنبھال سکتا یا اس کے علاوہ کسی اور عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا جس کے لئے وہ معاوضہ وصول کرنے کا حق دار قرار پائے۔

جو شخص چیف الیکشن کمشنر کے عہدے پر فائز رہ چکا ہو وہ اپنی سبکدوشی سے دو سال تک حکومت پاکستان کی کوئی نفع بخش ملازمت نہیں کر سکتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ:

(الف) اس شق سے یہ تعبیر نہیں لی جائے گی کہ اس شخص کے لئے جو کمشنر ہونے سے عین قبل عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج تھا بطور کمشنر اپنی میعاد کے خاتمے پر ایسے جج کی حیثیت سے دوبارہ اپنے فرائض نہیں سنبھال سکتا۔

(ب) ایسا شخص جو نہایت خوش اسلوبی سے چیف الیکشن کمشنر کے عہدے پر فائز رہ چکا ہو اس صورت میں اسے دوبارہ اسی عہدے پر فائز کیا جا سکتا ہے کہ دو سال گزرنے سے قبل مجلس شوریٰ (قومی اسمبلی اور سینٹ) سے اس کی تقرری کی منظوری حاصل کر لی جائے۔

آرٹیکل 217- قائم مقام کمشنر: کسی وقت جبکہ۔

(الف) کمشنر کا عہدہ خالی ہو یا

(ب) کمشنر غیر حاضر ہو یا دیگر کسی بنا پر اسے کارہائے منصبی انجام دینے سے قاصر ہو، تو عدالت عظمیٰ کا کوئی جج جسے چیف جسٹس پاکستان نامزد کرے کمشنر کی حیثیت سے کام کرے گا۔

تشریح

چیف الیکشن کمشنر کی ملک سے غیر حاضری، اپنے فرائض منصبی ادا کرنے سے قاصر ہونے یا کسی اور وجہ سے اس کا عہدہ خالی ہو جائے تو چیف جسٹس آف پاکستان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ عدالت عظمیٰ کے ججوں میں سے کسی ایک جج کو اس وقت تک قائم مقام چیف الیکشن کمشنر مقرر کر دے جب تک وہ اپنے عہدے پر واپس

نہیں آجاتا۔

آرٹیکل 218-الیکشن کمیشن : ☆ (1) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں، صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کی غرض کے لئے اور ایسے دیگر عوامی عہدوں کے انتخاب کے لئے جس طرح کہ قانون کے ذریعہ یا جب تک کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی طرف سے ایسا قانون وضع نہ کرلیا جائے صدر کے فرمان کی رو سے صراحت کردی جائے۔ اس آرٹیکل کے مطابق مستقل الیکشن کمشن تشکیل دیا جائے گا۔)

(2) الیکشن کمیشن مشتمل ہوگا۔

(الف) کمشنر پر جو کمیشن کا چیئرمین ہوگا، اور

(ب) ☆ (چار) ارکان پر، جن میں سے ہر ایک کسی عدالت عالیہ ☆ ☆ (ہر ایک صوبے سے) کا جج ہوگا جسے صدر متعلقہ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس اور کمشنر سے مشورے کے بعد مقرر کرے گا۔

(3) کسی انتخابات کے سلسلے میں تشکیل کردہ الیکشن کمیشن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ انتخاب کا انتظام کرے اور اسے منعقد کرائے اور ایسے انتظامات کرے جو اس امر کے اطمینان کے لئے ضروری ہوں کہ انتخاب ایمانداری، حق اور انصاف کے ساتھ اور قانون کے مطابق منعقد ہو اور یہ کہ بدعنوانیوں کا سدباب ہو سکے۔

تشریح

اس دفعہ میں الیکشن کمیشن کی تشکیل کے احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ دفعہ مذکورہ کے تحت الیکشن کمیشن چیف الیکشن کمشنر اور چار ارکان پر مشتمل ہوگا۔ چیف الیکشن کمشنر، الیکشن کمیشن کا چیئرمین بھی ہوگا جبکہ باقی چار ارکان عدالت عالیہ کے جج ہوں گے جن کی تقرری متعلقہ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس اور چیف الیکشن کمشنر کے مشورے کے بعد لائی جا سکے گی۔ اس دفعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ

کسی انتخاب کے سلسلے میں تشکیل پانے والے الیکشن کمشنر کے فرائض میں شامل ہوگا کہ وہ ملک میں آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کے لئے انتظام کرے۔ اس ضمن میں الیکشن کمشنر ملک کی سیاسی جماعتوں سے الیکشن کے انعقاد کے سلسلے میں لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے تجاویز بھی طلب کرسکتا ہے۔ اگر ملک میں بدامنی کا دور دورہ ہو تو وہ پرامن انتخابات کے سلسلے میں فوج کی امداد بھی حاصل کرسکتا ہے تاکہ انتخابی عمل میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ ہونے پائے اور انتخابات پرامن طریق پر ہو سکیں۔ الیکشن کمیشن ایک آزاد اور خودمختیار ادارہ ہے۔ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں صدر کے سامنے جواب دہ ہے۔ لہذا وہ وفاقی اور صوبائی انتظامیہ کے تحت نہیں ہوتا بلکہ ان اداروں کو اس کی مدد کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ الیکشن کمیشن تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں اور ایس پی صاحبان کو الیکشن کی جانب سے انتخابات کے سلسلے میں کسی قانون پر عملدرآمد کے لئے ہدایات دے سکتے ہیں۔

آرٹیکل 219- کمشنر کے فرائض: کمشنر پر یہ فرض عائد ہوگا کہ وہ۔

(الف) قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے انتخابی فہرستیں تیار کرے اور ان فہرستوں پر ہر سال نظر ثانی کرے؛

(ب) سینٹ کے لئے یا کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی میں کسی اتفاقی خالی نشستوں کو پر کرنے کے لئے انتخابات کو انتظام کرے اور اسے منعقد کرائے؛ اور

(ج) انتخابی ٹریبونل مقرر کرے۔

تشریح

اس دفعہ میں چیف کمشنر کے فرائض بیان کئے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ چیف الیکشن کمشنر کا فرض ہوگا کہ وہ انتخابات سے قبل قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابی فہرستوں مرتب کرے اور انتخابات کے درمیانی وقفے میں ہر سال ان پر نظر ثانی کرے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے علاوہ اسٹیٹ کے

انتخابات کرانے بھی چیف الیکشن کمشنر کی ذمہ داری میں شامل ہے۔قومی اسمبلی، سینٹ یا صوبائی اسمبلی کی کوئی نشست کسی وجہ سے خالی ہو جائے تو انہیں پر کرنے کے لئے ضمنی انتخابات کے انتظامات کرے۔انتخابی عذرداریوں اور بے قاعدگیوں کا جائزہ لینے کے لئے انتخابی ٹریبونل مقرر کرے تا کہ انتخابات میں حصہ لینے والوں کے جائز اعتراضات کا ازالہ کیا جا سکے۔صوبائی الیکشن کا قیام اور انتخابات کی ذمہ داری بھی چیف الیکشن کمشنر پر عائد ہوتی ہے۔الیکشن کمیشن، ڈائریکٹر جنرل رجسٹریشن کو یہ ہدایت کر سکتا ہے کہ وہ انتخابی عمل میں حصہ لینے والے عملے کے لئے ایک تربیتی کوس کا بندوبست کریں تا کہ پولنگ کے روز عملے کو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

آرٹیکل 220- حکام عاملہ کمیشن وغیرہ کی مدد کریں گے:

وفاقی اور صوبوں کے تمام حکام عاملہ کا فرض ہوگا کہ وہ کمشنر اور الیکشن کمیشن کو اس کے یا ان کے کارہائے منصبی کی انجام دہی میں مدد دیں۔

تشریح

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ الیکشن کمیشن وفاقی اور صوبائی انتظامیہ کی تحتی میں نہیں آتا اور کسی پولنگ سٹیشن پر گڑبڑ کے وقت اس کے پاس پولیس یا فوج کا عملہ تو نہیں ہوتا لہذا اس صورت حال میں وفاقی اور صوبائی انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ الیکشن کمیشن کے لئے عملہ سامان کی نقل وحمل کے لئے ٹرانسپورٹ کی سہولتیں اور دیگر مراعات حاصل کر سکتا ہے اور متعلقہ حکام دستور کے تحت اسے یہ سہولتیں فراہم کرنے کے پابند ہوتے ہیں اور الیکشن کمیشن کے حکم عدولی دستور کی خلاف ورزی کے مترادف ہوگی۔

آرٹیکل 221- افسران اور ملازمین:

جب تک کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) بذریعہ قانون بصورت دیگر قارنہ دے

کمشنر، صدر کی منظوری سے، ایسے قواعد وضع کر سکے گا جن کے تحت وہ کمشنر یا کسی الیکشن کمیشن کے کارہائے منصبی کے سلسلے میں افسران اور ملازمین کا تقرر کر سکے اور ان کی شرائط ملازمت کا تعین کر سکے۔

تشریح

اس دفعہ میں چیف الیکشن کمیشنر کو کمیشن کے افسران اور ملازمین کے تقرر اور شرائط ملازمت کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ بنیادی طور پر کمیشن کے عملے کی بھرتی اور شرائط ملازمت کے قوائد بنانے کی ذمہ داری مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) پر عائد ہوتی ہے۔ جب تک مجلس شوریٰ قانون کے ذریعے ایسا نہیں کر پاتی اس وقت تک چیف الیکشن کمیشن اپنے عملے کے لئے بھرتی اور دیگر شرائط ملازمت صدر کی منظوری کے ساتھ لاگو کر سکتا ہے۔

باب 2

انتخابی قوانین اور انتخاب کا انعقاد

آرٹیکل 222- انتخابی قوانین : دستور کے تابع مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) قانون کے ذریعے حسب ذیل احکام وضع کر سکے گی:

(الف) قومی اسمبلی میں آرٹیکل 51 کی شقات (3) اور (4) کی رو سے مطلوبہ طور پر نشستوں کا تعین؛

(ب) الیکشن کمیشن کی جانب سے انتخابی حلقوں کی حد بندی؛

(ج) انتخابی فہرستوں کی تیاری، کسی حلقہ انتخاب میں سکونت کے متعلق شرائط، انتخابی فہرستوں کے بارے میں اور ان کے آغاز کے خلاف عذر داریوں کا تصفیہ؛

(د) انتخابات اور انتخابی عذر داریوں کا انصرام، انتخابات کے سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک اور تنازعات کا فیصلہ؛

(ہ) انتخابات میں سلسلے میں بدعنوانیوں اور دیگر جرائم سے متعلق امور یا

(و) دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کی باقاعدہ تشکیل سے متعلق تمام دیگر امور؛

لیکن کوئی مذکورہ قانون اس حصے کے تحت کمشنر یا کسی الیکشن کمیشن کے اختیارات میں سے کسی اختیار کو سلب کرنے یا کم کرنے کے اثر کا حامل نہ ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت انتخابی قوانین کے احکام بیان کئے گے ء ہیں۔ یعنی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو چاہیے کہ وہ دستور کی دفعہ 51 کی شق 3 اور 4 کے تحت مطلوبہ طور پر نشستوں کا تعین کرے۔ پارلیمنٹ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ انتخابات سے قبل قانون کے ذریعے نشستوں میں اضافہ کر دے یا کمی کر دے یا جیسی بھی صورت ہو عمل کرے۔ اس کی دیگر ذمہ داریاں یہ ہیں:

وہ انتخابات سے قبل انتخابی حلقہ بندیوں کی حد بندی کرے۔ عموماً یہ حد بندی مردم شماری کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ انتخابی فہرستوں کی قبل از وقت تیاری اور رہ جانے والے ووٹروں کے ناموں کا اندراج اور عذرداریوں کو نمٹائے، تاکہ انتخابات بروقت ہوسکیں۔ کسی حلقہ انتخاب میں سکونت سے متعلق بھی پابندیوں عائد کرسکتی ہے۔ انتخابات کے سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات اور تنازعات کا فیصلہ کرے تاکہ کسی پارٹی کو کوئی اعتراض باقی نہ رہے۔ اس بنیاد پر 6 اکتوبر 1993ء کو منعقد ہونے والے انتخابات کے سلسلے میں الیکشن کمیشن نے سیاسی جماعتوں کی تجاویز پر غور کرنے کے بعد یہ امور طے کئے:

1۔ مختصر وقت میں متناسب نمائندگی کے نظام کے تحت انتخابات کرانا قابل عمل نہیں۔

2۔ انتخابی نتائج کا اعلان پریزائڈنگ آفیسر پولنگ اسٹیشنوں پر ہی کریں گے۔

3۔ نئے شناختی کارڈ جاری کرنے کے لئے ہنگامی پروگرام شروع کیا جائے گا۔

4۔ نئے شناختی کارڈوں کے اجرا کا کام اگست اور ستمبر میں مکمل کرلیا جائے گا۔

5۔ جعلی شناختی کارڈ منسوخ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور پریذائیڈنگ آفیسر جعلی شناختی کارڈ رکھنے والوں کو سزا دیں گے۔

6۔ سیاسی پارٹیوں کے ایکٹ کی ڈیفیکشن کلاز کو زیادہ موثر بنایا جائے گا۔

7۔ الیکشن عدلیہ کے افسران کی نگرانی میں ہوں گے۔

8۔ قومی وصوبائی اسمبلی کے لئے انتخابی اخراجات کی حد بالترتیب دس لاکھ اور ساتھ لاکھ تک ہوگی۔

9۔ خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔

10۔ کسی امیدوار کا ایک ہی حلقہ محدود رکھنے کے بارے میں پارٹیوں کا مطالبہ قبول نہ کیا گیا کیونکہ آئین اس کی اجازت نہیں دیتا۔

11۔ فوج پولنگ اسٹیشنوں پر نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے ٹیمیں تشکیل دے گی۔

12۔ فوج امن وامان برقرار رکھے گی۔

13۔ بیلٹ بکسوں کے کوڈ نمبر ہوں گے تاکہ ان کے غلط استعمال کو روکا جا سکتے ۔

14۔ تین مربع فٹ سائز سے بڑے کپڑے کے بینر ہورڈنگ اور بڑے بڑے پوسٹر آویزاں کرنے کی پابندی ہوگی۔

15۔ نئے انتخابی نشان بندوق، حقہ، فٹ بال، مکہ اور انگور کا گچھا، پنسل، ہاکی اور واکنگ اسٹک کی جگہ انتخابی ناموں کی فہرست میں شامل کئے جائیں گی اور اس مقصد کے لئے ضوابط میں ترمیم ہوگی۔

16۔ آتشیں اسلحہ لے کر چلنے اور جلوس نکالنے کے معاملات کے ضمن میں کارروائی متعلقہ کمشنر قانون کے مطابق کریں گے۔

17۔ نظریہ پاکستان ملکی خودمختاری، سلامتی اور استحکام کے منافی کام کرنے والے امیدواروں کو نااہل قرار دے دیا جائے گا۔

18۔ عدلیہ یا فوج کا تمسخر اڑانے کی اجازت نہیں ہوگی اور اسے کسی امیدوار کو نااہل قرار دینے کے لئے بنیاد بنایا جائے گا۔

19۔ تمام پارٹیوں کا مزید غور وخوض کے لئے ضابطہ اخلاق کی نقول دی جائیں گی۔

20۔ تمام مجاز غیر ملکی مانیٹرنگ ٹیموں کو انٹری کارڈز کے اجرپر پولنگ دیکھنے کی اجازت ہوگی۔

(ہ) انتخابات کے سلسلے میں ہونے والی بدعنوانیوں اور دیگر جرائم سے متعلق امور اور

(و) دونوں ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کی باقاعدہ تشکیل سے متعلق تمام دیگر امور

لیکن مندرجہ ذیل قوانین میں سے کوئی قانون دستور کے تحت الیکشن کمیشن کو حاصل اختیار کو سلب کرنے یا کم کرنے پر اثر انداز نہ ہوگا۔ کیونکہ ان قوانین کو دستوری احکامات کی حیثیت حاصل ہے۔

یاد رہے انتخابات کے سلسلے میں 1988ء میں لاہور ہائی کورٹ نے شناختی کارڈ کی پابندی کالعدم قرار دے دی تھی پھر وفاق نے اس فیصلے کے خلاف اپیل واپس لے لی۔

آرٹیکل 223-دوہری رکنیت کی ممانعت:

(1) کوئی شخص، بیک وقت، حسب ذیل کا رکن نہیں ہوگا:

(الف) دونوں ایوانوں کا، یا

(ب) ایک ایوان اور کسی صوبائی اسمبلی کا، یا

(ج) دو یا اس سے زیادہ صوبوں کی اسمبلیوں کا، یا

(د) ایک سے زیادہ نشستوں کی بابت ایک ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کا۔

(2) شق (1) میں کوئی امر کسی شخص کے بیک وقت دو یا دو سے زیادہ نشستوں کے لئے خواہ ایک ہی مجلس میں یا مختلف مجالس میں، امیدوار ہونے میں مانع نہ ہوگا، لیکن اگر وہ ایک سے زیادہ نشستوں پر منتخب ہو جائے، تو وہ مذکورہ نشستوں میں سے آخری نشست کے نتیجے کے اعلان کے بعد تیس دن کی مدت کے اندر، اپنی نشستوں

میں سے ایک کے علاوہ سب نشستوں سے استعفیٰ دے گا اور اگر وہ اس طرح استعفیٰ نہ دے، تو مذکورہ تیس دن کی مدت گزرنے پر وہ تمام نشستیں جن پر وہ منتخب ہوا ہو ماسوائے اس نشست کے خالی ہو جائیں گی جس پر وہ آخر میں منتخب ہوا ہو یا، اگر وہ ایک ہی دن ایک سے زیادہ نشستوں کے لئے منتخب ہوا ہو تو ماسوائے اس نشست کے خالی ہو جائیں گی جن پر انتخاب کے لئے اس کی نامزدگی آخر میں داخل ہوئی ہو۔

تشریح: اس شق ''مجلس'' سے کوئی ایوان یا کوئی صوبائی اسمبلی مراد ہے۔

(3) کوئی شخص جس پر شق (2) کا اطلاق ہوتا ہو، اس وقت تک کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی میں اس نشست پر جس کے لئے وہ منتخب ہوا ہو، نہیں بیٹھے گا جب تک کہ وہ اپنی نشستوں میں سے ایک کے علاوہ سب نشستوں سے مستعفی نہ ہو جائے۔

(4) شق (2) کے تابع، اگر کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی رکن کسی دوسری نشست کا امیدوار ہو جائے جو وہ شق (1) کے بموجب، اپنی پہلی نشست کے ساتھ ساتھ نہیں رکھ سکتا ہو، تو اس کی پہلی نشست اس کے دوسری نشست پر منتخب ہوتے ہی خالی ہو جائے گی۔

تشریح

(1) عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سیاست دان قومی اسمبلی اور صوبائی کی نشستوں پر بھی انتخاب لڑتے ہیں اور بیک وقت دونوں ایوان کے رکن بن جاتے ہیں۔ اس دفعہ کے تحت یہ کہا گیا ہے کہ کوئی شخص بیک وقت دونوں ایوانوں کا ایک صوبائی اسمبلی کا یا دو یا اس سے زیادہ صوبوں کی اسمبلیوں کا ای ایک سے زیادہ نشستوں کی بابت ایک ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کا رکن نہیں رہ سکتا۔

(2) اس دفعہ کی شق 2 میں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص امیدوار کی حیثیت سے بیک

وقت دو یا دو سے زیادہ نشستوں کے لئے خواہ دو قومی اسمبلی کی ہوں یا صوبائی اسمبلی کی انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے تاہم دستور نے یہ پابندی بھی عائد کر رکھی ہے کہ اگر وہ زیادہ نشستوں پر منتخب ہو جاتا ہے تو وہ مذکورہ نشستوں میں سے اس نشست کے نتیجے کے اعلان کے بعد تیس دن کی مدت کے اندر اپنی اپنی نشستوں میں سے ایک کے علاوہ دیگر سب نشستوں سے مستعفی ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو آخری نشست کے سوا جس پر وہ منتخب ہوا سب خالی سمجھی جائیں گی۔ اگر وہ ایک ہی دن ایک سے زیادہ نشستوں پر کامیاب ہوا تو اس کے آخر میں نامزد ہونے والی نشست کے لئے منتخب ہونے کا حقدار قرار پائے گا۔

(3) کوئی شخص جس پر شق (2) کا اطلاق ہوتا ہو اس وقت تک کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی میں اس نشست پر جس کے لئے وہ منتخب ہوا ہو نہیں بیٹھے گا جب تک وہ اپنی نشستوں میں سے ایک کے علاوہ سب سے مستعفی نہ ہو جائے۔

(4) اس شق کے تحت جب تک ایک منتخب رکن کسی دوسری نشست کے لئے امیدوار ہو جائے تو اس نشست پر اس کی کامیابی کے ساتھ ہی اس کی پہلی رکنیت ختم ہو جائے گی۔

آرٹیکل 224- انتخاب اور ضمنی انتخاب کا وقت:

(1) قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کا عام انتخاب اس دن سے عین ☆ (.....) ساٹھ دن کے بعد کرایا جائے گا جس دن اسمبلی کی میعاد ختم ہونے والی ہو، بجز اس کے کہ اسمبلی اس سے پیشتر توڑ دی جائے اور انتخاب کے نتائج کا اعلان اس دن سے زیادہ سے زیادہ چودہ دن کے اندر کر دیا جائے گا،

☆ (مگر شرط یہ ہے کہ کسی اسمبلی کے اپنی میعاد کی تکمیل پر تحلیل ہونے پر، صدر اپنی صوابدید پر یا جیسی بھی صورت ہو گورنر اپنی صوابدید پر، لیکن صدر کی ماقبل منظور سے نگران کابینہ مقرر کر سکے گا۔)

(2) جب قومی اسمبلی یا کوئی صوبائی اسمبلی توڑ دی جائے، تو اس اسمبلی کا عام انتخاب اس کے توڑے جانے کے بعد نوے دن کی مدت کے اندر کرایا جائے گا اور انتخاب کے نتائج کا اعلان رائے دہی ختم ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ چودہ دن کے اندر کر دیا جائے گا۔

(3) سینٹ کی ان نشستوں کو پر کرنے کی غرض سے جو سینٹ کے ارکان کی میعاد کے اختتام پر خالی ہونے والی ہوں۔ انتخاب عین اس دن سے جس پر نشستیں خالی ہونے والی ہوں یا زیادہ سے زیادہ تیس دن پہلے منعقد ہوگا۔

(4) جب قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کے ٹوٹ جانے کے علاوہ، مذکورہ اسمبلی میں کوئی ☆ (عام) نشست اس اسمبلی کی میعاد ختم ہونے سے کم سے کم ایک سو بیس دن پہلے خالی تو اس نشست کے پر کرنے کے لئے انتخاب اس نشست کے خالی ہونے سے ساٹھ دن کے اندر کرایا جائے گا۔

(5) جب سینٹ میں کوئی نشست خالی ہو جائے تو اس نشست کو پر کرنے کے لئے انتخاب اس کے خالی ہونے سے تیس دن کے اندر کرایا جائے گا۔

☆☆ (6) جب قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی میں خواتین یا غیر مسلموں کے لئے مخصوص کوئی نشست کسی رکن کی موت، استعفیٰ یا نا اہلیت کی وجہ سے خالی ہو جائے تو اسے اس سیاسی جماعت کی طرف سے جس کے رکن نے مذکورہ نشست خالی کی ہو آخری عام انتخاب کے لیے الیکشن کمیشن کو پیش کردہ امیدواروں کی جماعتی فہرست میں بلحاظ تقدم اگلے شخص کے ذریعے پورا کیا جائے گا۔

(7) جب کہ کوئی نگراں کابینہ قومی اسمبلی کے آرٹیکل 58 کے تحت یا کسی صوبائی اسمبلی کے آرٹیکل 112 کے تحت برخاستگی پر یا کسی مذکورہ اسمبلی کی اپنی میعاد پر تحلیل پر مقرر کی جائے تو نگران کابینہ کا وزیر اعظم یا جیسی بھی صورت ہو وزیر اعلیٰ مذکورہ اسمبلی کے فوراً بعد انتخاب میں شریک مقابلہ ہونے کا اہل نہیں ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قومی اسمبلی یا کوئی صوبائی اسمبلی اگر اپنی مقررہ میعاد کو پورا کر لیتی ہے تو پھر جس روز اس کی میعاد پوری ہو جائے اس روز سے ساٹھ دن کے بعد نئے انتخابات منعقد کرائے جائیں گے تاوقتیکہ اسے میعاد پورا ہونے سے پہلے ہی نہ توڑ دیا جائے تاہم پہلی صورت میں گورنر، وزیر اعظم اور صوبائی وزیر اعلیٰ کے مشورے سے یا اپنی صوابدید پر مذکورہ اسمبلیاں مقررہ میعاد کے خاتمے سے پہلے توڑ دیں تو اس صورت میں نوے دنوں کے اندر اندر انتخاب کا انعقاد ضروری ہوگا اور ان کے نتائج کا اعلان بھی چودہ روز میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سینٹ کی نشستوں کا انتخاب اگر میعاد کے اختتام پر خالی ہو جائیں تو میعاد ختم ہونے سے زیادہ سے زیادہ تیس روز قبل پر کرنے کے لئے انتخاب کرایا جائے گا۔ جب قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کے ٹوٹنے کے علاوہ مذکورہ اسمبلی میں کوئی نشست اس اسمبلی میعاد ختم ہونے سے کم از کم ایک سو بیس دن پہلے خالی ہو جائے تو اس نشست کو پر کرنے کے لئے انتخاب اس کے خالی ہونے سے تیس دن کے اندر کرایا جائے گا۔

قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی میں خواتین یا غیر مسلموں کے لئے کسی نشست کے کسی بھی وجہ سے خالی ہونے پر مذکورہ سیاسی جماعت کے اگلے رکن کے ذریعے اسے پورا کیا جائے گا نیز نگران کابینہ کا وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ آمدہ انتخابات میں شریک ہونے کے اہل نہ ہوں گے۔

آرٹیکل 225- انتخابی تنازعہ:

کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کے کسی انتخاب پر اعتراض نہیں کیا جائے گا، بجز بذریعہ درخواست انتخابی عذرداری جو کسی ایسے ٹریبونل کے سامنے اور اس طریقہ سے پیش کی جائے گی جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے ذریعہ مقرر کیا جائے۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر انتخابی عمل کے دوران یا بعد میں قومی یا صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے نتیجے میں فریقین کے مابین کوئی تنازعہ کھڑا ہو جائے تو اس ضمن میں مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے تحت قائم ہونے والے انتخابی ٹریبونل کے سامنے درخواست پیش کی جا سکتی ہے۔ انتخابی ٹریبونل کے علاوہ دوسری عدالت کو اس ضمن میں اختیار سماعت نہ ہے۔ اگر پہلے سے منظور شدہ کوئی قانون موجود نہ ہو تو ایسے قانون کی منظوری تک دفعہ 258 کے احکام کی روشنی میں انتخابی عذرداریوں کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ تاہم الیکشن ٹریبونل اگر اپنے اختیارات سے تجاوز کرتا ہے یا دانستہ طور پر کسی ایسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جو فیصلے پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہو تو اس صورت میں عدالت عالیہ کو مداخلت کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (PLD 1968 Lah. 1387)-

عدالت عالیہ اس صورت میں بھی مداخلت کر سکتی ہے کہ:

1۔ الیکشن ٹریبونل نے مذکورہ کارروائی کسی اختیار کے بغیر کی تھی۔

2۔ الیکشن ٹریبونل جس مقصد کے لئے اور جس قانون کے تحت عمل میں لایا گیا اس کے تقاضے پورے نہ کئے گئے ہوں۔

3۔ فیصلہ کرنے کے دوران ٹریبونل سے ایسی غلطی کا سرزد ہونا جو فیصلے پر اثر انداز ہو سکتی ہوں۔

4۔ الیکشن حکام نے کسی امیدوار کی بے جا حمایت کی ہو جس سے وہ کامیاب ہو گیا اور اصل امیدوار انتخاب ہار گیا ہو تو اس صورت میں عدالت عالیہ کو سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ (PLD 1966 SC1)-

آرٹیکل 226- انتخاب خفیہ رائے دہی کے طریقہ پر ہوں گے: آئین کے تحت تمام انتخابات خفیہ رائے دہی کے ذریعہ ہوں گے۔

تشریح

سادہ الفاظ میں یہی کہنا کافی ہے کہ ہر انتخاب جو دستوری کہلائے گا تاوقتیکہ اس کو خفیہ رائے دہندگی کے اصول پر منعقد کروایا گیا ہوگا بصورت دیگر وہ انتخاب دستور سے روگردانی یا انحراف تصور ہوگا۔ انتخابات کے لئے خفیہ رائے دہی کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ووٹر اپنی مرضی سے اپنی مرضی کے امیدوار کے حق میں ووٹ ڈال سکتا ہے۔ اس طریقے سے نہ صرف جمہوری روایات کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے بلکہ جو بھی جماعت برسر اقتدار آتی ہے اسے عوام کی مکمل حمایت و تائید حاصل ہوتی ہے۔ اگر انتخابات میں خفیہ رائے دہندگی کے اصول کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور ہاتھ اٹھا کر نشستوں کا انتخاب کرایا جائے تو یہ انتخاب بالواسطہ ہوگا جو پاکستان کے دستور کی رو سے صریحاً روگردانی ہوگی۔ اس دفعہ میں ماسوائے وزیراعظم اور کسی وزیر اعلیٰ کے انتخاب کے الفاظ فرمان صدر نمبر 24 مجریہ 1985ء کے آرٹیکل 5 کی رو سے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ پاکستان میں خفیہ رائے دہی کے ذریعے پہلی بار عام انتخابات کے انعقاد 1970ء میں عمل میں آیا پھر 1977ء میں، 1985 میں، 1988ء اور 1990ء اور 1993ء میں جو انتخابات منعقد ہوئے وہ سب خفیہ رائے دہی کے طریقے کی بنیاد پر ہوئے۔ جمہوری ممالک میں انتخابات باہم مقابلہ کرنے والی سیاسی جماعتوں کے نظام سے بالخصوص وابستہ ہیں۔ اس سے عوام کی سیاسی ذمہ داری کا تحفظ نہیں ہو جاتا بلکہ پرامن ماحول میں منتظم اور متواتر انتقال اقتدار کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سرکاری حکمت عملی کو عوامی تائید بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

حصہ نہم

اسلام احکام

آرٹیکل نمبر 227- قرآن پاک اور سنت کے بارے میں احکام:

(1) تمام موجودہ قوانین کو قرآن و پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، جن کا اس حصے میں بطور احکام حوالہ دیا گیا ہے' اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔

تشریح: کسی مسلم فرقے کے قانون شخصی پر اس شق کا اطلاق کرتے ہوئے' عبارت ''قرآن وسنت'' سے مذکورہ فرقے کی ہوئی توضیح کے مطابق قرآن و سنت مراد ہوگی)

(2) شق (1) کے احکام کو صرف اس طریقہ کے مطابق نافذ کیا جائے گا جو اس حصہ میں منضبط ہے۔

(3) اس حصہ میں کسی امر کا غیر مسلم شہریوں کے قوانین شخصی یا شہریوں کے بطور ان کی حیثیت پر اثر نہیں پڑے گا۔

تشریح

(1) اسلا کا نظریہ آفاقی ہے۔ یہ کسی خاص علاقے یا نسل تک محدود نہیں ہے۔ اس کا روئے سخن تمام دنیا کی طرف ہے اس لئے اس کے اصول اور قوانین میں بھی آفاقیت پائی جاتی ہے۔ یہ قوانین فطرات انسانی کے عین مطابق ہیں اور ہر زمانے کے تقاضوں اور تمام قوموں کی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کی بنیاد اسلامی نظریہ حیات ہے اور اس نظریہ حیات کا منبع قرآن و سنت ہیں۔ اسی لئے دفعہ ہذا میں یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان کے تمام موجودہ قوانین کو قرآن وسنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا جن کا اس حصہ میں

بطور اسلامی احکام کا حوالہ دیا گیا ہے اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو قرآن وسنت کے منافی ہوگا۔اس دفعہ کی شق 1 میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ چونکہ پاکستان کی آبادی میں متعدد مما لک کے لوگ ہیں۔اس لئے کسی مسلم فرقے کے قانون شخص پر اس شق کا اطلاق کرتے ہوئے عبارت قرآن وسنت سے مذکورہ فرقے کی کی ہوئی توضیح کے مطابق قرآن وسنت مراد ہوگی۔

(2) شق (1) میں دیئے گئے احکامات کی توضیح اسی طریقے کے مطابق کی جائے گی جو اس حصہ میں منضبط کی گئی ہے۔

(3) پاکستان میں چونکہ اقلیتیں بھی آباد ہیں لہذا اس حصہ میں کسی امر کا غیر مسلم شہریوں کے قوانین شخصی یا شہریوں کے بطور ان کی حیثیت پر اثر نہیں پڑے گا بالفاظ دیگر اقلیتی فرقے کے لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرسکیں گے اور اس ضمن میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

دفعہ ہذا احکامات اسلامی کے بارے میں پارلیمنٹ کے اختیارات کی بھی تحدید کرتی ہے۔

آرٹیکل 228-اسلامی کونسل کی ہیئت ترکیبی وغیرہ:

(1) یوم آغاز سے نوے دن کی مدت کے اندر اسلامی نظریات کی ایک کونسل تشکیل دی جائے گی جس کا اس حصے میں بطور اسلامی کونسل حوالہ دیا گیا ہے۔

(2) اسلامی کونسل کم از کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ (بیس) ایسے ارکان پر مشتمل ہوگی جس طرح کہ صدر ان اشخاص میں سے مقرر کرے، جنہیں اسلام کے اصولوں اور فلسفے کا جس طرح کہ قرآن پاک وسنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے علم ہو یا پاکستان کے اقتصادی، سیاسی، قانونی اور انتظامی مسائل کا فہم وادراک ہو۔

(3) اسلامی کونسل کے ارکان مقرر کرتے وقت ان امور کا تعین کرے گا کہ۔

(الف) جہاں تک قابل عمل ہو کونسل میں مختلف مکاتب فکر کو نمائندگی

حاصل ہو؛

(ب) کم از کم دو ارکان ایسے اشخاص ہوں جن میں سے ہر ایک عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج ہو یا رہا ہو؛

(ج) کم از کم چار ارکان ایسے ہوں جن میں سے ہر ایک کم سے کم پندرہ سال کی مدت سے اسلامی تحقیق یا تدریس کے کام سے وابستہ چلا آ رہا ہو؛ اور

(د) کم از کم ایک رکن خاتون ہو۔

(4) صدر اسلامی کونسل کے ارکان میں سے ایک کو اس کا چیئرمین مقرر کرے گا۔

(5) شق (6) کے تابع، اسلامی کونسل کا کوئی رکن تین سال کی مدت کے لئے اپنے عہدے پر فائز رہے گا۔

(6) کونسل کا کوئی رکن صدر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا یا اگر اسلامی کونسل کے کل ارکان کی اکثریت سے ایک قرارداد کونسل کے کسی رکن کی برطرفی سے متعلق منظور ہو جائے تو صدر اس رکن کو برطرف کرے سکے گا۔

تشریح

قیام پاکستان کا مقصد ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ تھا تا کہ مسلمان اپنی اسلامی روایات کے مطابق ایک مثالی معاشرہ کی تشکیل کر سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے 1956ء میں جب ملک میں پہلا آئین نافذ ہوا تو اس میں بھی آئین کے نفاذ کے ایک سال کے عرصہ کے اندر ایک ایسے کمیشن کا قیام لازمی قرار دیا گیا تھا جو اسلامی معاشرے کے قیام کے متعلق حکومت کو نہ صرف اپنی سفارشات پیش کر سکے بلکہ مروجہ غیر اسلامی قوانین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کا فریضہ بھی انجام دے سکے لیکن 1956ء کے آئین کے تحت یہ کمیشن قائم نہ کیا جا سکا بعد ازاں

1962ء کا آئین نافذ ہوا تو اس کی دفعہ 204 کے تحت اسلامی مشاورتی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جسٹس ابو صالح محمد اکرم کی قیادت میں آٹھ ارکان پر مشتمل مشاورتی کونسل تشکیل کی گئی جس نے یکم اگست 1962ء سے فوری 1964ء تک فرائض انجام دیتے رہے پھر علامہ علاؤالدین صدیقی اس کے سربراہ بنے یہ کونسل جنوری 1972ء تک کام کرتی رہی اس کے بعد 1973ء کے آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کی گنجائش رکھی گئی۔

اس دفعہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کے احکام بیان کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ دستور کے نفاذ سے نوے دن کی مدت کے اندر اس قسم کی کونسل کا قیام ضروری ہے۔ اس حصے میں جہاں اسلامی کونسل کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے مراد اسلامی نظریاتی کونسل ہی ہوگی۔

اس دفعہ کی شق میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تعداد صدر پاکستان کم از کم آٹھ افراد سے لے کر بیس تک مقرر کر سکتے ہیں لیکن ان کی اہلیت کا معیار یہ رکھا گیا ہے کہ وہ اسلامی اصولوں اور اسلامی فلسفے جس طرح کہ قرآن پاک میں ان کا تعین کیا گیا ہے بخوبی سمجھتے ہوں۔ علاوہ ازیں نظریہ پاکستان، پاکستان کے اقتصادی، معاشی مسائل، قانونی اور رہنگامی مسائل پر ان کی نظر گہری ہو اور وہ ان کے حل کے لئے مثبت سوچ کے حامل اور فہم وادراک کے مالک ہوں۔

(3) اس شق میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان کی تقرری کے مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) ارکان کی تقرری کے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ تمام مکاتب فکر کو نمائندگی حاصل ہو سکے۔

(ب) اسلامی نظریاتی کونسل کے دو ارکان کی تقرری عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ کے حاضر سروس ججوں میں سے کی جائے گی۔ ریٹائرڈ جج بھی رکن بن

سکتے ہیں۔

(ج) اسلامی نظریاتی کونسل کے اچار ارکان کے لئے لازم ہے کہ وہ کم از کم پندرہ برس سے اسلامی تحقیق یا تدریس کے کام سے وابستہ چلے آرہے ہیں۔

(د) کونسل کے ارکان میں سے ایک خاتون رکن کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے تا کہ کسی وقت خواتین کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتو وہ خواتین کی نمائندگی کر سکے۔

(4) صدر کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان میں سے جسے چاہے کونسل کے چیئرمین مقرر کردے۔

(5) اسلامی نظریاتی کونسل کے ہر رکن کی مدت ملازمت تین سال مقرر کی گئی ہے۔

(6) اسلامی نظریاتی کونسل کا کوئی رکن کی کسی وجہ سے مستعفی ہونا چاہے تو اسے اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنا استعفیٰ اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے صدر کو بھیجے یا اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان اگر یہ سمجھیں کہ کوئی رکن اسلامی نظریاتی کونسل کو تفویض کئے گئے اختیارات سے تجاوز کر رہا ہے اور اس کے ایسا کرنے سے اسلامی قوانین کو اسلامی ڈھانچے میں بدلنے کے لئے مشکلات پیش آرہی ہیں تو اسلامی نظریاتی کونسل کے کل ارکان اکثریت سے ایک قرارداد منظوری کریں گے جو وہ صدر کو بھیجیں گے تا کہ صدر اس کی برطرفی کے احکام صادر کر سکیں۔

آرٹیکل 229- اسلامی کونسل سے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) وغیرہ کی مشورہ طبی:

صدر یا کسی صوبے کا گورنر، اگر چاہے یا اگر کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کی کل رکنیت دو بٹا پانچ حصہ اگر مطالبہ کریں، تو کسی سوال پر اسلامی کونسل سے مشورہ کیا جائے گا کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلام کے احکام کے منافی ہے یا نہیں۔

تشریح

دستور میں اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کا مقصد ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے

فرائض میں شامل ہے کہ وہ ان قوانین کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنا ہے جو قرآن و سنت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس دفعہ کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ غرض سونپا گیا ہے کہ اگر کسی وقت صدر مملکت، کسی صوبے کے گورنر، قومی اسمبلی، سینٹ یا کسی صوبائی اسمبلی کی کل رکنیت کا 2/5 حصہ کسی سوال پر اسلامی کونسل سے یہ مطالبہ کرے کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے یا منافی تو اس صورت میں اسے قرآن وسنت کے مطابق مذکورہ اداروں کو مشورہ دینا ہوگا۔

آرٹیکل 230- اسلامی کونسل کے کارہائے منصبی:

(1) اسلامی کونسل کے کارہائے منصبی حسب ذیل ہوں گے:

(الف) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے ان اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور امداد ملے جن کا قرآن پاک اور سنت میں تعین کیا گیا ہے؛

(ب) کسی ایوان، کسی صوبائی اسمبلی، صدر یا کسی گورنر کو کسی ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا جس میں کونسل سے اس بابت رجوع کیا گیا ہو کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں؛

(ج) ایسی تدابیر کو جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔ نیز ان مراحل کی جن سے گزر کر محولہ تدابیر کا نفاذ عمل میں لانا چاہیے، سفارش کرنا؛ اور

(د) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لئے اسلام کے ایسے احکام کی ایک موزوں شکل میں تدوین کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جا سکے۔

(2) جب آرٹیکل 229 کے تحت، کوئی سوال کسی ایوان، کسی صوبائی اسمبلی،

صدر یا کسی گورنر کی طرف سے اسلامی کونسل کو بھیجا جائے تو کونسل اس کے بعد پندرہ دن کے اندر اس ایوان، اسمبلی، صدر یا گورنر کو جیسی بھی صورت ہو، اس مدت سے مطلع کرے گی جس کے اندر وہ مذکورہ مشورہ فراہم کرنے کی توقع رکھتی ہو۔

(3) جب کوئی ایوان، کوئی صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر جیسی بھی صورت ہو، یہ خیال کرے کہ مفاد عامہ کی خاطر اس مجوزہ قانون کا وضع کرنا جس کے بارے میں سوال اٹھایا گیا تھا مشورہ حاصل ہونے تک ملتوی نہ کیا جائے، تو اس صورت میں مذکورہ قانون مشورے مہیا ہونے سے قبل وضع کیا جا سکے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ جب کوئی قانون اسلامی کونسل کے پاس مشورے کے لئے بھیجا جائے اور کونسل یہ مشورے دے کہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے تو ایوان، یا جیسی بھی صورت ہو، صوبائی اسمبلی، صدر، یا گورنر اس طرح وضع کردہ قانون پر دوبارہ غور کرے گا۔

(4) اسلامی کونسل اپنے تقرر سے ساتھ سال کے اندر اپنی حتمی رپورٹ پیش کرے گی اور سالانہ عبوری رپورٹ پیش کیا کرے گی۔ یہ رپورٹ خواہ عبوری ہو یا حتمی، موصولی سے چھ ماہ کے اندر دونوں ایوانوں اور ہر صوبائی اسمبلی کے سامنے برائے بحث پیش کی جائے گی اور مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور اسمبلی، رپورٹ پر غور و خوض کرنے کے بعد حتمی رپورٹ کے بعد دو سال کی مدت کے اندر اس کی نسبت قوانین وضع کرے گی۔

آرٹیکل 231- قواعد ضابطہ کار:

اسلامی کونسل کی کارروائی ایسے قواعد و ضابطہ کار کے ذریعے منضبط کی جائے گی جو کونسل صدر کی منظوری سے وضع کرے۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے سلسلے میں وہ قواعد وضوابط وضع کر سکے گی جو وہ ضروری خیال کرے گی تاہم اس کے لئے صدر کی پیشگی منظوری حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حصہ دہم

ہنگامی اجلاس

آرٹیکل 232- جنگ، داخلی خلفشار وغیرہ کی بنا پر ہنگامی حالت کا اعلان:

(1) اگر صدر مطمئن ہو کہ ایسی سنگین ہنگامی صورت حال موجود ہے جس میں پاکستان، یا اس کے کسی حصہ کی سلامتی کو جنگ یا بیرونی جارحیت کی وجہ سے یا داخلی خلفشار کی بنا پر ایسا خطرہ لاحق ہے جس پر قابو پانا کسی صوبائی حکومت کے اختیار سے باہر ہے تو وہ ہنگامی حالت کا اعلان کر سکے گا۔

(2) دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، جس دوران ہنگامی حالت کا اعلان زیر نفاذ ہو:

(الف) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اختیار ہوگا کہ وہ کسی صوبے یا اس کسی حصے کے لئے کسی ایسے معاملے کی نسبت قوانین وضع کرے جو وفاقی قانون سازی کی فہرست یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں درج نہ ہو؛

(ب) وفاق کا عاملانہ اختیار کسی صوبے کو اس طریقے کی بابت ہدایات دینے تک وسعت پذیر ہوگا جس کے مطابق اس صوبے کے عاملانہ اختیار کو استعمال کیا جانا ہے، اور

(ج) وفاقی حکومت فرمان کے ذریعے کسی صوبائی حکومت کے جملہ یا کوئی کار ہائے منصبی، اور جملہ کو حاصل ہوں، یا اس کے ذریعے قابل استعمال ہوں، خود سنبھال سکے گی یا اس صوبے کے گورنر کو ہدایت کر سکے گی کہ وفاقی حکومت کی جانب سے سنبھال لے، اور ایسے ضمنی اور ذیلی احکام وضع کر سکے گی جو اس کی رائے میں اعلان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ضروری یا مناسب معلوم ہوں، ان میں اسے احکام شامل ہیں جن کی رو سے اس صوبے میں کسی ادارے یا ہیئت مجاز سے متعلق دستور کے کسی احکام پر عملدرآمد کو، کلی یا جزوی طور پر، معطل کیا جا سکے۔

مگر شرط یہ ہے کہ پیرا (ج) میں کسی امر سے وفاقی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا کہ وہ ایسے اختیارات میں جو کسی عدالت عالیہ کو حاصل ہیں یا جو کسی عدالت عالیہ کے ذریعے قابل استعمال ہیں کوئی اختیار خود اپنے ہاتھ میں لے لے یا صوبے کے گورنر کو ہدایت کرے کہ وہ ان اختیارات میں سے کوئی اختیار اسکی جانب سے اپنے ہاتھ میں لے لے اور نہ یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ دستور کر کسی احکام پر عمل درآمد کو جن کا تعلق عدالت ہائے عالیہ سے ہو، کلی یا جزوی طور پر معطل کر دے۔

(3) کسی صوبے کے لئے کسی معاملہ کے بارے میں قوانین وضع کرنے کی بابت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اختیار میں وفاق یا وفاق کے افسروں اور حکام کو مذکورہ معاملے کے بارے میں اختیارات دینے اور فرائض عائد کرنے یا اختیارات اور فرائض عائد کرنے کا اختیار شامل ہوگا۔

(4) اس آرٹیکل میں کوئی امر کسی صوبائی اسمبلی کے کوئی ایسا قانون وضع کرنے کے اختیار پر پابندی عائد نہیں کرے گا جس کے وضع کرنے کا اسے اس دستور کے تحت اختیار حاصل ہے، لیکن اگر کسی صوبائی قانون کا کوئی حکم مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے کسی ایکٹ کے کسی حکم کا نقیض ہو جس کے وضع کرنے کا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے کسی ایکٹ کے کسی حکم کا نقیض ہو جس کے وضع کرنے کا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اس آرٹیکل کے تحت اختیار حاصل ہے تو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا وہ ایکٹ، خواہ وہ صوبائی قانون سے پہلے پاس ہوا ہو یا بعد میں، برقرار رہے گا اور صوبائی قانون، تنازقض کی حد تک، لیکن صرف اس وقت تک جب تک مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا ایکٹ موثر رہے، باطل ہوگا۔

(5) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا وضع کردہ کوئی ایسا قانون جس کے وضع کرنے کا اختیار مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو نہ ہوتا اگر ہنگامی حالت کا اعلان جاری نہ ہوا ہوتا، اعلان کے نافذ العمل نہ رہنے کے چھ ماہ بعد اس حد تک غیر موثر ہو جائے گا

جس حد تک کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اس کے بنانے کا اختیار نہ تھا سوائے ان امور کی بابت جو مذکورہ مدت کے ختم ہونے سے قبل انجام پا چکے ہوں یا انجام دہی سے نظر انداز ہو گئے ہوں۔

(6) جب ہنگامی حالت کا اعلان نافذ العمل ہو، تو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) بذریعہ قانون قومی اسمبلی کی میعاد میں زیادہ سے زیادہ ایک سال کی توسیع کر سکے گی اور وہ توسیع مذکورہ اعلان کے ساقط العمل ہو جانے کے بعد کسی صورت میں بھی چھ ماہ کی مدت سے زیادہ نہیں ہوگی۔

(7) ہنگامی حالت کا کوئی اعلان ایک مشترکہ اجلاس میں پیش کیا جائے گا جو صدر اعلان کے جاری کئے جانے سے تیس دن کے اندر طلب کرے گا اور وہ۔

(الف) دہ ماہ کے اختتام پر ساقط العمل ہو جائے گا تاوقتیکہ اس مدت کے ختم ہو جانے سے پہلے اسے مشترکہ اجلاس کی ایک قرارداد کے ذریعے منظور نہ کر لیا گیا ہو۔ اور

(ب) پیرا (الف) کے احکام کے تابع مشترکہ اجلاس میں دونوں ایوانوں کی مجموعی رکنیت کی اکثریت کے ووٹوں سے ایک ایسی قرارداد منظور ہو جانے پر ساقط العمل ہو جائے گا جس میں اس اعلان کو نامنظور کیا گیا ہو۔

(8) شق (7) میں شامل کسی امر کے باوجود، اگر قومی اسمبلی اس وقت ٹوٹ چکی ہو جب ہنگامی حالت کا کوئی اعلان جاری کیا جائے تو وہ اعلان چار ماہ کی مدت کے لئے بدستور نافذ العمل رہے گا لیکن اگر اسمبلی کا اعام انتخاب مذکورہ مدت کے اختتام سے پہلے منعقد نہ ہو، تو وہ اس مدت کے اختتام پر ساقط العمل ہو جائے گا تاوقتیکہ اسے سینٹ کی ایک قرارداد کے ذریعے پہلے ہی منظور نہ کیا جا چکا ہو۔

تشریح

کسی ملک کی قومی سلامتی کو جب کسی دوسرے ملک کی طرف سے یا اندرون

ملک سلامتی کو خطرناک صورتحال کا سامنا ہو تو حکومت وقت اس قسم کی صورتحال کا مقابلہ کرنے کیلئے پورے ملک یا اس کے کسی حصے، صنعتی تجارتی ادارے میں بحرانی یا ہنگامی حالت کا اعلان کر کے عوام کے شہری حقوق سلب کر لیتی ہے اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے دنیا کے بیشتر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی متعدد بار حکومت نے ہنگامی اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے اس ضمن میں یہاں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

اکتوبر 1958ء میں جب جنرل محمد ایوب خاں نے ملک میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا تو آئین کے تنسیخ کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں ہنگامی حالت کے نفاذ کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ 1962ء میں نیا آئین نافذ ہوا تو آئین میں بنیادی شہری حقوق تو تمام درج تھے لیکن عدالتوں کو اس امر کا اختیار نہ تھا کہ وہ ان کے سلسلے میں فیصلے دے سکیں۔ 1963ء میں ایک ترمیم کے ذریعے اس امر کو اس طرح واضح کیا گیا کہ بنیادی شہری حقوق تو موجود رہے لیکن سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ اس وقت تک دائرہ اختیار سماعت نہ رکھتی تھی جب تک کہ ملک میں ہنگامی حالت نافذ رہے یہ سلسلہ صدر ایوب کی صدارت کے آخری دور تک جاری رہا پھر یحییٰ خاں صدر بنے تو ملک میں ہنگامی حالت برقرار رہی۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے ابتدائی دور میں ہنگامی حالت نافذ رہی۔ 1973ء میں ملک میں نیا آئین نافذ ہوا تو عوام کے بنیادی حقوق بھی اس کا حصہ بنے۔ 5 جولائی 1977ء کو ملک میں مارشل لاء کا نفاذ عمل میں آیا تو ہنگامی حالت جوں کی توں اس وقت تک برقرار رہی جب تک کہ 30 دسمبر 1985ء کو ملک میں ہنگامی حالت کا خاتمہ نہ کر دیا گیا۔ 17 اگست 1988ء کو صدر جنرل محمد ضیاالحق طیارے کے حادثے میں جاں بحق ہوئے تو ملک میں ہنگامی حالت کا نفاذ کیا گیا۔ یکم دسمبر 1988ء کو صدر پاکستان جناب غلام اسحٰق نے ہنگامی حالت کے خاتمے کا اعلان

کیا۔ جب 6 اگست 1990ء کو صدر نے قومی اسمبلی تحصیل کی اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت کا خاتمہ کیا تو 14 اگست 1990ء کو پھر ہنگامی حالت نافذ کر دی گئی۔ نومبر 1990ء میں میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم بنے تو انہوں نے اپنی پہلی نشری تقریر میں ہنگامی حالت کے خاتمے کا اعلان کیا۔

دستور کی اس دفعہ کی پہلی شق کو بڑی تفصیل کے ساتھ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

(2) اس شق میں کہا گیا ہے کہ صدر کے ہنگامی حالت کے نفاذ کے باوجود مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو کسی صوبے یا اس کے کسی حصے کے لئے کسی ایسے معاملے کی نسبت قوانین وضع کرنے کا اختیار حاصل ہے جو وفاقی قانون سازی یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شامل نہ ہو۔

اس شق کے تحت وفاقی حکومت صوبے کا نظم و نسق چلانے کے لئے وہ ہدایات دے سکے گی جو صوبے کا نظم و سق چلانے کے لئے ضروری خیال کرے گی تاکہ صوبائی حکومت ضرورت کے مطابق اپنا کام چلا سکے۔ وفاقی حکومت اگر چاہے تو ازخود صوبے کا کاروبار مملکت سنبھال لے یا اپنی جگہ پر صوبے کو گورنر کو کلی طور پر یا صوبے کے ایک یا زیادہ امور کو چلانے کا اختیار سونپ دے۔ علاوہ ازیں وفاقی حکومت کسی شخص کے اختیارات یا ان کے ذریعے کسی ہیئت مجاز کے اختیارات کو بھی استعمال کر سکتی ہے۔ تاہم کسی امر سے وفاقی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا کہ وہ ایسے اختیارات میں جو کسی عدالت عالیہ کو حاصل ہیں یا جو کسی عدالت عالیہ کے ذریعے قابل استعمال ہیں کوئی اختیار اپنے ہاتھ میں لے لے یا صوبے کے گورنر کو ایسے اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے کہے۔ وفاقی حکومت کو یہ اختیار بھی حاصل نہیں کہ وہ دستور کے کسی ایسے احکام پر عمل درآمد کو جن کا تعلق عدالت ہائے عالیہ سے ہو کلی یا جزوی طور پر معطل کر دے۔

(3) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو کسی صوبے کے لئے کسی معاملے کے بارے

میں وفاق کے افسروں اور احکام کو مذکورہ معاملے کے بارے میں اختیارات دینے اور فرائض کی بجا آوری کے لئے قوانین بنانے کا حق ہوگا۔

(4) صوبائی اسمبلی کو صوبے کے لئے ان قوانین کے اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ ان کی اجازت دستور نے بھی دے رکھی ہو۔ لیکن اگر صوبائی اسمبلی کا بنا ہوا کوئی قانون مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے کسی قانون سے متصادم ہوگا تو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے قانون کو فوقیت حاصل ہوگی خواہ وہ صوبائی اسمبلی کے قانون سے پہلے منظور کیا گیا ہو یا بعد میں اور جب تک پارلیمنٹ کا قانون نافذ العمل رہے گا اس وقت تک صوبائی اسمبلی کا قانون باطل قرار دیا جائے گا۔

(5) اس شق کے مطابق ہنگامی حالات کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی طرف سے وضع کردہ ایسا قانون جس کا وضع کرنا ہنگامی حالت سے قبل اس کے اختیار میں نہ تھا تو اس صورت میں ہنگامی حالات کے خاتمے کے چھ ماہ بعد از خود غیر موثر ہو جائے گا۔ تاہم ایسے امور سے متعلق قوانین جو ہنگامی حالت کے دوران وضع کئے گئے قانون کے تحت نافذ العمل تھے، وہ قانونی طور پر جائز ہوں گے۔

(6) اس شق کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ یہ سمجھے کہ قومی اسمبلی کی مدت میں توسیع کرنا ضروری ہو گیا ہے تو وہ اسکی مدت میں ایک سال کی توسیع کر سکتی ہے تاہم ہنگامی حالت کے خاتمے کے بعد یہ مدت صرف چھ ماہ تک کے لئے موثر ہو سکتی ہے۔

(7) اس شق کے تحت صدر ہنگامی حالت کے اعلان کے تیس دن کے اندر اندر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا اجلاس طلب کرے گا اور اپنا اعلان منظوری کے لئے اس کے سامنے پیش کرے گا۔ پارلیمنٹ کی منظوری سے ہنگامی حالت کا نفاذ چھ ماہ تک ہو سکے گا اور نہ ہونے کی صورت میں یہ دو ماہ تک نافذ العمل رہ سکے گا۔ قومی اسمبلی اگر تحلیل ہو چکی ہو تو ہنگامی حالت کا نفاذ چار ماہ تک رہ سکے گا۔ لیکن اگر اسمبلی کا

عام انتخاب مذکورہ مدت کے اختتام سے پہلے منعقد نہ ہو تو وہ اس مدت کے اختتام پر ساقط ہو جائے گا۔ تاوقتیکہ اسے سینٹ کی ایک قرارداد کے ذریعے قبل منظور نہ کرایا جا چکا ہو۔

بھارتی آئین کی دفعہ 352 (3) میں کہا گیا ہے کہ صدر اس وقت تک ہنگامی حالت کے قانون میں تبدیلی کا اعلان جاری نہیں کر سکتا جب تک اسے یونین کابینہ یعنی کابینہ جو دفعہ 75 کے تحت مقرر وزیر اعظم اور کابینہ درجے کے دیگر وزراء پر مشتمل ہو گا یہ فیصلہ کہ ایسا اعلان نامہ جاری کیا جائے جو تحریری طور پر وصول نہ ہو۔

آرٹیکل 233- ہنگامی حالت کی مدت کے دوران بنیادی حقوق وغیرہ کی معطل کرنے کا اختیار:

(1) آرٹیکل 15، 16، 17، 18، 19 اور 24 میں شامل کوئی امر، جب کہ ہنگامی حالت کا اعلان نافذ العمل ہو، مملکت کے، جیسا کہ آرٹیکل 7 میں تعریف کی گئی ہے، کوئی قانون وضع کرنے یا کوئی عاملانہ قدم اٹھانے کے اختیار پر، جس کے کرنے یا اٹھانے کی وہ مجاز ہوتی اگر مذکورہ آرٹیکل میں شامل احکام نہ ہوتے، پابندی عائد نہ یں کرے گا، مگر اس طرح وضع شدہ کوئی قانون، اس وقت جب کہ مذکورہ اعلان منسوخ کر دیا جائے یا نافذ العمل نہ رہے، اس عدم اہلیت کی حد تک غیر موثر ہو جائے گا اور منسوخ شدہ متصور ہو گا۔

(2) جس دوران ہنگامی حالت کا اعلان نافذ العمل ہو، صدر بذریعہ فرمان یہ اعلان کر سکے گا کہ حصہ دوم کے باب اول کی رو سے عطا کردہ بنیادی حقوق میں سے ان کے نفاذ کے لئے جن کی فرمان میں صراحت کر دی جائے کسی عدالت سے رجوع کرنے کا حق اور کسی عدالت میں کوئی کارروائی جو اس طرح مصرحہ حقوق میں سے کسی کے نافذ کے لئے ہو یا جس میں ان حقوق میں سے کسی کی خلاف ورزی کے متعلق کسی سوال کا تعین مطلوب ہو، اس مدت کے لئے معطل رہے گی جس کے

دوران مذکورہ اعلان نافذ العمل رہے اور ایسا کوئی فرمان پورے پاکستان یا اس کے کسی حصہ کے بارے میں صادر کیا جا سکے گا۔

(3) اس آرٹیکل کے تحت صادر کردہ ہر فرمان، جتنی جلد ممکن ہو، مشترکہ اجلاس کی منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا اور آرٹیکل 232 کی شقات (7) اور (8) کے احکام کا اطلاق ایسے فرمان پر اس طرح ہو گا جس طرح ان کا اطلاق ہنگامی حالت کے اعلان پر ہوتا ہے۔

تشریح

ہنگامی حالت کے نفاذ کے دوران دستور کے تحت بنیادی حقوق پر بھی برائے راست اثرات مرتب ہوتے ہیں چنانچہ اس ضمن میں وفاقی حکومت دستور کی دفعہ 15، 16، 17، 18، 19 اور 24 کے تحت اس معطل کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ ان دفعات کا تعلق علی الترتیب جن امور سے ہے وہ یہ ہیں:

1۔ نقل و حرکت وغیرہ کی آزادی۔

2۔ اجتماع کی آزادی۔

3۔ انجمن سازی کی آزادی۔

4۔ تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی۔

5۔ تقریر و تحریر کی آزادی۔

6۔ حقوق جائیداد کا تحفظ۔

تاہم یہ حقوق اس وقت تک معطل رہیں گے جب تک کہ ہنگامی حالت کے خاتمے کا اعلان نہ کر دیا جائے۔ (PLD 1974 Lah. 153) جہاں تک آزادانہ نقل و حمل کا سوال ہے تو پاکستان میں آزادانہ نقل و حرکت کے حق کے سلسلے میں مفاد عامہ کے لئے کسی نافذ العمل قانون کے تحت بعض پابندیاں لگائی جا سکتی ہیں۔ (PLD 1959 Lahore)۔

ہنگامی حالت کے دوران میں صدر کو یہ اعلان کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ بنیادی حقوق کی بحالی کے سلسلے میں کوئی شخص کسی عدالت میں انہیں چیلنج نہیں کر سکتا تاوقتیکہ ہنگامی حالت ختم نہ ہو جائے۔اس دفعہ کے تحت صدر کی جانب سے جاری ہر فرمان کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں لے جا کر اس کی منظوری حاصل کی جائے۔اگر صدر مملکت کسی بنیادی حق کو معطل نہ کریں تو اس حق کو نافذ کرنے کی کارروائی جاری رکھی جا سکتی ہے۔(PLD 1967 Lah.1)-

آرٹیکل 234- کسی صوبے میں دستور کا نظام کے ناکام ہو جانے کی صورت میں اعلان جاری کرنے کا اختیار:

(1) اگر صدر، کسی صوبے کے گورنر کی طرف سے کوئی رپورٹ موصول ہونے پر یا بصورت دیگر مطمئن ہو جائے کہ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہے جس میں صوبے کی حکومت دستور کے احکام کے مطابق نہیں چلائی جا سکتی، تو صدر کو اختیار ہو گا یا اگر اس کے بارے میں مشترکہ اجلاس میں کوئی قرارداد منظور ہو جائے تو صدر کیلئے لازم ہو گا کہ اعلان کے ذریعے۔

(الف) اس صوبے کی حکومت کے کل یا بعض کارہائے منصبی اور ایسے کل یا بعض اختیارات جو صوبائی اسمبلی کے علاوہ صوبے کے کسی بااختیار ادارے یا ہیئت مجاز کو حاصل ہوں یا جن کو وہ استعمال کر سکتے ہوں خود سنبھال لے یا صوبے کے گورنر کو ہدایت دے کہ وہ صدر کی جانب سے انہیں سنبھال لے۔

(ب) یہ اعلان کر سکے کہ صوبائی اسمبلی کے اختیارات کا استعمال مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کرے گی یا اس کے حکم سے کیا جائے گا، اور

(ج) ایسے ضمنی اور ذیلی احکام وضع کرے جن کو صدر، اعلان کی غرض و غایت کو عمل میں لانے کے لئے ضروری یا مناسب خیال کرے، ان میں ایسے احکام بھی

شامل ہیں جو صوبے کے کسی ادارہ یا ہیئت سے متعلق دستور کے کسی حکم پر عملدرآمد کو کلی یا جزوی طور پر معطل کرنے کے لئے ہوں'

مگر شرط یہ ہے کہ اس آرٹیکل میں مذکورہ کوئی امر صدر کو اس بات کا اختیار نہیں دے گا کہ وہ ان اختیارات کو جو کسی عدالت عالیہ کو حاصل ہوں یا جنہیں وہ استعمال کرسکتی ہو خود سنبھال لے یا صوبے کے گورنر کو ہدایت کرے کہ وہ اس کی جانب سے مذکورہ اختیارات سنبھال لے اور نہ وہ عدالت ہائے عالیہ سے متعلق دستور کے کسی حکم کے عمل درآمد کو کلی یا جزوی طور پر معطل کرنے کا مجاز ہوگا۔

(2) آرٹیکل 105 کے احکامات کا اطلاق شق (1) کے تحت گورنر کے کار ہائے منصبی کی بجا آوری پر نہیں ہوگا۔

(3) اس آرٹیکل کے تحت جاری شدہ اعلان ایک مشترکہ اجلاس کے سامنے پیش کیا جائے گا اور دو ماہ کی مدت گزر جانے پر نافذ العمل نہیں رہے گا' تاوقتیکہ مذکورہ مدت کے گزر جانے سے قبل اسے مشترکہ اجلاس کی قرارداد کے ذریعے منظور نہ کرلیا گیا ہو اور ایسی ہی قرارداد کے ذریعے اسے ایسی مزید مدت کے لئے بڑھایا جا سکے گا جو دو ماہ سے زیادہ نہ ہو' لیکن ایسا کوئی اعلان کسی بھی صورت میں چھ ماہ سے زیادہ تک نافذ العمل نہیں رہے گا۔

(4) شق (3) میں شامل کسی امر کے باوجود' اگر قومی اسمبلی اس وقت ٹوٹ چکی ہو' جب اس آرٹیکل کے تحت کوئی اعلان جاری کیا جائے تو وہ اعلان تین ماہ کی مدت کے لئے بدستور نافذ العمل رہے گا لیکن اسمبلی کا عام انتخاب مذکورہ مدت کے اختتام سے پہلے منعقد نہ ہو تو وہ اس مدت کے اختتام پر ساقط العمل ہو جائے گا تاوقتیکہ اسے سینٹ کی ایک قرارداد کے ذریعے پہلے ہی منظور نہ کیا جا چکا ہو۔

(5) جب اس آرٹیکل کے تحت جاری شدہ کسی اعلان کے ذریعے اس امر کا اعلان کر دیا گیا ہو کہ صوبائی اسمبلی کے اختیارات کا استعمال مجلس شوریٰ

(پارلیمنٹ) کرے گی یا اس کے اختیار مجاز کے تحت ان کا استعمال کیا جائے گا تو۔

(الف) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اختیار ہوگا کہ مشترکہ اجلاس میں صوبائی اسمبلی کے اختیار قانون سازی میں شامل کسی امر سے متعلق قوانین وضع کرنے کا اختیار صدر کے سپرد کر دے؛

(ب) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے مشترکہ اجلاس یا صدر کو، اگر اسے پیرا (الف) کے تحت مجاز کیا گیا ہو، اختیار ہوگا کہ وہ وفاق یا اس کے افسروں اور حکام مجاز کو اختیارات عطا کرنے اور فرائض عائد کرنے یا اختیارات عطا کرنے اور فرائض عائد کرنے کا مجاز کرنے کے لئے قوانین وضع کرے۔

(ج) صدر کو، جب مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا اجلاس نہ ہو رہا ہو، اختیار ہوگا کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے مشترکہ اجلاس سے ایسے خرچ کی منظوری حاصل ہونے تک، صوبائی مجموعی فنڈ سے خرچ کی منظوری دے، خواہ یہ خرچ دستور کی رو سے مذکورہ فنڈ سے واجب الادا ہو یا نہ ہو، اور

(د) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو مشترکہ اجلاس میں یہ اختیار ہوگا کہ قرارداد کے ذریعے پیرا (ج) کے تحت صدر کی طرف سے منظوری کردہ خرچ کی اجازت دے۔

(6) کوئی قانون جسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا صدر نے وضع کیا ہو جس کے وضع کرنے کا اختیار مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا صدر کو نہ ہوتا۔ اگر اس آرٹیکل کے بموجب اعلان جاری نہ ہوا ہوتا، تو وہ اس آرٹیکل کے تحت اعلان کی مدت ختم ہونے کے چھ ماہ بعد عدم اہلیت کی حد تک غیر موثر ہو جائے گا، سوائے ان امور کے جو مذکورہ مدت کے ختم ہونے سے قبل انجام پا چکے ہوں یا انجام دہی سے نظر انداز ہو گئے ہوں۔

تشریح

(1) اس دفعہ میں جو احکامات بیان کئے گئے ہیں ان کے مطابق وفاقی حکومت کسی صوبے کی اسمبلی، حکومت یا کسی ہیئت مجاز کے تمام یا کچھ اختیارات معطل کر کے انہیں اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اگر صدر کو کسی وقت کسی صوبے کے گورنر کی طرف سے یا اپنے ذریعے سے یہ رپورٹ موصول ہو کہ صوبے کی حکومت دستور کے احکام کے مطابق نہیں چلائی جا رہی تو اس صورت میں وہ دستور کے مطابق اقدامات کر سکتے ہیں یا اگر پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں کوئی قرارداد منظور ہو جائے تو صدر اعلان کے ذریعے:

(الف) متعلقہ صوبے کی حکومت کے کل یا بعض کارہائے منصبی اور ایسے کل یا بعض اختیار جو صوبائی اسمبلی کے علاوہ صوبے کے کسی با اختیار ادارے یا ہیئت مجاز کو حاصل ہیں یا جن کو وہ استعمال کر سکتے ہیں خود سنبھال لے یا صوبے کے گورنر کو ہدایت دے کر وہ صدر کی جانب سے انہیں سنبھال لے۔

(ب) شق ب کے تحت مجلس شوریٰ کو صدر نے یہ اختیار دیا کہ وہ صوبائی اسمبلی کے اختیارات خود استعمال کرے یا اس کے لئے حکم دے۔

(ج) صدر کو ایسے ضمنی اور ذیلی احکامات کے وضع کرنے کا اختیار بھی اس شق کے ذریعے دیا گیا ہے کہا گر وہ اس سلسلے میں ضروری سمجھے تو وہ صوبے کے کسی ادارے یا ہیئت مجاز سے متعلق دستور کے کسی حکم پر عملدرآمد کو کلی یا جزوی طور پر معطل کر سکتا ہے۔

لیکن اس دفعہ کے تحت صدر مملکت عدالت عالیہ کے اختیارات کو استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ صوبے کے گورنر کو ایسی ہدایات دے سکتے ہیں اور نہ ہی وہ عدالت عالیہ کے بارے میں دستور کے کسی حکم کو جزوی یا کلی طور پر معطل کرنے کے مجاز ہیں۔

(2) دفعہ 105 کے احکامات کا اطلاق شق (1) کے تحت گورنر کے کارہائے

منصبی کی بجا آوری پر نہیں ہوگا۔

(3) اس دفعہ کے تحت جاری شدہ اعلان مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اجلاس میں پیش کیا جائے گا اور اس کی منظوری ملنے کے بعد یہ دو ماہ تک نافذ العمل رہ سکے گا تاوقتیکہ دو ماہ کی مدت گزرنے سے پہلے ایک قرارداد کے ذریعے اس کی مدت میں دو ماہ کی مزید توسیع نہ کرالی جائے تاہم یہ مدت کسی صورت میں بھی چھ ماہ سے زیادہ نہیں ہوگی۔

(4) اگر قومی اسمبلی تحلیل ہو چکی ہو تو پھر یہ اعلان تین ماہ تک نافذ العمل رہے گا۔ لیکن قومی اسمبلی کا عام انتخاب اگر مذکورہ مدت کے خاتمے سے پہلے مکمل نہ ہو جائے تو وہ اس مدت کے خاتمے پر از خود ہی ختم ہو جائے گی بشرطیکہ سینٹ نے ایک قرارداد کے ذریعے اس کی مدت کی توسیع کی منظوری پہلے ہی نہ دے دی ہو۔

(5) اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا تمام متعلقہ مواد اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اگر اس نتیجے پر پہنچی ہو کہ ایسی صورت حال پیدا ہو چکی ہے کہ جس میں کسی صوبے کی حکومت آئین کی دفعات کے مطابق نہ چلائی جا سکتی ہو تو وہ صدر مملکت کو صوبائی اسمبلی کے اختیار قانون سازی میں شامل کسی امر سے متعلق قوانین وضع کرنے کا اختیار صدر کے سپرد کر دے جس کے تحت صوبے کی حکومت کے تمام فرائض اور گورنر اور صوبائی حکومت کے تمام اختیارات جس میں کابینہ اور وزیر اعلیٰ کے اختیارات بھی شامل ہیں صدر سنبھال سکیں گے۔

(6) اس شق کے تحت صدر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جب مجلس شوریٰ کا اجلاس نہ ہو رہا ہو تو صدر صوبائی مجموعی فنڈ میں سے صوبے کے اخراجات کی منظوری دے سکتے ہیں خواہ اس رقم کا تعلق مذکورہ فنڈ سے واجب الادا ہونا یا نہ ہونا قرار پا چکا ہو لیکن اگر مشترکہ اجلاس ہو رہا ہو تو پھر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی منظوری ضروری ہے۔

(7) مجلس شوریٰ کے اجلاس میں صدر صوبائی مجموعی فنڈ سے منظور کردہ رقم کو پیش کر کے اس کی منظوری حاصل کریں گے۔ مجلس شوریٰ دستور کے تحت منظوری دینے کی پابند ہے۔

(8) اعلان مذکورہ پر عملدرآمد کرانے کے لئے اگر صدر یا مجلس شوریٰ کوئی ایسا قانون وضع کریں جس کے وضع کرنے کا اختیار دستور نے انہیں نہ دیا تو ایسا قانون صرف چھ ماہ تک نافذ العمل رہ سکے گا تاہم اس قانون کے تحت اس مدت کے دوران کئے گئے تمام اقدامات درست قرار دیئے جائیں گے۔ اس دفعہ کے تحت 29 جون 1993ء کو اس وقت مجلس شوریٰ نے ایک قرارداد منظور کی جب وفاق اور صوبہ پنجاب کی حکومت کے مابین سیاسی محاذ آرائی شدت اختیار کر گئی تھی۔ قرارداد کا متن یہ ہے:

''مجلس شوریٰ کے مشترکہ اجلاس میں جو اسلام آباد میں ہوا ایک قرارداد منظور کی گئی، جس میں کہا گیا ہے کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) تمام متعلقہ مواد اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ایسی صورتحال پیدا ہو چکی ہے جس میں پنجاب کی حکومت آئین کی دفعات کے مطابق نہیں چلائی جا سکتی، اس لئے صدر مملکت آئین کے آرٹیکل (234) کی دفعہ ایک کے تحت ایک فرمان جاری کریں اور صوبہ پنجاب کی حکومت کے تمام فرائض اور گورنر اور حکومت پنجاب کے تمام اختیارات، جس میں کابینہ اور وزیر اعلیٰ کے اختیارات بھی شامل ہیں سنبھال لیں ماسوائے ان اختیارات کے جو صوبائی اسمبلی کو حاصل ہیں۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ صدر مملکت اعلان کریں کہ پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے اختیارات مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے مشترکہ اجلاس کی اتھارٹی کے تحت استعمال کئے جائیں گے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ان امور کی عمومی نوعیت پر کسی قسم کے اثر کے بغیر صدر یہ اقدامات کریں، جو فرمان کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ضروری ہیں۔ ان

اقدامات کے مطابق پنجاب کے سابق گورنر میاں محمد اظہر یا کوئی دوسرا شخص جس کا نوٹیفکیشن وفاقی حکومت جاری کرے۔ فرمان کے نافذ العمل رہنے کی مدت کے دوران صوبائی حکومت کے تمام اختیارات استعمال کرے گا۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ پنجاب کے سابق گورنر میاں محمد اظہر یا کوئی دوسرا شخص جس کا نوٹیفکیشن وفاقی حکومت جاری کرے اسمبلی توڑنے کا اٹھائیس جون کا حکم جو آئین اور لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی میں جاری ہوا تھا واپس لے اور کالعدم قرار دے اور صوصوبائی اسمبلی کا اجلاس بلائے' جس میں اس بات کا تعین ہو سکے کہ کیا میاں منظور احمد وٹو کو ایوان کا اعتماد حاصل ہے اور اگر وہ اعتماد کا ووٹ نہ لے سکیں تو انہیں وزیر اعلیٰ کے عہدے سے ہٹا دیا جائے' اگر میاں منظور احمد وٹو اعتماد کا ووٹ نہ لیں تو یہ معلوم کرنے کے لئے ایک اور اجلاس بلایا جائے کہ اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کا اعتماد کیسے حاصل ہے اور اس شخص کو صوبے کا وزیر اعلیٰ مقفر رکیا جائے' اس طرح جس شخص کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا جائے وہ جلد از جلد کابینہ تشکیل دینے اور صوبائی اسمبلی میں سالانہ بجٹ پیش کرنے کے لئے اقدامات کرے گا۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ وہ تمام اقدامات بھی کئے جائیں جن کی ہدایت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) دے۔ یہ قرار داد پارلیمانی امور کے وفاقی وزیر چوہدری امیر حسین نے پیش کی۔ قرارداد کے حق میں 145 اور مخالفت میں سات ووٹ آئے' تین ارکان نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ پی ڈی اے کے ارکان نے واک آؤٹ کیا۔ پارلیمنٹ کو دینے کی قرارداد کثرت رائے سے منظوری کر لی گئی۔ قرارداد پر ووٹنگ سپیکر گوہر ایوب خان نے اس وقت کروائی جب اپوزیشن کے ارکان نے واک آؤٹ کر دیا۔ جماعت اسلامی کے چھ ارکان کے علاوہ اقلیتی رکن جے سالک نے قرارداد کی مخالفت میں ووٹ دیا۔ اس سے قبل اپوزیشن نے قرارداد پر بحث کی اجازت چاہی جسے باوجود اپوزیشن کے بار بار احتجاج کے سپیکر نے مسترد کرتے ہوئے قرارداد پر ووٹنگ شروع کرا دی جس

پر محترمہ بے نظیر بھٹو کی قیادت میں اپوزیشن کے 107 ارکان پارلیمنٹ سے واک آؤٹ کر گئے۔ پارلیمنٹ کا پہلا سیشن قرارداد پیش کرنے کے بارے میں مشوروں میں گزر گیا اور سپیکر نے یہ سیشن نکتہ ہائے اعتراض پر بحث و تمحیص پر چلایا' دوسرا سیشن شروع ہوتے ہی وفاقی وزیر پارلیمانی امور چوہدری امیر حسین نے قرارداد پیش کرنے کے لئے پارلیمنٹ کے قواعد معطل کرنے کی قرارداد پیش کی۔''

آرٹیکل 234 کے تحت صدر کوئی اقدام کرتے ہیں تو وہ وزیر اعظم کے مشورے کے پابند نہیں-(PLD 1980 p. 206)

آرٹیکل 235-مالی ہنگامی حالت کی صورت میں اعلان:

(1) اگر صدر کو اطمینان ہو جائے کہ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہے جس سے پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی اقتصادی زندگی' مالی استحکام یا ساکھ کو خطرہ لاحق ہے' تو وہ صوبوں کے گورنروں سے یا جیسی بھی صورت ہو' متعلقہ صوبے کے گورنر سے مشورے کے بعد' اس سلسلے میں فرمان کے ذریعے اعلان کر سکے گا اور جب ایسا اعلان نافذ العمل ہو تو وفاق کا انتظامی اختیار کسی صوبے کو ایسی ہدایات دینے پر کہ وہ ان ہدایات میں متعین کردہ مالیاتی موزونیت کے اصولوں پر عمل کرے اور ایسی دیگر ہدایات دینے پر وسعت پذیر ہو گا جنہیں صدر پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی اقتصادی زندگی، مالی استحکام یا ساکھ کے مفاد کی خاطر ضروری سمجھے۔

(2) دستور میں شامل کسی امر کے باوجود ایسی ہدایات میں ایسا حکم بھی شامل ہو سکے گا جس میں کسی صوبے کے امور کے سلسلہ میں ملازمت کرنے والے سب افراد یا ان کے کسی طبقے کی تنخواہ اور بھتہ جات میں تخفیف کا حکم دیا گیا ہو۔

(3) جب اس آرٹیکل کے تحت جاری کردہ کوئی اعلان نافذ العمل ہو تو صدر وفاق کے امور کے سلسلہ میں ملازمت کرنے والے سب افراد یا ان کے کسی طبقہ کی تنخواہوں اور بھتہ جات میں تخفیف کے لئے ہدایات جاری کر سکے گا۔

(4) آرٹیکل 234 کی شقات (3) اور (4) کے احکام اس آرٹیکل کے تحت جاری کردہ کسی اعلان پر اسی طرح اطلاق پذیر ہوں گے جس طرح وہ مذکورہ آرٹیکل کے تحت جاری کردہ اعلان پر اطلاق پذیر ہوتے ہیں۔

تشریح

اس دفعہ کے مطابق پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی اقتصادی اور مالی حالت کو اگر خطر لاحق ہو تو اس صورت میں صدر صوبہ یا صوبوں کے گورنر/گورنروں سے مشورے کے بعد صدارتی فرمان کے ذریعے وفاق کا انتظامی اختیار صوبوں یا کسی صوبے کو مالیاتی امور کے بارے میں ہدایات جاری کر سکے گا۔ تا کہ وہ متعلقہ ہدایات میں متعین کردہ مالیاتی موزونیت کے اصولوں پر عمل کر کے اپنی مالی پالیسی کو مستحکم بنا سکے۔

اس دفعہ کی شق 2 کے مطابق صدر مملکت وفاق یا کسی صوبے کے ملازمین کی تنخواہوں اور دیگر مراعات کم کرنے کے لئے ہدایت جاری کر سکتے ہیں۔ اس دفعہ کے تحت جاری کردہ فرمان پر آرٹیکل 234 کی شقات 3 اور 4 کے احکامات پر بھی اطلاق ہوگا۔

آرٹیکل 236-اعلان کی تنسیخ وغیرہ:

(1) اس حصہ کے تحت جاری ہونے والا کوئی اعلان بعد میں جاری ہونے والے اعلان سے تبدیل کیا جا سکے گا یا منسوخ کیا جا سکے گا۔

(2) اس حصہ کے تحت جاری کئے جانے والے کسی اعلان یا صادر کئے جانے والے کسی فرمان کے جواز پر کسی عدالت میں اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

تشریح

اگر صدر مملکت یہ سمجھیں کہ ملک بیرون خطرات یا مالی بحران سے نکل گیا ہے تو جیسی بھی صورت ہو اس حصہ کے تحت جاری کئے جانے والے کسی اعلان یا بعد میں

جاری ہونے والے اعلان سے تبدیل یا منسوخ کر سکتے ہیں۔

چونکہ ہنگامی حالت کا اعلان ملکی مفاد کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے اس لئے اس اعلان کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں جا سکتا۔ بھارتی دستور کی دفعات 352 سے 360 تک کا تعلق بھی اسی باب سے ہے۔

آرٹیکل 237- مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) بریت وغیرہ کے قوانین وضع کر سکے گی:

اس دستور میں کوئی امر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے لئے کسی ایسے شخص کی جو وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت کی ملازمت میں ہو یا کسی دیگر شخص کی، کسی ایسے فعل کی نسبت بریت سے متعلق قانون وضع کرنے میں مانع نہ ہوگا، جو پاکستان کے کسی علاقے میں امن و امان برقرار رکھنے اور اس کی بحالی کے سلسلے میں کیا گیا ہو۔

تشریح

ہنگامی حالت کے دوران اگر وفاقی یا صوبائی حکومت کا کوئی شخص ملک میں امن و امان کو برقرار رکھنے یا اس کی بحالی کے لئے کوئی ایسے انتہائی نوعیت کے اقدامات کرتا ہے جو عام حالات میں وفاقی یا صوبائی حکومت کے ملازمین نہیں کر سکتے تو ان اقدامات کو تحفظ دینے اور شخص مذکورہ کی بریت کے لئے مجلس شوریٰ اس ضمن میں قوانین وضع کر سکے گی کیونکہ یہ اقدامات شخص یا اشخاص نے نیک نیتی سے کئے تھے اور کوئی امر مجلس شوریٰ کو اس صورت حال میں مانع نہ ہوگا۔

حصہ یازدہم

دستور کی ترمیم

آرٹیکل نمبر 238- دستور کی ترمیم: اس حصے کے تابع، اس دستور میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے ذریعے ترمیم کی جا سکے گی۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت آئین میں اس وقت تک کوئی ترمیم نہیں کی جا سکتی جب تک کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) ایکٹ کے ذریعے اس کی منظوری نہ دے تاہم جب قومی اسمبلی ٹوٹ چکی ہو تو صدر آرڈیننس کے ذریعے آئین کے کسی حصہ میں ترمیم کرنے کے مجاز ہیں لیکن قومی اسمبلی کی تشکیل کے بعد متعلقہ آرڈیننس کو قانونی حیثیت دینے کے لئے دونوں ایوانوں سے اس کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہو گا۔

آرٹیکل 239- دستور میں ترمیم کا بل:

(1) دستور میں ترمیم کرنے کے بل کی ابتدا کسی بھی ایوان میں کی جا سکے گی اور جبکہ اس بل کو ایوان کی کل رکنیت کے کم از کم دو تہائی ووٹوں سے منظور کر لیا جائے تو اسے دوسرے ایوان میں بھیج دیا جائے گا۔

(2) اگر بل کو اس ایوان کی کل رکنیتی کے کم از کم دو تہائی ووٹوں سے بلا ترمیم کل منظور کر لیا جائے جسے شق (1) کے تحت اسے بھیجا گیا تھا تو اسے شق (4) کے احکام کے تابع، صدر کی منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

(3) اگر بل کو اسا یوان کی کل رکنیت سے کم از کم دو تہائی ووٹوں سے ترمیم کے ساتھ منظور کیا جائے جسے شق (1) کے تحت اسے بھیجا گیا تھا تو اس پر وہ ایوان دوبارہ غور کرے گا جس میں اس کی ابتداء ہوئی تھی، اور اگر بل کو جس طرح کہ اول الذکر ایوان میں اس میں ترمیم کی گئی تھی آخر الذکر ایوان کی طرف سے اس کی کل رکنیت

کے کم از کم دو تہائی ووٹوں سے منظور کرلیا جائے تو اسے شق (4) کے احکام کے تابع، صدر کی منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

(4) دستور میں ترمیم کے کسی بل کو جو کسی صوبے کی حدود میں ردوبدل کا اثر رکھتا ہو صدر کی منظوری کے لئے پیش نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ اسے اس صوبے کی صوبائی اسمبلی نے اپنی کل رکنیت سے کم از کم دو تہائی ووٹوں سے منظور نہ کرلیا ہو۔

(5) دستور میں کسی ترمیم پر کسی عدالت میں کسی بنا پر چاہے جو کچھ ہو کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

(6) ازالہ شک کے لئے بذریعہ قرار دیا جاتا ہے کہ دستور کے احکام میں سے کسی میں ترمیم کرنے کے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اختیار پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

تشریح

اس دفعہ میں دستور میں ترمیم کا طریق کار بتایا گیا ہے اس کے تحت کوئی بھی بل قومی اسمبلی یا سینٹ میں سے کسی ایک بھیجا جائے گا اور اسکی منظوری کے لئے ضروری ہے کہ دو تہائی ووٹوں سے اور بغیر کسی ترمیم کے منظور کیا جائے۔ اگر ایک ایوان نے بل کی منظوری دیدی ہو تو پھر اسے دوسرے ایوان سے بھی منظور کرانا لازمی ہوگا۔ اگر دوسرا ایوان بل کی منظوری نہ دے تو بل پر دوبارہ غور ہوگا۔

دونوں ایوانوں سے بلا ترمیم منظور شدہ بل صدر کے پاس بھیجا جائے گا جو اس کی توثیق کریں گے۔ صدر کی توثیق کے بعد اس بل کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دوسرا ایوان بل کو بعض ترامیم کیساتھ منظور کر لے تو اس صورت میں یہ بل دوبارہ اس ایوان کو بھیجا جائے گا جہاں سے بل کی ابتدائی منظوری ہوئی تھی۔ اگر وہ ایوان اسے ترمیم شدہ صورت میں منظور کرلے تو پھر

صدر سے اس کی توثیق کرانا ہوگی۔

اگر کوئی بل کسی صوبے کی حدود میں تبدیلی سے متعلق ہو تو اس اس کے لئے سب سے پہلے متعلقہ صوبے کی صوبائی اسمبلی سے دو تہائی ووٹوں سے منظور کرانا لازمی ہے اور صوبائی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت کی منظوری کے بغیر یہ بل صدر کی منظوری کے لئے نہیں بھیجا جا سکے گا۔

اگر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) نے دستور میں کسی ترمیم کی منظوری دے دی ہو تو پھر اسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا کیونکہ پارلیمنٹ کا وضع کردہ قانون اعلیٰ ترین قانون سمجھا جاتا ہیاور روایتی پوزیشن یہ ہے کہ پارلیمنٹ حاکم اعلیٰ ہے۔

اس دفعہ کی شق 6 میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ شبہات رفع کرنے کے لئے اس شق کے ذریعے یہ قرار دیا جاتا ہے کہاس دفعہ کے تحت اس آئین کی توضیحات میں اضافہ، تبدیلی یا تنسیخ کے طور پر ترمیم کرنے کا مجلس شوریٰ کا آئین سازی کا اختیار کسی بھی طرح محدود نہیں ہوتا ہے۔ بھارتی آئین کی دفعہ 368 (5) میں بھی یہی الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ لیکن بیرونی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں پارلیمنٹ کے فیصلے کو غیر موثر قرار دینے کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً برطانیہ کے لارڈ جسٹس کوک نے ڈاکٹر بونہام کے مشہور مقدمہ میں اپنے فیصلے میں لکھا تھا:

''جب پارلیمنٹ کا منظور کردہ کوئی قانون عام حق (Common Right) یا عقل سلیم (Reason) کے خلاف ہوگا یا اس پر عمل ناممکن ہوگا تو پھر معاملہ کا فیصلہ کامن لاء کی روشنی میں ہوگا اور ایسے وضعی قانون کو غیر موثر (Void) قرار دیا جائے گا۔'' (77 ای آر 647، (1610)-652

جسٹس کوک کے جانشیں لارڈ چیف جسٹس ہوبرٹ نے بھی اسی نقطہ نظر کا اظہار کیا وہ کہتے ہیں:

''پارلیمنٹ کا بنایا ہوا ایک وضعی قانون بھی اگر وہ فطری انصاف کے خلاف ہے

تو اسے موثر قرار دیا جائے گا۔''

(Day VS Savadge , 80 ER 235, 237 (1615)

امریکی جسٹس مارش کا یہ فیصلہ آج تک امریکی قانونی روایت کی بنیاد بنا ہوا ہے کہ دستور خود سب سے بڑا قانون ہے اور یہ ذمہ داری عدالتوں کی ہے نہ کہ مقننہ کی کہ کونسا قانون دستور کی حدود سے تجاوز کر گیا ہے اور کس بنا پر وہ غیر موثر ہے۔

(Martury V. S. Madism)

مندرجہ بالا مثالوں کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دستور میں ترمیم کے لئے دیئے گئے احکامات اور طریقہ کار سے انحراف کیا گیا ہو تو اس صورت میں عدالت عالیہ کو ایسے کسی اقدام کے خلاف اختیار سماعت حاصل ہے اور وہ ایسی کسی ترمیم کو خلاف قانون یا غیر موثر قرار دے سکتی ہے۔

''بھارتی میں تو سپریم کورٹ عام قوانین ہی نہیں دو تہائی اکثریت سے منظور شدہ دستوری ترمیم کو بھی غیر دستوری قرار دینے کی روایت قائم کر چکی ہے اور اس سے پارلیمنٹ کی بالادستی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

(ترجمان القرآن جنوری 1992ء)

حصہ دوازدہم

متفرقات

باب 1

ملازمتیں

آرٹیکل 240- پاکستان کی ملازمت میں تقرر اور شرائط ملازمت: دستور کے تابع، پاکستان کی ملازمت میں افراد کا تقرر اور ان کی شرائط ملازمت کا تعین۔

(الف) وفاق کی ملازمتوں، وفاق کے امور کے سلسلے میں اسامیوں اور کل پاکستان ملازمتوں کی صورت میں، مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے تحت یا اس کے ذریعے ہوگا، اور

(ب) کسی صوبے کی ملازمتوں اور کسی صوبے کے امور کے سلسلے میں اسامیوں کی صورت میں، اس صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے تحت یا اس کے ذریعے ہوگا۔

تشریح: اس آرٹیکل میں "کل پاکستان ملازمت" سے وفاق اور صوبوں کی کوئی مشترکہ ملازمت مراد ہے جو یوم آغاز سے عین قبل موجود تھی یا جسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے ذریعے وضع کیا جائے۔

تشریح

اس دفعہ میں وفاقی اور کل پاکستان ملازمتوں کے بارے میں قواعد وضوابط اور شرائط ملازمت کا بیان ہوا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ کل پاکستان سروس سے مراد وفاقی اور صوبائی ملازمت لی جاتی ہے اور ملازمین کا تقرر اور شرائط ملازمت کا تعین مجلس شوریٰ یا صوبائی اسمبلیوں کے ایکٹ کے ذریعے کیا جائے گا۔

اس آرٹیکل میں کل پاکستان ملازمت سے وفاق اور صوبوں کی کوئی مشترکہ

ملازمت مراد ہے جو یوم آغاز سے عین قبل موجود تھی یا جسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے ذریعے وضع کیا جائے۔ کسی صوبے میں ملازمتوں کو صوبائی اسمبلی کے ایکٹ کے تحت وضع کردہ قواعد وضوابط کی روشنی میں پر کیا جائے گا۔

آرٹیکل 241- موجودہ قواعد وغیرہ جاری رہیں گے: جب تک کہ متعلقہ مقنّنہ آرٹیکل 240 کے تحت کوئی قانون نہ بنائے، یوم آغاز سے عین ماقبل نافذ العمل قواعد اور احکام جہاں تک وہ دستور کے احکام سے مطابقت رکھتے ہوں، نافذ العمل رہیں گے اور ان میں وفاقی حکومت یا، جیسی بھی صورت ہو، صوبائی حکومت وقتاً فوقتاً ترمیم کر سکے گی۔

تشریح

اس دفعہ کے مطابق جب تک وفاقی مقنّنہ کوئی قانون نہیں بناتی تو ملازمتوں کے ضمن میں پہلے سے موجود قواعد وضوابط پر عملدرآمد کیا جائے اور اس ضمن میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بوقت ضرورت ان میں ترامیم وغیرہ کر لیں تاہم جس روز مجلس شوریٰ یا کسی صوبائی اسمبلی نے اپنے اپنے دائرہ اختیار میں نئے قواعد منظور کر لئے تو ان پر اسی روز سے عملدرآمد ہوگا جس روز سے ان کی منظوری دی گئی تھی۔

20 اگست 1973ء کو ملک میں انتظامی اصلاحات کا اعلان کیا گیا جن کا مقصد یہ تھا کہ انتظامیہ کا ڈھانچہ اس کے مقاصد اور کام کی نوعیت ہی بدل دی جائے اس نئے اعلان کے تحت تمام سروسیں اور کیڈر ایک ڈھانچہ میں ضم کر دیئے گئے اور کسی بھی مرحلہ پر ملازمت میں آنے والے تمام ملازمین کو ترقی کے لئے برابر مواقع ان شرائط پر دینے کا اعلان کیا گیا کہ وہ اعلیٰ عہدوں کے لئے پیشہ ورانہ اور خصوصی اہلیت رکھتے ہوں۔ گریڈنٹ کا واحد ڈھانچہ ماہروں کی کئی سابقہ رپورٹوں اور دنیا بھر کے تجربوں کی روشنی میں تیار کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ نئے نظام کے تحت تنخواہ

کیا یک اسکیل کی حد تک پہنچنے کے بعد اسکیل حاصل کرنے سے پہلے ہر ملازم کو اپنے کام اور مستعدی سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ اعلیٰ اسکیل میں ترقی پانے کا مستحق ہے سرکاری ملازمتوں کی شرائط میں اصلاح کرنے اور ربا قاعدگی پیدا کرنے کے لئے ضروری قواعد اور قوانین بھی بنائے گئے۔ ان میں سوال سرونٹس آرڈیننس مجریہ 1973ء گورنمنٹ سرونٹس ایفی شینسی اینڈ ڈسپلن رولز مجریہ 1973ء اور سروس ٹریبونل آرڈیننس مجریہ 1973ء شامل ہیں۔

آرٹیکل 242- پبلک سروس کمیشن:

(1) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) وفاق کے امور سے متعلق اور کسی صوبے کی صوبائی اسمبلی اس صوبے کے امور سے متعلق قانون کے ذریعے پبلک سروس کمیشن کے قیام اور تشکیل کے احکام وضع کر سکے گی۔

(الف) وفاق کے امور سے متعلق تشکیل کردہ پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین کا تقرر صدر اپنی صوابدید پر کرے گا۔

(2) کوئی پبلک سروس کمیشن کارہائے منصبی انجام دے گا' جو قانون کے ذریعے مقرر کئے جائیں۔

تشریح

1956ء اور 1962ء کے پاکستان دساتیر کی طرح 1973ء میں بھی پبلک سروس کمیشن کے قیام اور تشکیل کے بارے میں احکامات جاری کئے گئے ہیں۔ 1962ء کے آئین کے دفعہ 180 کی رو سے مرکز کے لئے ایک مرکزی پبلک سروس کمیشن اور ہر دو صوبوں کے لئے ایک ایک صوبائی پبلک سروس کمیشن قائم کیا گیا تھا۔ مرکزی پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین اور ارکان کی تعداد کا تعین علی الترتیب صدر اور گورنر کرتے تھے۔ جبکہ ان کی شرائط ملازمت و قیود کا تعین علی الترتیب مرکزی مقننہ اور صوبائی مقننہ کے کسی ایکٹ کے تحت کیا جاتا تھا۔

اس دفعہ میں وفاقی امور کے لئے وفاقی پبلک سروس کمیشن اور صوبائی امور کے لئے صوبائی پبلک سروس کمیشن کے قیام اور تشکیل کے احکام وضع کرنے کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔ وفاقی پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین کا تقرر صدر اپنی صوابدید پر کرتے ہیں۔ وفاقی پبلک سروس کمیشن کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ 1870ء میں گلیڈسٹون (برطانوی وزیراعظم) نے برطانیہ میں بہت سے محکموں میں بھرتی کے لئے عام مقابلہ کا طریقہ رائج کیا تھا۔ یہ مراعات یافتہ طبقہ اور ملازمتوں میں موجودہ عدم مساوات کے خلاف ایک تحریک تھی جس کے نتیجے میں برطانیہ میں سول سروس کمیشن اور غیر منقسم ہندوستان میں پبلک سروس کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ 1956ء اور 1962ء کے دساتیر میں بھی پبلک سروس کمیشن کے قیام کا ذکر کیا گیا تھا لیکن جو کمیشن 1973ء کے تحت عمل میں لایا جانا قرار پایا تھا اس ضمن میں اس کے آئینی مقام میں بہت سی تبدیلیاں کی گئیں۔ ان کا تعلق ان معاملات سے ہے جن کے لئے انتظامیہ میں الگ ادارے اور ذیلی ادارے قائم کئے گئے۔ یہ معاملات کمیشن کے دائرہ اختیار میں تھے۔ اس کے فرائض کا تعین اس طرح کیا گیا ہے:

1۔ آل پاکستان سروسز، مرکزی سول سروسز اور مرکز سے متعلقہ سول نشستوں کی تقرری کیلئے مناسب شخصیتوں کے انتخاب کے امتحانات کا انعقاد کرنا۔

2۔ صدر کو مطلوبہ مشوروں کے سلسلے میں جو صدر کمیشن سے کرنا چاہے اپنی رائے دینا۔

3۔ وہ اصول جن کی رو سے افسران ایک سروس سے نکال کر دوسری سروس میں تبدیل کئے جاسکیں۔

4۔ نظم وضبط سے متعلق معاملات طے کرنا۔

5۔ کسی سرکاری افسر کی ریٹائرمنٹ سے متعلق معاملات پبلک سروس کمیشن

کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ اعلیٰ عہدوں کے لئے موزوں افراد کی تعیناتی ممکن ہوسکی ہے کیونکہ پبلک سروس کمیشن کا پاس کردہ امتحان اتنا معیاری ہوتا ہے کہامیدوار کی اہلیت اور اس کی ذہنی استعداد کا فوری طور پر پتہ چل جاتا ہے اور یوں ملک میں تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز ارکان بڑی خود اعتمادی سے اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہیں۔ پاکستان کے ہر صوبے میں صوبائی پبلک سروس کمیشن قائم ہیں۔ وفاقی سطح پر کمیشن کو 1977ء کے پبلک سروس کمیشن آرڈیننس کے تحت سول سروسز اور اعلیٰ آسامیاں پر کرنے کے لئے مقابلے کے امتحانات منعقد کرانے' ٹسٹ اور انٹرویو کے ذریعے انتخاب کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ کمیشن سکیل 16 سے سکیل 22 تک کے اعلیٰ گریڈوں کی آسامیاں پر کرنے کے لئے موزوں افراد کا انتخاب کرتا ہے۔

اس دفعہ کی شق 2 میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی پبلک سروس کمیشن خواہ وہ وفاقی ہو یا صوبائی وہ اپنے کارہائے منصبی انہی خطوط پر سرانجام دے سکے گا جو قانون نے اس کے لئے منضبط کئے ہیں۔

ملازمتوں کی عمومی کارکردگی کے بارے میں کمیشن ہر سال ایک رپورٹ مرتب کرتا ہے جو صدر کی وساطت میں قومی اسمبلی میں پیش کی جاتی ہے۔ کمیشن اپنی اس رپورٹ میں صدر کو ایک یادداشت بھی بھیجتا ہے جن میں ان واقعات کا حوالہ دیا جاتا ہے جن کے مطابق بعض امور کا فیصلہ کرتے وقت سرکاری محکموں نے کمیشن سے مشورہ نہ کیا ہو حالانکہ انہیں یہ مشورہ کرنا چاہیے تھا۔ علاوہ ازیں کمیشن ان وجوہات کا بھی ذکر کرتا ہے جن کے باعث کمیشن کی بعض سفارشات کو قبول نہ کیا گیا۔ صوبائی پبلک سروس کمیشن کو بھی انہی خطوط پر کام کرنے کو کہا گیا ہے۔

باب 2

مسلح افواج

آرٹیکل 243- مسلح افواد کی کمان: (1) وفاقی حکومت کے پاس مسلح افواج کی کمان اور کنٹرول ہوگا:

(الف) قبل الذکر حکم کی عمومیت پر اثر انداز ہوئے بغیر مسلح افواج کی اعلیٰ کمان صدر کے ہاتھ میں ہوگی۔

(2) صدر کو' قانون کے تابع' یہ اختیار ہوگا کہ وہ.....

(الف) پاکستان کی بری' بحری اور فضائی افواج اور مذکورہ افواج کے محفوظ دستے قائم کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے۔

(ب) مذکورہ افواج میں کمیشن عطا کرے' اور

(ج) حذف بروئے لیگل فریم ورک آرڈر 2002ء مجریہ 21 اگست 2002ء۔

☆(3) صدر☆ (وزیراعظم کے ساتھ مشورہ سے).....

(الف) چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی' (ب) چیف آف آرمی سٹاف' (ج) چیف آف نیول سٹاف' (د) چیف آف ایئر سٹاف' کا تقرر کرے گا اور ان کی تنخواہوں اور الاؤنس کا تعین کرے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے نفاذ 31 دسمبر 2003ء سے قبل صدر مملکت کو چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی' چیف آف آرمی سٹاف' چیف آف نیول سٹاف اور چیف آف ایئر سٹاف کی تقرری اور ان کی تنخواہوں اور الاؤنسز کے تعین کرنے کا اختیار حاصل تھا اور وہ کسی سے مشورے کئے بغیر مندرجہ بالا عہدوں پر افسروں کی تعیناتی کر سکتے تھے۔

لیکن اس دفعہ کے نفاذ پر صدر کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم کو بھی مندرجہ بالا افسروں کی تعیناتی کے سلسلے میں مشورہ کرنے کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ اس ترمیم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ صدر مندرجہ بالا افسروں کی تعیناتی پر من مانی نہیں کر سکے گا اور جب تک وزیر اعظم سے مشورے نہیں کرے گا کسی کو مندرجہ بالا عہدوں پر تعینات نہیں کر سکے گا۔

اس دفعہ میں مسلح افواج کی کمان اور کنٹرول کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلح افواج کی کمان اور کنٹرول وفاقی حکومت کے ہاتھ میں ہوگی اور بغیر کسی تعصب کے صدر پاکستان کے مسلح افواج کے سپریم کمانڈر ہوں گے۔ وہ تینوں مسلح افواج (بری، بحری اور فضائیہ) کے نظم و نسق کمیشن کی عطائیگی، جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین اور تینوں مسلح افواج کے سربراہوں کی تقرری کے لئے وزیر اعظم سے مشورے کریں گے۔ وہ افواج پاکستان کے لئے ریزرو فوج بھی قائم کر سکیں گے۔ صدر مملکت کو مسلح افواج کے افسروں اور جوانوں کی تنخواہوں، بھتوں اور مراعات کا تعین کرنے اور وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق تنخواہیں بڑھانے کا وزیر اعظم سے مشورے کرنے کے بعد اختیار دیا گیا ہے لیکن وہ یہ اختیارات قانون کے مطابق استعمال کر سکیں گے۔ مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے ضروری نہیں کہ وہ مسلح افواج میں سے ہو۔ سویلین صدر بھی یہ خدمات انجام دے سکتے ہیں تاہم مارشل لاء کے تحت بری فوج کے چیف آف سٹاف اپنے عہدے پر رہتے ہوئے اگر صدر کا عہدہ سنبھال لیں تو پھر اس کی حیثیت بھی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی ہوگی۔ جیسا کہ بری فوج کے چیف آف سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے یہ عہدہ ستمبر 1978ء سے 17 اگست 1988ء تک سنبھالے رکھا تھا۔ ازاں بعد یہ عہدہ جناب غلام اسحٰق نے سنبھال لیا اور روایت کے مطابق 18 جولائی 1993ء کو مسٹر وسیم سجاد مسلح افواد کے سپریم کمانڈر بنے۔

آرٹیکل 244- مسلح افواد کا حلف: مسلح افواج کا ہر رکن جدول سوم میں دی گئی عبارت میں حلف اٹھائے گا۔

تشریح

مسلح افواج کو ملک کا دفاع کرنا ہوتا ہے اور اس ضمن میں مملکت کی سرحدوں کے تحفظ کے لئے کئی اقدامات کرنا پڑتے ہیں اور وہ اقدامات ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا دشمن کو پتہ چل جائے تو وہ وقت سے پہلے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لہذا مسلح افواج میں بھرتی ہونے والے ہر فرد کے لیے حلف ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس کی عبارت جدول سوم میں دی گئی ہے۔

آرٹیکل 245- مسلح افواج کے کارہائے منصبی:

(1) مسلح افواج وفاقی حکومت کی ہدایات کے تحت، بیرونی جارحیت یا جنگ کے خطرے کے خلاف پاکستان کا دفاع کریں گی اور قانون کے تابع، شہری حکام کی امداد میں، جب ایسا کرنے کے لئے طلب کی جائیں، کام کریں گی۔

(2) شق (1) کے تحت وفاقی حکومت یک طرف سے جاری شدہ کسی ہدایت کے جواز کو کسی عدالت میں زیر اعتراض نہیں لایا جائے گا۔

(3) کوئی عدالت عالیہ کسی ایسے علاقے میں جس میں پاکستان کی مسلح افواج، فی الوقت آرٹیکل 245 کی تعمیل میں شہری حکام کی مدد کے لئے کام کر رہی ہوں، آرٹیکل 199 کے تحت کوئی اختیار سماعت استعمال نہیں کرے گی۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق کا اس دن سے عین قبل جس پر مسلح افواج نے شہری حکام کی مدد کے لئے کام کرنا شروع کیا ہو کسی زیر سماعت کارروائی سے متعلق عدالت عالیہ کے اختیار سماعت کو متاثر کرنا متصور نہیں ہوگا۔

(4) شق (3) میں محولہ کسی علاقہ سے متعلق کوئی کارروائی جسے اس دن کے بعد دائر کیا گیا ہو جبکہ مسلح افواج نے شہری حکام کی مدد کے لئے کام شروع کیا ہو اور جو

کسی عدالت عالیہ میں زیر سماعت ہو اس عرصے کے لئے معطل رہے گی جس کے دوران مسلح افواج بایں طور پر کام کر رہی ہوں۔

تشریح

مسلح افواج کا اصل کام تو اپنے ملک کو غیر ملکی جارحیت سے محفوظ کرنا اور سرحدوں کی حفاظت ہوتا ہے۔لیکن پاک فوج اندرون ملک تخریب کاروں سے نمٹنے کے لےء اہم کردار ادا کرتی رہتی ہے۔ سچ پوچھئے تو ہماری مسلح افواج نے جب بھی ملک پر کوئی آفت آن پڑی عوام کو کبھی مایوس نہیں کیا۔اس کی اعلیٰ کارکردگی اور عسکری تربیت اور جرأت و بہادری کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں:

(1) اس دفعہ کے مطابق پاک فوج نہ صرف دفاع وطن کی ذمہ دار ہیں بلکہ انہیں قانون ہن کے دائرہ میں رہتے ہوئے شہری حکام کی امداد کا فریضہ بھی سونپا گیا ہے۔ مثلاً 1992ء کے اوائل میں جب سندھ میں امن و امان کی صورت حال حکومت سندھ کے اختیار سے باہر ہوگئی تو صوبائی حکومت کی درخواست پر وفاقی حکومت نے 28 مئی 1992ء کو آئین کے دفعہ 147 کے تحت فوج کو کارروائی کرنے کا حکم دیا۔

(2) اس شق کے مطابق وفاقی حکومت کی طرف سے شہری حکام کی امداد کے لئے فوج کو کسی ایک مقام یا پورے صوبے میں تعینات کرنے پر کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ کیونکہ حکام مسلح افواج کی تعیناتی مفاد عامہ کے تحت ہی کرتے ہیں اور چونکہ مسلح افواج امن عامہ کو بحال کرنے اور حکومت کے اختیارات کو بحال کرنے کے لئے انتہائی نیک نیتی سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اس لئے ان پر عدالت میں کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

(3) اس دفعہ کے تحت مسلح افواج شہری حکام کی امداد کے لئے جس علاقے میں کام کر رہی ہوں اس ضمن میں دفعہ 199 کے تحت متعلقہ عدالت عالیہ اختیار

ساعت استعمال کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ مگر اس کے لئے یہ شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ متعلقہ علاقے میں مسلح افواج کے کام شروع کرنے سے پہلے اگر کوئی مسئلہ عدالت عالیہ کے روبرو زیر سماعت ہو تو وہ اس سے متاثر نہیں ہوگا اور اس کے بارے میں عدالت عالیہ کو اختیار سماعت اس مسئلہ کے فیصلے ہونے تک حاصل رہے گا۔

(4) اس شق کے تحت مسلح افواج کے کسی علاقے میں کنٹرول حاصل کرنے کے بعد عدالت عالیہ میں کوئی کارروائی اس وقت تک شروع نہیں کی جا سکتی جب تک اس علاقے میں مسلح افواج موجود رہیں گی۔

باب 3

قبائلی علاقہ جات

آرٹیکل 246- قبائلی علاقہ جات: اس دستور میں۔

(الف) ''قبائلی علاقہ جات'' سے پاکستان کے وہ علاقہ جات مراد ہیں جو یوم آغاز سے عین قبل، قبائلی علاقہ جات تھے اور ان میں حسب ذیل شامل ہیں :

(اول) بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے کے قبائلی علاقہ جات، اور

(دوم) امب، چترال، دیر اور سوات کی سابقہ ریاستیں،

(ب) ''صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات'' سے حسب ذیل مراد ہیں:

(اول) چترال، دیر اور سوات (جس میں کالام شامل ہے) کے اضلاع (ضلع کوہستان کا قبائلی علاقہ) مالاکنڈ کا محفوظ علاقہ، ضلع (مانسہرہ) سے ملحقہ قبائلی علاقہ اور امب کی سابق ریاست، اور

(دوم) ضلع ژوب، ضلع لورالائی (تحصیل ڈکی کے علاوہ) ضلع چاغی کے تحصیل دالبندین اور ضلع سبی کے مری اور بگٹی قبائلی علاقہ جات، اور

(ج) ''وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات'' میں حسب ذیل شامل ہیں:

(اول) ضلع پشاور سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات،

(دوم) ضلع کوہاٹ سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات،

(سوم) ضلع بنوں سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات،

(چہارم) ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات،

(پنجم) باجوڑ ایجنسی،

(پنجم۔الف) اورک زئی ایجنسی،

(ششم) مہمند ایجنسی،

(ہفتم) خیبر ایجنسی،

(ہشتم) کرم ایجنسی،

(نہم) شمالی وزیرستان ایجنسی، اور

(دہم) جنوبی وزیرستان ایجنسی۔

تشریح

(الف) اس دفعہ کے تحت یہ کہا گیا ہے کہ 1973ء کے آئین سے قبل جو قبائلی علاقے پاکستان کے حدود میں شامل تھے۔ قبائلی علاقہ جات سے مراد آج بھی وہی علاقے لئے جاتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں:

(اول) بلوچستان اور صوبہ شمال مغربی سرحدی صوبے کے قبائلی علاقہ جات۔

(دوم) امب، چترال، دیر اور سوات کی سابقہ ریاستیں۔

(ب) صوبے کے زیر نظام قبائلی علاقہ جات کے نام یہ ہیں:

(اول) چترال، دیر اور سوات (جس میں کالام کا علاقہ بھی شامل ہے) کے اضلاع (ضلع کوہستان کا قبائلی علاقہ)، مالاکنڈ کا محفوظ علاقہ، ضلع (مانسہرہ) سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات اور امب کی سابق ریاست۔

(دوم) ضلع ژوب (بلوچستان) ضلع لورالائی، تحصیل ذکی کے علاوہ، ضلع چاغی کی تحصیل دالبندین اور ضلع سی کے مری اور بگتی علاقہ جات شامل ہیں۔

(ج) وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں یہ علاقے شامل ہیں:

ضلع پشاور، ضلع کوہاٹ، ضلع بنوں، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات، باجوڑ ایجنسی، اورک زئی ایجنسی، مہمند ایجنسی، خیبر ایجنسی، کرم ایجنسی، شمالی

وزیرستان اور جنوبی وزیرستان ایجنسی۔

آرٹیکل 247-قبائلی علاقہ جات کا انتظام:

(1) دستور کے تابع، وفاق کا عاملانہ اختیار مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات پر وسعت پذیر ہوگا اور کسی صوبے کا عاملانہ اختیار اس میں شامل صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات پر وسعت پذیر ہوگا۔

(2) صدر، وقتاً فوقتاً کسی صوبے میں شامل جات یا ان کے کسی حصہ سے متعلق اس صوبے کے گورنر کو ایسی ہدایات دے سکے گا جو وہ ضروری خیال کرے اور گورنر اس آرٹیکل کیتحت اپنے کارہائے منصبی کے انجام دہی میں مذکورہ ہدایات کی تعمیل کرے گا۔

(3) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا کوئی ایکٹ وفاق کے زیر انتظام کسی قبائلی علاقے یا اس کے کسی حصے پر اطلاق پذیر نہ ہوگا، جب تک کہ صدر اس طرح ہدایت نہ دے اور مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی ایکٹ صوبے کے زیر انتظام کسی قبائلی علاقے یا اس کے کسی حصے پر اطلاق پذیر نہ ہوگا جب تکہ کہ اس صوبے کا گورنر جس میں وہ قبائلی علاقہ واقع ہو، صدر کی منظوری سے، اس طرح ہدایت نہ دے، اور کسی قانون سے متعلق کوئی ایسی ہدایت دیتے وقت، صدر یا جیسی بھی صورت ہو، گورنر، یہ ہدایت دے سکے گا کہ اس قانون کا اطلاق کسی قبائلی علاقے پر، یا اس کے کسی مصرحہ حصے پر ایسی مستثنیات اور ترمیمات کے ساتھ ہوگا جس کی صراحت اس ہدایت میں کردی جائے۔

(4) دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، صدر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اختیارات قانون سازی کے اندر کسی معاملے سے متعلق اور کسی صوبے کا گورنر، صدر کی ماقبل منظوری سے صوبائی اسمبلی کے اختیارات قانون سازی کے اندر کسی معاملے سے متعلق، صوبے کے زیر اہتمام کسی قبائلی علاقے یا اس کے کسی ایسے حصے

کے لئے جو اس صوبے میں واقع ہو، امن و امان اور بہتر نظم و نسق کے لئے ضوابط وضع کر سکے گا۔

(5) دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، صدر کسی معاملے سے متعلق، وفاق کے زیر انتظام کسی قبائلی علاقہ یا اس کے کسی حصہ کے امن و امان اور بہتر نظم و نسق کے لئے ضوابط وضع کر سکے گا۔

(6) صدر، کسی وقت بھی، فرمان کے ذریعے، ہدایت دے سکے گا کہ کسی قبائلی علاقے کا تمام یا کوئی حصہ قبائلی علاقہ نہیں رہے گا اور مذکورہ فرمان میں ایسے ضمنی اور ذیلی احکام شامل ہو سکیں گے جو صدر کو ضروری اور مناسب معلوم ہوں۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق کے تحت کوئی فرمان صادر کرنے سے پہلے صدر، اس طریقے سے جو وہ مناسب سمجھے، متعلقہ علاقے کے عوام کے رائے، جس طرح کہ قبائلی جرگے میں ظاہر کی جائے، معلوم کرے گا۔

(7) کسی قبائلی علاقے سے متعلق دستور کے تحت نہ عدالت عظمیٰ اور نہ کوئی عدالت عالیہ اپنا اختیار سماعت استعمال کریگی تاوقتیکہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) بذریعہ قانون بصورت دیگر حکم نہ دے:

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق میں کوئی امر اس اختیار سماعت پر اثر انداز نہ ہوگا جو عدالت عظمیٰ یا کوئی عدالت عالیہ کسی قبائلی علاقہ سے متعلق یوم آغاز سے عین قبل استعمال کرتی تھی۔

تشریح

(1) وفاقی سطح پر مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات کا نظم و نسق وفاق چلائے گا جب کہ صوبے کا عاملانہ اختیار اس صوبے میں شامل صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات پر ہوگا۔

کسی صوبے میں شامل قبائلی علاقہ جات کے سلسلے میں صدر گاہے بگاہے متعلقہ

صوبے کے گورنر کو مذکورہ علاقوں کے انتظام وانصرام کے سلسلے میں وہ ہدایات جاری کر سکے گا جو اس ضمن میں وہ ضروری سمجھے گا اور گورنر ان ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کے انتظام کریں گے۔

وفاق کے زیر انتظام علاقوں پر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا اور صوبے کے زیر انتظام علاقوں پر کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی ایکٹ اس وقت تک اطلاق پذیر نہ ہوگا جب تک کہ صدر اور گورنر کسی خاص ضرورت کے تحت ہدایات جاری نہ کریں۔ تاہم گورنر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ہدایات جاری کرنے سے پہلے ان کی منظوری صدر سے حاصل کرے، صدر یا گورنر کسی قبائلی علاقے پر یا اس کے کسی حصے پر مستثنیات اور ترمیمات کے ساتھ قانون لاگو کر سکتے ہیں۔

اس شق میں کہا گیا ہے کہا گر کسی قبائلی علاقے میں فرقہ واریت یا کسی اور وجہ سے امن و امان کی صورت حال بگڑ جاتے تو صدر پاکستان اور کسی صوبے سے متعلقہ قبائلی علاقوں کے لئے دستور میں شامل کسی امر کے باوجود امن و امان کی صورت حال بحال کرنے اور نظم ونسق کو بہتر بنانے کے لئے قانون وضع کر سکتے ہیں۔ گورنر کو اس ضمن میں صدر کی پیشگی منظوری بھی لینا ہوگی۔ پہلے قدم کے طور پر فرنٹیر کرائمز ریگولیشن کو چترال، دیر، سوات، بشمول کالام اور مالاکنڈ کے محفوظ علاقہ کے صوبہ کے زیر انتظام قبائلی علاقوں اور پشاور ہائی کورٹ کے حلقہ اختیار سماعت اور ان علاقوں تک پھیلے ہوئے سپریم کورٹ آف پاکستان حلقہ اختیار سماعت میں 1973ء میں منسوخ کئے گئے۔ فرنٹیر کرائمز ریگولیشن منسوخ کرنے سے جو خلاء پیدا ہو گیا تھا اس ضمن میں مندرجہ ذیل ضابطے نافذ کئے گئے:

1۔ صوبہ کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کے دیوانی طریقہ کار خصوصی دفعات کا ضابطہ 1975ء۔

2۔ صوبہ کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کے فوجداری طریق کار خصوصی

دفعات کا ضابطہ 1975ء۔

مندرجہ بالا ضابطوں میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ متعلقہ ضلع کے ڈپٹی کمیشنر کو یہ خصوصی اختیار ہوگا کہ وہ بعض فوجداری جرائم کے معاملہ میں دست اندازی کرے اور ان کی سماعت کے لئے ٹریبونل مقرر کرے اس کا صدر ایک سرکاری افسر مقرر کیا گیا۔ ارکان کے تقرر کا اختیار ڈپٹی کمشنر کو دیا گیا ہے لیکن اس سے پہلے وہ متعلقہ فریقوں کو سماعت کا موقع دے گا اور اگر ان کے تقرر پر ان کے اعتراضات ہوں گے تو ان پر غور کرے گا۔

دیوانی نوعیت کے مقدمات کے معاملے میں جن کا فیصلہ قانون سازی کے تحت کیا جاتا ہے' ڈپٹی کمشنر متعلقہ فریقوں کی جانب سے تحریری درخواست ٹریبونل مقرر کرے گا۔ یہ ٹریبونل اپنی رپورٹیں ڈپٹی کمیشنر کو پیش کریں گے جو اس کے بعد ان مقدمات پر احکام جاری کرے گا۔ ڈپٹی کمیشنر جو حکم جاری کرے گا یا سزا سنائے گا اس کی اپیل ڈویژنل کمیشنر سے ہو سکے گی۔

بلوچستان میں صوبہ کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں 26 قوانین اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں صوبہ کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں 130 قوانین جاری کئے گئے ہیں۔ اس سوال پر کہ کونسا علاقہ پاکستان کے زیر انتظام ہے عدالت عظمیٰ نے اس ضمن میں کہا کہ اس بات کا تعین کرنا کہ کس علاقہ کو پاکستان نے اپنا علاقہ تسلیم کیا ہے' وفاقی عاملہ کا کام ہے اور عدالتیں اس صورتحال کو تسلیم کرنے کی پابند ہیں۔ (پی ایل ڈی 1969 سپریم کورٹ 485)۔

مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے وضع کردہ قانون کے تحت ہی عدالت عظمیٰ اور کوئی عدالت عالیہ اپنا اختیار سماعت استعمال کر سکتی ہے۔ شق 6 کے تحت صدر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی وقت حکم کے ذریعے یہ ہدایت کر سکتے ہیں کہ پورا قبائلی علاقہ یا اس کا کوئی حصہ قبائلی علاقہ نہیں رہیگا یہ اقدام مرحلہ وار اور بتدریج ہوگا۔

باب 4

عام

آرٹیکل 248- صدر، گورنر، وزیر وغیرہ کا تحفظ:

(1) صدر، کوئی گورنر، وزیر اعظم، کوئی وفاقی وزیر، کوئی وزیر مملکت، وزیر اعلیٰ اور کوئی صوبائی وزیر اپنے متعلقہ عہدے کے اختیارات استعمال کرنے اور ان کے کار ہائے منصبی انجام دینے کی بنا پر، یا کسی ایسے فعل کی بنا پر جو ان اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے اور کار ہائے منصبی انجام دیتے ہوئے کئے گئے ہوں یا جن کا کیا جانا مترشح ہو، کسی عدالت کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں گے:

مگر شرط یہ ہے کہ اس شق میں کسی امر سے کسی شخص کے وفاق یا صوبے کے خلاف مناسب قانونی کارروائیاں کرنے کے حق میں مانع ہونے کا مفہوم اخذ نہیں کیا جائے گا۔

(2) صدر یا کسی گورنر کے خلاف، اس کے عہدے کی میعاد کے دوران کسی عدالت میں کوئی فوجداری مقدمات نہ قائم کئے جائیں گے اور نہ جاری رکھے گے۔

(3) صدر یا کسی گورنر کے عہدے کے میعاد کے دوران کسی عدالت کی طرف سے اس کی گرفتاری یا قید کے لئے کوئی حکم جاری نہیں ہوگا۔

(4) صدر یا کسی گورنر کے خلاف، خواہ اس کے عہدہ سنبھالنے سے پہلے یا بعد میں اس کی ذاتی حیثیت میں کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے سے متعلق اس کے عہدے کی میعاد کے دوران کوئی دیوانی مقدمہ جس میں اس کے خلاف دادرسی چاہی گئی ہو، قائم نہیں کیا جائے گا، تاوقتیکہ مقدمہ قائم ہونے سے کم از کم ساٹھ دن پیشتر اس کو تحریر نوٹس نہ دیا گیا ہو یا قانون کے ذریعے مقررہ طریقے کے مطابق نہ بھیجا گیا ہو جس میں مقدمہ کی نوعیت، کارروائی کی وجہ، اس فریق کا نام، کیفیت اور جائے رہائش جس کی جانب سے مقدمہ قائم ہونا ہے اور دادرسی جس کا دعویٰ وہ فریق کرتا

ہے، درج ہو۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت صدر، گورنر، وزراء ذوزراء مملکت اور وزیر اعظم کے تحفظ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کی رو سے صدر مملکت، کوئی گورنر، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور کوئی وفاقی یا صوبائی وزیر اپنے عہدے سے متعلق اختیارات کے استعمال کے سلسلے میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے سلسلسلیمیں کسی عدالت کے سامنے جواب دہ نہ ہوں گے۔ صدر ور گورنر کے خلاف عہدے کی میعاد کے دوران کوئی فوجداری یا دیوانی مقدمہ دائر نہ کیا جا سکے گا اور نہ ہی انہیں گرفتار کیا جا سکے گا۔ گورنر کو یہ تحفظ بطور چانسلر یونیورسٹی بھی حاصل ہوگا۔ (PLD 1964 Lah. 376) تاہم اگر ان افراد میں سے کی نے کوئی ایسا فعل کیا جو بد نیتی پر مبنی تھا اور جس سے مفاد عامہ اور حکومت کو نقصان پہنچا تو پھر ان کے خلاف مقدمہ دائر ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ صدر اور گورنر کو دیوانی ذمہ داریوں سے بری قرار دیا گیا ہے۔ خواہ یہ ذمہ داری ان کے عہدہ سنبھالنے کے دوران ہی کیوں نہ پیدا ہوئی ہو تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم ساٹھ روز پیشتر اس کو تحریری نوٹس نہ دیا گیا ہو۔ اس نوٹس میں مقدمہ کی نوعیت، کارروائی کرنے کی وجہ، فریق کا نام، کیفیت اور جائے رہائش اور دادرسی کے بارے میں کوائف درج ہونے چاہئیں۔

آرٹیکل 249- قانون کارروائی:

(1) کوئی قانونی کارروائی جو، اگر دستور نہ ہوتا تو، کسی ایسے معاملے کی بابت جو یوم آغاز سے عین قبل، وفاق کی ذمہ داری تھا اور جو دستور کے تحت، کسی صوبے کی ذمہ داری ہو گیا ہے، وفاق کی طرف سے یا اس کے خلاف کی جا سکتی تھی۔ متعلقہ صوبے کی طرف سے یا اس کے خلاف کی جائے گی اور اگر یوم آغاز سے عین قبل کوئی مذکورہ قانونی کارروائی کسی عدالت تصفیہ طلب تھی تو اس صورت میں اس کارروائی

میں اس دن سے وفاق کی بجائے متعلقہ صوبے کا تبدیل کیا جانا متصور ہوگا۔

(2) کوئی قانونی کارروائی جو اگر دستور نہ ہوتا' تو کسی ایسے معاملے کی بابت جو یوم آغاز سے عین قبل صوبے کی ذمہ داری تھا جو دستور کے تحت' وفاق کی ذمہ داری ہو گیا ہے کسی صوبے کی طرف سے یا اس کے خلاف کی جا سکتی تھی' وفاق کی طرف سے یا اس کے خلاف کی جائے گی' اور اگر یوم آغاز سے عین قبل کوئی مذکورہ قانونی کارروائی کسی عدالت میں تصفیہ طلب تھی تو اس صورت میں اس کارروائی میں اس دن سے اس صوبے کی بجائے وفاق کا تبدیل کیا جانا متصور ہوگا۔

تشریح

کسی کارروائی کو محض اس لئے قانونی کارروائی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عدالت عالیہ میں ہو رہی ہے جب تک کہ عدالت عالیہ اس کارروائی کی سماعت اپنے اس اختیار کے تحت کر رہی ہو جس کے تحت اسے ایسی کارروائیوں کو جو قانونی نہیں ہیں سماعت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔-(AIR 1957 All. 683)-

اس دفعہ میں ان زیر سماعت کارروائیوں کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے ہیں جو اس دستور کے نفاذ سے پہلے وفاق کی جانب سے یا اس کے خلاف ہو سکتی تھیں اور جو دستور کے نفاذ کے بعد کسی صوبے کے یا کسی صوبے کی بجائے وفاق کو سونپ دی گئی ہو۔ اس ضمن میں یہ کہا گیا ہے کہ:

1۔ آئین کے مطابق کوئی قانونی کارروائی وفاقی حکومت کی جانب سے یا وفاق کے خلاف عدالت میں لائی جا سکتی تھی اور اگر متنازعہ معاملہ آئین کے نفاذ کی رو سے عین پہلے تک وفاق کی ذمہ داری تھی اور اب آئین کے تحت اسے صوبے کے سپرد کر دیا گیا ہے تو اسے صوبہ خود عدالت میں پیش کر سکے گا اور اسی رطح وفاقی حکومت بھی آئین کی اس شق پر عمل کرے گی۔

آرٹیکل 250- صدر وغیرہ کی تنخواہیں' بھتہ جات وغیرہ:

(1) یوم آغاز سے دو سال کے اندر اندر، صدر، اسپیکر اور قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کے کسی رکن، سینٹ کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین اور کسی رکن، وزیراعظم، کسی وفاقی وزیر، کسی وزیرمملکت، کسی وزیراعلیٰ، کسی صوبائی وزیر اور چیف الیکشن کمیشنر کی تنخواہیں، بھتہ جات اور مراعات کا تعین کرنے کے لئے قانون کے ذریعے احکام وضع کئے جائیں گے۔

(2) جب تک کہ قانون کے ذریعے دیگر احکام وضع نہ کئے جائیں۔

(الف) صدر، قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی کے اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر یا کسی رکن، کسی وفاقی وزیر، وزیرمملکت، کسی وزیراعلیٰ، کسی صوبائی وزیر اور چیف الیکشن کمیشنر کی تنخواہیں، بھتہ جات اور مراعات وہی ہوں گی جن کا صدر، قومی اسمبلی پاکستان یا کسی صوبائی اسمبلی کا اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر یا رکن، کوئی وفاقی وزیر، کوئی وزیرمملکت، کوئی وزیراعلیٰ کوئی صوبائی وزیر، یا جیسی بھی صورت ہو، چیف الیکشن کمیشنر سے عین قبل مستحق تھا، اور

(ب) چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین، وزیراعظم اور سینٹ کے کسی رکن کی تنخواہیں، بھتہ جات اور مراعات وہ ہوں گی جو صدر بذریعہ فرمان متعین کرے۔

(3) کسی شخص کی تنخواہ، بھتہ جات اور مراعات میں، جو۔

(الف) صدر،

(ب) چیئرمین یا ڈپٹی چیئرمین،

(ج) قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کے اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر،

(د) کسی گورنر،

(ہ) چیف الیکشن کمیشنر، یا

(و) محاسب اعلیٰ،

کے عہدے پر فائز ہو، اس کی میعاد عہدہ کے دوران اس کے مفاد کے منافی تغیر

نہیں کیا جائے گا۔

(4) کسی وقت جبکہ چیئرمین یا اسپیکر صدر کے طور پر فرائض انجام دے رہا ہو، تو وہ ایسی تنخواہ، بھتہ جات اور مراعات کا مستحق ہوگا جس کا صدر ہے لیکن وہ چیئرمین یا اسپیکر یا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے رکن فرائض منصبی انجام نہیں دے گا اور نہ وہ چیئرمین یا اسپیکر یا کسی مذکورہ رکن کی تنخواہ، بھتہ جات یا مراعات کا مستحق ہوگا۔

تشریح

اس کے دفعہ کے مطابق صدر اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر، قومی اسمبلی، کسی صوبائی اسمبلی کے کسی رکن، سینٹ کے چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین، کسی رکن، وزیراعظم، وفاقی وزیر یا وزیر مملکت، صوبائی وزیر اعلیٰ، صوبائی وزیر اور چیف الیکشن کمیشنر کی تنخواہوں، بھتہ جات اور دیگر مراعات کے سلسلے میں یہ بیان ہوا ہے کہ آئین کے نفاذ کے 2 سال کے اندر اندر مندرجہ بالا عہدوں پر تعینات شخصیات کے لئے اوپر دی گئی سہولتوں کے لئے ہر صورت میں قانون کے ذریعے احکام وضع کئے جائیں گے۔ گویا یہ احکامات مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا صوبائی اسمبلیاں وضع کریں گی۔

اس دفعہ کی شق (3) میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب تک قانون کے ذریعے مندرہ بالا عہدوں کے لئے تنخواہوں، بھتوں یا مراعات کے سلسلے میں احکامات وضع نہیں کئے جاتے اس وقت تک یہ شخصیات وہی سہولتیں اور تنخواہیں حاصل کرسکیں گی جو اس دستور کے نفاذ سے قبل وہ لے رہے تھے۔ چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین، وزیراعظم اور سینٹ کے کسی رکن کی تنخواہیں، بھتہ جات اور مراعات وہ ہوں گی جو صدر بذریعہ فرمان متعین کریں گے۔

شق (3) کے تحت صدر، چیئرمین یا ڈپٹی چیئرمین، قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کے سپیکر یا ڈپٹی سپیکر، کسی گورنر، چیف الیکشن کمیشنر اور محاسب اعلیٰ کی تنخواہ اس کے عہدے پر فائز رہنے کے دوران اس کے مفاد کے منافی تبدیل نہیں کی جائے گی۔

اگر چیئرمین سینٹ یا سپیکر صدر کی عدم موجودگی میں فرائض انجام دیں تو وہ اس تنخواہ، بھتے اور مراعات کے مستحق ہوں گے جو صدر کے لئے متعین تھیں لیکن اس عہدے کی موجودگی میں وہ اپنے سابقہ عہدے کے فرائض منصبی ادا نہ کر سکیں گے اور نہ ہی وہ اس تنخواہ، بھتے اور مراعات کے مستحق ہوں گے جو بطور چیئرمین سینٹ یا سپیکر قومی اسمبلی وہ وصول کر رہے تھے۔

آرٹیکل 251- قومی زبان:

(1) پاکستان کی قومی زبان اردو ہے اور یوم آغاز سے پندرہ برس کے اندر اندر اس کو سرکاری و دیگر اغراض کے لئے استعمال کرنے کے انتظامات کئے جائیں گے۔

(2) شق (1) کے تابع، انگریزی زبان اس وقت تک سرکاری اغراض کے لئے استعمال کی جا سکے گی جب تک کہ اس کے اردو سے تبدیل کرنے کے انتظامات نہ ہو جائیں۔

(3) قومی زبان کی حیثیت کو متاثر کئے بغیر، کوئی صوبائی اسمبلی قانون کے ذریعہ قومی زبان کے علاوہ کسی صوبائی زبان کی تعلیم، ترقی اور اس کے استعمال کیلئے اقدامات تجویز کر سکے گی۔

تشریح

اردو پاکستان کی قومی زبان ہے۔ یہ ملک کے ہر خطے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ادبی اعتبار سے یہ زبان دنیا کی کسی زبان سے پیچھے نہیں۔ اردو زبان کی اہمیت اور فادیت کے پیش نظر بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

میں واضح الفاظ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو اور صرف اردو ہوگی۔ جو شخص اس سلسلہ میں آپ کو غلط راہ پر ڈالتا ہے وہ پاکستان کا پکا

دشمن ہے۔ایک مشترکہ قومی زبان کے بغیر کوئی قوم نہ تو پوری طرح سے متحد رہ سکتی ہے اور نہی ہی کوئی کام کرسکتی ہے۔ بابائے اردو مولوی عدالحق نے پاکستان میں اردو کا المیہ کے صفحہ ستر پر فرمایا:

اردو زبان ہی پاکستان کی بنیاد کا باعث ہوئی' یہ زبان ہماری زندگی کا جزو اور تہذیب وقومیت کی بنیاد ہے۔

اردو کو سرکاری سطح پر رائج کرنے کے لئے مقتدرہ قومی زبان اور اردو سائنس بورڈ' مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی' اکیڈیمی ادبیات پاکستان اور ترقی اردو بورڈ کراچی نے اس ضمن میں انگریزی کی ہر قسم کی اصطلاحات کو اردو کے سانچے میں ڈھال دیا ہے اور اب اسے سرکاری زبان کا درجہ دین میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی تاہم آئین پاکستان کی اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ موجودہ آئین کے نفاذ سے پندرہ سال کے اندر اندر اس کو سرکاری اور دیگر اغراض کے لئے استعمال کرنے کے انتظامات کئے جائیں گے اور اس وقت تک انگریزی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل رہے گا' جب تک کہ اردو کو بطور سرکاری زبان رائج نہیں کردیا جاتا۔

اس دفعہ کی شق (3) میں کہا گای ہے کہ کوئی اسمبلی اپنے کسی ایکٹ کے ذریعے قومی زبان کے علاوہ کسی صوبائی زبان کی تعلیم' ترقی اور اس کے استعمال کے لئے اقدامات تجویز کرسکے گی تاہم اس کے لئے شرط یہ ہے کہ کسی طور پر بھی اردو زبان کی حیثیت متاثر نہ ہو۔

آرٹیکل 252-بڑی بندرگاہوں اور ہوائی اڈوں سے متعلق خاص احکام:

(1) دستور یا کسی قانون میں شامل کسی امر کے باوجود' صدر عام اعلان کے ذریعہ' اس امر کی ہدایت دے سکے گا کہ کسی مصرحہ تاریخ سے اس عرصہ تک جس کی میعاد تین ماہ سے زیادہ نہ ہوگی' کوئی مصرحہ قانون' خواہ وفاقی قانون ہو یا صوبائی قانون' کسی مصرحہ بڑی بندرگاہ یا بڑے ہوائی اڈے پر اطلاق پذیر نہ ہوگا یا کسی

مصرحہ بڑی بندرگاہ یا بڑے ہوائی اڈے پر مصرحہ مستثنیات یا ترمیمات کے تابع اطلاق پذیر ہوگا۔

(2) اس آرٹیکل کے تحت کسی قانون کے متعلق کسی ہدایت کا اجراء ہدایت میں صرحہ تاریخ سے پہلے اس قانون کے عملدرآمد پر اثر انداز نہ ہوگا۔

تشریح

بڑی بندرگاہ سے ایسی بندرگاہ مراد ہوتی ہے جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے بنائے ہوئے کسی قانون یا کسی موجودہ قانون سے یا ان کے تحت بڑی بندرگاہ قرار دی جائے اور اس میں وہ تمام رقبے داخل ہیں جو فی الوقت ایسی بندرگاہ کی حدود میں واقع ہوں۔ اسی طرح ہوائی اڈے سے مراد ایسا ہوائی اڈہ ہے جس کی تعریف ہوائی راستوں، طیاروں اور ہوابازی سے متعلق قوانین کی اغراض کے لئے کی گئی ہے۔

(1) آئین کی اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ دستور یا کسی قانون میں شامل کسی امر کے باوجود صدر کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ عام اعلان کے ذریعے عوام کو مطلع کر سکے کہ کسی بڑی بندرگاہ یا ہوائی اڈے پر ایک معینہ تاریخ سے تین ماہ کے عرصے کے لئے کوئی متعینہ صوبائی قانونی، خواہ وفاقی قانون ہو یا صوبائی قانون کسی طرح بھی رائج نہیں سمجھا جائے گا۔ تاہم اگر رائج کیا جائے گا تو اس میں ضروری تبدیلیاں لائی جائیں گی۔

(2) اس شق کے تحت کسی قانون کے بارے میں جو ہدایت جاری ہوگی وہ متعینہ تاریخ سے پہلے سے رائج ہدایت پر اثر انداز نہ ہوگی۔ گویا قانون کے تحت متعینہ تاریخ سے پہلے جاری ہونے والے حکم کو قانونی تحفظ دیا گیا ہے۔

آرٹیکل 253- جائیداد وغیرہ پر انتہائی تحدیدات:

(1) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) بذریعہ قانون۔

(الف) ایسی جائیداد یا اس کی کسی قسم کے بارے میں جو کوئی شخص ملکیت، تصرف، قبضہ یا نگرانی میں رکھ سکے گا انتہائی تحدیدات مقرر کر سکے گا، اور

(ب) اعلان کر سکے گی کہ ایسے قانون میں مصرحہ کوئی کاروبار، تجارت، صنعت یا خدمت، وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت یا ایسی کسی حکومت کے زیر نگرانی کوئی کارپوریشن دیگر اشخاص کو، مکمل یا جزوی طور پر خارج کر کے چلائے گی یا زیر ملکیت رکھے گی۔

(2) کوئی قانون جو کسی شخص کو اس رقبہ اراضی سے زیادہ اراضی کی منفعتی ملکیت یا منفعتی قبضہ کی اجازت دے جو وہ یوم آغاز سے عین جائز طور پر منفعتی ملکیت میں رکھ سکتا تھا یا منفعتی قبضہ میں لا سکتا تھا، کالعدم ہو گا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ قانون کے ذریعے جائیداد اس کے کسی حصے کی زیادہ سے زیادہ حد کا تعین کر سکے گی جو کسی فرد کی ملکیت اس کے قبضے یا کنٹرول میں ہو گی۔ اس دفعہ کی شق (ب) میں کہا گیا ہے کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) بذریعہ قانون کسی شخص کے قبضے میں کوئی کاروبار، تجارت، صنعت یا خدمت وفاقی حکومت، یا کسی صوبائی حکومت یا حکومت کے زیر نگرانی چلنے والی کسی کارپوریشن کو مکمل طور پر یا جزوی طور پر یا جیسے چاہے تفویض کر سکے گی۔ شق (2) میں کہا گیا ہے کہ کوئی قانون جو کسی شخص کو اس رقبہ اراضی سے زیادہ اراضی کی منفعتی ملکیت، یا منفعتی قبضہ کی اجازت دے جو اس دستور کے نفاذ سے عین قبل جائز طور پر منفعتی ملکیت میں رکھ سکتا تھا یا منفعتی قبضہ میں لا سکتا ہے، کالعدم قرار دیا جائے گا۔

آرٹیکل 254- وقت مطلوبہ کے اندر نہ ہونے کے باعث کوئی فعل کالعدم نہ ہو گا: جب کوئی فعل یا امر دستور کی رو سے ایک خاص مدت میں کرنا مطلوب ہو اور اس

مدت میں نہ کیا جائے تو اس فعل یا امر کا کرنا صرف اس وجہ سے کالعدم نہ ہو گا یا بصورت دیگر غیر موثر نہ ہو گا کہ یہ مذکورہ مدت میں نہیں کیا گیا تھا۔

تشریح

آئین کی دفعہ 70 'سب کلاز 2 میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی بل کسی ایوان میں پہلے منظور ہو جائے تو حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ دوسرے ایوان سے 90 دن کے اندر اندر منظور کرائے۔ لیکن اگر حکومت دوسرے ایوان متعلقہ بل منظور نہ کرا سکے تو پھر ایسے بل کو اسی ایوان میں واپس بھیج دینا چاہیے جہاں سے آیا تھا اور پھر اسے مشترکہ اجلاس میں پیش کیا جا سکتا ہے لیکن اس دفعہ کے تحت حکومت کو کوئی معقول جواز پیش کرنا ہوتا ہے تاہم قانون کے تحت اسے کالعدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے اگر انتخاب سے قبل احتساب کا مطالبہ کیا جا رہا ہو اور انتخاب کے انعقاد کے لئے متعین وقت کم ہو تو اس دفعہ کے تحت نگران حکومت انتخابات کی مدت میں اضافہ کر سکتی ہے۔

آرٹیکل 255- عہدے کا حلف:

(1) کوئی حلف جو دستور کے تحت کسی شخص سے لینا مطلوب ہو تو جیحاً اردو میں دیا جائے گا یا اس زبان میں جسے وہ شخص سمجھتا ہو۔

(2) جہاں دستور کے تحت' کسی خاص شخص کے سامنے حلف اٹھانا مطلوب ہو اور کسی وجہ سے' اس شخص کے سامنے حلف اٹھانا ناقابل عمل ہو تو وہ کسی شخص کے سامنے حلف اٹھایا جا سکے گا جسے اس شخص نے نامزد کیا ہو۔

(3) جہاں دستور کے تحت کسی شخص کا اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے حلف اٹھانا مطلوب ہو تو اس کا عہدہ سنبھالنا اس دن متصور ہو گا جس دن اس نے حلف اٹھایا ہو۔

تشریح

اس دفعہ میں حلف کے بارے میں قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ مملکت پاکستان

کے بعض عہدے ایسے ہیں کہ جنہیں سنبھالنے سے پہلے مملکت سے حلف وفاداری دستور کے دیئے گئے طریقے کے مطابق اٹھانا ضروری ہوتا ہے۔ عموماً وہ عہدے ایسے ہوتے ہیں جن سے مملکت کے نہایت اہم امور وابستہ ہوتے ہیں اور ایسے عہدوں پر فائز لوگ اگر ان امور کو ظاہر کریں تو مملکت کی سرحدوں کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اندرون ملک تخریب کاری ہوسکتی ہے یا سرکاری املاک کو نقصان پہنچ سکتا ہے لہذا اہم عہدوں پر فائز لوگوں سے اسی لئے حلف اٹھوایا جاتا ہے کہ وہ ایسے امور کو ظاہر نہ کریں۔ حلف مقررہ اشخاص کے روبرو ہی اٹھایا جاسکتا ہے۔ دستور کے مطابق حلف ترجیحاً اردو میں لیا جائے گا تاہم حلف اٹھانے والا شخص اگر اردو سے آشنا نہیں تو وہ اس زبان میں بھی اپنے عہدے کا حلف اٹھا سکتا ہے جو وہ سمجھتا ہو' جس روز متعلقہ شخص حلف وفاداری اٹھائیگا وہ اسی روز سے اپنے عہدے پر متصور ہوگا۔ وزیراعظم اور وفاقی کابینہ کے وزراء' عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس عموماً صدر کے روبرو حلف اٹھاتے ہیں۔ صدر اپنا حلف چیف جسٹس کے سامنے اٹھائے گا اگر وہ حاضر نہ ہو تو پھر سپیکر صدر سے حلف لے گا۔

آرٹیکل 256- نجی افواج کی ممانعت: کوئی نجی تنظیم قائم نہیں کی جائے گی جو کسی فوجی تنظیم کی حیثیت سے کام کرنے کے قابل ہو' اور ایسی کوئی مذکورہ تنظیم خلاف قانون ہوگی۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسی نجی فوجی تنظیم قائم کرے جو کسی فوجی تنظیم کی حیثیت سے کام کرنے کی اہلیت رکھتی ہو کیونکہ اس سے قومی فوج کے وقار کو بھی دھچکا لگتا ہے اور دفاعی نظام بھی متاثر ہوتا ہے لہذا اس قسم کی تنظیم کا قیام دستور کے تحت خلاف قانون ہوگا اور وہ تنظیم ختم کردی جائے گی۔

آرٹیکل 257- ریاست جموں و کشمیر سے متعلق حکم : جب ریاست جموں و کشمیر کے عوام پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کریں تو پاکستان اور مذکورہ ریاست کے درمیان تعلقات مذکورہ ریاست کے عوام کی خواہشات کے مطابق متعین ہوں گے۔

تشریح

ریاست جموں و کشمیر پاکستان اور بھارت کے مابین متنازعہ علاقہ کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کا بیشتر علاقہ بھارتی قبضہ میں ہے۔جموں و کشمیر کا تنازعہ تا حال اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر ہے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اس کا تصفیہ ہونا باقی ہے۔ریاست جموں و کشمیر کا تقریباً سارا علاقہ پاکستان سے ملحق ہے۔پاکستان میں بہنے والے دریاؤں کے منبعے بھی وہیں ہیں۔مقبوضہ کشمیر جانے والے تقریباً سبھی راستے پاکستان سے جاتے ہیں اور کشمیر کے عوام بھی پاکستان سے محبت کرتے ہیں لیکن بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے وہاں کے حریت پسند بھارتی مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب انہیں اپنی قسمت کا فیصلہ دیا جائیگا۔اس دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ جب ریاست جموں و کشمیر کے عوام استصواب رائے کے ذریعے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیں تو اس صورت میں پاکستان اور مذکورہ ریاست کے مابین تعلقات وہاں کے عوام کی خواہشات کے مطابق متعین کئے جائیں گے۔

آرٹیکل 258-صوبوں سے باہر کے علاقہ جات کا نظم و نسق : دستور کے تابع، جب تک مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) قانون کے ذریعے بصورت دیگر حکم وضع نہ کرے، صدر، فرمان کے ذریعے، پاکستان کے کسی ایسے حصے کے امن و امان اور اچھے نظم و نسق کے لئے جو کسی صوبہ کا حصہ نہ ہو، حکم صادر کر سکے گا۔

تشریح

دستور کی اس دفعہ کے تحت صدر پاکستان یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ پاکستان کے کسی ایسے حصے میں جہاں فرقہ واریت یا کسی اور وجہ سے امن و امان کی صورت حال خراب ہوگئی ہے جو کسی صوبے کا حصہ نہ ہو تو صدر مملکت مذکورہ علاقے کے نظم و نسق کو بہتر بنانے کے لئے فرمان کے ذریعے مناسب حکم صادر کر سکتے ہیں۔ اس دفعہ کا اطلاق صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) نے کوئی قانون وضع نہ کیا جائے۔

آرٹیکل 259-اعزازات:

(1) کوئی شہری وفاقی حکومت کی منظوری کے بغیر کسی بیرونی ریاست سے کوئی خطاب، اعزاز یا اعزازی نشان قبول نہیں کرے گا۔

(2) وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت کسی شہری کو کوئی خطاب، اعزاز یا اعزازی نشان عطا نہیں کرے گی، لیکن صدر وفاقی قانون کے احکام کے مطابق شجاعت مسلح افواج میں قابل تعریف خدمت، تعلیمی امتیاز یا کھیلوں یا نرسنگ کے میدان میں امتیاز کے اعتراف کے طور پر اعزازی نشانات عطا کر سکے گا۔

(3) یوم آغاز سے پہلے شہروں کو پاکستان کی کسی بھی ہیئت مجاز کی جانب سے عطا کردہ وہ تمام خطابات، عزازات اور اعزازی نشانات ماسوائے ان کے جو شجاعت، مسلح افواد میں قابل تعریف خدمت یا تعلیمی امتیاز کے اعتراف کے طور پر دیئے گئے ہوں کالعدم ہو جائیں گے۔

تشریح

دنیا بھر کے ممالک کی طرح پاکستان میں کسی شعبہ میں جن کا ذکر دستور میں کیا گیا نمایاں خدمات انجام دینے پر کسی ایک شخص یا متعدد اشخاص کو اعزاز سے نوازا جاتا ہے۔ اس دفعہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ پاکستان کا اگر کوئی شہری کسی دوسرے ملک میں خدمات انجام دے رہا ہو اور وہ ملک پاکستانی شہری کو کسی شعبے میں نمایاں

خدمات کے سلسلے میں اعزاز دینا چاہتا ہو یا وہ اپنے ہی ملک میں کوئی دوسرا ملک اسے اعزاز دینا چاہے تو اس کے لئے وفاقی حکومت سے منظوری حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر واقعتاً متعلقہ شخص نے کوئی ایسا غیر معمولی کارنامہ انجام دیا ہے تو اس کی خبر اندرون ملک دوسرے شہریوں کو بھی ہونی چاہیے تاکہ وہ بھی اس سے متاثر ہو کر غیر معمولی کارنامے کرنے کی ٹھان لیں۔ شق 2 میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت کسی شہری کو کوئی خطاب، اعزاز یا اعزازی نشان نہیں دے گی لیکن صدر کو دستور کی اس دفعہ کی تحت یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شجاعت (مسلح افواج میں قابل تعریف خدمت) تعلیمی امتیاز، کھیلوں یا نرسنگ کے شعبوں میں امتیازی حیثیت رکھنے والے افراد کو ان کی نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں اعزاز سے نوازیں۔

شق (3) کی رو سے دستور ہذا کے نفاذ سے قبل پاکستان کی کسی بھی ہیئت مجاز کی جانب سے جاری کردہ یا عطا کردہ خطابات، اعزازت اور اعزازی نشانات کالعدم قرار پائیں گے ماسوائے ان کے جو کسی شخص کو مسلح افواج اور تعلیم کے شعبے میں نمایاں کارکردگی دکھانے پر دیئے گئے ہوں۔

باب 5

توضیح

آرٹیکل 260- تعریفات:

(1) دستور میں تاوقتیکہ سیاق و سباق عبارت سے کچھ اور مطلب نہ نکلتا ہو مندرجہ ذیل الفاظ کے وہی معنی لئے جائیں گے جو بذریعہ ہذا ان کے لئے بالترتیب مقرر کئے گئے ہیں، یعنی.....

مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ سے وہ ایکٹ مراد ہے جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا قومی اسمبلی نے منظور کیا ہو اور صدر نے اس کی منظوری دی ہو یا صدر کی طرف سے اس کا منظور شدہ ہونا متصور ہو؛

''صوبائی اسمبلی کے ایکٹ'' سے وہ ایکٹ مراد ہے جو کسی صوبے کی صوبائی اسمبلی نے منظور کیا ہو اور گورنر نے اس کی منظوری دی ہو یا گورنر کی طرف سے اس کا منظور شدہ ہونا متصور ہو؛

''زرعی آمدنی'' سے وہ زرعی آمدنی مراد ہے جس کی تعریف محصول آمدنی سے متعلق قانون کی اغراض کے لئے کی گئی ہے؛

''آرٹیکل'' سے دستور کا آرٹیکل مراد ہے؛

''قرض لینے'' میں رقوم سالیانہ کے ذریعے رقوم حاصل کرنا شامل ہے اور ''قرضہ'' کے معنی بھی اسی طریقے پر لئے جائیں گے؛

''چیئرمین'' سے سینٹ کا چیئرمین مراد ہے اور ماسوائے آرٹیکل 49 میں، اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو سینٹ کے چیئرمین کے طور پر کام کر رہا ہو؛

''چیف جسٹس'' میں عدالت عظمیٰ اور کسی عدالت عالیہ کے سلسلے میں وہ جج بھی شامل ہے جو فی الوقت عدالت کے چیف جسٹس کے طور پر کام کر رہا ہو؛

''شہری'' سے پاکستان کا وہ شہری مراد ہے، جس کی قانون کے ذریعے تعریف

کی گئی ہے۔

☆ (''مشورہ'' سے ماسوائے عدالت عظمیٰ اور عدالت ہائے عالیہ کے جج صاحبان کے تقرر کی نسبت سے تبادلہ خیال اور مشاورت مراد ہوگی جس کا صدر پابند نہیں ہوگا۔)

''شق'' سے اس آرٹیکل کی شق مراد ہے جس میں وہ واقع ہو'

''کارپوریشن محصول'' سے آمدنی پر کوئی محصول مراد ہے' جو کمپنیوں کی طرف سے واجب الادا ہو اور جس کی بابت حسب ذیل شرائط کا اطلاق ہوتا ہو'

(الف) وہ محصول زرعی آمدنی کی بابت واجب الوصول نہ ہو'

(ب) کمپنیوں کی طرف سے ادا کردہ محصول کی بابت کوئی تخفیف' کسی قانون کی رو سے جس کا اطلاق اس محصول پر ہوتا ہو کمپنیوں کی طرف سے افراد کو واجب الادا منافع سے نہ کی جاتی ہو'

(ج) محصول آمدنی کے اغراض کے لئے مذکورہ منافع وصول کرنے والے افراد کی کل آمدنی شمار کرنے میں یا ایسے افراد کی طرف سے واجب الادا یا ان کو قابل واپسی محصول آمدنی شمار کرنے میں اس طرح ادا کردہ محصول کو شامل کرنے کے لئے کوئی حکم موجود نہ ہو'

''قرضہ'' میں وہ ذمہ داری شامل ہے جو کسی سرمایہ کی رقم کی بطور سالانہ بازادائی کے وجوب کے متعلق ہو اور اس میں وہ ذمہ داری بھی شامل ہوگی جو کسی قسم کی ضمانت لینے کی وجہ سے پیدا ہو' اور ''اخراجات قرضہ'' کا مطلب اس لحاظ سے نکالا جائے گا:

''محصول ترکہ'' سے وہ محصول مراد ہے جو ایسی جائیداد کی جو' کسی شخص کی وفات پر منتقل ہوئی ہو' مالیت پر یا اس کے حوالے سے تشخیص کیا جائے'

''موجودہ قانون'' سے وہی معنی مراد ہیں جو آرٹیکل 268 کی شق (7) میں

دیئے گئے ہیں۔

''وفاقی قانون'' سے وہ قانون مراد ہے جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا بنایا ہوا یا اس کے اختیار کے تحت وضع کیا گیا ہو؛

''مال سال'' سے جولائی کی پہلی تاریخ سے شروع ہونے والا کوئی سال مراد ہے؛

''مال'' میں تمام مال واسباب، سامان اور اشیاء شامل ہیں؛

''گورنر'' سے کسی صوبہ کا گورنر مراد ہے اور اس میں کوئی ایسا شخص شامل ہے جو فی الوقت صوبہ کے قائم مقام گورنر کی حیثیت سے کام کر رہا ہو؛

''ضمانت'' میں ہر وہ وجوب شامل ہے جو کسی کاروبار کے منافع کا کسی مصرحہ رقم سے گر جانے کی صورت میں ادائیگی کرنے کے لئے یوم آغاز سے قبل قبول کیا گیا ہو؛

''ایوان'' سے سینٹ یا قومی اسمبلی مراد ہے؛

''مشترکہ اجلاس'' سے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس مراد ہے؛

''جج'' میں عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے سلسلے میں اس عدالت کا چیف جسٹس شامل ہے اور اس میں حسب ذیل بھی شامل ہیں:

(الف) عدالت عظمیٰ کے سلسلے میں، وہ شخص جو عدالت کے قائم مقام جج کی حیثیت سے کام کر رہا ہو، اور

(ب) عدالت عالیہ کے سلسلہ میں وہ شخص جو اس عدالت کا زاید جج ہو؛

''مسلح افواج کے ارکان'' میں وہ افراد شامل نہیں جو فی الوقت مسلح افواج سے متعلق کسی قانون کے تابع نہ ہوں؛

''خالص آمدنی'' سے کس محصول یا ڈیوٹی کے سلسلے میں وہ آمدنی مراد ہے جو وصولی کے اخراجات وضع کرنے کے بعد باقی بچے اور اس کی تحقیق وتصدیق محاسب اعلیٰ کی طرف سے کی جائے؛

''حلف''میں اقرار صالح شامل ہے'

''حصہ'' سے دستور کا حصہ مراد ہے'

''پنشن'' سے کسی بھی قسم کی پنشن مراد ہے خواہ وہ شرکتی ہو یا نہ ہو' جو کسی شخص کو یا اس کی بابت ادا کی جائے اور اس میں فارغ خدمت ہونے کی تنخواہ یا انعام رقم (گریجوایٹی) شامل ہے جو مذکورہ طور پر ادا کی جائے اور اس میں وہ رقم یا رقوم بھی شامل ہیں جو کسی سرمایہ کفالت میں جمع کئے ہوئے روپے کے سود کے ساتھ یا بلاسود یا کسی اضافہ کے ساتھ مذکورہ طور پر واپس ادا کی جائیں۔

''شخص''میں کوئی ہیئت سیاسی یا ہیئت اجتماعیہ شامل ہے'

''صدر'' سے صدر پاکستان مراد ہے اور اس میں وہ شخص شامل ہے جو فی الوقت قائم مقام صدر پاکستان کی حیثیت سے کام کر رہا ہو' یا اس کے کارہائے منصبی انجام دے رہا ہو' اور کسی اسے امر کے بارے میں جس کا دستور کے تحت یوم آغاز سے قبل کرنا ضروری تھا' اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری دستور کے تحت صدر مراد ہے'

''جائیداد'' میں' منقولہ یا غیر منقولہ' جائیداد پر کوئی حق' استحقاق یا مفاد اور پیداوار کے کوئی ذرائع اور وسائل شامل ہیں'

''صوبائی قانون'' سے صوبائی اسمبلی کا بنایا ہوا یا اس کے اختیار کے تحت وضع کردہ کوئی قان مراد ہے'

''مشاہرہ''میں تنخواہ اور پنشن شامل ہیں'

''جدول'' سے دستور کی جدول مراد ہے'

''پاکستان کی سلامتی''میں پاکستان اور پاکستان کے ہر حصے کا تحفظ' فلاح و بہبود' استحکام اور سلامتی شامل ہے لیکن اس حیثیت سے شامل نہیں ہوگا'

''ملازمت'' پاکستان سے وفاق یا کسی صوبے کے امور سے متعلق کوئی ملازمت' اسلامی یا عہدہ مراد ہے اور اس میں کوئی کل پاکستان ملازمت' مسلح افواد میں

ملازمت اور کوئی دوسری ملازمت شامل ہے جسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا کسی صوبائی اسمبلی کے کسی ایکٹ کے ذریعے یا اس کے تحت ملازمت پاکستان قرار دیا گیا ہو، لیکن اس میں اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر، چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین، وزیراعظم، وفاقی وزیر، وزیر مملکت، وزیراعلیٰ، صوبائی وزیر، اٹارنی جنرل، ایڈووکیٹ جنرل، پارلیمانی سیکرٹری یا کسی قانون کمیشن کا چیئرمین یا رکن، اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین یا رکن، وزیراعظم کا خصوصی معاون، وزیراعظم کا مشیر، کسی وزیراعلیٰ کا خصوصی معاون، کسی وزیراعلیٰ کا مشیر یا کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کا رکن شامل نہیں ہے،

''اسپیکر'' سے قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کا اسپیکر مراد ہے اور اس میں کوئی ایسا شخص شامل ہے جو قائم مقام اسپیکر کی حیثیت سے کام کر رہا ہو،

''محصولات'' میں کوئی محصول یا ڈیوٹی عائد کرنا شامل ہے، خواہ وہ عام ہو، مقامی ہو یا خاص ہو اور محصول لگانے کا مطلب اسی لحاظ سے نکالا جائے گا۔

''آمدنی پر محصول'' میں زائد منافع کے محصول یا منافع تجارت کے محصول کی نوعیت کا محصول شامل ہے۔

(1) دستور میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ یا ''وفاقی قانون'' یا ''صوبائی اسمبلی'' کے ایکٹ یا ''صوبائی قانون'' میں صدر یا جیسی بھی صورت ہو، کسی گورنر کا جاری کردہ کوئی آرڈیننس شامل ہوگا۔

(3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافع نہ ہو،

(الف) ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا

کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے، اور

(ب) ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

تشریح

اس دفعہ کا بغور مطالعہ دستور کو سمجھنے کے لئے بڑا ضروری ہے۔ کسی باب کا عنوان اس بات میں شامل آرٹیکل ہائے کا خلاصہ بیان کرتا ہے۔ دستوری میں بیان کردہ مختلف مقامات ایک لفظ کے مختلف معنی بھی ہو سکتے ہیں (PLD 1963 Dacca 669)۔

اس دفعہ کی ابتدا میں یہ کہا گیا ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ کے وہی معنی لئے جائیں گے جو بذریعہ ہذا ان کے لئے بالترتیب مقرر کئے گئے ہیں تاوقتیکہ سیاق وسباق عبارت سے کچھ اور مطلب نہ نکلتا ہو۔ اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ مجلس شوریٰ کے ایکٹ سے مراد وہ ایکٹ ہوگا جسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا قومی اسمبلی نے منظور کیا ہو اور صدر نے اس کی منظوری دی ہو یا صدر کی طرف سے اس کا منظور ہونا قرار پایا ہو۔ اسی طرح صوبائی اسمبلی کے ایکٹ سے مراد وہ قانون ہوگا جسے صوبائی اسمبلی نے منظور کیا ہو اور بعد ازاں گورنر نے اس کی منظوری دے دی ہو۔ اس دفعہ میں زرعی آمدنی سے مراد وہ زرعی آمدنی جائے گی جس کا تعلق زمین سے ہونے والی آمدنی یا مالیہ ہے اور ایسی زمین جس کو پاکستان میں تشخیص مالیہ کے لئے شامل کیا گیا ہو۔

جہاں جہاں آرٹیکل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد دستور کی کوئی دفعہ ہو سکتی ہے۔

قرض لینے میں رقوم سالیانہ کے ذریعے رقوم حاصل کرنا شامل ہے اور قرضہ کے معنی بھی اسی طریقے پر لئے جائیں گے۔

دستور میں جہاں چیئرمین کا لفظ آیا ہے اس سے چیئرمین سینٹ مراد ہے اور ماسوائے دفعہ 49 میں اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو سینٹ کے چیئرمین کے طور پر کام کر رہا ہو'

چیف جسٹس میں عدالت عظمیٰ اور کسی عدالت عالیہ کے سلسلے میں وہ جج بھی شامل ہے جو فی الوقت عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے طور پر کام کر رہا ہو۔شہری سے مراد پاکستان کا وہ شہری ہے جو قانون کی رو سے پاکستان کا شہری کہلانے کا حق دار ہے۔

شق سے مراد اسی دفعہ کا کوئی جز ہے جس میں وہ واقع ہو۔

کارپوریشن محصول سے مراد آمدنی پر کوئی محصول مراد ہے جو کمپنیوں کی جانب سے واجب الادا ہو' تاہم اس کیلئے یہ شرائط بھی رکھی گئی ہیں:

(الف) وہ محصول زرعی آمدنی کی بابت واجب الوصول نہ ہو۔

(ب) کمپنیوں کی طرف سے ادا کردہ محصول کے سلسلے میں کمی کسی قانون کی رو سے جس کا اطلاق اس محصول پر ہوتا ہو کمپنیوں کی طرف سے افراد کو واجب الادا منافع سے نہ لی جاتی ہو۔

(ج) محصول آمدنی کے اغراض کے لئے مذکورہ منافع وصول کرنے والے افراد کی کل آمدنی شمار کرنے میں یا ایسے افراد کی طرف سے واجب الادا یا ان کو قابل واپسی محصول آمدنی شمار کرنے میں۔ اس طرح ادا کردہ محصول کو شامل کرنے کے لئے کوئی حکم موجود نہ ہو۔

قرضہ میں وہ ذمہ داری شامل ہے جو کسی سرمایہ کی رقم بطور سالانہ بازادائی' کے وجوب کے متعلق ہو اور اس میں وہ ذمہ داری بھی شامل ہوگی جو کسی قسم کی ضمانت

لینے کی وجہ سے پیدا ہوا اور اخراجات قرضہ کا مطلب اس لحاظ سے نکالا جائے گا۔

محصول ترکہ سے وہ محصول مراد ہے جو ایسی جائیداد کی جو کسی شخص کی وفات پر منتقل ہونی ہو ملایت پر یا اس کے حوالے سے تشخیص کیا جائے۔

موجودہ قانون سے وہی معنی مراد ہیں جو دفعہ 268 کی شق (7) میں دیئے گئے ہیں یعنی جملہ قوانین بشمول آرڈیننس احکام یا اجلاس کونسل، فرامین قواعد ذیلی قوانین اور ضوابط اور کسی عدالت عالیہ کے تشکیل کرنے والے لیٹرز پیٹنٹ اور کوئی اعلان اور قانونی اثر کی حامل دوسری دستاویزات ہیں۔

وفاقی قانونی سے مراد وہ قانون ہوگا جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) نے وضع کیا ہو گا اور جسے دونوں ایوانوں اور صدر کی منظوری حاصل ہوگی۔ مالی سال یکم جولائی سے شروع ہوتا اور 30 جون کو ختم ہوتا ہے۔ نیز مال میں تمام مال و اسباب، سامان اور اشیاء شامل ہیں۔

گورنر سے کسی صوبے کا گورنر مراد ہے یعنی صوبے کا سربراہ گورنر ہوگا اور اگر گورنر کسی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے سے قاصر ہو تو اس کی جگہ جس شخص کو عبوری مدت کے لئے گورنر مقرر کیا جائے گا وہ قائم مقام گورنر کہلائے گا اور وہ اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم رہے گا جب تک نیا گورنر اس کی جگہ نہیں آجاتا۔

ضمانت میں ہر وہ وجوب شامل ہے جو کسی کاروبار کے منافع کا کسی مقنّنہ رقم سے گر جانے کی صورت میں ادائیگی کرنے کے لئے آئین کے نفاذ کے روز سے قبل قبول کیا گیا ہو۔

ایوان سے قومی اسمبلی اور سینٹ مراد لی جاتی ہے۔ مشترکہ اجلاس سے مراد قومی اسمبلی اور سینٹ کا اجلاس مراد ہے۔

جج میں عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے سلسلے میں میں اسی عدالت کا چیف جسٹس بھی شامل ہے اور اس میں حسب ذیل بھی شامل ہیں:

(الف) عدالت عظمیٰ کے سلسلے میں وہ شخص جو عدالت کے قائم مقام جج کی حیثیت سے کام کر رہا ہو۔ اور

(ب) عدالت عالیہ کے سلسلہ میں وہ شخص جو اس عدالت کا زائد جج ہو'

مسلح افواج کے ارکان میں صرف انہی ارکان کو شامل کیا گیا جو مسلح افواج کی باقاعدہ ملازمت میں ہو اور وہ افراد مسلح افواج کے ارکان میں شامل نہیں جو فی الحال مسلح افواج کے ارکان سے متعلق کسی قانون کے تابع نہ ہوں۔ خالص آمدنی سے کسی محصول یا ڈیوٹی کے سلسلے میں وہ آمدنی مراد ہے جو وصولی کے اخراجات وضع کرنے کے بعد باقی بچے اور اس کی تحقیق و تصدیق محاسب اعلیٰ کی طرف سے کی جائے۔

حلف سے مراد دل اور زبان سے اقرار صالح کرنا ہے۔

حصہ سے دستور کا حصہ مراد ہے۔

پنشن سے کسی بھی قسم کی پنشن مراد ہے خواہ وہ شرکتی ہو یا نہ ہو جو کسی شخص کو یا اس کی بابت ادا کی جائے اور اس میں فارغ خدمت ہونے کی تنخواہ یا انعام رقم (گریجوایٹی) شامل ہے جو مذکورہ طور پر ادا کی جائے اور اس میں وہ رقم یا رقوم بھی شامل ہیں جو کسی سرمایہ کفالت میں جمع کئے ہوئے روپے کے سود کے ساتھ یا بلا سود یا کس اضافہ کے ساتھ مذکورہ طور پر واپس ادا کی جائیں۔

شخص میں کوئی ہیئت سیاسی یا ہیئت اجتماعیہ شامل ہے۔

صدر سے صدر پاکستان مراد ہے اور اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو صدر کی غیر حاضری کی صورت میں صدر کی حیثیت سے کام کر رہا ہو یا اس کے کارہائے منصبی انجام دے رہا ہو اور کسی ایسے امر کے بارے میں جس کا دستور کے تحت نفاذ کے دن سے قبل کرنا ضروری تھا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری دستور کے تحت صدر مراد ہے۔

جائیداد میں منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد پر کوئی حق، استحقاق یا مفاد اور پیداوار کے کوئی ذرائع اور وسائل شامل ہیں۔

صوبائی قانون سے مراد یہ ہے کہ جسے صوبائی اسمبلی نے بل کی صورت میں منظور کیا ہو اور جس کی توثیق متعلقہ صوبے کے گورنر نے کی ہو،

جدول سے دستور ہذا کی جدول مراد ہے۔

پاکستان کی سلامتی میں پاکستان اور پاکستان کے ہر حصے کا تحفظ، فلاح و بہبود، استحکام اور سالمیت شامل ہے لیکن اس میں عام لوگوں کا تحفظ شامل نہیں۔

ملازمت پاکستان سے وفاق یا کسی صوبے کے امور سے متعلق کوئی ملازمت، اسامی یا عہدہ مراد ہے اور اس میں کوئی کل پاکستان ملازمت، مسلح افواج میں ملازمت اور کوئی ملازمت بھی شامل ہے جسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا کسی صوبائی اسمبلی نے پاکستان کی ملازمت قرار دیا ہو۔ لیکن اس میں اسپیکر قومی اسمبلی، ڈپٹی اسپیکر، چیئرمین سینٹ، ڈپٹی چیئرمین سینٹ، وزیر اعظم، وفاقی وزراء، وزراء مملکت، وزیر اعلیٰ، صوبائی وزراء، اٹارنی جنرل، ایڈووکیٹ جنرل، پارلیمانی سیکرٹری یا کسی قانونی کمیشن کا چیئرمین یا رکن، اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین یا رکن، وزیر اعظم کا خصوصی معاون، وزیر اعظم کا مشیر، کسی وزیر اعلیٰ کا خصوصی معاون، کسی وزیر اعلیٰ کا مشیر یا کسی ایوان یا کسی صوبائی اسمبلی کا رکن شامل نہیں ہے۔

اسپیکر سے قومی اسمبلی کا یا صوبائی اسمبلی کا اسپیکر مراد ہے اور ان ہر دو جگہ پر کام کرنے والا شخص بھی شامل ہے۔

محصولات میں کوئی محصول یا ڈیوٹی عائد کرنا شامل ہے خواہ وہ عام ہو، مقام ہو یا خاص ہو اور محصول لگانے کا مطلب اسی لحاظ سے نکالا جائے گا۔ آمدنی پر محصول میں زائد منافع کے محصول یا منافع تجارت کے محصول کی نوعیت کا محصول بھی شامل ہے۔

(2) دستور میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ یا وفاقی قانون یا صوبائی

اسمبلی کے ایکٹ یا صوبائی قانون میں صدر یا جیسی بھی صورت ہو کسی گورنر کا جاری کوئی آرڈیننس بھی شامل ہوگا۔

(3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافع نہ ہو۔

(الف) مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو اور نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے، اور

(ب) غیر مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں کسی سے تعلق رکھنے والا ہو، کوئی شخص شامل ہے۔

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن قانونی لغت کے صفحہ 355 پر مسلم/مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

''جو کوئی شخص اللہ کو ایک اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتا ہو اور تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو، مسلمان ہے۔ ضروریات دینی سے مراد وہ تمام امور ہیں جو بدیہی ہیں اور تواتر سے ثابت ہیں۔ مثلاً نماز، زکوۃ، حج اور روزہ وغیرہ کی فرضیت، ربا اور شراب اور زنا کی حرمت، مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا اور روز سوال وجواب وغیرہ۔

اس شق کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی تھی کہ قادیانی اور لاہوری احمدی نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ اسلام کے تمام شعائر کی

توہین کے مرتکب ہو رہے تھے لہذا اس دفعہ کے تحت انہیں غیر مسلم اور اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

10 اگست 1992ء کو لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قرار دیا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298- ب کے تحت امیر المومنین' خلیفۃ المسلمین' صحابی یا اہل بیت جیسے مخصوص الفاظ قادیانی یا مرزا غلام احمد کے پیروکار استعمال نہیں کر سکتے اور یہ کہ ان الفظ کے استعمال کی ممانعت قادیانیوں کو دوسرے القاب یا شعائر اسلام استعمال کرنے کا لائسنس نہیں دیتی جن سے وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں کیونکہ انہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ فاضل جج سے یہ ریمارکس شعائر اسلام استعمال کرنے والے دو قادیانیوں کی درخواست برائے ضمانت قبل از گرفتار و بعد از گرفتاری مسترد کرتے ہوئے دیئے۔

فاضل عدالت نے قرار دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکار غیر مسلم ہیں۔

9 جولائی 1992ء کو سینٹ نے ایک بل کی منظوری دی جس کے تحت حضور ﷺ کے اسم مبارک کی بے حرمتی کی سزا موت ہو گی۔ فوجداری قانون میں تیسری ترمیم کا بل وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی روشنی میں منظور کیا گیا۔ قومی اسمبلی نے یہ بل پہلے ہی منظور کر لیا تھا۔

آرٹیکل 261- کسی عہدے پر قائم مقام کوئی شخص اپنے پیشرو کا جانشین وغیرہ نہیں سمجھا جائے گا: دستور کی اغراض کے لئے' کوئی شخص جو کسی عہدہ پر قائم مقامی کرے' وہ اس شخص کا جو اس سے پہلے مذکورہ عہدہ پر فائز تھا' جانشین نہیں سمجھا جائے گا یا اس شخص کا پیشرو نہیں سمجھا جائے گا جو اس کے بعد مذکورہ عہدہ سنبھالے۔

تشریح

دستور کی رو سے عارضی طور پر فائز شخص اپنے پیشرو کا جانشین یا اس شخص کا جو

اس کے بعد کسی عہدے پر فائز ہو وہ اس شخص کا پیشرو نہیں کہلائے گا۔ اس کی وجہ عہدے کا عارضی ہونا ہے اور چونکہ اس شخص کی حیثیت مستقل عہدیدار کی نہیں ہوتی یہاں اس لئے اس شق کی ضرورت محسوس کی گئی۔

آرٹیکل 262- گریگوری نظام تقویم استعمال کیا جائے گا: دستور کی اغراض کے لئے، کسی مدت کا شمار گریگوری نظام تقویم کے مطابق کیا جائے گا۔

تشریح

یوں تو پاکستان میں تین قسم کے کیلنڈر رائج ہیں جن میں اسلامی کیلنڈر، بکرمی کیلنڈر اور عیسوی کیلنڈر شامل ہیں لیکن دستور کی اغراض کی تکمیل کے لئے عیسوی کیلنڈر جس کا آغاز یکم جنوری سے اور اختتام 31 دسمبر کو ہوتا ہے، استعمال کیا جائے گا۔ عیسوی کیلنڈر کو ہی بالفاظ دیگر گریگوری کیلنڈر کہتے ہیں۔

آرٹیکل 263-مذکر و مونث اور واحد اور جمع: اس دستور میں۔

(الف) وہ الفاظ جن سے صیغہ مذکر کا مفہوم نکالتا ہو، صیغہ مونث پر بھی حاوی سمجھے جائیں گے، اور

(ب) صیغہ واحد کے الفاظ میں جمع کا اور صیغہ جمع کے الفاظ میں واحد کا صیغہ شامل سمجھا جائے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے مطابق وہ الفاظ جن سے صیغہ مذکر کا مفہوم نکلتا ہو صیغہ مونث کے لئے بھی مستعمل ہوں گے اور اسی طرح صیغہ واحد کے الفاظ میں جمع کا اور صیغہ جمع کے الفاظ میں واحد کا صیغہ شامل سمجھا جائے گا، بجز اس کے کہ جہاں انہیں تخصیص سے بیان کیا گیا ہو۔

آرٹیکل 264- تنسیخ قوانین کا اثر: جب کوئی قانون اس دستور کے ذریعے، اس کے تحت یا اس کی وجہ سے منسوخ ہو جائے یا منسوخ شدہ متصور ہو تو، بجز اس کے

کہ اس دستور میں بصورت دیگر مقرر ہو مذکورہ تنسیخ۔

(الف) کسی ایسی چیز کا احیاء نہیں کرے گی جو اس وقت نافذ العمل یا موجود نہ ہو جب تنسیخ عمل میں آئے'

(ب) مذکورہ قانون کے سابقہ عمل پر یا اس کے تحت باضابطہ کئے ہوئے کسی فعل پر یا برداشت کردہ کسی نقصان پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

(ج) مذکورہ قانون کے تحت حاصل شدہ کسی حق پر' پیدا شدہ کسی استحقاق پر عائد شدہ کسی وجوب یا ذمہ داری پر اثر انداز نہیں ہوگی'

(د) مذکورہ قانون کے خلاف کسی جرم کے ارتکاب کی بنا پر عائد شدہ کسی تاوان' ضبطی یا سزا اس پر اثر انداز نہیں ہوگی' یا

(ہ) کسی مذکورہ حق' استحقاق' وجوب' ذمہ داری' تاوان' ضبطی یا سزا کی بابت کسی تفتیش' قانون کارروائی یا چارہ جوئی پر اثر انداز نہیں ہوگی'

اور مذکورہ کوئی تفتیش' قانونی کارروائی یا چارہ جوئی شروع کی جا سکے گی' جاری رکھی جا سکے گی یا نافذ کی جا سکے گی اور مذکورہ کوئی تاوان' ضبطی یا سزا اس طرح عائد کی جا سکے گی گویا مذکورہ قانون منسوخ نہیں ہوا تھا۔

تشریح

اس دفعہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ کسی قانون کی تنسیخ کی صورت میں اگر دستور ہذا میں کوئی دیگر حکم نہ دیا گیا ہو تو تنسیخ سے پہلے اس قانون کے تحت صادر کئے گئے احکامات' فیصلے' سزا ختم تصور نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس قانون کے تحت پیدا شدہ حقوق و فرائض پر کوئی زد پڑے گی۔ (PLD 1965 Lah. 102)-

شق الف میں اسی بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ کسی ایسی شے کا احیاء نہیں کیا جائے گا جو اس وقت نافذ العمل یا موجود نہ ہو جب تنسیخ اثر انداز ہوگی۔

(ب) مذکورہ قانون سے پہلے سے باضابطہ طور پر طے شدہ فعل یا

برداشت کردہ کسی نقصان پر تنسیخ اثر انداز نہ ہوگی۔

(ج) مذکورہ قانون کے تحت حاصل شدہ کسی حق پر پیدا شدہ کسی استحقاق پر عائد شدہ کسی وجوب یا ذمہ داری پر تنسیخ اثر انداز نہ ہوگی۔

(د) مذکورہ قانون کے خلاف کسی جرم کے ارتکاب کی بنا پر عائد شدہ کسی تاوان، ضبطی یا سزا پر تنسیخ اثر انداز نہیں ہوگی۔ یا کسی مذکورہ حق، استحقاق، وجوب ذمہ داری، تاوان، ضبطی یا سزا کی بابت کسی تفتیش، قانونی کارروائی یا چارہ جوئی پر تنسیخ اثر انداز نہ ہوگی اور مذکورہ کوئی تفتیش، قانونی کارروائی یا چارہ جوئی شروع کی جا سکے گی، جاری رکھی جا سکے گی یا نافذ کی جا سکے گی اور مذکورہ کوئی تاوان، ضبطی یا سزا اس طرح عائد کی جا سکے گی گویا مذکورہ قانون منسوخ نہیں ہوا تھا۔

اس دفعہ کے تحت دستور ہذا کے آغاز سے قبل کسی قانون کے تحت اگر عدالت عظمیٰ نے کوئی اپیل بغرض سماعت منظوری کی ہو تو وہ دستور ہذا کے نفاذ کے بعد ساقط نہ ہوگی۔

(PLD 1964 SC 865)

باب 6

عنوان، آغاز، نفاذ اور تنسیخ

آرٹیکل 265- دستور کا عنوان کا آغاز نفاذ:

(1) یہ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور کہلائے گا۔

(2) شقات (3) اور (4) کے تابع، یہ دستور چودہ اگست سنہ ایک ہزار نو سو تہتر یا اس سے قبل کی کسی ایسی تاریخ سے نافذ ہو گا جو صدر سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعے مقرر کرے، دستور میں جس کا حوالہ "یوم آغاز" کے طور پر دیا گیا ہے۔

(3) یہ دستور، اس حد تک جو ذیل کے لئے ضروری ہو۔

(الف) پہلی سینٹ کی تشکیل کے لئے،

(ب) کسی ایوان یا کسی مشترکہ اجلاس کی منعقد ہونے والی پہلی نشست کے لئے،

(ج) صدر اور وزیر اعظم کے ہونے والے انتخاب کے لئے، اور

(د) کسی ایسے دوسرے امر کی انجام دہی کو ممکن بنانے کے لئے جس کی انجام دہی، دستور کی اغراض کے لئے، یوم آغاز سے پہلے ضروری ہو،

دستور کے وضع ہونے پر نافذ العمل ہو گا لیکن صدر یا وزیر اعظم کی حیثیت سے منتخب شدہ شخص یوم آغاز سے پہلے اپنا عہدہ نہیں سنبھالے گا۔

(4) جہاں دستور کے ذریعے اس کے حکم کے نفاذ کے متعلق یا کسی عدالت یا دفتر کے قیام، یا کسی جج یا اس کے ماتحت کسی افسر کے تقرر کے متعلق، یا اس شخص کے جس کے ذریعے، یا اس وقت کے جب، یا وہ اس مقام کے جہاں، یا اس طریقہ کے متعلق جس سے، ایسے کسی حکم کے تحت کچھ کیا جانا ہو، تو قواعد بنانے یا احکام صادر کرنے کا کوئی اختیار تفویض کیا جائے، وہ اختیار دستور کے وضع ہونے اور اس کے آغاز نفاذ کے درمیان کسی بھی وقت استعمال کیا جا سکے گا۔

تشریح

جس طرح ہر کتاب کا عنوان ہوتا ہے جس سے اس کتاب کے مندرجات اور موضوع کا پتہ چلتا ہے۔ اس طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا نام دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار پایا ہے۔ دستور ہذا کے نفاذ سے قبل جس کے لئے 14 اگست 1973ء کی تاریخ یا جس تاریخ کا تعین صدر پاکستان گزٹ آف پاکستان کے نوٹیفکیشن کے ذریعے کریں' چند اقدامات کا کرنا ضروری قرار پایا تھا۔ ان اقدامات کا ذکر اسی دفعہ کی شق 3 اور 4 میں کیا گیا ہے۔ یہ اقدامات حسب ذیل تھے :

1۔ پہلی سینٹ کی تشکیل۔

2۔ کسی ایوان یا کسی مشترکہ اجلاس کے انعقاد کے سلسلے میں پہلے نشست کا اہتمام کرنا۔

3۔ صدر اور وزیر اعظم کے انتخاب کا اہتمام کا۔

4۔ کہ ایسے دوسرے امر کو پایا تکمیل تک پہنچانا جس کا کرنا دستور کے نفاذ سے پہلے ضروری تھا۔

5۔ دستور کے نفاذ سے پہلے صدر اور وزیر اعظم کا اپنے عہدے نہ سنبھالنا۔

6۔ دستور کے نفاذ کے لئے کسی عدالت یا دفتر کا قیام کسی جج یا افسران کے تقرر کے لئے قواعد مرتب کرنا۔ یہ کام دستور کے وضع ہونے اور اس کے نفاذ کے روز کے درمیانی عرصہ میں کرنا۔

آرٹیکل 266- تنسیخ : اسلامی جمہوریہ پاکستان کا عبوری دستور مع ان ایکٹوں اور صدر کے فرامین کے جن کے ذریعے اس دستور میں مخدوفات' اضافے' ردوبدل یا ترمیمات کی گئیں' بذریعہ ہذا منسوخ کیا جاتا ہے۔

تشریح

1973ء کے مستقل آئین کے نفاذ سے قبل ملک میں 1972ء کا عبوری آئین نافذ تھا۔ اس دفعہ کے ذریعے اسلامی جمہوریت پاکستان کے عبوری دستور 1972ء بمعہ ان ایکٹوں اور صدر کے فرامین منسوخ کر دیا گیا۔ اگر چہ عبوری دستور کو اس دفعہ کے ذریعے مکمل طور پر منسوخ کر دیا گیا تھا تاہم اس کے ذریعے کئے جانے والے تمام اقدامات' افعال' حقوق و فرائض اور تمام فوجداری کا دیوانی کارروائیاں' صدر اور وزیر اعظم کا انتخاب' قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی طرف سے ہونے والی کارروائیاں اور ان پر عملدرآمد کے سلسلے میں کئے جانے والے سبھی اقدامات اس دفعہ کے نفاذ سے متاثر نہ ہوں گی۔

باب 7

آرٹیکل 267- مشکلات کے ازالہ کیلئے صدر کے اختیارات:

(1) یوم آغاز سے قبل یا یوم آغاز سے تین ماہ کی مدت کے خاتمے سے پہلے کسی بھی وقت، صدر، کسی مشکلات کے ازالہ کی غرض سے، یا دستور کے احکام کو موثر طور پر زیر عمل لانے کی غرض سے، فرمان کے ذریعے ہدایت دے سکے گا کہ اس دستور کے احکام، ایسی مدت کے دوران جس کی صراحت اس فرمان میں کر دی گئی ہو، ایسی تطبیقات کے تابع، موثر ہوں گے خواہ وہ ردوبدل کے ذریعے ہوں یا اضافہ و مخدوفات کے ذریعے، جس طرح وہ ضروری یا قرین مصلحت سمجھے۔

(2) شق (1) کے تحت صادر شدہ کوئی فرمان بغیر کسی غیر ضروری تاخیر کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس وقت تک نافذ العمل رہے گا جب تک کہ ہر ایوان اسے نامنظور کرنے کی قرارداد منظور نہیں کرتا دونوں ایوانوں میں اختلاف کی صورت میں، اس وقت تک جب تک ایسی قرارداد مشترکہ اجلاس میں منظور نہ ہو جائے۔

تشریح

(1) اس دفعہ میں یہ احکامات بیان کئے گئے ہیں کہ دستور ہذا کے نفاذ کے دن سے یا اس دن سے تین ماہ کی مدت کے خاتمے سے پہلے اگر دستور کے بعض احکام کے نفاذ کے سلسلے میں صدر کو یہ محسوس ہو کہ ان احکامات کی وجہ سے معمول کے کاموں میں رکاوٹ پڑ رہی ہے تو وہ اسے موثر طور پر نافذ کرنے کی غرض سے فرمان کے ذریعے ہدایت دے سکیں گے کہ اس دستور کے احکام ایسی مدت کے دوران جس کی صراحت اس فرمان میں کر دی گئی ہو ایسی تطبیقات کے تابع موثر ہوں گے خواہ وہ ردوبدل کے ذریعے ہوں یا اضافے یا حذف کے ذریعے یا جس طرح وہ ضروری سمجھیں۔ اس دفعہ کے نفاذ کا مطلب ہی یہی ہے کہ مشکلات کا ازالہ کیا جائے۔

(2) شق (1) کے تحت صادر شدہ کوئی فرمان بغیر کسی غیر ضروری تاخیر کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کیا جائے گا اور یہ اس وقت تک نافذ العمل سمجھا جائے گا جب کہ دونوں ایوان اسے منظور یا نامنظور نہیں کر دیتے یا اختلاف کی صورت میں اس وقت تک نافذ العمل رہیں گے جب تک دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں نامنظور نہ کیا جائے۔

عدالت عظمیٰ نے حکم نمبر 34 سال 1962ء کے تحت قومی اسمبلی کے ارکان کو ان کی نشست کھوئے بغیر وزیر بنائے جانے کا حکم جاری کیا جا سکتا تھا غیر قانونی قرار دیا تھا-(PLD 1963 SC 486)

چونکہ دستور ہذا کے نفاذ کو بیس سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اس لئے یہ دفعہ موثر نہیں رہی تاہم اس کے نفاذ سے تین ماہ کے عرصے سے پہلے جو فرامین یا اقدامات اس دفعہ کے تحت مجلس شوریٰ نے منظور کئے وہ جائز متصور رہوں گے۔ اور انہیں کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

آرٹیکل 268- بعض قوانین کے نفاذ کا تسلسل اور بعض قوانین کی تطبیق:

(1) بجز جیسا کہ اس آرٹیکل میں قرار دیا گیا ہے، تمام موجودہ قوانین، اس دستور کے تابع، جس حد تک قابل اطلاق ہوں اور ضروری تطبیق کے ساتھ اس وقت تک بدستور نافذ رہیں گے جب تک کہ مناسب مقننہ انہیں تبدیل یا منسوخ نہ کر دے یا ان میں ترمیم نہ کرے۔

(2) جدول ششم میں مصرحہ قوانین میں ردوبدل ان کی تنسیخ یا ترمیم ☆ (تاکیدی اور معنوی طور پر) صدر کی ☆ (وزیراعظم سے مشورے کے بعد) پیشگی منظوری کے بغیر نہیں کی جائے گی:

☆ (مگر شرط یہ ہے کہ جدول ششم میں اندراجات 27 تا 30 اور اندراج 35 میں محولہ قوانین دستور (سترھویں ترمیم) کے ایکٹ 2003ء کے چھ برسوں

کے بعد حذف ہو جائیں گے۔

تشریح

اکتوبر 1999ء کے بعد صدر جنرل پرویز مشرف برسر اقتدار آئے تو انہوں نے متعدد نئے حکم جاری کئے جن میں دی سٹیٹ بنک آف پاکستان، قومی احتساب بیورو، بلوچستان، سرحد، سندھ اور پنجاب میں لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کا نفاذ، اکتوبر 2002ء کے لئے الیکشن کمیشن کا حکم 2002ء عام انتخابات کے انعقاد کا فرمان، پولیٹیکل پارٹیز کے ایکٹ میں ترمیم کا حکم، سرکاری دفاتر میں کام کرنے کی اہلیت کا حکم، اور پولیس آرڈر شامل ہیں۔ ان فرامین کے نفاذ میں سٹیٹ بنک کو خود مختاری ملی، قومی احتساب بیورو کا قیام عمل میں آیا۔ چاروں صوبوں میں نچلی سطح پر بلدیاتی انتخابات کا انتخابات کا انعقاد اور ضلعی حکومتوں کا قیام عمل میں آیا۔ اکتوبر 2002ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے جس سے ملک جمہوریت کی راہ پر گامزن ہوا اور پولیس اور عوام کو باہم قریب لانے کے لئے پولیس ایکٹ 1861ء منسوخ کیا گیا جس سے پولیس کی کارکردگی پہلے سے بہتر ہوگی۔

(3) کسی موجودہ قانون کے احکام کو (اس دستور کے حصہ دوم کے علاوہ) دستور کے احکام کی مطابقت میں لانے کی غرض سے، یوم آغاز سے دو سال کی مدت کے اندر اندر، صدر بذریعہ فرمان، خواہ بطور ترمیم، اضافہ یا حذف، ایسی تطبیق کر سکے گا جو وہ ضروری یا قرین مصلحت تصور کرے اور اس طرح صادر شدہ کوئی فرمان ایسی تاریخ سے نافذ العمل ہوگا جو یوم آغاز سے پہلے کی تاریخ نہ ہو اور جس کی صراحت فرمان میں کر دی جائے۔

(4) صدر کسی صوبے کے گورنر کو اس صوبے کے سلسلے میں ان قوانین کی بابت جن کی بابت صوبائی اسمبلی کو قانون بنانے کا اختیار ہے، ان اختیارات کے استعمال کا جاز کر سکے گا جو صدر کو شق (3) کی رو سے عطا کئے گئے ہیں۔

(5) شقات (3) اور (4) کے تحت قابل استعمال اختیار متعلقہ مقنّنہ کے کسی ایکٹ کے احکام کے تابع ہوں گے۔

(6) کوئی ایسی عدالت، ٹریبونل یا ہیئت مجاز جسے کسی موجودہ قانون کے نفاذ کا حکم یا اختیار دیا گیا ہو، اس امر کے باوجود کہ شق (3) یا شق (4) کے تحت جاری کردہ کسی فرمان کے ذریعے مذکورہ قانون میں کوئی تطبیق نہ کی گئی ہو، اس قانون کی تعبیر ایسی جملہ تطبیقات کے ساتھ کرے گی، جو اسے اس دستور کے احکام کے مطابقت میں لانے کے لئے ضروری ہوں۔

(7) اس آرٹیکل میں ''موجودہ قوانین'' سے مراد جملہ قوانین (بشمول آرڈیننس، احکام یا اجلاس کونسل، فرامین، قواعد ذیلی اور ضوابط اور کسی عدالت کے تشکیل کرنے والے لیٹرز پیٹنٹ اور کوئی اعلان اور قانونی اثر کی حامل دوسری دستاویزات) ہیں جو یوم آغاز سے عین قبل پاکستان میں یا پاکستان کے کسی حصے میں نافذ العمل ہوں یا بیرون ملک جواز رکھتے ہوں۔

تشریح: اس آرٹیکل میں کسی قانون کے سلسلے میں ''نافذ العمل'' سے مراد قانون کی حیثیت سے موثر ہونا ہے خواہ اس قانون کو روبہ عمل لایا گیا ہو یا نہ لایا گیا ہو۔

تشریح

(1) اس دفعہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ دستور ہذا کے نفاذ سے قبل جو قوانین رائج تھے انہیں منسوخ نہیں کیا بلکہ دستور ہذا کے وضع کرتے وقت اگر ان کے تسلسل سے رائج ہونے کو ضروری سمجھا گیا ہو تو اس دستور کے تابع جس حد تک قابل اطلاق ہوں گے وہ بدستور نافذ رہیں گے۔ جب تک کہ مقنّنہ انہیں مناسب تبدیلیوں کے ساتھ نافذ نہ کرے یا منسوخ نہ کر دے یا ان میں ترمیم نہ کرے۔ ان قوانین میں آرڈیننس، قواعد، ذیلی قوانین، ریگولیشن اور نظریہ ضرورت

کے تحت وضع کردہ قوانین شامل ہیں۔

(2) اس شق کے تحت یہ کہا گیا ہے کہ جدول ششم میں جن قوانین کو متعین کر دیا گیا ہے اگر ان میں کسی قسم کا ردوبدل کرنا، انہیں منسوخ کرنا ہو یا ان میں مناسب ترمیم کرنی ہو تو اس صورت میں صدر کی منظوری حاصل کرنا لازمی ہوگی۔

(3) اس دفعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی موجودہ قانون کے احکام کو اس دستور کے حصہ دوم کے علاوہ دستور کے احکام کی مطابقت میں لانا ضروری سمجھا جائے تو دستور ہذا کے نفاذ سے دو سال کی مدت کے اندر صدر فرمان کے ذریعے ایسا کرنے کے مجاز ہوں گے۔

(4) صوبائی قوانین کے سلسلے میں صوبے کا گورنر صدر کی منظوری سے قوانین کی تطبیق کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ ایسے قوانین کی تطبیق ممکن ہو سکے گی جن کے بارے میں صوبائی اسمبلی کی کوئی قرارداد منظور کر سکے۔

(5) شقات (3) اور (4) کے تحت قابل استعمال اختیارات متعلقہ مقنّنہ کے کسی ایکٹ کے تحت ہی نافذ العمل ہو سکتے ہیں۔

(6) اگر صدر یا گورنر کے کسی قانون میں دفعہ ہذا کے احکام کے مطابق تطبیق کر دی گئی ہو تو عدالتیں یا کوئی دیگر ہیئت مجاز جو ایسے قانون کے نفاذ کا اختیار رکھتی ہوں۔ ان تطبیقات پر عمل پیرا ہوں گی اور شق (3) اور (4) کے تحت جاری کردہ کسی فرمان کے ذریعے مذکورہ قانون میں کوئی تطبیق کی گئی ہو تو عدالتیں اس قانون کی تعبیر ایسی جملہ تطبیقات کے ساتھ کریں گے جو اس دستور کے احکام کے مطابقت میں لانے کے لئے ضروری ہوں۔

(7) اس دفعہ میں موجودہ قوانین سے مراد جملہ قوانین (بشمول آرڈیننس احکام یا اجلاس کونسل، فرامین، قواعد، ذیلی قوانین اور ضوابط اور کسی عدالت عالیہ کے تشکیل کرنے والے لیٹرز پیٹنٹ اور کوئی اعلان اور قانونی اثر کی حامل دوسری

دستاویزات میں جو دستور ہذا کے نفاذ کے دن سے عین پہلے پاکستان میں یا پاکستان کے کسی حصے میں نافذ العمل یا بیرون ملک جواز رکھتے ہوں۔

اس دفعہ میں کسی قانون کے سلسلے میں نافذ العمل سے مراد قانون کی حیثیت سے موثر ہوتا ہے خواہ اس قانون کی رو بہ عمل لایا گیا ہو یا نہ لایا گیا ہو۔

آرٹیکل 269- قوانین اور افعال وغیرہ کی توثیق:

(1) بیس دسمبر سن ایک ہزار نوسو اکہتر اور بیس اپریل سن ایک ہزار نوسو بہتر (بشمول ہر دو روز) کے دوران جاری کردہ تمام اعلانات، فرامین صدر، مارشل لاء کے ضوابط، مارشل لاء کے احکام اور دیگر تمام قوانین کے بارے میں بذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود، وہ حکم مجاز کی طرف سے جائز طور پر جاری کئے گئے ہیں اور ان پر کسی بناء پر بھی کسی عدالت میں اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

(2) کسی ہیئت مجاز یا کسی شخص کی طرف سے تمام وضع کردہ احکام، کی گئی کارروائیاں اور کئے گئے افعال جو بیس دسمبر سن ایک ہزار نوسو اکہتر اور بیس اپریل سن ایک ہزار نوسو بہتر (بشمول ہر دو روز) کے مابین کسی فرامین صدر، مارشل لاء کے ضوابط، مارشل لاء کے احکام، موضوعہ قوانین، اعلانات، قواعد، احکام یا ضمنی قوانین سے حاصل شدہ اختیارات کے استعمال میں یا مذکورہ بالا اختیارات کے استعمال میں کسی ہیئت مجاز کی طرف سے وضع کردہ احکام یا صادر کردہ سزاؤں کی تعمیل میں وضع کئے گئے تھے، کی گئی تھیں یا کئے گئے تھے یا جن کا وضع کیا جانا، کی جانا یا کیا جانا مترشح ہوتا ہو، کسی عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود، جائز طور پر اور ہمیشہ سے جائز طور پر وضع شدہ، کی گئی یا کئے گئے متصور ہوں گے اور ان پر کسی بنا پر بھی چاہے جو کچھ ہو کسی عدالت میں اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

(3) کسی ہیئت مجاز یا کسی شخص کے خلاف کسی وضع کردہ حکم، کی گئی کارروائی یا

کئے گئے فعل کے لئے یا اس کی بنا پر یا اس کی نسبت جو خواہ شق (2) میں محولہ اختیارات کے استعمال میں یا مترشح استعمال میں مذکورہ اختیارات کے استعمال یا مترشح میں وضع کردہ احکام یا صادر کردہ سزاؤں کے استعمال یا تعمیل میں ہو، کسی عدالت میں کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا جائے گا یا دیگر قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

تشریح

اس دفعہ کا تعلق ان قوانین اور افعال سے ہے جن کا نفاذ 20 دسمبر 1971ء سے 20 اپریل 1972ء (بشمول دونوں روز) مارشل لاء کے دوران کیا گیا۔ چونکہ مارشل لاء کے تحت جاری کردہ قوانین کسی عدالت میں چیلنج نہیں کئے جا سکتے۔ اس لئے جب انتخابی عمل کے ذریعے قومی اسمبلی کی تشکیل ہوتی ہے تو ایسے تمام قوانین توثیق قومی اسمبلی سے کرالی جاتی ہے تاکہ انہیں بھی قانونی حیثیت حاصل ہو جائے اور یہ بھی دستور کا حصہ بن جائیں۔ لہذا اس مدت کے دوران کے جاریکردہ تمام قوانین، احکامات، آرڈیننس، افعال سب جائز قرار پاتے ہیں اور انہیں بعد ازاں بھی کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

شق (2) میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اگر مدت مذکورہ کے دوران کوئی شخص سزا پا جاتا ہے یا کسی شخص کو اس وقت کے رائج قوانین کے تحت رہا کر دیا جاتا ہے یا جیسی بھی صورت حاصل ہو وہ جائز تصور ہوں گے اور انہیں کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

عدالت عظمیٰ نے مقدمہ سرکار بنام ضیاء الرحمٰن اور دیگر میں یہ قرار دیا تھا کہ 1974ء کے آئین کی کچھ دفعات کو جو کہ مارچ 1949ء کی منظوری کردہ قرارداد مقاصد کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھیں اور اس بات کو تسلیم کیا گیا تھا کہ ہائی کورٹ کو ایسی دفعات کو ختم کرنے کا اختیار تھا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرارداد

مقاصد نہ صرف 1972ء کے آئین بلکہ مستقبل کے ہر ایک آئین کے لئے اعلیٰ دستاویز کا درجہ رکھتی ہے لیکن اس سے یہ بھی اخذ نہیں کرنا چاہیے کہ قرارداد مقاصد میں کوئی ردوبدل نہیں کیا جا سکتا۔

(PLD 1973 SC 49)

اس طرح اس دفعہ ہذا کے تحت 20 دسمبر 1971ء سے 20 اپریل 1973ء تک کے درمیان جاری ہونے والے قوانین کو قانونی تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔

اس دفعہ میں لفاظ مترشح (Purport) کا استعمال اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ اگر شق (3) کے تحت کسی اہلکار یا عہدے دار سے کوئی فعل، غلطی یا غفلت یا کوتاہی پائی گئی ہو تو اس کے خلاف بھی کارروائی نہ کی جا سکے گی۔

آرٹیکل 270- بعض قوانین غیرہ کی عارضی توثیق:

(1) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)، وفاقی فہرست قانون سازی کے حصہ اول میں شامل کسی امر کے لئے قانون سازی کے مقررہ طریقے کے مطابق وضع کردہ قانون کے ذریعے پچیس مارچ سن کر ایک ہزار نو سو انہتر اور نیس دسمبر، سن ایک ہزار نو سو اکہتر (بشمول ہر دو روز) کے درمیان وضع کردہ تمام اعلانات، فرامین صدر، مارشل لاء کے ضوابط، مارشل لاء کے احکام اور دیگر قوانین کی توثیق کر سکے گی۔

(2) کسی عدالت کے فیصلے کے باوجود، شق (1) کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے وضع کردہ کسی قانون پر کسی عدالت میں کسی بنا پر چاہے کچھ ہوا عتراض نہیں کیا جائے گا۔

(3) شق (1) کے احکام اور کسی عدالت کے اس کے برخلاف کسی فیصلہ کے باوجود، یوم آغاز سے دو سال کے لئے ایسی تمام دستاویزات کے جن کا حوالہ شق (1) میں دیا گیا ہے جواز کو کسی عدالت میں کسی بھی بنا پر چاہے کچھ ہو، زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔

(4) کسی ہیئت مجاز یا کسی شخص کی طرف سے تمام وضع کردہ احکام' کی کارروائیاں اور کئے گئے افعال جو پچیس مارچ سن ایک ہزار نو سو انہتر اور نیس دسمبر سن ایک ہزار نو سو اکہتر (بشمول ہر دو روز) کے مابین کسی فرامین صدر' مارشل لاء کے ضوابط' مارشل لاء کے احکام' موضوعہ قوانین' اعلانات' قواعد' احکام یا ضمنی قوانین سے حاصل شدہ اختیارات کے استعمال میں یا مذکورہ بالا اختیارات کے استعمال میں کسی ہیئت مجاز کی طرف سے وضع کردہ احکام یا صادر کردہ سزاؤں کی تعمیل میں وضع کئے گئے تھے' کی گئی تھیں' کئے گئے تھے یا جن کا وضع کیا جانا' کسی جانا یا کیا جانا مترشح ہوتا ہو' کسی عدالت کے کسی فیصلہ کے باوجود جائز طور پر اور ہمیشہ جائز طور پر وضع شدہ کی گئی یا کئے گئے متصور ہوں گے' تاہم ایسے کسی حکم' کسی کارروائی یا فعل کو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یوم آغاز سے دو سال کے عرصہ کے اندر کسی وقت بھی ہر دو ایوانوں کی قرارداد کے ذریعے' یا دونوں ایوانوں کے درمیان عدم اتفاق کی صورت میں' کسی ایسی قرارداد کے ذریعے جو مشترکہ اجلاس میں منظور کی گئی ہو' ناجائز قرار دے سکتی ہے نیز اس پر کسی عدالت کے سامنے کسی بھی وجہ سے' چاہے جو کچھ ہو اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

تشریح

(1) اس دفعہ کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ وفاقی فہرست قانون سازی کا حصہ اول میں شامل کسی امر کے لئے قانون سازی کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق وضع کردہ قانون کے ذریعے 25 مارچ 1969ء اور 19 دسمبر 1971ء (بشمول ہر دو روز) کے مابین وضع کردہ تمام اعلانات' فرامین صدر' مارشل لاء کے ضوابط' مارشل لاء کے احکامات اور دیگر قوانین کی توثیق کر سکے گی۔ مجلس شوریٰ کی توثیق کی بنا پر مندرجہ بالا قوانین کو قانونی تحفظ مل جانے پر انہیں کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

شق (3) کے تحت اس دستور کے نفاذ سے دو سال کے لئے ایسی تمام دستاویزات کو کسی عدالت میں زیر بحث نہیں لایا جا سکے گا جن کا ذکر شق (1) میں کر دیا گیا ہے۔

شق (4) میں بھی ان تمام دستاویزات دیا گیا ہے تاہم یہ شرط لگائی گئی ہے کہ انہیں دو سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) میں پیش کرنا ضروری ہے اس کا انحصار مجلس شوریٰ کے اراکین پر ہے کہ وہ انہیں منظور کر لیں یا نامنظور کر لیں ۔ اس کے باوجود یہ دستاویزات کسی عدالت میں زیر بحث نہیں آسکتیں۔

آرٹیکل 270 (الف)-فرامین صدر وغیرہ کی توثیق:

(1) پانچ جولائی 1977ء کے اعلان تمام فرامین صدر آرڈیننس مارشل لاء کے ضوابط مارشل لاء کے احکام بشمول فرمان ریفرنڈم 1984ء (فرمان صدر نمبر 11 مجریہ 1984ء) جس کے تحت انیس دسمبر 1984ء کو منعقد ریفرنڈم کے نتیجہ کے سبب سے جنرل محمد ضیاء الحق مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی مشترکہ نشست کے پہلے اجلاس کی تاریخ سے آرٹیکل 41 کی شق (7) میں مصرحہ مدت کے لئے پاکستان کے صدر بن گئے 1973ء کے دستور کے بحال کے فرمان 1975ء (فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء) فرمان دستور (ترمیم ثانی) 1985ء (فرمان صدر نمبر 20 مجریہ 1985ء) فرمان دستور (ترمیم ثالث) 1985ء (فرمان صدر نمبر 24 مجریہ 1985ء) اور تمام دیگر قوانین کی جو پانچ جولائی 1977ء اور اس تاریخ کے درمیان وضع کئے جائیں جس پر یہ آرٹیکل نافذ العمل ہو بذریعہ ہذا توثیق کی جاتی ہے انہیں تسلیم کیا جاتا ہے اور قرار دیا جاتا ہے کہ وہ کسی عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود ہیئت مجاز کی طرف سے جائز طور پر وضع کئے گئے ہیں اور دستور میں شامل کسی امر کے باوجود ان پر کسی عدالت میں کسی بھی بنا پر چاہے جو کچھ ہو اعتراض نہیں کیا جائے

گا:

مگر شرط یہ ہے کہ 30 ستمبر 1985ء کے بعد وضع کردہ کوئی فرمان صدر، مارشل لاء کا ضابطہ یا مارشل لاء کا حکم محض ایسے احکام وضع کرنے تک محدود ہو گا جو پانچ جولائی 1977ء کے اعلان کی تنسیخ میں مدد ہوں یا اس کے ضمن میں ہوں۔

(2) کسی ہیئت مجاز کی طرف سے یا کسی شخص کی طرف سے تمام وضع کردہ احکام کی گئی کارروائیاں اور کیے گئے افعال، جو پانچ جولائی 1977ء اور اس تاریخ کے درمیان جس پر یہ آرڈیننس نافذ العمل ہو، کسی اعلان، فرامین صدر، مارشل لاء کے ضوابط، مارشل لاء کے احکام، موضوعہ قوانین، اعلانات، قواعد، احکام یا قوانین سے حاصل شدہ اختیارات کے استعمال میں، یا مذکورہ بالا اختیارات کے استعمال میں کسی ہیئت مجاز کی طرف سے وضع کردہ احکام یا صادر کردہ سزاؤں کی تعمیل میں وضع کیے گئے تھے، کی گئی تھی یا کیے گئے تھے یا جن کا کیا جانا، کی جانا یا کیا جانا متر شح ہوتا ہو، کسی عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود، جائز طور پر اور ہمیشہ سے جائز طور پر وضع شدہ، کی گئی یا کیے گئے متصور ہوں گے اور ان پر کسی بھی عدالت میں کسی بھی بن اپر چا ہے جو کچھ ہو اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

(3) تمام فرامین صدر، مارشل لاء کے ضوابط، مارشل لاء کے احکام، موضوعہ قوانین، اعلانات، قواعد، احکام یا ضمنی قوانین جو اس تاریخ سے عین قبل نافذ العمل ہوں جس پر یہ آرڈیننس نافذ العمل رہیں گے تاوقتیکہ ہیئت مجاز انہیں تبدیل، منسوخ یا ترمیم نہ کر دے۔

تشریح: اس شق میں ''ہیئت مجاز'' سے:

(الف) فرامین صدر، آرڈیننس، مارشل لاء کے ضوابط، مارشل لاء کے احکام اور قوانین موضوعہ کی نسبت موزوں مقنّنہ مراد ہے، اور

(ب) اعلانات، قواعد، احکام اور ضمنی قوانین کی نسبت وہ ہیئت مراد

ہے جسے قانون کے تحت انہیں وضع کرنے' تبدیل کرنے' منسوخ کرنے یا ترمیم کرنے کا اختیار حاصل ہو۔

(4) کسی ہیئت مجاز یا کسی شخص کے خلاف کسی وضع کردہ حکم' کی گئی کارروائی یا کئے گئے فعل کیلئے یا اس کے سبب سے یا اس کی نسبت جو خواہ شق (2) میں محولہ اختیارات کے استعمال یا مطلوبہ استعمال میں ہو یا مذکورہ اختیارات کے استعمال یا مطلوبہ استعمال میں وضع کردہ احکام یا صادر کردہ سزاؤں کے انصرام یا تعمیل میں ہو' کسی عدالت میں کوئی مقدمہ یا دیگر قانونی کارروائی قابل سماعت نہیں ہوگی۔

(5) شقات (1)' (2) اور (4) کی اغراض کے لئے' کسی ہیئت مجاز یا شخص کی طرف لیس تمام وضع کردہ احکام کی گئی کارروائیاں' کئے گئے افعال یا جن کا وضع کیا جانا یا کرنا مترشح ہوتا ہو' نیک نیتی سے اور اس غرض کے لئے جس کا پورا کرنا ان کے ذریعے مطلوب تھا وضع کردہ' کسی گئی یا کئے گئے متصور ہوں گے۔

(6) شق (1) میں محولہ ایسے فرامین صدر کی جن میں صراحت جدول ہفتم کر دی گئی ہے ایسے طریقے سے ترمیم کی جا سکے گی جو دستور کی ترمیم کے لئے قرار دیا گیا ہے اور مذکورہ شق میں محولہ تمام دیگر قوانین کی موزوں مقننہ کی طرف سے ایسے طریقے سے ترمیم کی جا سکے گی جو مذکورہ قوانین کی ترمیم کے لئے قرار دیا گیا ہے۔

تشریح: اس آرٹیکل میں ''فرامین صدر'' میں ''صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے فرامین'' اور ''چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے فرامین'' ہیں۔

تشریح

یہ اگرچہ اس دستور میں شامل دفعہ 270 کا تسلسل ہے تاہم اس کی تواریخ اس سے مختلف ہیں۔ اس دفعہ کو اس وقت بذریعہ ترمیم نافذ کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی جب صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے 30 دسمبر 1985ء کو مارشل لاء کے خاتمے کا اعلان کر کے ملک میں جمہوری دور کا آغاز کیا تھا۔ انہوں نے یہ اعلان

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں کیا تھا۔ اس اعلان کے تحت 5 جولائی 1977ء سے جاری ہونے والے صدارتی احکامات' آرڈرز' آرڈیننس' مارشل لاء کے احکامات بشمول ریفرنڈم آرڈر 1984ء جس کے تحت ملک میں 19 دسمبر 1984ء کو صدارتی ریفرنڈم ہوا اور جس میں عوام نے جنرل محمد ضیاء الحق کو مزید پانچ سال کے لئے صدر منتخب کرلیا تھا کو جائز قرار دیا گیا۔ ان کے علاوہ 5 جولائی 1977ء سے لے کر اس اعلان (مارشل لاء کے خاتمے کے اعلان) تک جو احکامات وغیرہ جاری ہوئے انہیں تسلیم کیا گیا اور ان کی توثیق کی گئی اس لئے انہیں کسی بھی عدالت میں کسی بھی طرح کی بنیادوں پر چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

اس طرح 5 جولائی 1977ء سے لے کر اس اعلان تک مارشل لاء کے حوالے سے یا صدر کے احکامات' آرڈرز اور آرڈیننس کی بجا آوری میں کسی شخص یا ہیئت مجاز (اتھارٹی) نے جو اقدامات کئے ان پر عمل کیا۔ جن کا اطلاق ہوا یا جن کا اعلان ہوا انہیں بھی کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا اور انہیں ہمیشہ نافذ سمجھا جائے گا اور انہیں کسی بھی طور پر زیر بحث نہیں لایا جا سکے گا۔

اس دفعہ کے تحت صدارتی احکامات' آرڈرز اور آرڈیننس میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت میں جاری کردہ تمام احکامات بھی شامل تصور ہوں گے اور انہیں بھی دوسرے احکامات کی طرح قانونی شکل حاصل ہوگی اور وہ بھی کسی عدالت میں چیلنج نہیں کئے جا سکیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کردی گئی کہ 30 دسمبر 1985ء کے بعد وضع کردہ کوئی فرمان صدر' مارشل لاء کا ضابطہ یا مارشل لاء کا حکم محض ایسے احکام وضع کرنے تک محدود ہوگا جو 5 جولائی 1977ء کے اعلان کی تنسیخ کے لئے ضروری ہوں گے۔ علاوہ ازیں فرامین صدر جن کا تعین جدول ہفتم میں کیا گیا ہے ان کے بارے میں ترمیم ایسے قوانین کے تحت کی جائے گی جن کا تعین اس دستور میں کردیا گیا ہے۔ صدر نے 18 مارچ 1985ء کو آئین میں ترمیم

کا جو حکم جاری کیا اس کے تحت صدر کی منظوری کے بغیر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) 5 جولائی 1977ء سے 10 مارچ 1985ء تک جاری کردہ قوانین صدر کی پیشگی منظوری کے بعد ترمیم یا منسوخ نہ کر سکے گی۔

☆ دفعہ 270-AA - قوانین کی تصدیق اور توثیق: (1) چودہ اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے اعلان، تمام فرامین صدر، آرڈیننس، چیف ایگزیکٹو کا فرمان بشمول عبوری آئینی حکم نمبر 1، مجریہ 1999ء، فرمان (جج صاحبان) عہدہ کا حلف 2000ء (نمبر 1 مجریہ 2000ء) فرمان چیف ایگزیکٹو نمبر 12، مجریہ 2002ء، فرمان قانونی ڈھانچہ ترمیمی 2002ء (Legal Frame Wark Order) چیف ایگزیکٹو کا فرمان نمبر 24 (مجریہ 2002ء) فرمان قانونی ڈھانچہ ترمیمی 2002ء (دوسری ترمیم) چیف ایگزیکٹو کا فرمان نمبر 29 مجریہ 2002ء چیف ایگزیکٹو کا فرمان نمبر 32 مجریہ 2002ء کے ذریعے دستور میں وضع کردہ ترامیم اور بارہ اکتوبر انیس سو ننانوے اور اس تاریخ کے درمیان (دونوں دن شامل کر کے) جس پر یہ آرڈیکل نافذ العمل ہوا ہیئت مجاز کی طرف سے جائز طور پر وضع کئے گئے ہیں بذریعہ ہذا تصدیق کی جاتی ہے انہیں اختیار کیا جاتا ہے اور قرار دیا جاتا ہے کہ وہ جائز طور پر وضع کئے گئے ہیں اور قطع نظر آئین میں شامل کسی امر کے باوجود کسی بھی عدالت یا فورم یا کسی اور وجہ سے خواہ کچھ بھی ہو اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

(2) کسی ہیئت مجاز کی طرف سے یا کسی شخص کی طرف سے وضع کردہ تمام احکام، کی گئی کارروائیاں، کئے گئے تقرر بشمول فوجی افسروں کے عارضی تبادلے اور مستعار الخدمتیاں اور کئے گئے افعال جو بارہ اکتوبر انیس سو ننانوے اور اس تاریخ کے درمیان (دونوں دن شامل کر کے) جس پر یہ آرڈیکل نافذ العمل ہو، کسی اعلان، فرامین صدر، آرڈیننس، چیف ایگزیکٹو کے فرامین، موضوعہ قوانین بشمول دستور میں

ترامیم' اعلانات' قواعد' احکام' ذیلی قوانین سے حاصل دشہ اختیارات کے استعمال میں کسی ہیئت مجاز کی طرف سے وضع کردہ احکام یا صادر کردہ سزا کی بجا آوری یا تعمیل میں وضع کئے گئے ہوں' کسی گئی ہوں یا کئے گئے ہوں یا جن کا وضع کرنا' کی جانا' یا کیا جانا مترشح ہوتا ہو کسی عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود جائز طور پر اور ہمیشہ سے جائز طور پر وضع کردہ کی گئی یا کئے گئے متصور ہوں گے اور ان پر کسی بھی عدالت یا فوم میں کسی بھی بنا پر چا ہے جو کچھ ہو اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

(3) تمام اعلانات' فرامین صدر' آرڈیننس' چیف ایگزیکٹو کیف رامین' ضوابط' وضع شدہ قوانین' بشمول دستور میں ترامیم' اعلانات' قواعد' احکام یا ذیلی قوانین جو اس تاریخ سے عین قبل نافذ العمل ہوں جس پر آرڈیکل نافذ العمل ہو نافذ العمل رہیں گے تاوقتیکہ ہیئت مجاز کی طرف سے انہیں تبدیل' منسوخ یا ترمیم نہ کر دیا جائے۔

تشریح: (الف) اس شق میں ہیئت مجاز سے.....

(الف) فرامین صدر' آرڈیننس' چیف ایگزیکٹو کے فرمان اور وضع شدہ قوانین بشمول دستور میں ترامیم کی نسبت مقننہ مراد ہے' اور

(ب) اعلانات' قواعد' احکام اور ذیلی قوانین کی نسبت وہ ہیئت مجاز مراد ہے جسے قانون کے تحت وضع کرنے' تبدیل کرنے یا منسوخ کرنے یا ترمیم کا اختیار حاصل ہو۔

(4) کسی ہیئت مجاز یا کسی شخص کے خلاف کسی وضع کردہ حکم' کی گئی کارروائی یا کئے گئے فعل کے لئے یا اس کے سبب یا اس کی نسبت جو خواہ شق (2) میں محولہ اختیارات کے استعمال یا مطلوبہ استعمال میں ہو یا مذکورہ اختیارات کے استعمال میں وضع کردہ احکام یا صادر کردہ احکام سزا کی بجا آوری یا تعمیل میں ہو کسی عدالت میں کوئی مقدمہ' استغاثہ یا دیگر قانونی کارروائی قابل سماعت نہیں ہوگی۔

(5) شقات (1)' (2) اور (4) کی اغراض کے لئے کسی ہیئت مجاز یا کسی شخص

کی طرف سے تمام وضع کردہ احکام' کی گئی کارروائیاں' کئے گئے تقرر بشمول فوجی افسران کے عارضی تبادلے اور مستعار الحدتیاں' کئے گئے افعال یا جن کا وضع کرنا' کی جانا' کیا جانا مترشح ہوتا ہو' نیک نیتی سے اور اس غرض کے لئے جس کا پورا کرنا ان کے ذریعے مطلوب تھا وضع کردہ' کی گئی' یا کئے گئے متصور ہوں گے۔

مقاصد اور اسباب کا بیان : اس بل کے ذریعے دستور کے آرٹیکلز 41' 58' 112' 152 الف' 179' 195' 243' 268 اور 270-AA میں ترمیم کرنا مقصود ہے۔

(الف) آرٹیکل 41 میں ترمیم کا مقصد شق (7) پیراگراف (ب) میں فقرہ شرطیہ کا اضافہ کرنا ہے اور مذکورہ بالا طور پر ترمیم شدہ شق (7) کے بعد نئی شقات (8) اور (9) کا اضافہ کیا گیا ہے۔

شق (8) صدر پر اعتماد کے ووٹ کے لئے ہے اور شق (9) وفاقی حکومت کو اعتماد کے ووٹ کے انعقاد کے لئے قواعد وضع کرنے کا مجاز کرتی ہے۔

(ب) آرٹیکل 58 میں ترمیم کا مقصد یہ ہے کہ آرٹیکل 58 کی شق (2) کے پیراگراف (ب) کی شرائط کے مطابق قومی اسمبلی کے ٹوٹنے پر' صدر معاملہ کو عدالت عظمیٰ پر بھیجے گا۔

(ج) آرٹیکل 112 میں بھی آرٹیکل 58 میں تجویز کردہ' ترامیم بین بین ترمیم کی گئی ہے۔

(د) آرٹیکل 152 الف میں یہ تبدیلی تجویز کی گئی ہے کہ قومی اسلامتی کونسل کو پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قائم کیا جائے گا۔

(ہ) آرٹیکل 179 میں ترمیم عدالت عظمیٰ کے ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر میں تبدیلی کرنے کے لئے تجویز کی گئی ہے۔

(و) آرٹیکل 195 میں ترمیم عدالت عالیہ کے ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر

میں تبدیلی کرنے کے لئے تجویز کی گئی ہے۔

(ز) آرٹیکل 243 میں عبارت ''اپنی صوابدید'' پر کی بجائے وزیراعظم کے ساتھ مشورے سے تبدیل کردیا گیا ہے۔

(ح) آرٹیکل 268 کی شق (2) کی ترمیم کا مقصد جدول ششم کے اندراجات 27 تا 30 اور اندراج 35 کی دستور (سترھویں ترمیم) کے ایکٹ 2003ء کے آغاز نفاذ کے چھ برسوں کے بعد حذف کرنا ہے۔

(ط) آرٹیکل 270-AA میں تبدیلی بارہ اکتوبر انیس سو ننانوے اور اس تاریخ کے درمیان جس پر یہ آرٹیکل نافذ العمل ہو وضع کردہ تمام قوانین اور کئے گئے اقدام کی توثیق اور تسلسل فراہم کرنے کے لئے کی گئی ہے۔

اس بل کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرنا ہے۔

مختصر تشریح سترھویں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں سترھویں ترمیم کا بل حکومت پاکستان اور متحدہ مجلس عمل کے نمائندوں کے مابین طرفین کے جانب سے ایک سال کی محنت شاقہ اور بحث وتمحیص کے بعد (24 دسمبر 2003ء کے آئینی ترمیم سے متعلقہ) معاہدے کے تحت 30 دسمبر 2003ء کو ایوان زیریں (قومی اسمبلی) اور ایوان بالا (سینٹ) دونوں نے منظور کرلیا۔ متحدہ مجلس عمل اور حکومتی نمائندوں کے مابین آئین کے جو معاملات اتفاق رائے سے طے پائے ان کی تفصیل یہ ہے:

(1) آرٹیکل 58(2) سب کلاز (b) الفاظ ایسے ہوں گے کہ صدر مملکت قومی اسمبلی کی تحلیل کے بعد پندرہ (15) دن کے اندر تحصیل کے جواز پر مبنی ایک ریفرنس کورٹ کو روانہ کریں گے سپریم کورٹ اس ریفرنس کا فیصلہ تیس (30) دنوں کے اندر کرے گی اور سپریم کورٹ کا فیصلہ حتمی اور نافذ العمل ہوگا اور آئین کے آرٹیکل 112 میں بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا۔

(2) نیشنل سکیورٹی کونسل آئین کی بجائے ایکٹ آف پارلیمنٹ کے ذریعے قائم کی جائے گی اس کے مطابق آئین میں ضروری ترمیم ہوگی۔

(3) آرٹیکل 243 میں صدر کے اختیارات کے صوابدید (Discretion) کی بجائے وزیراعظم کے مشورے کے بعد تبدیل کای جائے گا۔

(4) چھٹے شیڈول کی مدات 27، 30 اور 35 چھ سال کے بعد شیڈول سے خارج ہو جائیں گی ان مدات سے متعلق اصلاح کے لئے فوری طور پر وزیراعظم کی سربراہی میں چاروں وزراء اعلیٰ پر مشتمل کمیٹی قائم کی جائے گی جس کی متعلقہ تجاویز کی روشنی میں صدر صوبوں کی ترامیم کی اجازت دے دیں گی تاکہ ان تجاویز کے مطابق اصلاح کردی جائے۔

(5) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی ریٹائرمنٹ کی سابقہ عمر برقرار رکھی جائے گی۔

(6) آرٹیکل 63 (1)(b)، 31 دسمبر 2004 سے نافذ العمل ہو جائے گا۔

(7) آئین میں ضروری ترامیم کی جائیں گی جس کے تحت سینٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں (30) دن کے اندر اعتماد کے ووٹ کے ذریعے صدر مملکت کو پانچ سال کے لیے توثیق (Affirm) کریں گی جو صرف اس جاری ٹرم کے لئے صدارتی انتخاب (Election of President) کا متبادل ہوگا۔ اعتماد کے ووٹ کے لئے حکومت تقسیمی ووٹ (Division) یا دوسرے طریق کار اور دیگر امور کے لئے ضروری قواعد وضوابط کا نوٹیفکیشن جاری کرے گی۔

(8) آئینی ترامیم کے لئے دستور میں آٹھویں ترمیم کا طریقہ اختیار کیا جائے گا یعنی پارلیمنٹ متفقہ آئینی ترامیم کی دفعہ 270-AA کے تحت 2/3 اکثریت سے

توثیق کرے گی اور اختلافی نکات جن پر اس معاہدے کے مطابق اتفاق ہو چکا ہے۔ان سے متعلقہ آئینی ترامیم 2/3 اکثریت سے منظور کرے گی۔

(9) طے پایا کہ صدر مملکت کی پانچ سال جاری مدت (ٹرم) کے تسلسل اور ان کے اس عہدے پر فائز رہنے کے لئے آئینی ترامیم کی حمایت کی جائے گی مزید برآں سینٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں ایم ایم اے کے ممبران صدر کو اعتماد کا ووٹ دینے کے پابند نہ ہوں گے۔ایم ایم اے کے ممبران صدر مملکت کیخلاف ووٹ نہیں دیں گے اور نہ ہی کسی مخالفانہ فعالیت کا مظاہرہ کریں گے بغیر ووٹنگ کے عمل کے دوران متحدہ مجلس عمل کے تمام ارکان پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے ایوانوں میں موجود رہیں گے۔

(10) اس معاہدہ کے تحت حکومتی جماعت اور متحدہ مجلس عمل آئینی بل مشترکہ طور پر تیار کر کے قومی اسمبلی میں پیش کریں گے اور اسے 2/3 اکثریت سے پارلیمنٹ سے یکم جنوری 2004ء سے پہلے منظور کرانے کے دونوں فریق پابند ہوں گے۔

26 دسمبر 2003ء کو جب آئینی ترامیم کا بل (17ویں ترامیم) (ایکٹ 2003ء) قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا تو مجلس عمل نے اس کے مسودے کو اس لئے مسترد کر دیا کہ اس امر کی وضاحت کی گئی تھی کہ لیگل فریم ورک آرڈر آئین کا حصہ تسلیم کیا گیا تھا یا کہ نہیں۔

27 دسمبر 2003ء کو حکومتی ارکان نے ترمیمی بل پر مجلس عمل کے اعتراضات ختم کر دیے، تاہم 30 دسمبر 2003ء کو جب 17 ویں ترمیم کا بل ایوان بالا اور زیریں میں پیش کیا گیا تو 2/3 اکثریت سے منظور کرلیا گیا۔اس طرح یہ بل آئین کا حصہ بن گیا۔

سترھویں ترمیم کے تحت جن دفعات میں اضافہ کیا گیا۔تبدیلی کی گئی، حذف کی

گئیں' ان میں آئین کی دفعات 41' 58' 112' 152-A' 179' 195' 243' 288 اور 270-AA شامل ہیں۔ فرداً فرداً ان کی تشریح متعلقہ دفات میں کردی گئی ہے۔

31 دسمبر 2003 کو صدر مملکت کے دستخطوں سے یہ ترمیم (سترھویں) اسلامی جمہوریہ پاکستان آئین 1973ء کا حصہ بن گئی۔

☆ (آرٹیکل 270 (ب)۔ انتخاب دستور کے تحت منعقد شدہ منظور ہوں گے: دستور میں شامل کسی امر کے باوجود' فرمان (انتخاب)' ایوانہائے پارلیمنٹ وصوبائی اسمبلیاں' 1977ء کے تحت منعقد شدہ ایوانوں اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات' دستور کے تحت منعقدہ شدہ متصور ہوں گے اور تحہ موثر ہوں گے۔)

تشریح

اس دفعہ میں عام انتخابات کے سلسلے میں یہ بیان ہوا ہے کہ صدر پاکستان نے 12 اگست 1983ء کو عام انتخابات کرانے کے سلسلے میں جو بیان جاری کیا تھا۔ وہ دستور ہذا میں بیان کردہ طریقوں کے مطابق منعقد ہوں گے اور وہ موثر بھی قرار پائیں گے تاکہ بعد ازاں انہیں کسی عدالت میں چیلنج نہ کیا جاسکے۔

☆ (آرٹیکل 270-C۔ ججوں کے عہدہ کا حلف: آئین میں شامل کسی امر کے باوجود عدالت عظمیٰ عدالت ہائے عالیہ اور وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کے طور پر مقرر شدہ تمام اشخاص جنہوں نے (فرمان جج صاحبان) عہدہ کا حلف 2000 (نمبر 1 مجریہ 2000) کے تحت لفہ اٹھایا ہے یا جن کا مذکورہ فرمان کے تحت حلف نہ دیے جانے یا نہ اٹھانے کی وجہ سے جج کے عہدہ پر فائز رہنا ختم ہوگیا ہے' آئین کے تحت مقرر شدہ یا مذکورہ عہدہ پر فائز نہ رہنا جیسی بھی صورت میں مقصود ہوگا اور عہدہ کا مذکورہ تقرر یا اختتام موثر ہوگا۔)

آرٹیکل 271۔ پہلی قومی اسمبلی: (1) دستور میں شامل کسی امر کے باوجود لیکن

(آرٹیکل 63) آرٹیکل 64 اور آرٹیکل 223 کے تابع۔

(الف) پہلی قومی اسمبلی حسب ذیل پر مشتمل ہوگی:

(اول) ان اشخاص پر جو یوم آغاز سے عین قبل موجود پاکستان کی قومی اسمبلی میں حلف اٹھا چکے ہیں، اور

(دوم) ان اشخاص پر جو آرٹیکل 51 کی شق (2۔الف) میں محولہ نشستوں کو پر کرنے کے لئے اسمبلی کے ارکان کی طرف سے قانون کے مطابق منتخب کئے جائیں گے۔

اور تاوقتیکہ اسے اس سے قبل توڑ نہ دیا جائے، چودہ اگست، سن انیس سو ستتر تک برقرار رہے گی اور دستور میں قومی اسمبلی کی کل رکنیت کے حوالے کا مفہوم لیا جائے گا۔

(ب) پہلی قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہونے اور رہنے کے لئے اہلیتیں اور نا اہلیتیں، ماسوائے یوم آغاز کے بعد اتفاقی طور پر خالی ہونے والی نشستیں پر کرنے والے (یا آرٹیکل 51 کی شق (2-الف) میں محولہ زائد نشستوں کے لئے منتخب ہونے والے ارکان کے وہی ہوں گی جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری دستور کے تحت مقرر کی گئی تھیں:

مگر شرط یہ ہے کہ ملازمت پاکستان میں کسی منفعت بخش عہدہ پر فائز کوئی شخص یوم آغاز سے تین ماہ کے ختم ہونے کے بعد، پہلی قومی اسمبلی کا رکن برقرار نہیں رہے گا۔

(2) اگر شق (1) کے پیرا (الف) میں محولہ کوئی شخص یوم آغاز سے عین قبل، کسی صوبائی اسمبلی کا بھی رکن ہو، تو وہ قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی میں کوئی نشست نہیں سنبھالے گا تاوقتیکہ وہ اپنی کسی ایک نشست سے مستعفی نہ ہو جائے۔

(3) پہلی قومی اسمبلی میں، کسی رکن کی وفات یا استعفیٰ کی وجہ سے یا اس کے نا اہل

ہو جانے کے نتیجہ میں یا کسی انتخابی عذرداری کے حتمی فیصلے کی بنا پر رکن نہ رہنے کی وجہ سے، اتفاقی طور پر خالی ہونے والی کسی نشست کو، جس پر یوم آغاز سے قبل موجود پاکستان کی قومی اسمبلی کی کوئی ایسی خالی نشست بھی شامل ہے جو اس دن سے قبل پر نہیں کی گئی تھی، اس طریقہ سے پر کیا جا سکے گا جس طریقے سے وہ یوم آغاز سے قبل پر کی جاتی۔

(4) شق (1) کے پیرا (الف) میں محولہ کوئی شخص قومی اسمبلی میں نہ بیٹھے گا نہ ووٹ دے گا، تاوقتیکہ اس نے آرٹیکل 65 کے تحت مقررہ حلف نہ اٹھالیا ہو اور اگر ظاہر کردہ معقول وجوہ کی بنا پر قومی اسمبلی کے اسپیکر کی جانب سے دی گئی اجازت کے بغیر وہ اسمبلی کے پہلے اجلاس کے دن سے اکیس دن کے اندر حلف اٹھانے سے قاصر رہے تو اس مدت کے اختتام پر اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔

تشریح

اس دفعہ کے مطابق دستور میں شامل کسی امر کے باوجود لیکن دفعہ 63 (مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کی نا اہلیت) دفعہ 64 (نشستوں کا خالی کرنا) اور دفعہ 223 (دوسری رکنیت کی مخالفت) کے تابع پہلی قومی اسمبلی حسب ذیل پر مشتمل ہو گی (یعنی 14 اپریل 1972ء):

(اول) وہ اشخاص جو موجودہ دستور کے نفاذ سے قبل کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں اپنی رکنیت کا حلف اٹھا چکے ہیں۔

(دوم) ان اشخاص پر جو دفعہ 51 کی شق 2-الف میں خالی نشستوں کو پر کرنے کے لئے اسمبلی کے ارکان کی طرف سے قانون کے مطابق منتخب کئے جائیں گے۔ یہ نشستیں مشرقی پاکستان کے ارکان قومی اسمبلی کی وجہ سے خالی ہو گئی تھیں۔ تاہم اس کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی گئی کہ تاوقتیکہ قومی اسمبلی کو اجلاس منعقد ہونے سے قبل توڑ نہ دیا جائے۔ 14 اگست 1977ء تک برقرار رہے گی۔

پہلی اسمبلی پاکستان قومی اتحاد کی تحریک اور انتخابات میں دھاندلی کے سبب جنوری 1977ء میں ٹوٹ گئی تھی۔

(ب) پہلی قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہونے اور رہنے کے لئے اہلیتیں اور نااہلیتیں ماسوائے یوم آغاز کے بعد اتفاقی طور پر خالی ہونے والی نشستیں پر کرنے والے یا آرٹیکل 51 کی شق 2-الف میں محولہ زائد نشستوں کے لئے منتخب ہونے والے ارکان کے وہی ہوں گی جن کا ذکر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری آئین 1972ء میں کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی گئی کہ کوئی سرکاری ملازم کسی منفعت بخش عہدہ پر فائز ہونے کی صورت میں دستور ہذا کے نفاذ سے تین ماہ کے ختم ہونے کے بعد قومی اسمبلی کا رکن نہیں رہ سکے گا۔

(2) اس شق کے تحت دستور ہذا کے نفاذ سے عین قبل صوبائی اسمبلی یا قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہو چکا ہو تو اسے دونوں میں سے ایک نشست خالی کرنا ہوگی۔

(3) اس شق کا مفہوم یہ ہے کہ پہلی قومی اسمبلی کا کوئی رکن وفات پا جائے' مستعفی ہو جائے یا نااہل قرار پائے تو اس صورت میں کس نشست کو اس طریقے سے کیا جائے گا جو دستور ہذا کے نفاذ سے قبل رائج تھا۔

(4) حلف اٹھائے بغیر کوئی شخص قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اسے رائے شماری میں حصہ لینے کا حق ہوگا اور اگر کسی معقول وجہ سے وہ قومی اسمبلی کی رکنیت کا حلف نہ اٹھا سکا ہو تو 21 دن گزرنے کے بعد اس کی رکنیت از خود ہی ختم ہو جائے گی تاوقتیکہ اس نے قومی اسمبلی کے اسپیکر سے کوئی جواز پیش کر کے اجازت حاصل نہ کر لی ہو۔

آرٹیکل 272- سینٹ کی پہلی تشکیل: دستور میں شامل کسی امر کے باوجود' لیکن آرٹیکل 63 اور آرٹیکل 223 کے تابع'۔

(الف) سینٹ' دستور کے تحت پہلی قومی اسمبلی کا وجود برقرار رہنے تک'

پینتالیس ارکان پر مشتمل ہوگی اور آرٹیکل 59 کے احکام اس طرح موثر ہوں گے گویا کہ اس کی شق (1) کے پیرا (الف) میں لفظ ''پانچ'' کی بجائے لفظ ''تین'' تبدیل کر دیا گیا ہو اور دستور میں سینٹ کی ''کل رکنیت'' کے حوالے کا مفہوم لیا جائے گا۔

(ب) سینٹ کے منتخبہ یا چنے ہوئے ارکان کو قرعہ اندازی کے ذریعے وہ گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا' پہلے گروہ میں ہر صوبے سے پانچ ارکان' وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں سے دو ارکان اور وفاقی دارالحکومت سے ایک رکن شامل ہوگا اور دوسرے گروہ میں ہر صوبے سے پانچ ارکان' مذکورہ علاقوں سے ایک رکن اور وفاقی دارالحکومت سے ایک رکن شامل ہوگا'

(ج) پہلے گروہ اور دوسرے گروہ کے ارکان کی میعاد عہدہ بالترتیب دو سال اور چار سال ہوگی'

(د) سینٹ کے ارکان کی اپنی اپنی میعاد ختم ہونے کے بعد ان کی جگہ منتخب ہونے یا چنے جانے والے ارکان کے عہدے کی میعاد چار سال ہوگی'

(ہ) اتفاقی طور پر خالی ہونے والی جگہ پر کرنے کے لئے منتخب ہونے یا چنے جانے والے شخص کے عہدے کی میعاد اس رکن کی باقی ماندہ میعاد عہدہ کی برابر ہوگی جس کی جگہ پر کرنے کے لئے وہ منتخب ہوا یا چنا گیا ہو'

(ہ) قومی اسمبلی کا پہلا عام انتخاب منعقد ہوتے ہی سینٹ کے لئے ہر صوبے سے چار مزید ارکان اور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں سے دو مزید ارکان منتخب کئے جائیں گے' اور

(ز) پیرا (د) کے تحت منتخب ہونے والے ارکان میں سے نصف کی جن کا تعین بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائے گا۔ میعاد عہدہ پہلے گروہ کے ارکان کی باقی ماندہ میعاد عہدہ ہوگی اور دوسرے نصف کی میعاد عہدہ دوسرے گروہ کے ارکان کی باقی ماندہ میعاد عہدہ ہوگی۔

تشریح

(الف) اس دفعہ میں سینٹ کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ سینٹ دستور کے تحت پہلی قومی اسمبلی کا وجود برقرار رہنے تک 45 ارکان پر مشتمل ہوگی اور دفعہ 59 کے احکام پر اس طرح عملدرآمد ہوگا کہ اس کی شق (1) کے پیرا (الف) میں لفظ چودہ کی بجائے لفظ دس اور مذکورہ شق کے پیرا (ب) میں لفظ پانچ کی بجائے لفظ تین تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(ب) سینٹ کے منتخب ہونے والے افراد کو قرعہ اندازی کر کے دو گروپوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلے گروپ میں ہر صوبے سے پانچ ارکان وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں سے دو ارکان اور وفاقی دارالحکومت سے ایک رکن شامل ہوگا اور دوسرے گروپ میں ہر صوبے سے پانچ ارکان مذکورہ علاقوں سے ایک رکن اور وفاقی دارالحکومت سے ایک رکن شامل ہوگا۔

(ج) اس شق کے تحت پہلے گروہ کے ارکان کے عہدہ کی مدت دو سال اور دوسرے کی چار سال مقرر کی گئی۔

(د) سینٹ کے ارکان جب اپنی میعاد پوری کر لیں گے تو ان کی جگہ منتخب ہونے والے یا چنے جانے والے ارکان کے عہدہ کی میعاد چار سال ہوگی۔

(ہ) اگر اتفاقی طور پر کسی سینٹر کی جگہ خالی ہو جائے تو اس کی جگہ منتخب ہونے والا فرد نشست خالی کرنے والے شخص کی باقی ماندہ میعاد کو پورا کرے گا۔

(و) جونہی قومی اسمبلی کا پہلا عام انتخاب منعقد ہوگا اس کے فوراً بعد سینٹ کے لئے ہر صوبے سے چار مزید ارکان اور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں سے دو مزید ارکان منتخب کئے جائیں گے۔

(ز) پیرا (د) کے تحت منتخب ہونے والے ارکان میں سے نصف کی جن کا تعین بذریعہ قرعہ اندازی کیا جائے گا میعاد عہدہ پہلے گروہ کے ارکان کی باقی ماندہ

میعاد عہدہ ہوگی اور دوسرے نصف کی میعاد عہدہ گروہ کے ارکان کی باقی ماندہ میعاد عہدہ ہوگی۔

آرٹیکل 273- پہلی صوبائی اسمبلی:

(1) دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، لیکن (آرٹیکل 63-) آرٹیکل 64 اور آرٹیکل 223 کے تابع،

(الف) دستور کے تحت کسی صوبے کی پہلی اسمبلی حسب ذیل پر مشتمل ہو گی:

(اول) یوم آغاز سے عین قبل موجود اس صوبے کے اسمبلی کا ارکان پر، اور

(دوم) ان زائد ارکان پر جو آرٹیکل 106 کی شق (3) میں محولہ نشستوں کو پر کرنے کے لئے ارکان کی طرف سے قانون کے مطابق منتخب کئے جائیں گے،

اور تاوقتیکہ اسے اس سے قبل توڑ نہ دیا جائے، چودہ اگست سن انیس سو ستتر تک برقرار رہے گی اور دستور میں کسی صوبے کی اسمبلی کی ''کل رکنیت'' کا مفہوم لیا جائے گا۔

(ب) کسی صوبے کی پہلی اسمبلی کے رکن منتخب ہونے اور رہنے کے لئے اہلیتیں اور نا اہلیتیں، ماسوائے یوم آغاز کے بعد اتفاقی طور پر خالی ہونے والی نشستیں پر کرنے والے یا آرٹیکل 106 کی شق (3) میں محولہ زائد نشستوں کیلئے منتخب ہونے والے ارکان کے وہی ہوں گی جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری دستور کے تحت مقرر کی گئی تھیں،

مگر شرط یہ ہے کہ ملازمت پاکستان میں کسی منفعت بخش عہدہ پر فائز کوئی شخص یوم آغاز سے تین ماہ کے اختتام کے بعد، اسمبلی کا رکن برقرار نہیں رہے گا۔

(2) کسی صوبے کی پہلی اسمبلی میں، کسی رکن کی وفات یا استعفیٰ کی وجہ سے یا اس کے نااہل ہو جانے کے نتیجہ میں، یا کسی انتخابی عذرداری کے حتمی فیصلے کی بنا پر رکن نہ رہنے کی وجہ سے، اتفاقی طور پر خالی ہونے والی کسی نشست کو جس میں یوم آغاز سے عین قبل موجود اس صوبے کی اسمبلی کی کوئی اسی خالی نشست بھی شامل ہے جو اسدن سے قبل پر نہ کی گئی تھی، اسی طریقہ سے پر کیا جا سکے گا، جس طریقے سے وہ یوم آغاز سے عین قبل پر کی جاتی۔

(3) شق (1) کے پیرا (الف) میں محولہ کوئی رکن، صوبائی اسمبلی میں نہ بیٹھے گا نہ ووٹ دے گا،

تاوقتیکہ اس نے آرٹیکل 65 بشمول آرٹیکل 127 کے تحت مقررہ حلف نہ اٹھالیا ہو اور اگر ظاہر کردہ معقول وجوہ کی بنا پر صوبائی اسمبلی کے اسپیکر کی جانب سے دی گئی اجازت کے بغیر وہ صوبائی اسمبلی کے پہلے اجلاس کے دن سے اکیس روز کے اندر اندر حلف لینے سے قاصر رہے تو اس مدت کے اختتام پر اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔

تشریح

دستور میں شامل کسی امر کے باوجود لیکن دفعہ 63، دفعہ 64 اور دفعہ 223 کے تابع:

(الف) دستور کے حت کسی صوبے کی پہلی اسمبلی حسب ذیل پر مشتمل ہوگی:

(اول) دستور ہذا کے نفاذ سے عین قبل موجود اس صوبے کی اسمبلی کے ارکان پر،

(دوم) ان زائد ارکان پر جو دفعہ 106 کی شق (3) میں محولہ نشستوں کو پر کرنے کے لئے ارکان کی طرف سے قانون کے مطابق منتخب ہوں گے تاوقتیکہ

اسے اس سے قبل توڑ نہ دیا جائے تاہم اگر نہ توڑا جائے تو یہ 14 اگست 1977ء تک برقرار رہے گی۔ پہلی اسمبلی پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کے باعث جنوری 1977ء میں ہی ٹوٹ گئی تھی۔ جہاں تک ارکان اسمبلی کی اہلیت اور نا اہلیت کا تعلق ہے تو اس ضمن میں انہی قوانین و احکام پر عمل کیا جائے گا جو عبوری دستور میں بیان کئے گئے ہیں۔ تاہم ملازمت پاکستان پر فائز' کوئی شخص دستور ہذا کے نفاذ کے تین ماہ کے اختتام کے بعد اسمبلی کا رکن نہیں رہے گا' اور خالی ہونے والی نشستوں کو پر کرنے کے لئے انہی قوانین پر عمل کیا جائے گا جو دستور ہذا کے نفاذ سے قبل رائج تھے۔

اگر کسی معقول وجہ کے بغیر کوئی رکن اسمبلی اپنے عہدے کا حلف 21 روز کے اندر اندر نہ اٹھ سکے تو وہ صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں نہ شرکت کر سکے گا اور نہ ہی اسے رائے دینے کا کوئی حق ہوگا تاوقتیکہ وہ اسپیکر سے اس کی اجازت نہ لے لے۔ 21 دن کے اندر اندر عہدہ کا حلف نہ اٹھانے پر رکن صوبائی اسمبلی کی رکنیت از خود ختم ہو جائے گی اور اس کی جگہ پر کرنے کے لئے انتخاب ہوگا۔

آرٹیکل 274- جائیداد' اثاثہ جات' حقوق' ذمہ داریوں اور وجوب کا تصرف:

(1) تمام جائیداد اور اثاثے جو یوم آغاز سے عین قبل صدر یا وفاقی حکومت کے تصرف میں تھے یوم مذکورہ سے وفاقی حکومت کے تصرف میں رہیں گے تاوقتیکہ انہیں ایسی اغراض کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ہو' جو یوم مذکور پر کسی صوبے کی حکومت کی اغراض بن گئی ہوں تو ایسی صورت میں' اس دن سے' ان پر اس صوبے کی حکومت کا تصرف ہو جائے گا۔

(2) تمام املاک اور اثاثے جو یوم آغاز سے عین قبل' کسی صوبے کی حکومت کے تصرف میں تھے' یوم مذکور سے' اس صوبے کی حکومت کے تصرف میں رہیں گے تاوقتیکہ انہیں ایسی اغراض کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ہو' جو یوم مذکور پر وفاقی حکومت کی اغراض بن گئی ہوں' تو ایسی صورت میں' اس دن سے ان پر وفاقی

حکومت کا تصرف ہو جائے گا۔

(3) وفاقی حکومت یا کسی صوبے کی حکومت کے جملہ حقوق، ذمہ داریاں اور وجوب، خواہ وہ کسی معاہدے سے پیدا ہوئے ہوں یا بصورت دیگر، یوم آغاز سے بالترتیب وفاقی حکومت یا اس صوبے کی حکومت کے حقوق، ذمہ داریاں اور وجوب رہیں گے بجز اس کے کہ۔

(الف) کسی ایسے معاملے سے متعلق جملہ حقوق، ذمہ داریاں اور وجوب جو یوم مذکور سے عین قبل، وفاقی حکومت کی ذمہ داری تھے لیکن جو دستور کے تحت کسی صوبے کی حکومت کی ذمہ داری بن گئے ہیں، اس صوبے کی حکومت کو منتقل ہو جائیں گے، اور

(ب) کسی ایسے معاملے سے متعلقہ جملہ حقوق، ذمہ داریاں اور وجوب جو یوم مذکورہ سے عین قبل، کسی صوبائی حکومت کی ذمہ داری تھے، لیکن جو دستور کے تحت، وفاقی حکومت کی ذمہ داری بن گئے، وفاقی حکومت کو منتقل ہو جائیں گے۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت جو اصول کارفرما ہے وہ جائیداد کے اختیار کے بارے میں ہے۔ اس اصول کیتحت جو جائیداد اور اثاثے وغیرہ دستور ہذا کے نفاذ سے قبل وفاقی حکومت کی تحویل میں تھے وہ وفاقی حکومت کی تحویل ہی میں رہیں گے تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی گئی ہے کہ اگر دستور ہذا کے نفاذ پر کسی صوبائی حکومت کسی خاص مقصد کے لئے جائیداد یا اثاثوں کی ضرورت پڑ جائے تو وہ جائیداد یا اثاثے جس صوبے میں واقع ہوں گے وہ صوبائی حکومت کی تحویل میں دے دیئے جائیں گے اسی طرح اس دستور کے نفاذ سے پہلے جو جائیداد یا اثاثے کسی صوبے کی تحویل میں تھے تو وہ اس صوبے کے قرار پائیں گے تاہم اس کے لئے

بھی وہیں اصول اپنایا جائے گا جو وفاقی حکومت کی جائیداد کو صوبائی حکومت کو دینے کے لئے اپنایا گیا تھا۔ اس طریقے سے حقوق، ذمہ داریاں اور فرائض کا تعین کیا گیا ہے۔

آرٹیکل 275-ملازمت میں اشخاص کا عہدوں پر برقرار رہنا وغیرہ:

(1) دستور کے تابع اور آرٹیکل 240 کے تحت قانون بننے تک، کوئی شخص جو یوم آغاز سے عین قبل ملازمت پاکستان میں تھا، اس تاریخ سے انہی شرائط پر ملازمت پاکستان میں برقرار رہے گا، جن کا اس دن سے عین قبل اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری دستور کے تحت اس پر اطلاق ہوتا تھا۔

(2) شق (1) اس شخص کی بابت بھی اطلاق پذیر ہوگی جو یوم آغاز سے عین قبل حسب ذیل عہدہ پر فائز تھا:

(الف) چیف جسٹس پاکستان یا عدالت عظمیٰ کا دیگر جج یا کسی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس یا دیگر جج،

(ب) کسی صوبے کا گورنر،

(ج) کسی صوبے کا وزیر اعلیٰ،

(د) قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کا اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر،

(ہ) چیف الیکشن کمشنر،

(و) پاکستان کا اٹارنی جنرل یا کسی صوبے کا ایڈووکیٹ جنرل، یا

(ز) پاکستان محاسب اعلیٰ۔

(3) دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، یوم آغاز سے چھ ماہ کی مدت کے لئے کوئی وفاقی وزیر یا کوئی وزیر مملکت یا کسی صوبے کا وزیر اعلیٰ یا کوئی صوبائی وزیر ایسا شخص ہو سکے گا جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا جیسی بھی صورت ہو، اس صوبے کی صوبائی اسمبلی کا رکن نہ ہو، اور ایسے وزیر اعلیٰ اور صوبائی وزیر کو صوبائی اسمبلی میں یا اس

کی کسی ایسی کمیٹی میں، جس کا اسے رکن نامزد کیا جائے، تقریر کرنے اور بصورت دیگر کارروائی میں حصہ لینے کا حق ہوگا، البتہ اس شق کی رو سے وہ ووٹ دینے کا مستحق نہیں ہوگا۔

(4) کوئی شخص، جو اس آرٹیکل کے تحت کسی ایسے عہدے پر برقرار رکھا جائے جس کے لئے جدول سوم میں حلف کی عبارت مقرر کی گئی ہے، یوم آغاز کے بعد، جس قدر جلد ممکن العمل ہو، شخص مجاز کے سامنے مذکورہ عبارت میں حلف اٹھائے گا۔

(5) دستور اور قانون کے تابع:

(الف) کل دیوانی، فوجداری اور مال کی عدالتیں جو یوم آغاز سے عین قبل اپنا اختیار سماعت استعمال کر رہی ہوں اور کارہائے منصبی انجام دے رہی ہوں، یوم مذکورہ سے اپنے اپنے اختیارات سماعت استعمال کرتی رہیں گی اور کارہائے منصبی انجام دیتی رہیں گی، اور

(ب) تمام پاکستان میں جملہ ہیئت ہائے مجاز اور افسران (خواہ عدالتی، انتظامی، مال گزاری یا وزارتی) یوم آغاز سے عین قبل، جو کارہائے منصبی انجام دے رہے ہوں، یوم مذکور سے اپنے کارہائے منصبی انجام دیتے رہیں گے۔

تشریح

(1) اس دفعہ میں ملازمت پاکستان میں اشخاص کے عہدوں پر برقرار رہنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ دستور کے تابع اور دفعہ 240 کے تحت دستور ہذا کے نفاذ سے عین قبل جو بھی شخص حکومت پاکستان، صوبائی حکومت یا حکومت کے زیر انتظام چلنے طے کی گئی تھیں وہ انہی کے تحت کام کرے گا، تاوقتیکہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اس ضمن میں کوئی نیا قانون وضع نہیں کرتی۔ تاہم نئے قانون کے وضع کے بعد اس کی شرائط ملازمت اس کے تابع ہوں گی۔

(2) شق (1) کا اطلاق ان اشخاص پر بھی ہوگا جو دستور ہذا کے نفاذ سے قبل

ان عہدوں پر فائز تھے۔

(الف) چیف جسٹس یا عدالت عظمیٰ کا دیگر جج یا کسی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس یا دیگر جج صاحبان۔

(ب) کسی صوبے کا گورنر،

(ج) کسی صوبے کا وزیر اعلیٰ،

(د) قومی اسمبلی یا کسی صوبائی اسمبلی کا اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر،

(ہ) چیف الیکشن کمشنر،

(و) پاکستان کا اٹارنی جنرل یا کسی صوبے کا ایڈووکیٹ جنرل،

(ز) پاکستان کا محاسب اعلیٰ (آڈیٹر جنرل)۔

(3) اس شق کے مطابق دستور میں شامل کسی حکم کے باوجود دستور ہذا کے نفاذ سے چھ ماہ کی مدت کے لئے کوئی وفاقی وزیر یا کوئی وزیر مملکت یا کسی صوبے کا وزیر اعلیٰ یا کوئی صوبائی وزیر جو مجلس شوریٰ کا رکن نہ ہو یا صوبے کی صوبائی اسمبلی کا منتخب رکن نہ ہو تو ایسے وزیر اعلیٰ اور صوبائی وزیر کو صوبائی اسمبلی میں یا اس کی کسی ایسی کمیٹی میں جس کا اسے رکن نامزد کیا گیا ہو تقریر کرنے اور کارروائی میں حصہ لینے کا مجاز ہے تاہم وہ کسی مسئلے پر ووٹ دینے کا حق دار نہیں ہو سکتا۔

(4) اس دفعہ کے تحت کسی ایسے عہدے پر برقرار رہنے والے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ جدول سوم میں دی گئی عبارت کے مطابق دستور ہذا کے نفاذ کے روز سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے اپنے عہدے کا حلف اس شخص کے روبرو اٹھائے جو اسکے مقصد کے لئے دستور میں مقرر کیا گیا ہو۔

(5) دستور اور قانون کے تابع دستور ہذا کے نفاذ سے عین قبل کل دیوانی، فوجداری یا مال کی عدالتیں جس طریقے سے اختیار سماعت استعمال کر رہی تھیں۔ دستور ہذا کے نفاذ کے بعد بھی وہ اپنے کارہائے منصبی کو اسی طریق پر انجام دیں گے۔

جس طریق پر وہ قبل از نفاذ دستور انجام دے رہی تھیں نیز انہیں اس طرح اختیار سماعت بھی حاصل ہوگا۔

(ب) شق مذکورہ کے تحت جو شخص بھی تمام پاکستان میں جملہ ہیئت ہائے مجاز اور افسران خواہ وہ عدالتی' انتظامی' مال گزاری یا وزراتی ہوں اپنے اپنے عہدوں پر اس طرح کام کرتے رہیں گے جس طرح کہ دستور کے نفاذ سے قبل کام کر رہے تھے اور اس کے لئے کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

آرٹیکل 276- پہلے صدر کا حلف:

دستور میں شامل کسی امر کے باوجود' پہلا صدر' چیف جسٹس پاکستان کی غیر حاضری میں آرٹیکل 42 میں محولہ حلف قومی اسمبلی کے اسپیکر کے سامنے اٹھا سکے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت دستور ہذا کے نفاذ سے روز سے صدر مملکت از سر نو اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں گے اگر چہ وہ پہلے ہی اس عہدے پر فائز ہی کیوں نہ ہو۔ چیف جسٹس آف پاکستان ان سے حلف لینے کے مجاز ہیں تاہم اگر چیف جسٹس مملکت سے غیر حاضر ہوں' بیمار ہوں یا اور کسی وجہ سے حلف نہ لے سکتے ہوں تو اس صورت میں قومی اسمبلی کے سپیکر کے سامنے دفعہ 42 میں محولہ حلف اٹھائیں گے۔ حلف نامے کی عبارت دستور ہذا کے جدول سوم میں مرقوم ہے۔

آرٹیکل 277- عبوری مالی احکام:

(1) تیس جون سنہ ایک ہزار نو سو چوہتر کو ختم ہونے والے مالی سال کے لئے صدر کی مصدقہ منظور شدہ مصارف کی جدول' اس سال کے لئے وفاقی مجموعی فنڈ سے خرچ کے لئے بدستور اختیار جائز رہے گی۔

(2) صدر یکم جولائی سنہ ایک ہزار نو سو تہتر سے شروع ہونے والے مالی سال سے قبل کس مالی سال کے لئے' وفاقی حکومت کے خرچ (جو اس سال کے لئے منظور

شدہ خرچ سے زیادہ ہو) کی بابت' وفاقی مجموعی فنڈ سے رقوم کی بازخواست کی منظوری دے سکے گا۔

(3) شق (1) اور (2) کے احکام کا کسی صوبے پر اور اس کی بابت اطلاع ہوگا اور اس غرض کے لئے:

(الف) ان احکام میں صدر کے لئے کسی حوالے کو اس صوبہ کے گورنر کے حوالے کے طور پر پڑھا جائے گا'

(ب) ان احکام میں وفاقی حکومت کے لئے کسی حوالے کو اس صوبے کی حکومت کے حوالے کے طور پر پڑھا جائے گا' اور

(ج) ان احکام میں وفاقی مجموعی فنڈ کے لئے کسی حوالے کو' اس صوبے کے صوبائی مجموعی فنڈ کے حوالے کے طور پر پڑھا جائے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے احکامات کا تعلق بھی باب ہذا کے دیگر احکامات سے ہے اور یہ بھی دستور ہذا کے نفاذ کے وقت کے مسائل کو حل کرنے پر روشنی ڈالتی ہے۔ شق (1) کے مطابق 30 جون 1974ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے لئے صدر مملکت کے منظور کردہ مصارف کی جدول کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح شق (2) کے مطابق صدر مملکت یکم جولائی 1973ء سے شروع ہونے والے مالی سال سے پہلے کی مالی سال کے لئے وفاقی حکومت کے اخراجات (جو اس سال کے لئے منظور شدہ اخراجات سے زیادہ ہوں) کی بابت وفاقی مجموعی فنڈ سے کوئی رقم نکلوانے کی درخواست کی منظوری دے سکتے ہیں۔

شق (1) اور (2) کے احکامات کا اطلاق کسی صوبے پر بھی اسی طرح ہوگا جیسے وفاق پر۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وفاقی مجموعی فنڈ سے رقم نکلوانے کی درخواست صدر مملکت منظور کرتے ہیں لیکن صوبائی مجموعی فنڈ سے رقم نکلوانے کی درخواست کی

منظوری کے لئے گورنر کو یہ اختیار دیا گیا ہے۔

ان احکام میں وفاقی حکومت جہاں کہیں اور جس طرح کا حوالہ آئے گا وہی حوالہ کسی صوبے کے لئے بھی استعمال کیا جا سکے گا۔ وفاق کے لئے جہاں وفاقی مجموعی فنڈ کے الفاظ استعمال ہوں گے صوبے کے لئے صوبائی مجموعی فنڈ کے الفاظ استعمال کئے جا سکیں گے۔

آرٹیکل 278- حسابات جن کا یوم آغاز سے پہلے محاسبہ نہ ہوا ہو: محاسب اعلیٰ ان حسابات سے متعلق جو یوم آغاز سے قبل مکمل نہ ہوئے ہوں یا جن کا محاسبہ نہ ہوا ہو، وہی کارہائے منصبی انجام دے گا اور وہی اختیارات استعمال کرے گا جو دستور کی رو سے وہ دیگر حسابات کی بابت انجام دینے یا استعمال کرنے کا مجاز ہے اور آرٹیکل 171، ضروری تغیر و تبدل کے ساتھ بحسبہ اطلاق پذیر ہوگا۔

تشریح

اس دفعہ کے مطابق محاسب اعلیٰ کو دفعہ ہذا کے تحت دستور کے نفاذ سے قبل کے ان حسابات سے متعلق اسی طرح چھان بین کرنے کے اختیارات دیئے گئے ہیں اور وہی اختیارات استعمال کر سکیں گے جو دستور کی رو سے وہ دیگر حسابات کی بابت انجام دینے یا استعمال کرنے کے مجاز ہیں، جن حسابات کا محاسبہ نہ ہو سکا ہو اسد فعہ کا اطلاق ان حسابات پر بھی ہوگا۔ اس سلسلے میں دفعہ 171 کے تحت محاسب اعلیٰ ضروری تغیر و تبدل کے ساتھ احکامات پر عملدرآمد کرنے کے مجاز ہوں گے۔ اس ضمن میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ تاہم ہنگامی حالت کے نفاذ کے اعلان کو مجلس شوریٰ کے مشترکہ اجلاس میں پیش کیا جانا ضروری ہے اور اس پر کسی عدالت میں حصہ دوم کے باب 1 کی رو سے عطا کردہ حقوق سے کسی سے عدم مطابقت کی بنا پر اعتراض نہ کیا جا سکے گا۔

آرٹیکل 279- محصولات کا تسلسل: دستور میں شامل کسی امر کے باوجود، یوم آغاز سے عین قبل نافذ العمل کسی قانون کے تحت عائد کردہ تمام محصولات اور فیسیں

اس وقت برقرار رہیں گی جب تک انہیں مناسب مقننہ کے ایکٹ کے ذریعے تبدیل یا منسوخ نہ کر دیا جائے۔

تشریح

جس طرح اس بات کے احکامات کے تسلسل کو دستور ہذا کے نفاذ سے قبل برقرار رکھنے کا عزم کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس دفعہ کے تحت وہ تمام محصولات اور فیسیں جو دستور ہذا کے نفاذ سے قبل رائج تھیں وہ اسی طرح برقرار رہیں گی۔ تاہم مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اس دفعہ کے تحت یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ انہیں تبدیل کرنے یا منسوخ کرنے کی مجاز ہے۔

آرٹیکل 280- ہنگامی حالت کے اعلان کا تسلسل: تیس نومبر ایک ہزار نو سو اکہتر کو جاری کردہ ہنگامی حالت کا اعلان آرٹیکل 232 کے تحت جاری کردہ ہنگامی حالت کا اعلان متصور ہو گا اور اس کی شق (7) اور شق (8) کی اغراض کے لئے یوم آغاز پر جاری کردہ متصور ہو گا' اور اس علان کی رو سے کوئی قانونی قاعدہ یا حکم جو جاری کیا گیا ہو یا جس کا جاری کیا جانا مترشح ہوتا ہو' جائز طور پر جاری کردہ متصور ہو گا۔ (اور اس پر کسی عدالت میں حصہ دوم کے باب 1 کی رو سے عطا کردہ حقوق میں سے کسی سے عدم مطابقت کی بنا پر اعتراض نہیں کیا جائے گا۔)

تشریح

یہ دفعہ 23 نومبر 1971ء کو جاری کردہ ہنگامی حالت کے احکامات سے متعلق ہے۔ یہ اعلان بھارت کے مشرقی پاکستان پر حملہ کے سلسلے میں جاری کیا گیا تھا۔ تاہم اس وقت جب دستور کا نفاذ عمل میں آیا حالات کچھ مختلف تھے لیکن پھر بھی ہنگامی حالت کے نفاذ کو ضروری سمجھا گیا تھا۔ اس دفعہ کے تحت آرٹیکل 232 کے تحت جاری کردہ ہنگامی حالت کے اعلان کے نفاذ کو تسلسل دیا گیا ہے۔ تاہم اس اعلان کی شق 7 اور شق 8 کے اغراض کو عملی جامہ پہنانے کا آغاز دستور ہذا کے نفاذ

کے رو سے کیا جائے گا اور اس اعلان کی رو سے مملکت کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ نظریہ ضرورت کے تحت کوئی قانونی قاعدہ یا کوئی بھی حکم جاری کرے یا جاری کیا جانا ضروری سمجھے تو وہ جائز طور پر جاری سمجھا جائے گا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ضمیمہ

(آرٹیکل 2-الف)

قرارداد مقاصد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا وہ ایک مقدس امانت ہے:

مجلس دستور ساز نے جو جمہور پاکستان کی نمائندہ ہے آزاد و خودمختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جس کی رو سے مملکت اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی؛

جس کی رو سے جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا؛

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جس طرح کہ قرآن پاک و سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں؛

جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں؛

جس کی رو سے وہ علاقے جو اب تک پاکستان میں داخل یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاقیہ بنائیں گے جس کے صوبوں کو مقررہ اختیارات و اقتدار کی حد تک خودمختاری حاصل

ہوگی'

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں جہاں تک کہ قانون و اخلاق اجازت دیں مساوات حیثیت و مواقع' قانون کی نظر میں برابری' عمرانی' اقتصادی اور سیاسی انصاف' اظہار خیال' عقیدہ دین' عبادت اور شرکت کی آزادی شامل ہوگی'

جی کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا۔

جس کی رو سے نظام عدالگستری کی آزادی پوری طرح محفوظ ہوگی'

جس کی رو سے وفاقیہ کے علاقوں کی صیانت' اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کیخشکی و تری اور فضا پر صیانت کے حقوق شامل ہیں تحفظ کیا جائے گا'

تا کہ اہل پاکستان فلاح و بہبود حاصل کریں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز و ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم برقرار رکھنے اور بنی نوع انسان کی ترقی و خوش حالی کے لئے پوری کوششیں کر سکیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

جدول اول

[آرٹیکل 8 (3) (ب) اور (4)]

آرٹیکل 8 (1) اور (2) کے نفاذ سے مستثنیٰ قوانین

حصہ 1

1-فرامین صدر

1- فرمان جائیداد' انضمامی ریاست' 1961ء (فرمان صدر نمبر 12 مجریہ 1961ء)

2- فرمان اقتصادی اصلاحات' 1972ء (فرمان صدر نمبر 1 مجریہ 1972ء)

2-ضوابط

1- ضابطہ اصلاحات اراضی' 1972ء

2- ضابطہ (بلوچستان پٹ فیڈر کینال) اصلاحات اراضی' 1972ء

3- ضابطہ (صنعتوں کا تحفظ) اقتصادی اصلاحات' 1972ء

4- ضابطہ (چترال) تقسیم جائیداد' 1974ء (نمبر 2 مجریہ 1974ء)

5- ضابطہ (چترال' تصفیہ تنازعات جائیداد غیر منقولہ' 1974ء (نمبر 3 مجریہ 1974ء)

6- ضابطہ (ترمیمی) (توارث و تقسیم جائیداد اور تصفیہ تنازعات جائیداد غیر منقولہ) دیروسوات 1975ء (نمبر 3 مجریہ 1975ء)

7- ضابطہ (ترمیمی) (چترال) تصفیہ تنازعات جائیداد غیر منقولہ' 1976ء (نمبر 2 مجریہ 1976ء)

3-وفاقی قوانین

1- اصلاحات اراضی (ترمیمی) ایکٹ' 1974ء (نمبر 3 بابت

1974ء)

2- اصلاحات اراضی (ترمیمی) ایکٹ، 1975ء (نمبر 39 بابت 1975ء)

3- آٹا پیسنے کے ملوں کے انضباط اور ترقی کا ایکٹ، 1976ء (نمبر 57 بابت 1976ء)

4- چاول چھڑنے کے ملوں کے انضباط اور ترقی کا ایکٹ، 1976ء (نمبر 57 بابت 1976ء)

5- کپاس بیلنے کی ملوں کے انضباط اور ترقی کا ایکٹ، 1976ء (نمبر 59 بابت 1976ء)

4- صدر کی جاری کردہ آرڈیننس

اصلاحات اراضی (ترمیمی) آرڈیننس، 1975ء (نمبر 21 مجریہ 1975ء) اور مذکورہ آرڈیننس کی جگہ لینے کے لئے وضع کردہ وفاقی ایکٹ۔

5- صوبائی ایکٹ

1- اصلاحات اراضی (ترمیم بلوچستان) ایکٹ، 1974ء (بلوچستان ایکٹ نمبر 11 بابت 1974ء)

2- اصلاحات اراضی (ضابطہ پٹ فیڈر کینال) (ترمیمی) ایکٹ، 1975ء (بلوچستان ایکٹ نمبر 7 بابت 1975ء)

6- صوبائی آرڈیننس

اصلاحات اراضی (پٹ فیڈر کینال) (ترمیمی) آرڈیننس 1976ء)

حصہ 2

1-فرامین صدر

1- فرمان (حصول و منتقلی) معدنیات' 1961ء (فرمان' صدر نمبر 8 مجریہ 1961ء)

2- فرمان (انتظامی ایجنسی اور انتخاب نظماً) کمپنیات' 1972ء (فرمان صدر نمبر 1 مجریہ 1972ء)

3- فرمان (اصلاحات) انجمن ہائے امداد باہمی' 1972ء (فرمان صدر نمبر 9 مجریہ 1972ء)

4- فرمان (قومی تحویل میں لینا)' بیمہ زندگی' 1972ء (فرمان صدر نمبر 10 مجریہ 1972ء)

5- فرمان (زیر سماعت مقدمات) مارشل لاء' 1972ء (فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1972ء)

6- فرمان (تنسیخ صرف ہائے خاص و مراعات) انضمامی ریاستوں کے حکمران' 1972ء (فرمان صدر)

(7) فرمان (تنسیخ) صنعتی منظوریاں اور اجازت نامے' 1972ء (فرمان صدر نمبر 16 مجریہ 1972ء)

(8) فرمان (خصوصی عدالت) ترمیم قانون فوجداری' 1972ء (فرمان صدر نمبر 20 مجریہ 1972ء)

(9) فرمان جائیداد (الحاق ریاست) (فرمان صدر 1961ء نمبر 12 مجریہ 1961ء)

(10) اقتصادی اصلاحات فرمان صدر 1972ء نمبر 1' مجریہ 1972ء

2-ضوابط

1- ضابطہ (تصرف جائیداد) راولپنڈی، 1959ء

2- ضابطہ دارالحکومت پاکستان، 1960ء

3- ضابطہ (املاک متروکہ) تنقیح و عادی، 1961ء

4- ضابطہ (گوشواروں اور غلط اظہار کی تصحیح) محصول آمدنی، 1969ء

5- ضابطہ ناجائز تصرف جائیداد، 1969ء

6- ضابطہ (احکام خاص) ملازمت سے برطرفی، 1969ء

7- ضابطہ (سزا) ظاہری ذرائع سے بڑھ چڑھ کر زندگی گزارنا، 1969ء

8- ضابطہ (ناجائز قبضہ کی بازیافت) سرکاری زرعی اراضی، 1969ء

9- ضابطہ (دشمن کو واجب الادا رقم کی ادائیگی) املاک دشمن، 1970ء

10- ضابطہ (بڑی مالیت کے) کرنسی نوٹوں کی واپسی، 1971ء

11- ضابطہ (بازیافت) املاک متروکہ مالیت اور سرکاری واجبات، 1971ء

12- ضابطہ (تصفیہ تنازعات) ضلع پشاور اور قبائلی علاقہ جات، 1971ء

13- ضابطہ (فنڈز کی جانچ پڑتال) کنونشن مسلم لیگ اور عوامی لیگ، 1971ء

14- ضابطہ غیر ملکی زرمبادلہ کی واپسی، 1972ء

15- ضابطہ (اظہار) غیر ملکی اثاثہ جات، 1972ء

16- ضابطہ (درخواست نظر ثانی) ملازمت سے برطرفی، 1972ء

17- ضابطہ (قبضہ) نجی انتظام کے تحت، سکول اور کالج، 1972ء

18- ضابطہ (تنسیخ فروخت) اسلامک دشمن، 1972ء

19- ضابطہ (توارث و تقسیم جائیداد) دیر و سوات، 1972ء

20- ضابطہ (تصفیہ تنازعات جائیداد غیر منقولہ) دیر و سوات، 1972ء

21- ضابطہ (تنسیخ فروخت یا انتقال) مغربی پاکستان صنعتی ترقیاتی

کارپوریشن' 1972ء

22- ضابطہ (متولیوں اور ناظموں کے بورڈ کی معطلی) نیشنل پریس ٹرسٹ' 1972ء

23- ضابطہ (پنجاب) بازادائی قرضہ جات) بنک ہائے امداد باہمی' 1972ء

24- ضابطہ (سندھ) (بازادائی قرضہ جات) انجمن ہائے امداد باہمی' 1972ء

3-صدر کے جاری کردہ آرڈیننس

1- انضباط جہاز رانی آرڈیننس' 1959ء (نمبر 13 مجریہ 1959ء)

2- جموں و کشمیر (انتظام جائیداد) آرڈیننس' 1961 (نمبر 3 مجریہ 1961ء)

3- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس' 1961ء (نمبر 8 مجریہ 1961ء)

4- تحفظ پاکستان (ترمیمی) آرڈیننس' 1961ء (نمبر 14 مجریہ 1961ء)

5- ایسوسی ایٹ پریس آف پاکستان (قبضہ) آرڈیننس' 1961ء (نمبر 20 مجریہ 1961ء)

6- تجارتی تنظیمیں آرڈیننس' 1961ء (نمبر 45 مجریہ 1961ء)

4-وفاقی ایکٹ

(1) احتساب فلم ایکٹ' 1963ء (نمبر 18 بابت 1963ء)

(2) زرعی اصلاحات (ترمیم) کا ایکٹ 1974ء (XXX مجریہ 1974ء)

5-سابق صوبہ مغربی پاکستان کے گورنر کے جاری کردہ آرڈیننس

1- تعلیمی و تربیتی ادارہ ہائے حکومت مغربی پاکستان آرڈیننس، 1960ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 11 مجریہ 1960ء)

2- املاک وقف مغربی پاکستان آرڈیننس، 1961ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 28 مجریہ 1961ء)

3- رجسٹری انجمنان (ترمیم مغربی پاکستان) آرڈیننس، 1962ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 4 مجریہ 1963ء)

4- صنعت ہائے مغربی پاکستان (انضباط قیام و توسیع) آرڈیننس، 1963ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 4 مجریہ 1963ء)

6- شمال مغربی سرحدی صوبہ کے گورنر کے جاری کردہ آرڈیننس

1- تعلیمی و تربیتی ادارہ ہائے حکومت شمال مغربی سرحدی صوبہ آرڈیننس، 1971ء (شمال مغربی سرحدی صوبہ آرڈیننس نمبر 3 مجریہ 1971ء)

2- شمال مغربی سرحدی صوبہ حشمہ رائٹ بنک کینال پروجیکٹ (انضباط و انسداد وسٹہ بازی و اراضی آرڈیننس 1971ء (شمال مغربی سرحدی صوبہ آرڈیننس نمبر 5 مجریہ 1971ء)

3- شمال مغربی سرحدی صوبہ گومل رام پروجیکٹ (انضباط و انسداد وسٹہ بازی و اراضی) آرڈیننس 1971ء؛ (شمال مغربی سرحدی صوبہ آرڈیننس نمبر 8 مجریہ 1971ء)

جدول دوم

[آرٹیکل 41 (3)]

صدر کا انتخاب

1- چیف الیکشن کمشنر صدر کے عہدے کے لئے انتخاب کا انعقاد اور انصرام کرے گا' اور مذکورہ انتخاب کے لئے افسر رائے شماری (ریٹرننگ افسر) ہوگا۔

2- چیف الیکشن کمشنر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ارکان کے اجلاس اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کے اجلاس کی صدارت کرنے کے لئے افسران صدارت کنندہ (پریزائڈنگ افسران) کا تقرر کرے گا۔

3- چیف الیکشن کمشنر عام اعلان کے ذریعے کاغذات نامزدگی داخل کرنے کے لئے' جانچ پڑتال کرنے کے لئے' نام واپس لینے کے لئے' اگر کوئی ہو اور انتخاب کے انعقاد کے لئے' اگر ضروری ہو' وقت اور مقام مقرر کرے گا۔

4- نامزدگی کے لئے مقرر کردہ دن کی دوپہر سے پہلے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی رکن نامزدگی کا ایک کاغذ جس پر بحیثیت تجویز کنندہ خود اس کے اور بحیثیت تائید کنندہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا جیسی بھی صورت ہو' اسمبلی کے کسی دوسرے رکن کے دستخط ہوں اور جس کے ساتھ نامزد شخص کا ایک دستخط شدہ بیان منسلک ہو کہ وہ نامزدگی پر رضامند ہے' افسر صدارت کنندہ کو دے کر کسی ایسے شخص کو بحیثیت صدر انتخاب کے لئے نامزد کر سکے گا جو بحیثیت صدر انتخاب کا اہل ہو:

مگر شرط یہ ہے کہ کوئی شخص تجویز کنندہ یا تائید کنندہ کی حیثیت سے کسی ایک انتخاب میں ایک سے زیادہ کاغذ نامزدگی پر دستخط نہیں کرے گا۔

5- جانچ پڑتال چیف الیکشن کمشنر اس کی طرف سے مقرر کردہ وقت اور مقام پر کرے گا اور اگر جانچ پڑتال کے بعد صرف ایک شخص جائز طور پر نامزد رہ جائے' تو

چیف الیکشن کمشنر اسشخص کو منتخب شدہ قرار دے دے گا' یا اگر ایک شخص سے زیادہ جائز طور پر نامزد رہ جائیں تو وہ عام اعلان کے ذریعے' جائز طور پر نامزد اشخاص کے ناموں کا اعلان کرے گا جو بعد ازیں امیدوار کے نام سے موسوم ہوں گے۔ کوئی امیدوار اس غرض کے لئے مقرر کردہ دن کی دو سے قبل کسی وقت' اس افسر صدارت کنندہ کو جس کے پاس اس کا کاغذ نامزدگی داخل کرایا گیا ہو' اپنا تحریری نوٹس دے کر اپنی امیدواری سے دستبردار ہو سکے گا اور کسی امیدوار کو جس نے اس پیرے کو تحت اپنی امیدواری سے دستبرداری کا نوٹس دے دیا' مذکورہ نوٹس کو منسوخ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

7- اگر ایک سوا باقی تمام امیدوار دست بردار ہو گئے ہوں تو کمشنر اسا یک امیدوار کو منتخب قرار دے دے گا۔

8- اگر کوئی بھی دستبردار نہ ہو' یا اگر دستبرداریوں کے بعد' دو یا زیادہ امیدوار رہ جائیں تو چیف الیکشن کمشنر عام اعلان کے ذریعے امیدواروں اور ان کے تجویز کنندگان اور تائید کنندگان کے ناموں کا اعلان کرے گا اور مابعد پیروں کے احکام کے مطابق خفیہ رائے دہی کے ذریعے رائے دہی منعقدہ کرنے کی کارروائی کرے گا۔

9- اگر کوئی امیدوار جس کی نامزدگی درست پائی گئی ہو نامزدگی کے لئے مقرر کردہ وقت کے بعد فوت ہو جائے اور رائے دہی کے آغاز سے قبل افسر صدارت کنندہ کو اسکی موت کی اطلاع مل جائے' تو افسر صدارت کنندہ امیدوار کی موت کے امر واقع کے بارے میں مطمئن ہو جانے پر' رائے دہی منسوخ کر دے گا اور اس امر واقعہ کی اطلاع چیف الیکشن کمشنر کو دیگا اور اسا نتخاب سے متعلق تمام کارروائی ہر لحاظ سے اس طرح از سر نو شروع کی جائے گی گویا کہ نئے انتخاب کے لئے ہو:

مگر شرط یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کی صورت میں جس کی نامزدگی رائے دہی کی تنسیخ کے وقت جائز تھی، مزید نامزدگی ضروری نہیں ہوگی:

مزید شرط یہ ہے کہ کوئی شخص جس نے رائے دہی منسوخ ہونے سے پہلے اس جدول کے پیرا 6 کے تحت اپنی امیدواری سے دستبرداری کا نوٹس دے دیا ہو، مذکورہ تنسیخ کے بعد انتخاب کے لئے بحیثیت امیدوار نامزد کئے جانے کا اہل نہیں ہوگا۔

10- رائے دہی کا انعقاد مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور ہر ایک صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں ہوگا، اور متعلقہ افسران صدارت کنندہ ایسے افسروں کے اعانت سے رائے دہی کا انصرام کریں گے جس طرح کہ وہ، چیف الیکشن کمشنر کی منظوری سے، علی الترتیب مقرر کریں۔

11- مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)، اور ہر ایک صوبائی اسمبلی کے، ہر ایک رکن کو، جو خود کو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا، جیسی بھی صورت ہو، اس صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں ووٹ ڈالنے کے لئے پیش کرے جس کا وہ رکن ہو (جس کا حوالہ بعد ازیں ووٹ دینے والے شخص کے طور پر دیا گیا ہے)، ایک انتخابی پرچی جاری کی جائے گی، اور وہ اپنا ووٹ اصالتاً، پرچی پر مابعد پیروں کے احکام کے مطابق نشان لگا کر استعمال کرے گا۔

12- رائے دہی خفیہ رائے دہی کے ذریعے ایسی انتخابی پرچیوں کی وساطت سے ہوگی جن پر ایسے تمام امیدواروں کے نام حروف تہجی کے لحاظ سے درج ہوں گے جو دست بردار نہ ہوئے ہوں، اور کوئی ووٹ دینے والا شخص اس شخص کے نام کے سامنے جسے وہ ووٹ دینا چاہتا ہو نشان لگا کر ووٹ دے گا۔

13- انتخابی پرچیاں مثنیٰ کے ساتھ انتخابی پرچیوں کی ایک کتاب سے جاری کی جائیں گی، ہر مثنیٰ پر نمبر درج ہوگا اور جب کوئی انتخابی پرچی کسی ووٹ دینے والے شخص کو جاری کی جائے تو اس کا نام مثنیٰ پر درج کیا جائے گا اور افسر صدارت کنندہ کے مختصر

دستخط کے ذریعے انتخابی پرچی کی تصدیق کی جائے گی۔

14- انتخابی پرچی پر نشان لگا دینے کے بعد ووٹ دینے والا شخص اسے انتخابی پرچی کے صندوق میں ڈالے گا جو افسر صدارت کنندہ کے سامنے رکھا ہوگا۔

15- اگر کسی ووٹ دینے والے شخص سے کوئی انتخابی پرچی خراب ہو جائے تو وہ اسے افسر صدارت کنندہ کو واپس کر دے گا' جو پہلی انتخابی پرچی کو منسوخ کر کے اور متعلقہ شق پر منسوخی کا نشان لگا کر اسے دوسری انتخابی پرچی جاری کر دے گا۔

16- کوئی انتخابی پرچی ناجائز ہوگی اگر۔

(اول) اس پر کوئی ایسا نام' لفظ یا نشان ہو جس سے ووٹ دینے والے شخص کی شناخت ہو سکے' یا

(دوم) اس پر افسر صدارت کنندہ کے مختصر دستخط نہ ہوں' یا

(سوم) اس پر کوئی نشان نہ ہو' یا

(چہارم) دو یا زیادہ امیدواروں کے نام کے سامنے نشان لگایا گیا ہو' یا

(پنجم) اس امیدوار کی شناخت کے بارے میں تعین نہ ہو سکے جس کے نام کے سامنے نشان لگایا گیا ہو۔

17- رائے دہی ختم ہونے کے بعد ہر ایک افسر صدارت کنندہ' ایسے امیدواروں یا ان کے کارندگان مجاز کی موجودگی میں جو حاضر رہنا چاہیں' انتخابی پرچیوں کے صندوقوں کو کھولے گا اور انہیں خالی کرے گا اور ان میں موجود انتخابی پرچیوں کی جانچ پڑتال کرے گا' ایسی پرچیوں کو مسترد کرتے ہوئے جو ناجائز ہوں' جائز انتخابی پرچیوں پر ہر ایک امیدوار کے لئے درج شدہ ووٹوں کی تعداد کا شمار کرے گا اور بایں طور پر درج شدہ ووٹوں کی شدہ ووٹوں کی تعداد سے چیف الیکشن کمشنر کو مطلع کرے گا۔

18- (1) چیف الیکشن کمشنر انتخاب کا نتیجہ حسب ذیل طریقے سے متعین

کرے گا، یعنی:

(الف) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) میں ہر ایک امیدوار کے حق میں ڈالے ہوئے ووٹ شمار کئے جائیں گے؛

(ب) کسی صوبائی اسمبلی میں ہر ایک امیدوار کے حق میں ڈالے ہوئے ووٹوں کی تعداد کو اس صوبائی اسمبلی میں نشستوں کی مجموعی تعداد سے جس میں فی الوقت سب سے کم نشستیں ہوں ضرب دیا جائے گا، اور اس صوبائی اسمبلی میں نشستوں کی مجموعی تعداد سے جس میں ووٹ ڈالے گئے ہوں تقسیم کیا جائے گا، اور

(ج) شق (ب) میں محولہ طریقے سے شمار کردہ ووٹوں کی تعداد کو شق (الف) کیتحت شمار کردہ ووٹوں کی تعداد میں جمع کر دیا جائے گا۔

تشریح: اس پیرے میں نشستوں کی مجموعی تعداد میں غیر مسلموں اور خواتین کے لئے مخصوص نشستیں شامل ہیں۔

(2) کسی کسر کو قریب ترین کل میں بدل دیا جائے گا۔

19- اس امیدوار کو جس نے پیرا 18 میں مصرحہ طریقے سے مدون ووٹوں کی سب سے زیادہ تعداد حاصل کی ہو چیف الیکشن کمیشنر کی طرف سے منتخب قرار دے دیا جائے گا۔

20- جبکہ کسی رائے دہی میں کوئی سے دو یا زیادہ امیدوار ووٹوں کی مساوی تعداد حاصل کریں تو منتخب کئے جانے والے امیدوار کا چناؤ قرعہ اندازی کے ذریعے جائے گا۔

21- جبکہ کسی رائے دہی کے بعد ووٹوں کا شمار مکمل ہو گیا ہو گیا ہو اور رائے شماری کا نتیجہ متعین ہو گیا ہو، چیف الیکشن کمشنر فی الفور ان کے سامنے جو موجود ہوں نتیجہ کا اعلان کرے گا، اور نتیجہ سے وفاقی حکومت کو مطلع کرے گا، جو فی الفور نتیجہ کو عام اعلان کے ذریعے مشتہر کرنے کا حکم دے گی۔

22- چیف الیکشن کمشنر، اعلان عام کے ذریعے صدر کی منظوری سے، اس جدول کی اغراض کی بجا آوری کے لئے قواعد وضع کر سکے گا۔

جدول سوم

عہدوں کے حلف

صدر

[آرٹیکل 42]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں، ..... ، صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، کتب الٰہیہ، جن میں قرآن پاک ختم الکتب ہے، نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، روز قیامت اور قرآن پاک وسنت کی جملہ مقتضیات و تعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں:

کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت صدر پاکستان، میں اپنے فرائض و کار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سلامتی، استحکام، بہبودی اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے:

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف ورعایت اور بلا رغبت وعناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

اور یہ کہ میں کسی شخص کی بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا اور نہ اسے ظاہر کروں گا جو بحیثیت صدر پاکستان میرے سامنے غور کیلئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جب کہ بحیثیت صدر اپنے فرائض کی بحسن و خوبی انجام دہی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

وزیر اعظم

[آرٹیکل 91 (4)]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں، ..... صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، کتب الہیہ، جن میں قرآن پاک خاتم الکتب ہے، نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، روز قیامت اور قرآن پاک اور سنت کی جملہ مقتضیات و تعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں:

کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت وزیر اعظم پاکستان، میں اپنے فرائض و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق، اور ہمیشہ پاکستان کے خودمختاری، سلامیت، استحکام، بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ او دفاع کروں گا:

اور یہ کہ میں، ہر حالت میں، ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا نہ اسے

ظاہر کروں گا جو بحیثیت وزیر اعظم پاکستان میرے سامنے غور کیلئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا' بجز جبکہ بحیثیت وزیر اعظم اپنے فرائض کی کما حقہ انجام دہی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

وفاقی وزیر یا وزیر مملکت

[آرٹیکل 92 (2)]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی ووفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت وفاقی وزیر (یا وزیر مملکت) میں اپنے فرائض وکار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کیساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کیدستوراور قانون کے مطابق، اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سلامیت، استحکام، بہبود اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ کروں گا۔

کہ میں ہر حالت میں، ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت وعناد قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا نہ اسے ظاہر کروں گا جو بحیثیت وفاقی وزیر (یا وزیر مملکت) میرے سامنے غور کے لئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا، بجز جبکہ بحیثیت وفاقی وزیر (یا وزیر مملکت) اپنے فرائض کی ماحقہ انجام دہی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو یا جس کی وزیراعظم نے خاص طور پر اجازت دی ہو۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

قومی اسمبلی کا اسپیکر یا سینٹ کا چیئرمین

[آرٹیکل 53 (2) اور 61]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں، ..... صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے اسپیکر (سینٹ کے چیئرمین) کی حیثیت سے اور جب کبھی مجھے بحیثیت صدر پاکستان کام کرنے کے لئے کہا جائے گا، میں اپنے فرائض منصبی و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریت پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق، قومی اسمبلی کے اسپیکر کی حیثیت سے اسمبلی کے قواعد کے مطابق (یا سینٹ کے چیئرمین کی حیثیت سے سینٹ کے قواعد کے مطابق) اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سلامتی، استحکام، بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے:

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں دینے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا۔

کہ یہ کہ میں ہر حالت میں، ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

قومی اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر یا ڈپٹی چیئرمین

[آرٹیکل 53(2) اور 61]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ جب کبھی مجھے بحیثیت اسپیکر قومی اسمبلی (یا چیئرمین سینٹ) کام کرنے کو کہا جائے گا، میں اپنے فرائض و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، قانون اور اسمبلی (یا سینٹ) کے قواعد کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سلامتی، استحکام، بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے:

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ دفاع کروں گا۔

اور یہ کہ میں ہر حالت میں، ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آئین)

قومی اسمبلی کا رکن، یا سینٹ کا رکن

[آرٹیکل 65]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں، .....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت رکن قومی اسمبلی (یا سینٹ)، میں اپنے فرائض و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، قانون اور اسمبلی (یا سینٹ) کے قواعد کے مطابق، اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سلامتی، استحکام، بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کا بنیاد ہے:

اور یہ کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

صوبے کا گورنر

[آرٹیکل 102]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت گورنر صوبہ..... میں اپنے فرائض و کار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق، اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سلامتی، استحکام، بہبودی اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے:

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا:

کہ میں، ہر حال میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق، انصاف کروں گا:

اور یہ کہ کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی اطلاع نہ دوں گا نہ اس پر ظاہر کروں گا جو بحیثیت گورنر صوبہ..... میرے سامنے غور کے لئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جب کہ بحیثیت گورنر اپنے فرائض کی بہ حقہ، انجام دہی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

وزیراعلیٰ یا صوبائی وزیر

[آرٹیکل 131(4) اور 132(2)]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت وزیراعلیٰ (یا وزیر) حکومت صوبہ.....میں اپنے فرائض اور کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سالمیت، استحکام اور بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلام نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے،

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ کسی ایسے معاملے کی اطلاع نہ دوں گا نہ اس پر ظاہر کروں گا کہ وزیراعلیٰ (یا وزیر کی حیثیت سے میرے سامنے غور کے لئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جبکہ وزیراعلیٰ (یا وزیر) کی حیثیت سے اپنے فرائض کی کماحقہ انجام دہی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو (یا جس کی وزیراعلیٰ نے خاص طور پر اجازت دی ہو)۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

کسی صوبائی اسمبلی کا اسپیکر

[آرٹیکل 53 (2) اور 127]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت اسپیکر صوبائی اسمبلی صوبہ..... میں اپنے فرائض وکار ہائے منصبی، ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، قانون اور اسمبلی کے قواعد کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سلامیت، استحکام، بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلام نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے:

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا:

اور یہ کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت وعناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

کسی صوبائی اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر

[آرٹیکل 53(2) اور 127]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ جب کبھی مجھے بحیثیت اسپیکر صوبائی اسمبلی صوبہ.....کام کرنے کے لئے کہا جائے گا میں اپنے فرائض و کار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، قانون اور اسمبلی کے قواعد کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سلامتی، استحکام، بہبودی اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے:

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا:

اور یہ کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

کسی صوبائی اسمبلی کا رکن

[آرٹیکل 65 اور 127]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت رکن صوبائی اسمبلی..... میں، اپنے فرائض و کار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، قانون اور اسمبلی کے قواعد کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سلامیت، استحکام، بہبودی اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا:

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے:

اور یہ کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ کا دفاع کروں گا:

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

محاسب اعلیٰ پاکستان

[آرٹیکل 168 (2)]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت محاسب اعلیٰ پاکستان میں، اپنے فرائض و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور اپنے بہترین علم و واقفیت، صلاحیت اور قوت فیصلہ کے ساتھ، بلاخوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد انجام دوں گا اور یہ کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

پاکستان یا کسی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس

یا عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کا جج

[آرٹیکل 178 اور 194]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں ..... صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا:

کہ بحیثیت چیف جسٹس پاکستان (یا جج عدالت عظمیٰ پاکستان، یا چیف جسٹس یا جج عدالت عالیہ صوبہ یا صوبہ جات .....) میں اپنے فرائض و کار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق انجام دوں گا:

کہ میں اعلیٰ عدالتی کونسل کے جاری کردہ ضابطہ اخلاق کی پابندی کروں گا:

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا:

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا:

اور یہ کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا:

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

وفاقی شرعی عدالت کا (چیف جسٹس یا جج)

[آرٹیکل 203 ج(7)]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں،.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس یا جج کی حیثیت سے اپنے فرائض اور کار ہائے منصبی ایمانداری، اپنی بہترین صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ قانون کے مطابق ادا کروں گا اور انجام دوں گا:

اور یہ کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

چیف الیکشن کمشنر

[آرٹیکل 214]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں، .....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ بحیثیت چیف الیکشن کمشنر میں اپنے فرائض و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور بلا رغبت و عناد انجام دوں گا، اور یہ کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

مسلح افواج کے ارکان

[آرٹیکل 244]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں، .....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی حمایت کروں گا جو عوام کی خواہشات کا مظہر ہے اور یہ کہ میں اپنے آپ کو کسی بھی قسم کی سیاسی سرگرمیوں میں مشغول نہیں کروں گا اور یہ کہ میں مقتضیات قانون کے مطابق اور اس کے تحت پاکستان کی بری فوج (یا بحری یا فضائی فوج) میں پاکستان کی خدمت ایمانداری اور وفاداری کے ساتھ انجام دوں گا۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی۔ آمین)

جدول چہارم

[آرٹیکل 70(4)]

قانون سازی کی فہرستیں

وفاقی قانون سازی کی فہرست

حصہ اول

1- امن یا جنگ میں وفاق یا اس کے کسی حصے کا دفاع' وفاق کی بری' بحری اور فضائی افواج اور کوئی دوسری مسلح افواج جو وفاق کی طرف سے بھرتی کی جائیں یا رکھی جائیں' کوئی مسلح افواج جو وفاق کی افواج تو نہ ہوں گی مگر جو وفاق کی مسلح افواج بشمول شہری مسلح افواد سے متعلق ہوں یا ان کے ساتھ مل کر کارروائی کر رہی ہوں' وفاقی سررشتہ سراغ رسانی' امور خارجہ' دفاع یا پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سلامتی سے متعلق ملکی مصلحتوں کی بنا پر امتناعی نظر بندی' اشخاص جو اس طرح نظر بند کئے گئے ہوں یا وہ صنعتیں جو وفاقی قانون کی رو سے دفاعی مقصد کے لئے یا جنگ جاری رکھنے کے لئے ضروری قرار دی گئی ہوں۔

2- بری' بحری اور فضائی فوج کی تعمیرات' چھاؤنی کے علاقوں میں مقامی حکومت خود اختیاری' مذکورہ علاقے میں چھاؤنی کے ادارہ ہائے مجاز کی ہیئت ترکیبی اور اختیارات' مذکورہ علاقوں میں رہائشی جگہ کا انضباط اور ان علاقوں کی حد بندی۔

3- امور خارجہ' دوسری ملکوں کے ساتھ' تعلیمی اور ثقافتی معاہدوں اور سمجھوتوں کے بشمول' عہدناموں اور معاہدوں پر عمل درآمد کرنا' تحویل ملزمان' بشمول مجرمان اور ملزم اشخاص کو پاکستان سے باہر کی حکومتوں کے حوالے کرنا۔

4- قومیت' شہرت اور عطائے حقوق شہریت۔

5- کسی صوبے یا وفاق کے دارالحکومت سے یا اس میں' نقل مکانی یا رہائش

اختیار کرنا۔

6- پاکستان کا داخلہ اور پاکستان سے ترک وطن اور اخراج، بشمول اس سلسلہ میں، پاکستان ایسے اشخاص کی نقل وحرکت کے انضباط کے جو پاکستان میں سکونت نہ رکھتے ہوں، پاکستان سے باہر کے مقامات کی زیارات۔

7- ڈاک وتار، بشمول ٹیلی فون، لاسلکی، نشریات اور مواصلات کے ایسے ہی دیگر ذرائع، ڈاک خانے کا سیونگ بینک۔

8- کرنسی، سکہ سازی اور زر قانونی۔

9- زرمبادلہ، چیک، مبادلہ ہنڈیاں، پرونوٹ اور اسی طرح کی دیگر دستاویزات۔

10- وفاق کا سرکاری قرضہ، بشمول وفاقی مجموعی فنڈ کی کفالت پر رقم قرض لینا، غیر ملکی قرضہ جات اور غیر ملکی امداد۔

11- وفاقی سرکاری ملازمتیں اور وفاقی پبلک سروس کمیشن۔

12- وفاقی پنشنیں، یعنی وفاق کی طرف سے یا وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا پنشنیں۔

13- وفاقی محتسب۔

14- وفاق کی رعایا کے لئے انتظامی عدالتیں اور ٹریبونل۔

15- کتب خانے، عجائب گھر اور اسی قسم کے ادارے جو وفاق کے زیر نگرانی ہوں یا اس کی طرف سے ان میں سرمایہ لگایا جاتا ہو۔

16- حسب ذیل اغراض کے لئے وفاقی ایجنسیاں اور ادارے، یعنی تحقیقات کے لئے پیشہ وارانہ یا فنی تربیت کے لئے یا خصوصی تعلیم کی ترقی کے لئے۔

17- تعلیم، جہاں تک کہ پاکستان طلباء کے غیر ممالک میں ہونے یا غیر ملکی طلباء کے پاکستان میں ہونے کا تعلق ہے۔

18- جوہری توانائی، بشمول۔

(الف) معدنی وسائل کے جو جوہری توانائی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں،

(ب) جوہری ایندھن کی پیداوار اور جوہری توانائی پیدا کرنے اور استعمال میں لانے کے، اور

(ج) شعاؤں کو برقانے کے۔

19- بندرگاہی قرنطینہ، ملاحوں کے اور بحری ہسپتال اور بندرگاہی قرنطینہ سے متعلق ہسپتال۔

20- بحری جہاز رانی اور جہازوں کی آمدورفت، بشمول مدوجزری سمندروں میں جہاز رانی اور جہازوں کی آمدورفت کے، بحری اختیار سماعت۔

21- بڑی بندرگاہیں، یعنی مذکورہ بندرگاہوں کا اعلان کرنا اور ان کی حد بندی کرنا اور ان میں مقتدرہ ہائے بندرگاہ کی تشکیل اور اختیارات۔

22- ہوائی جہاز اور ہوابازی، ہوائی اڈوں کا اہتمام، ہوائی جہاز کی آمدورفت اور ہوائی اڈوں کا انضباط اور انتظام۔

23- روشنی کے مینار، بشمول ہادی جہاز، اشارہ گاہیں اور بحری اور ہوائی جہازوں کے حفاظت کے لئے دیگر انتظامات۔

24- بحری یا ہوائی راستوں سے مسافروں اور مال کی نقل وحمل۔

25- حق تصنیف، ایجادات، نمونے، تجارتی نشانات اور تجارتی مال کے نشانات۔

26- افیون جہاں تک کہ برآمد کے لئے اس کی فروخت کا تعلق ہے۔

27- وفاقی حکومت کی متعین کردہ سرحدات کسٹم کے آرپار مل کی درآمد و برآمد، بین الصوبائی تجارت و کاروبار، غیر ممالک کے ساتھ تجارت اور کاروبار، پاکستان سے

برآمد کئے جانے والے مال کا معیار خوبی۔

28- بنک دولت پاکستان' بنکاری' یعنی ایسی کارپوریشنوں کی طرف سے بنکاری کے کاروبار کا انتظام جو ان کارپوریشنوں کے علاوہ ہوں جو کسی صوبے کی ملکیت یا نگرانی میں ہوں اور صرف اس صوبے کے اندر کاروبار کرتی ہوں۔

29- بیمہ کا قانون' سوائے جبکہ اس بیمہ کے متعلق ہو جس کی ذمہ داری کسی صوبے نے لے لی ہو اور بیمہ کے کاروبار کے انتظام کو منضبط کرنا' سوائے جبکہ اس کاروبار سے متعلق ہو جس کی ذمہ داری کسی صوبے نے لی لی ہو' سرکاری بیمہ' سوائے جس حد تک کسی صوبے نے اس کی ذمہ داری صوبائی اسمبلی کے اختیار قانون سازی کے کسی امر کی وجہ سے لے لی ہو۔

30- اسٹاک ایکس چینج اور وعدہ بازار' جس کے مقاصد اور کاروبار ایک صوبے تک محدود نہ ہوں۔

31- کارپوریشنوں یعنی تجارتی کارپوریشنوں بشمول بنکاری' بیمہ اور مالی کارپوریشنوں کی تشکیل کرنا' انہیں منضبط کرنا اور ختم کرنا' لیکن ان میں ایسی کارپوریشنیں جو کسی صوبے کی ملکیت یا نگرانی میں ہوں اور صرف اس صوبے میں کاروبار کرتی ہوں یا انجمن ہائے امداد باہمی شامل نہیں ہیں اور ایسی کارپوریشنوں کو تشکیل دینا' منضبط کرنا اور ختم کرنا' خواہ وہ تجارتی ہوں یا نہ ہوں' جن کے مقاصد ایک صوبے تک محدود نہ ہوں' لیکن ان میں یونیورسٹیاں شامل نہیں ہیں۔

32- قومی منصوبہ بندی و قومی معاشی ارتباط' بشمول سائنسی و صنعتیاتی تحقیق کی منصوبہ بندی اور ارتباط کے۔

33- سرکاری لاٹریاں۔

34- قومی شاہراہیں اور کلیدی سڑکیں۔

35- وفاقی مساحت بشمول ارضیاتی مساحت کے اور وفاقی موسمیاتی تنظیمیں۔

36- علاقائی سمندر سے بارماہی گیراور ماہی گاہیں۔

37- وفاق کی اغراض کے لئے حکومت کے تصرف یا قبضہ میں تعمیرات' اراضی اور عمارات (جو بری' بحری یا فضائی فوج کی تعمیرات نہ ہوں)' لیکن کسی صوبے میں واقع جائیداد کے سلسلے میں' ہمیشہ صوبائی قانون سازی کے تابع' بجز جس حد تک وفاقی قانون بصورت دیگر حکم دے۔

38- مردم شماری۔

39- ناپ تول کے معیار قائم کرنا۔

40- کسی صوبے سے متعلق کسی عملہ پولیس کے ارکان کے اختیارات اور دائرہ اختیار کو کسی دوسرے صوبے کے کسی علاقے پر وسعت دینا' لیکن اس طرح نہیں کہ کسی صوبے کی پولیس کو دوسرے صوبے کی حکومت کی رضامندی کے بغیر اختیارات اور دائرہ اختیار استعمال کرنے کا اختیار دیا جائے۔

کسی صوبے سے متعلق عملہ پولیس کے ارکان کے اختیارات اور دائرہ اختیار کو اس صوبے سے باہر ریلوے کے علاقوں پر وسعت دینا۔

41- صدر کے عہدے' قومی اسمبلی' سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات' چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمیشن۔

42- صدر' قومی اسمبلی کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر' سینٹ کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین' وزیراعظم' وفاقی وزراء' وزرائے مملکت کے مشاہرے' بھتہ جات اور مراعات' سینٹ اور قومی اسمبلی کے ارکان کے مشاہرے' بھتہ جات اور مراعات اور ان اشخاص کی سزا جو اس کی کمیٹیوں کے روبرو گواہی دینے یا دستاویزات پیش کرنے سے انکار کریں۔

43- محصولات' بشمول برآمدی محصولات کے۔

44- محصولات آبکاری بشمول نمک پر محصولات کے' لیکن ان میں الکحلی

مشروبات، افیون اور دیگر نشہ آور اشیاء کے محصولات شامل نہیں ہیں۔

45- وراثت جائیداد کا بابت محصول۔

46- جائیداد کی بابت محصول ترکہ۔

47- زرعی آمدنی کے علاوہ آمدنی پر محصول۔

48- کارپوریشنوں پر محصول۔

49- درآمد شدہ، برآمد شدہ، تیار کردہ، مصنوعہ یا صرف شدہ مال کی فروخت اور خرید پر محصولات۔

50- اثاثوں کی اصل مالیت پر محصول جس میں غیر منقولہ جائیداد پر اصل منافع پر محصول شامل نہیں ہے۔

51- جوہری توانائی پیدا کرنے کے لئے استعمال ہونے والے معدنی تیل، قدرتی گیس اور دھاتوں پر محصول۔

52- کسی پلانٹ، مشینری، منصوبہ، کارخانہ یا تنصیب کی پیداواری صلاحیت اور ان محصولات کی بجائے جن کی صراحت اندراجات 44، 47، 48 اور 49 میں کردی گئی ہے یا ان میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد کی بجائے محصولات۔

53- ریل، بحری یا ہوائی جہاز سے لے جانے والے مال یا مسافروں پر مستہائی محصولات ان کے کرایوں اور باربرداری پر محصولات۔

54- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیسیں، لیکن ان میں کسی عدالت میں لی جانے والی فیس شامل نہیں ہے۔

55- اس فہرست میں مندرجہ امور میں سے کسی کی بابت اور ایسی حد تک جس کی دستور کی رو سے یا اس کے تحت صریحاً اجازت دی گئی ہے، عدالت عظمیٰ کے سوا تمام عدالتوں کا اختیار سماعت اور اختیارات، عدالت عظمیٰ کے اختیار سماعت میں توسیع کرنا اور اس کی زائد اختیارات تفویض کرنا۔

56- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم۔

57- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی اغراض کے لئے تحقیقات اور اعداد وشمار۔

58- امور جو اس دستور کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اختیار قانون سازی کے اندر ہیں یا وفاق سے متعلق ہیں۔

59- اس حصہ میں مندرجہ کسی کے امر کے ضمنی یا ذیلی امور۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حصہ دوم

1- ریلوے۔

2- معدنی تیل اور قدرتی مائعات اور مادے جن کے خطرناک طور پر آتش گیر ہونے کا وفاقی قانون کے ذریعے اعلان کر دیا جائے۔

3- صنعتوں کی ترقی، جبکہ وفاقی قانون کے ذریعے وفاقی نگرانی میں ترقی مفاد عامہ کی خاطر قرین مصلحت قرار دے دی جائے، ایسے ادارے، کارخانے، مجلس اور کارپوریشنیں جن کا انتظام یا اہتمام یوم آغاز سے عین قبل وفاقی حکومت کرتی تھی، بشمول (مقتدرہ ترقی آب و برقیات پاکستان اور صنعتی ترقیاتی کارپوریشن پاکستان) مذکورہ اداروں، کارخانوں، مجالس اور کارپوریشنوں کے تمام منصوبہ جات، پروجیکٹ اور اسکیمیں، صنعتیں، پروجیکٹ اور منصوبے جو وفاق کی یا وفاق کی طرف سے قائم کردہ کارپوریشنوں کی کلیتاً یا جزواً ملکیت ہوں۔

4- مشترکہ مفادات کی کونسل۔

5- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیس لیکن ان میں کسی عدالت میں لی جانے والی فیسیں شامل نہیں ہیں۔

6- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم۔

7- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی اغراض کے لئے تحقیقات اور اعداد و شمار۔

8- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کے ضمنی یا ذیلی امور۔

مشترکہ فہرست قانون سازی

1- فوجداری قانون بشمول یوم آغاز پر مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل جملہ امور کے، لیکن یہ اخراج وفاقی قانون سازی کی فہرست میں مصرحہ امور میں کسی سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم کے اور بہا خراج آمدنی حکومت کی امداد کے لئے بحری، بری اور فضائی افواج کے استعمال کے۔

2- ضابطہ فوجداری، بشمول یوم آغاز پر مجموعہ ضابطہ فوجداری میں شامل جملہ امور کے۔

3- ضابطہ دیوانی بشمول قانون میعاد ساعت اور یوم آغاز پر مجموعہ ضابطہ دیوانی میں درج جملہ امور کے، کسی صوبے یا وفاقی دارالحکومت میں محصولات اور دیگر سرکاری مطالبات کی بابت مطالبات کی بازیابی، جن میں بقایا جات مالگزاری اور مذکورہ طور پر قابل وصول رقوم جو اس صوبے سے باہر پیدا ہوئی ہوں۔

4- شہادت اور حلف، قوانین، سرکاری کاموں اور ریکارڈز اور عدالتی کارروائی کا تسلیم کرنا۔

5- شادی اور طلاق، شیر خوار اور نابالغان، تبنیت۔

6- وصایا، وفات بلاوصیت اور وراثت، سوائے جہاں تک زرعی اراضی کا تعلق ہو۔

7- دیوالہ پن اور دوالہ، متمان عام اور سرکاری امین۔

8- ثالثی۔

9- معاہدات بشمول شرکت، ایجنسی، معاہدات باربرداری اور معاہدات کی دیگر خاص صورتیں، لیکن اس میں زرعی اراضی سے متعلق معاہدات شامل نہیں ہیں۔

10- وقف اور متولیاں۔

11- زرعی اراضی کے علاوہ انتقال جائیداد، وثیقہ جات اور دستاویزات کی رجسٹری۔

12- افعال بے جا قابل ارجاع نالش، سوائے جس حد تک کہ وہ وفاقی فہرست قانون سازی میں مصرحہ امور میں سے کسی کی بات قوانین میں شامل ہوں۔

13- قیدیوں اور ملزم اشخاص کو ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں منتقل کرنا۔

14- امن عامہ کے قیام یا معاشرے کے لئے ضروری رسد و خدمات برقرار رکھنے سے متعلق وجوہ کی بنا پر امتناعی نظر بندی اشخاص جن کو اس طرح نظر بند کیا جائے۔

15- وفاقی اختیار کے تحت امتناعی نظر بند کئے جانے والے اشخاص۔

16- وفاقی اور صوبائی حکومت سے متعلق معاملات کے سلسلے میں ارتکاب کردہ بعض جرائم سے نمٹنے کے لئے تدابیر اور مذکورہ اور مذکورہ غرض کے لئے ایک جمعیت پولیس کا قیام۔

17- اسلحہ، آتشیں اسلحہ اور گولہ بارود۔

18- آتش گیر مادے۔

19- افیون، جہاں تک اس کی کاشت اور تیاری کا تعلق ہے۔

20- مفردات اور ادویات۔

21- زہر اور خطرناک ادویات۔

22- آدمیوں، جانوروں یا پودوں کو متاثر کرنے والے متعدی یا چھوت چھات کی بیماریوں یا کیڑوں کا ایک صوبے سے دوسرے صوبے تک پھیلنے سے روکنا۔

23- ذہنی بیماری اور ذہنی پسماندگی، بشمول ذہنی بیمار اور ذہنی پسماندہ اشخاص کی پذیرائی یا علاج کے لئے مقامات کے۔

24- ماحول کی آلودگی اور ماحولیات۔

25- آبادی کی منصوبہ بندی اور سماجی فلاح و بہبود۔

26- مزدوروں کی فلاح و بہبود، محنت کی شرائط، سرمایہ کنالت، آجروں کی ذمہ داری اور کارکنوں کا معاوضہ، صحت کا بیمہ بشمول معذوری کی پنشنوں کے، بڑھاپے کی پنشن۔

27- انجمن ہائے مزدوران، صنعتی اور مزدوروں کے تنازعات۔

28- وفاتر محنت، روزگار کے اطلاعاتی سرزشتوں اور تربیتی اداروں کا قیام اور انصرام۔

29- بوائلرز۔

30- کانوں، کارخانوں اور تیل کے چشموں میں محنت اور تحفظ کا انضباط۔

31- بیمہ بے روزگاری۔

32- میکانی کل دار سفینوں سے متعلق اندرونی آبی راستوں پر جہاز ترسیل اور کشتی رانی اور مذکورہ آبی راستوں پر قواعد شارع عام، اندرون ملک آبی راستوں پر مسافروں اور مال کی نقل وحمل۔

33- میکانکی کل دار گاڑیاں۔

34- بجلی۔

35- اخبارات، کتابیں اور چھاپہ خانے۔

36- متروکہ جائیداد۔

37- قدیم اور تاریخی یادگاریں، اثار قدیمہ کے مقامات وکھنڈرات۔

38- تعلیم کے درسیات، نصاب، منصوبہ بندی، حکمت عملی، امتیار کے مراکز اور میعاد۔

39- اسلامی تعلیم۔

40- زکواۃ۔

41- متحرک فلموں کی تیاری، احتساب اور نمائش۔

42- سیاحت۔

43- قانونی، طبی اور دیگر پیشے۔

43(الف) اوقات۔

44- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیسیں، لیکن ان میں کسی عدالت میں وصول کی جانے والی فیسیں شامل نہیں ہیں۔

45- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر کی اغراض کے لئے تحقیقات اور اعداد وشمار۔

46- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم، ان امور میں سے کسی امر کے سلسلہ میں جو اس فہرست میں درج ہیں، عدالت عظمیٰ کے علاوہ تمام عدالتوں کے اختیار سماعت اور اختیارات۔

47- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر کے ضمنی یا ذیلی امور۔

جدول پنجم

[آرٹیکل 205]

ججوں کے مشاہرے اور شرائط ملازمت

عدالت عظمیٰ

1- چیف جسٹس پاکستان کو مبلغ (9,900) روپے ماہوار تنخواہ ادا کی جائے گی، اور عدالت عظمیٰ کے ہر دوسرے جج کو مبلغ (9,500) روپے ماہوار تنخواہ ادا کی جائے گی۔

2- عدالت عظمیٰ کا ہر جج ایسی مراعات اور بھتوں کا، اور رخصت غیر حاضری اور پنشن کے بارے میں ایسے حقوق کا مستحق ہوگا جو صدر متعین کرے، اور اس طرح متعین ہونے تک ایسی مراعات، بھتوں اور حقوق کا مستحق ہوگا جن کے یوم آغاز سے عین قبل عدالت عظمیٰ پاکستان کے جج مستحق تھے۔

3- عدالت عظمیٰ کے کسی فارغ خدمت جج کو واجب الادا پنشن، اس کی اس عدالت یا کسی عدالت عالیہ میں ملازمت کی طوالت کے مطابق

چیف جسٹس کو مبلغ (7000) روپے ماہوار سے کم اور (8000) روپے اور دوسرے جج صاحبان کو مبلغ (6,250) روپے ماہوار سے کم اور (7,125) روپے ماہوار سے زیادہ نہ ہوگی۔

مگر شرط یہ ہے کہ عدالت عظمیٰ کے کسی جج کو واجب الادا پنشن سے کم نفع بخش نہ ہوگی جو یوم آغاز سے عین قبل اسے ایسے جج کی حیثیت سے واجب الادا ہو۔

4- عدالت عظمیٰ کے کسی جج کی بیوہ حسب ذیل شرحوں پر پنشن کی حقدار ہوگی، یعنی:

(الف) اگر جج فارغ الخدمتی کے بعد وفات پائے۔ اسے واجب الادا خالص پنشن کا 50 فیصد، یا

(ب) اگر جج کم از کم تین سال بحیثیت جج خدمات انجام دینے کے بعد اور جب اسی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہو وفات پائے۔ اس کم سے کم شرح پر واجب الادا پنشن کا 50 فیصد۔

5- پنشن بیوہ کو تا حیات یا اگر وہ دوبارہ شادی کر لے، تو اس کی شادی تک واجب الادا ہوگی۔

6- اگر بیوہ وفات پا جائے تو پنشن بحسب ذیل واجب الادا ہوگی۔

(الف) جج کے بیٹوں کو جو اکیس سال سے کم عمر کے ہوں، جب تک وہ اس عمر کو نہ پہنچ جائیں، اور۔

(ب) جج کی غیر شادی شدہ بیٹیوں کو جو اکیس سال سے کم عمر کی ہوں، جب تک وہ اس عمر کو نہ پہنچ جائیں یا ان کی شادی نہ ہو جائے، جو بھی پہلے واقع ہو۔

عدالت عالیہ

1- کسی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کو مبلغ (9,400) روپے ماہوار تنخواہ ادا کی ائے گی اور کسی عدالت عالیہ کے ہر دوسرے جج کو مبلغ (8,400) روپے ماہوار تنخواہ ادا کی جائے گی۔

2- کسی عدالت عالیہ کا ہر جج ایسی مراعات اور بھتوں کا، اور رخصت غیر حاضری اور پنشن کے بارے میں ایسے حقوق کا مستحق ہوگا جن کے یوم آغاز سے عین قبل عدالت عالیہ کے جج مستحق تھے۔

3- کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کو جو جج کی حیثیت سے کم از کم پانچ سال کی ملازمت کے بعد فارغ خدمت ہو، واجب الادا پنشن، اس کی جج کی حیثیت سے ملازمت اور ملازمت پاکستان میں کل ملازمت کے مطابق، اگر کوئی ہو۔

چیف جسٹس (5,640) روپے ماہوار سے کم اور (7,050) روپے اور دوسرے جج (5,040) روپے ماہوار سے کم اور (6,300) روپے سے زیادہ نہ ہو

گی۔

4- عدالت عالیہ کے کسی جج کی بیوہ حسب ذیل شرحوں پر پنشن کی حقدار ہو گی، یعنی:

(الف) اگر جج فارغ الخدمتی کے بعد وفات پائے۔ اسے واجب الادا خالص پنشن کا 50 فیصد، یا

(ب) اگر جج کم از کم پانچ سال بحیثیت جج خدمات انجام دینے کے بعد اور جب اسی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہو وفات پائے۔ اسے کم سے کم شرح پر واجب الادا پنشن کا 50 فیصد۔

5- پنشن بیوہ کو تا حیات یا، اگر وہ دوبارہ شادی کر لے تو اس کی شادی تک واجب الادا ہو گی۔

6- اگر بیوہ وفات پا جائے تو پنشن بحسب ذیل واجب الادا ہو گی.....

(الف) جج کے بیٹوں کو جو اکیس سال سے کم عمر کے ہوں جب تک وہ اس عمر کو پہنچ جائیں، اور

(ب) جج کے غیر شادی شدہ بیٹیوں کو جو اکیس سال سے کم عمر کی ہوں، جب تک وہ اس عمر تک نہ پہنچ جائیں یا ان کی شادی نہ ہو جائے جو بھی پہلے واقع ہو۔

[آرٹیکل 268 (2)]

جدول ششم قوانین جن میں صدر کی ماقبل منظوری کے بغیر

ردوبدل، تنسیخ یا ترمیم نہیں کی جائے گی۔

ضابطے کی نوعیت

1- ضابطہ ناجائز حصول جائیداد، 1969ء

2- ضابطہ (احکام خاص) ملازمت سے برطرفی، 1969ء

3- ضابطہ (سزا) ظاہری ذرائع سے بڑھ چڑھ کر زندگی گزارنا، 1969ء

4- ضابطہ (ناجائز قبضہ کی بازیافت) سرکاری زرعی اراضی، 1969ء

5- ضابطہ (دشمن کو واجب الادا رقم کی ادائیگی) املاک دشمن، 1970ء

6- ضابطہ (بڑی مالیت) کرنسی نوٹوں کی واپسی، 1971ء

7- ضابطہ (بازیافت) جائیداد متروکہ کی مالیت اور سرکاری واجبات، 1971ء

8- ضابطہ (تصفیہ تنازعات) ضلع پشاور اور قبائلی علاقہ جات، 1971ء

9- ضابطہ (فنڈز کی جانچ پڑتال) کنونشن مسلم لیگ اور عوامی لیگ، 1971ء

10- ضابطہ غیر ملکی زرمبادلہ کی واپسی، 1972ء

11- ضابطہ (اظہار) غیر ملکی اثاثہ جات، 1972ء

12- ضابطہ (احکام خاص) ملازمت سے برطرفی، 1972ء

13- ضابطہ اصلاحات اراضی، 1972ء

14- ضابطہ (درخواست پر نظر ثانی) ملازمت سے برطرفی، 1972ء

15- ضابطہ (بلوچستان فیڈر کینال) اصلاحات اراضی، 1972ء

16- ضابطہ (قبضہ لینا) نجی انتظام کے تحت اسکول اور کالج، 1972ء

17- ضابطہ (تنسیخ فروخت) املاک دشمن، 1972ء

18- ضابطہ (توارث و تقسیم جائیداد) دیر اور سوات، 1972ء

19- ضابطہ (تصفیہ تنازعات جائیداد اور غیر منقولہ) دیہاور سوات، 1972ء

20- ضابطہ (تنسیخ فروخت یا انتقال) مغربی پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن، 1972ء

21- ضابطہ (صنعتوں کا تحفظ) اقتصادی اصلاحات، 1972ء

22- ضابطہ (متولیاں و ناظمان کے بورڈ کی معطلی)، نیشنل پریس ٹرسٹ 1972ء

23- ضابطہ (بازادائی قرضہ جات) بنک ہائے امداد باہمی، 1972ء

24- ضابطہ (بازادائی قرضہ جات) (سندھ) انجمن ہائے امداد باہمی، 1972ء

25- دی سٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ 1956ء (XXXIII مجریہ 1956ء)

26- قومی احتساب بیورو (National Accountability Bureau) آرڈیننس 1999ء (XVIII مجریہ 1999ء)

27- دی بلوچستان لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001ء (XVIII مجریہ 2001ء)

28- دی نارتھ ویسٹ فرنٹیئر لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001ء (XIV مجریہ 2001ء)

29- دی پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001ء (XXVII مجریہ 2001ء)

30- دی سندھ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001ء (XXVII مجریہ 2001ء)

31- دی الیکشن کمیشن آرڈر 2002ء چیف ایگزیکٹو کا آرڈر نمبر

(2002ء 7)

32- عام انتخاب کے انعقاد کا آرڈر 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا آرڈر نمبر 7، 2002ء)

33- دی پولیٹیکل پارٹیز آرڈر 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا آرڈر نمبر 18 مجریہ 2002ء)

34- سرکاری دفاتر میں کام کرنے کی اہلیت کا آرڈر 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا حکم نمبر 19 مجریہ 2002ء)

35- دی پولیس آرڈر 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا حکم نمبر 22 مجریہ 2002ء)۔]

فرامین صدر

[جدول ہفتم]

[آرٹیکل 270 الف (6)]

قوانین جن کی ترمیم دستور کی ترمیم کے لئے وضع کردہ طریقے پر کی جائے گی۔

(1) ذوالفقار علی بھٹو ٹرسٹ اور پیپلز فاؤنڈیشن ٹرسٹ (دوبارہ نام رکھنے اور انتظام) کا فرمان 1978ء (فرمان صدر نمبر 4 ہجریہ 1978ء)

(2) چھاؤنیوں (شہری غیر منقولہ جائیداد ٹیکس اور تفریح ٹیکس) کا فرمان، 1979ء (فرمان صدر نمبر 13 ہجریہ 1979ء)

(3) پاکستان ڈیفنس آفیسرز ہاؤسنگ اتھارٹی کا فرمان، 1980ء (فرمان صدر نمبر 7 ہجریہ 1980ء)

(4) غیر ملکی کرنسی کے قرضہ جات (شرح مبادلہ) کا فرمان، 1982ء (فرمان صدر نمبر 3 ہجریہ 1982ء)

(5) وفاقی محتسب (اومبڈسمن) کے عہدے کے قیام کا فرمان، 1983ء (فرمان صدر نمبر 1 ہجریہ 1983ء)

(6) آغا خان یونیورسٹی کا فرمان، 1983ء (فرمان صدر نمبر 3، ہجریہ 1983ء)

(7) قومی کالج برائے پارچہ بافی انجینئری (ہیئت حاکم اور حبوب) کا فرمان، 1983ء (فرمان صدر نمبر 11 ہجریہ 1983ء)

(8) لاہور یونیورسٹی برائے انتظامی علوم کا فرمان، 1985ء (فرمان صدر نمبر 25 ہجریہ 1985ء)

آرڈیننس

(1) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی آرڈیننس 1985ء (نمبر 20 ہجریہ

1985ء)۔]

ضمیمہ

ایکٹ نمبر 19971ء

آئین میں تیرھویں ترمیم کا ایکٹ 1997ء

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کا ایکٹ غیر معمولی گزٹ آف پاکستان میں بمورخہ 4اپریل 1997ء شائع شدہ مجلس شوریٰ کے مندرجہ ذیل ایکٹ کو صدر پاکستان نے 3اپریل 1997ء کو منظور کیا جسے عام معلومات کے لئے اسے یہاں شائع کیا جارہا ہے:

ہرگاہ یہ مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔اس کی رو سے مندرجہ ذیل قانون بنایا جاتا ہے۔

1- مختصر عنوان اور آغاز نفاذ: (1) یہ ایکٹ آئین (تیرھویں ترمیم) کا ایکٹ 1997ء کہلائے گا۔

(2) اس کا اطلاق فوری طور پر عمل میں آئے گا۔

(2) آئین کی دفعہ 58 میں ترمیم: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جس کا بعد میں آئین کے طور پر حوالہ دیا جا رہا ہے کی رو سے دفعہ 58 کی شق (2) ذیلی شق (بی) حذف کی جائے گی۔

(3) آئین کی دفعہ 101 میں ترمیم: آئین میں دفعہ 101 کی شق (1) میں ''مشورے کے بعد'' صلاح پر'' کے الفاظ (Advice) میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

(4) آئین کے دفعہ 112 میں ترمیم: آئین کے دفعہ 112 کی شق

(2) ذیلی شق (بی) کو حذف کر دیا جائے گا۔

(5) آئین کے دفعہ 243 میں ترمیم: آئین کے دفعہ 243 شق (2) میں ذیلی شق (سی) میں صوابدیدی کے الفاظ کو حذف کر دیا جائے گا۔

آئین کی تیرھویں ترمیم کا پس منظر اور تشریح

آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے لئے سیاسی جماعتوں کے مابین مذاکرات کا پہلا مرحلہ: 3 مارچ 1993ء کو ملک میں جامع آئینی اصلاحات پر وسیع تر اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے وزیراعظم نواز شریف کی قائم کردہ خصوصی کمیٹی نے سیاست دانوں کے ساتھ بات چیت کا پہلا مرحلہ مکمل کر لیا۔ کمیٹی کے ارکان نے جن سیاست دانوں سے مذاکرات کئے ان میں نیشنل عوامی پارٹی، پاکستان مسلم لیگ، جمہوری وطن پارٹی، پختون خواہ ملی پارٹی، جے یو پی نورانی گروپ کے پارلیمانی لیڈر شامل تھے۔ دریں اثناء وزیراعظم کی قائم کردہ خصوصی کمیٹی کا پہلا اجلاس وزیر قانون چودھری عبدالغفور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ کمیٹی نے اس اجلاس میں قواعد و ضوابط کی منظوری دی۔

5 مارچ 1993ء کو حکومت نے آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے لئے جو دو رکنی کمیٹی وزیر دفاع سید غوث علی شاہ اور پارلیمانی امور کے وزیر چودھری امیر حسین پر مشتمل قائم کی تھی اس نے اپنی ناکامی کی رپورٹ وزیراعظم کو پیش کر دی۔

11 مارچ 1993ء کو وزیراعظم میاں نواز شریف نے آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے سلسلے میں جو کمیٹی قائم کی تھی اس نے پیپلز پارٹی کے رہنما سید افتخار حسین گیلانی سے رابطہ قائم کیا تاکہ وہ حزب اختلاف کی رہنما محترمہ بے نظیر بھٹو سے مل کر اس ترمیم کو ختم کرنے میں مدد کریں۔ اس ضمن میں محمود خاں اچکزئی، افتخار گیلانی اور چودھری شفقت محمود لندن گئے اور انہوں نے محترمہ بے نظیر بھٹو کو وزیراعظم کا موقف بیان کیا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان رہنماؤں پر واضح کیا کہ پی ڈی اے موجودہ

اسمبلیوں کو دھاندلی کی پیداوار قرار دیتے ہوئے حکومت کو غیر نمائندہ تصور کرتی ہے۔

قومی اسمبلی میں آٹھویں ترمیم پر نظر ثانی کی قرارداد کی منظوری: چونکہ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ آٹھویں ترمیم کا خاتمہ چاہتی تھیں اس لئے دونوں سیاسی جماعتوں نے پارلیمنٹ میں مشترکہ موقف اختیار کیا اور اس ضمن میں 20 جون 1993ء کو قومی اسمبلی نے پی ڈی اے کے افتخار گیلانی کی ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی جس میں انہوں نے سپیکر گوہر ایوب خاں سے آٹھویں ترمیم پر نظر ثانی کرنے اور اس کی شقوں کو حذف کرنے کے لئے کمیٹی تشکیل دینے کی اپیل کی۔ سپیکر نے قرارداد کو منظور کرتے ہوئے ایوان کو یقین دلایا کہ وہ قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف اور تمام پارلیمانی پارٹیوں کے رہنماؤں سے مشورے کریں گے یہ قرارداد بھاری اکثریت سے منظور کر لی گئی۔ پی ڈی اے کے دس ارکان نے قرارداد کی حمایت میں آواز بلند کی جب کہ پی ڈی اے کے 8 ارکان نے زبردست مخالفت کی۔

آئین میں ترمیم کے لئے 16 رکنی کمیٹی کا قیام: متفقہ قرارداد کی روشنی میں 22 جون 1993ء کو سپیکر قومی اسمبلی مسٹر گوہر ایوب خاں نے 16 رکنی خصوصی کمیٹی تشکیل دی۔ آئین میں ضروری ترامیم کے لئے سفارشات مرتب کرنے کو کہا گیا تھا کمیٹی میں متعدد وزراء اور اپوزیشن کے رہنما بھی شامل تھے۔

آئینی ترامیم کے لئے سینٹ کی کمیٹی: 11 جولائی 1993ء کو سینٹ نے آٹھویں ترمیم سمیت آئین میں دوسری ترامیم کرنے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی قائم کرنے کی منظوری دی یہ کمیٹی وزیر پارلیمانی امور چودھری امیر حسین کی تحریک پر قائم ہوئی۔

قومی اسمبلی سے تیرہویں ترمیم کے بل کی منظوری: فروری 1997ء کے انتخاب سے قبل صدر فاروق لغاری کے سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے اختلافات

ہو گئے تھے جن میں اس وقت مزید شدت پیدا ہو گئی جب 5 نومبر 1996ء کو انہوں نے بے نظیر بھٹو کی حکومت کو آٹھویں ترمیم کے ذریعے ختم کر دیا۔ اس طرح فاروق لغاری نواز شریف کے دائیں ہاتھ کھڑے ہو گئے۔ بروقت اور منصفانہ انتخابی عمل کے ذریعے انہوں نے نواز شریف کو حکومت دلانے میں بھی فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ ان حالات میں دونوں مابین خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے تھے یعنی دونوں ایک دوسرے کے لئے اچھے جذبات رکھتے تھے اور ان کا ایک دوسرے کو حکومتی منظر سے ہٹانے کا بھی کوئی ارادہ ظاہر نہ ہوا۔

1993ء میں نواز شریف نے آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے لئے جو کوششیں کی تھیں ان کی بنا پر ہی صدر اسحاق نے ان کی حکومت کا خاتمہ کی کوششوں کا از سر نو آغاز کیا۔ ان کی پشت پر عوامی طاقت تھی اور بھاری مینڈیٹ کے سامنے سیاسی شخصیات اور ادارے بھی ان سے ٹکر لینے کے لئے تیار نہ تھے۔

ان حالات میں انہیں اقتدار سے ہٹانے کا کوئی خطرہ موجود نہ تھا چنانچہ نواز شریف نے آئین میں ترمیم کر کے قومی اسمبلی کی تحلیل وزیر اعظم کو وزارت عظمیٰ سے ہٹانے اور مسلح افواج کے سربراہوں کی تقرری کا صوابدیدی اختیار صدر سے واپس لے لیا۔ اس طرح اب انہیں ایوان صدر سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ رہا تھا۔ قومی اسمبلی میں دو تہائی اکثریت کی وجہ سے صدر وزیر اعظم کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا۔ کیونکہ اس ترمیم کے ذریعے وزیر اعظم اب صدر کے سامنے جواب دہ نہ تھا اور صدر کو وزیر اعظم کے مشورے کا پابند بن کر رہنا تھا چنانچہ اس ترمیم کے ذریعے جب صدر کے اختیارات کم ہو گئے تو صدر فاروق لغاری استعفیٰ دینے پر مجبور ہو گئے۔

ایکٹ نمبر 2 1997ء

آئین میں (چودھویں ترمیم کا ایکٹ 1997ء

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کا ایکٹ اشاعت پذیر ہوا۔

پاکستان کے غیر معمولی گزٹ کے حصہ اول میں بمورخہ 4 جولائی 1997ء نمبر الف 22 (104)/97 لیجسلیٹو۔ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے مندرجہ ذیل ایکٹ کو 3 جولائی 1997ء کو صدر پاکستان کی منظوری حاصل ہوئی۔

ہر گاہ یہ مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ حکومت کے نظم و نسق کی تشکیل کے سلسلے میں اسے غیر مستحکم ہونے سے بچانے کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون بنایا جاتا ہے۔

1- مختصر عنوان اور آغاز نفاذ: (1) یہ ایکٹ آئین میں 14 ویں ترمیم کا ایکٹ کہلائے گا۔

(2) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(2) آئین میں نئی دفعہ 2 ب (63-A) کا اضافہ: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں دفعہ 63 کے بعد مندرجہ ذیل نئی دفعہ کو شامل کیا جائے گا جسے یہ نام دیا گیا ہے۔

انحراف وغیرہ کی بنا پر نااہلیت مزید تصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر 92-93

آئین میں (پندرھویں ترمیم) کا ایکٹ 1998ء

1- مختصر عنوان اور آغاز نفاذ: یہ ایکٹ دستور (پندرہویں ترمیم) ایکٹ 1998ء کہلائے گا۔

(2) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(2) آئین میں نئی دفعہ 2-B کا ضافہ: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں نئے آرٹیکل 2-B کا اضافہ۔ آرٹیکل دو الف کے بعد حسب ذیل نیا آرٹیکل شامل کر دیا جائے گا۔

آرٹیکل 2-B: قرآن و سنت کی برتری قرآن پاک اور پیغمبر اسلام کی سنت

پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا۔

تشریح:

کسی مسلمان فرقے کے پرسنل لاء پر اس شق کے اطلاق کے سلسلے میں قرآن و سنت کی عبارت کا مفہوم وہی ہوگا جو اس فرقے کی طرف سے توسیع شدہ قرآن اور سنت کا ہے۔

وفاقی حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ شریعت کے نفاذ کے لئے اقدام کرے۔ صلوٰۃ قائم کرے۔ زکوٰۃ کا اہتمام کرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یہ تعین کرنا کہ کیا صحیح ہے کہ اور اسے روکنا جو غلط ہے) کو فروغ دے۔ ہر سطح پر بدعنوانی کا خاتمہ کرے اور اسلام کے اصولوں کی مطابقت میں جیسا کہ قرآن وسنت میں موجود ہے۔ حقیقی، سماجی، معاشی انصاف فراہم کرے۔ وفاقی حکومت شق دو میں دئے گئے احکام کے نظام کے لئے ہدایات جاری کارروائی کر سکے گی۔ اس آرٹیکل میں شامل کوئی امر شخصی، قانونی، مذہبی آزادی، غیر مسلموں کی روایات یا رسم ورواج اور بطور شہریوں کے ان کی ان حیثیت کو متاثر نہیں کرے گا۔

اس آرٹیکل کے احکام دستور میں شامل کسی امر کے باوجود کسی قانون یا عدالت کے کسی فیصلے پر موثر ہوں گے۔

دستور کے آرٹیکل 239 کی (ترمیم دستور میں آرٹیکل 239 میں شق کے بعد جس میں ذیلی نئی شقیں شامل کر دی جائیں گی یعنی

(تین الف): شق (ایک) تا (دو) شامل کر کے امتناعی احکام کی تعمیل کے لئے قانون وضع کرنے کی غرض سے دستور میں ترمیم کرنے کا بل دونوں ایوانوں میں پیش کیا جائے گا اگر وہ اس ایوان کے ارکان کی کثرت آراء سے منظور ہو جاتا ہے جس میں وہ پیش کیا گیا تھا تو وہ دوسرے ایوان میں منتقل کر دیا جائے گا اور اگر بل بغیر کسی ترمیم کے دوسرے ایوان کے ارکان کثرت سے آراء سے منظور ہو جاتا ہے تو

اسے منظوری کے لئے صدر کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

(تین ب): اگر شق (تین الف) کے تحت کسی ایوان کو منتقل کیا گیا بل مسترد ہو جائے یا اپنی وصولی کے نوے دن کے اندر منظور نہ ہو یا ترمیم کے ساتھ منظور ہو تو اس پر مشترکہ اجلاس میں غور کیا جائے گا۔

(تین ج): اگر بل ترمیم کے ساتھ امر ترمیم کے مشترکہ اجلاس میں ارکان کی کثرت آرا سے منظور ہو جاتا ہے تو وہ منظوری کے لیے صدر کو پیش کیا جائے گا۔

(تین د): صدر شق (تین الف) یا شق (تین ج) کے تحت پیش کردہ بل کی منظوری سات دن کے اندر اندر دے گا۔

قرارداد مقاصد: اس حقیقت کے پیش نظر کہ قرارداد اب دستور کا مستقل حصہ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ قرآن وسنت کو پاکستان کا علیٰ ترین قانون بنایا جائے اور حکومت کو شریعت نافذ کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرنے کا اختیار ہو۔

آرٹیکل 239 کے تحت دستور میں ترمیم کرنے کا بل ہر ایک ایوان کو دو تہائی اکثریت سے لیکن اگر جداگانہ طور پر منظور ہو جاتا ہے نفاذ شریعت کو باسہولت بانے کے لئے یہ غور کیا گیا کہ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ شریعت سے متعلقہ کسی امر کے نفاذ میں کسی رکاوٹ کو دور کرنے اور اسلامی امتناعی احکام پر عملدرآمد کے لئے قانون وضع کرنے کا بل پارلیمنٹ میں اس طرح سے منظور کیا جائے جیسے کوئی بھی قانون منظور ہو جاتا ہے۔ اس بل کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرنے کے لئے دستور میں ترمیم کرنا ہے۔

تشریح

آئین میں 15 ویں ترمیم کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری: 9 اکتوبر 1998ء کو قومی اسمبلی نے نفاذ شریعت کے حوالے سے آئین میں 15 ویں ترمیم کا بل دو تہائی اکثریت سے منظور کر لیا جس کے مطابق قرآن وسنت ملک کا سپریم لاء قرار دیا گیا۔

بل کی حمایت میں 151 اور مخالفت میں 16 ووٹ آئے ۔ یہ بل پارلیمانی امور کے وفاقی وزیر یسین وٹو نے پیش کیا۔ اپوزیشن بل میں کی گئی ترمیم کو زیر بحث لانا چاہتی تھی مگر سپیکر نے انہیں وقت ہی نہ دیا اور جب بل رائے شماری کے لئے پیش ہوا تو اپوزیشن نے شیم شیم (SHAME) کے نعرے لگائے ۔ رائے شماری کے موقع پر ایم کیو ایم' جے یو آئی' جے یو آئی (ف) آزاد ارکان دانیال عزیز' قیصر اے شیخ کے علاوہ ثناء اللہ بلوچ اور حکومتی رکن عبدالحمید جتوئی غیر حاضر رہے ۔ اقلیتی ارکان نے بھی اپنے ووٹ کا استعمال نہ کیا۔

وفاقی وزیر پارلیمانی امور میاں یسین وٹو نے کہا کہ 15 ویں ترمیم مقدس ترین ترمیم ہے جو قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کے لئے لائی گئی ہے اس ترمیم کی منظوری سے تمام مشکلات کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ایک اسلامی ملک میں قرآن وسنت کے مطابق سیاسی نظام کی تشکیل بھی اسلامی معاشرے کا حصہ ہوتا ہے ۔ کیونکہ قرآن وسنت ہی دستور حقیقی ہیں ۔ چونکہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح بھی اسے اسلامی جمہوری مملکت بنانا چاہتے تھے اس لئے جہاں آئین میں پندرہویں ترمیم کی منظوری کا پاکستان بھر میں خیر مقدم کیا گیا وہاں دو حلقوں کی جانب سے اس پر اعتراضات بھی کئے گئے تھے ۔ ایک حلقہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست کے طور پر بڑھتا اور پھولتا دیکھنا چاہتا تھا لہذا فطری طور پر اسے قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لا بنانے پر اعتراض تھا۔ اس طبقے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آئین میں کسی قسم اور نوعیت کی ترمیم دو تہائی اکثریت کے بغیر منظور نہیں ہونی چاہیے۔

دوسرا طبقہ وہ تھا جسے قرآن وسنت کو پاکستان سپریم لا بنانے پر کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ اس میں بعض لوگ اور سیاسی جماعتیں تو اس کے نفاذ کی شدت سے حامی تھیں۔

پندرہویں ترمیم کے بارے میں قومی رائے یہ تھی کہ آئین کی دفعہ 239 برقرار رکھی ائے یعنی دستور مملکت میں کوئی اور کسی بھی مقصد کے لئے کی جانے والی ترمیم پارلیمنٹ کے دو تہائی ارکان کی اکثریت کے بغیر منظور نہیں کی جانی چاہیے اور یہ کہ طرز حکومت لازماً وفاقی ہو پارلیمانی کا ایوان بالا نہ صرف برقرار ہے بلکہ اپنے تمام تر آئینی اختیارات کے ساتھ برقرار ہے۔

مملکت پاکستان کو اسلام کی دفعات کے مطابق چلانے کے لئے مارچ 1949ء میں جو قرارداد مقاصد منظور کی گئی تھی اس کی منظوری کے سلسلے میں بھی شدید مخالفت کی گئی تھی، تاہم عوامی اکثریت کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ چنانچہ قرارداد مقاصد کی منظوری نے پاکستان کے کسی بھی آئین کی نظریاتی بنیادوں پر تیاری کی راہ کو ہموار کر دیا۔ اس کے بعد 1956ء کے پہلے آئین میں مملکت پاکستان کو اسلامی جمہوری مملکت قرار دیا گیا۔ 1973ء کے آئین میں بھی ملک کا نظم ونسق قرآن وسنت کے مطابق چلانے کا عہدہ کیا گیا تھا لہذا ان حالات میں یہ ضروری تھا کہ آئین میں موجود ان تمام قوانین کو ختم کر دیا جائے جو قرآن وسنت کی تعلیمات سے متصادم ہوں۔

شریعت کے نفاذ کا سب سے بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے ملک کے بے شمار مسائل کو حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے اور اہالیان پاکستان اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف ترقی کی جانب گامزن ہو جائیں گے بلکہ غربت کا خاتمہ بھی یقینی ہو جائے گا۔

آئین چونکہ قرآن وسنت سے بالا نہیں اس لئے اب ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہو گی کہ وہ کھڑا ہو کر پارلیمنٹ کو بھی چیلنج کر سکے گا قرآن وسنت میں پارلیمنٹ کا یہ تصور نہیں ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے کی آخری ضرورت

کیوں محسوس کی گئی جب کہ آئین میں پہلے سے مطلوبہ شقیں موجود تھیں۔ اس کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ 1992ء میں حاکم خاں کیس میں جسٹس نسیم حسن شاہ نے آرٹیکل 2-A کے بارے میں یہ قرار دیا تھا کہ یہ تمام آئین پر حاوی نہیں ہے اور یہ کہ آئین کی ہر دفعہ کی اپنی ایک حیثیت ہے کوئی دفعہ کسی دوسری پر حاوی نہیں ہوتی گو کہ 1993ء میں ظہیر الدین کیس میں اس سے تھوڑا مختلف فیصلہ آیا جس میں دفعہ 2-A کی اہمیت قدرے اجاگر ہوئی۔ اس فیصلے میں 2-A کو وہ بنیاد قرار دیا گیا۔ جس کی روشنی میں سارے آئین کو دیکھا جانا چاہئے۔ اس طرح بنیادی حقوق بھی وہی تسلیم کر لئے گئے جو قرآن وسنت نے عطا کر رکھے ہیں۔

ایکٹ 1998ء

آئین میں سولہویں ترمیم کا ایکٹ 1998ء

مندرجہ ذیل ایکٹ کو قومی اسمبلی نے 27 جولائی 1998ء کو منظور کیا۔

ہر گاہ یہ مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

اس کی رو سے مندرجہ ذیل قانون بنایا جائے گا۔

1- مختصر عنوان اور آغاز: (1) یہ ایکٹ آئین میں سولہویں ترمیم کا ایکٹ 1998ء کہلائے گا۔

(2) اس کا اطلاق فوری طور پر ہوگا۔

آئین کی دفعہ 27 شق (1) میں ترمیم: آئین کی دفعہ (1) 27 پہلے مشروط Provision میں لفظ بیس کی بجائے لفظ چالیس کو تبدیل کیا جائے اور پھر اسے ہمیشہ کے لئے تصور کیا جائے گا۔

آئین میں سولہویں ترمیم

قومی اسمبلی نے 27 جولائی 1999ء کو آئین میں سولہویں ترمیم کا بل بھاری

اکثریت سے منظور کرلیا۔ اس ترمیم کے ذریعے کوٹہ سسٹم میں مزید 20 سال کی توسیع کر دی گئی۔ یہ بل وفاقی وزیر قانون خالد انور نے پیش کیا۔ پیپلز پارٹی سمیت اپوزیشن جماعتوں نے اس کی حق میں ووٹ دیا جبکہ متحدہ قومی موومنٹ کے ارکان نے مخالفت کی۔

آئین میں 16 ویں ترمیم کے اس بل پر رائے شماری کی گئی تو حمایت میں 162 اور مخالفت میں چار ووٹ ڈالے گئے۔ یہ چاروں ووٹ ایم کیو ایم کے ارکان کے تھے۔

بل کی منظوری سے 2013ء تک سرکاری ملازتوں میں بھرتی کے لئے کوٹہ سسٹم کے مطابق ہی عمل کیا جائے گا۔

آئین میں 16 ویں ترمیمی بل کے ذریعے کوٹہ سسٹم میں 20 سال کی توسیع کی گئی اور اسے 1992ء سے موثر قرار دیا گیا۔ بل کی منظوری سے قبل ایم کیو ایم کے ارکان نے بل کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے ناانصافی سے تعبیر کیا۔ بل اپوزیشن لیڈر اور لیڈر آف دی ہاؤس کی عدم موجودگی میں منظور ہوا۔ ایوان میں ایم کیو ایم کے ارکان کی تعداد 12 تھی لیکن بل پیش کئے جانے کے موقع پر ایم کیو ایم کے صرف چار ارکان حاضر تھے۔

اقلیتی کن پیٹر جان سہوترا نے بل کی منظوری سے قبل نکتہ اعتراض پر کہا کہ وفاقی ملازمتوں میں اقلتی ارکان کو کوٹہ بھی مختص کیا جائے۔

متحدہ قومی موومنٹ نے کوٹہ سسٹم کو میرٹ اور انصاف کا خون قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ مہاجروں کے ساتھ شدید زیادتی ہے۔ اس لیے سندھیوں اور مہاجروں کے درمیان ایک مرتبہ پھر فاصلے بڑھیں گے کلاس، ایویا اور ریجن کی بنیاد پر کوٹہ سسٹم لانا سخت ناانصافی ہے یہ قابل محنتی شہریوں کی حوصلہ شکنی کرے گا۔ تعلیم اور پیشہ روانہ تربیت کے میعاد میں کمی آجائے گی۔

تشریح

آئین میں 16 ویں ترمیم کے ذریعے سرکاری ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم کی بحالی سے وفاقی محکموں میں نئی بھرتی کی راہ میں حائل آخری رکاوٹ دور ہوگئی جس سے سرکاری محکموں میں ایک لاکھ کے قریب خالی آسامیاں بے روزگاروں کے لئے خوشی کا پیغام بن کر ابھریں۔

آئین میں 1973ء میں سرکاری ملازمتوں میں 10 سال کے لئے کوٹہ سسٹم رکھا گیا تھا۔ 1983ء میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے کوٹہ سسٹم کی مدت میں مزید دس سال کی توسیع کردی لیکن سال 1993ء میں جب یہ مدت ختم ہوئی تو کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر بھرتی کا سلسلہ جاری رکھا گیا تھا جس پر ایک شخص نے سپریم کورٹ میں آئینی رٹ دائر کردی۔ عدالت نے محکموں کو حکم دیا تھا کہ وہ خالی آسامیاں مشتہر کر کے اوپن میرٹ کی بنیاد پر پر کریں چنانچہ آئین میں ترمیم کرنا ضروری ہوگیا۔ اس ترمیم کی منظوری کے بعد کوٹہ سسٹم کی مدت سال 2013ء تک ہونے سے سال 1993ء سے جولائی 1998ء تک خلاف ضابطہ قرار پانے والی بھرتیوں کو آئینی تحفظ مل گیا کیوں کہ اس ترمیم کے ذریعے 1973ء کے آئین میں کوٹہ سسٹم کی 20 سالہ مدت کے لفظ کو 40 سالہ مدت میں تبدیل کردیا گیا۔

اس آئینی ترمیم سے قبل وزیراعظم کی جانب سے بھرتی پر عائد پابندی ختم ہونے کے اعلان کے باوجود سرکاری محکموں میں بھرتی کا سلسلہ شروع نہ ہوسکا تھا۔

بیوروکریسی کا موقف تھا کہ اگر انہوں نے کوٹہ سسٹم کو آئینی تحفظ ملے بغیر کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر بھرتی کی تو عدالت توہین عدالت کی سزا سنائے گی اور اگر وہ عدالت کے حکم سے اوپن میرٹ پر بھرتی شروع کرتے ہیں تو بیوروکریسی کا خیال تھا کہ اس طریق کار تحت تمام وفاقی محکموں کی اہم آسامیوں پر بڑے صوبے اور ان کے بڑے شہروں کے لوگ بھرتی ہوجائیں گے چھوٹے صوبے اور چھوٹے شہروں میں احساس

محرومی بڑھے گی۔ کوٹہ سسٹم کے بارے میں بیوروکریسی نے اس رائے کا بھی اظہار کیا تھا کہ یہ میرٹ کی خلاف ورزی نہیں بلکہ وفاقی محکموں میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے بے روزگاروں کو مناسب نمائندگی دینے کا ایک ضروری جزو ہے۔

کوٹہ سسٹم کو قانونی حیثیت نہ دینے کی وجہ سے یہ مشکل بھی پیش آئی کہ 1998ء میں سی ایس ایس کے مقابلے کے امتحان کا کامیاب امیدواروں کو نہ تو گروپ الاٹ ہو سکے اور نہ ہی ان کی ضروری تربیت شروع کی جا سکی۔

آئین میں 16ویں ترمیم کے ذریعے ایسی تمام مشکلات ختم ہو گئیں جو بھرتیوں کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں۔

کوٹہ سسٹم کی بحالی کے سلسلے میں بیوروکریسی کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے ارکان اسمبلی و سینٹ کو قائل کیا کہ کوٹہ سسٹم کی بحالی **ملک** کے وسیع تر مفاد میں بہت ضروری ہے۔

کوٹہ سسٹم کے اہم مقاصد میں **ملک** کے پسماندہ دیہی علاقوں کو تعلیمی سہولتوں اور معیار کے اعتبار سے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لانا شامل تھا۔

1983ء میں جب اس کی مدت میں دس سال کی توسیع کی گئی تھی تو خصوصاً سندھ کے شہری علاقوں کے تعلیم یافتہ حلقوں سے پرزور احتجاج ہوا جب اس احتجاج پر کان نہیں دھرے گئے تھے اور کوئی بھی منصفانہ اور حقیقت پسندانہ تصفیہ کرنے سے گریز کیا گیا تو اس احتجاج نے بڑھ کر علاقائی اور لسانی کشیدگی اور ایک ایسے مستقل اور مسلسل تنازعہ کی شکل اختیار کر لی۔

کوٹہ سسٹم کے مقاصد 1993ء تک بھی پورے نہ کئے جا سکے۔ ہمارے دیہی علاقوں میں آج بھی تعلیمی سہولتوں اور تعلیمی معیار میں کوئی بہتری نہیں آئی۔

کوٹہ سسٹم کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ کرپشن انتہا کو پہنچ گئی اور سیاسی لوگوں کی تابعداری کا سلسلہ کوٹہ سسٹم کے باعث ہی شروع ہوا تو اوپر سے نیچے تک بیورو

کریسی نے اصولوں اور قانون وقواعد کی پاسداری اور دیانتداری کی سختیوں سے نجات حاصل کرلی۔ چاپلوسی، خوشامد اور تابعداری نے اہلیت اور نااہلیت کے فرق کو مٹا کر رکھ دیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ کوٹہ سسٹم کے تحت کی جانے والی تقرریوں کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جاتا اور اس سے پیدا ہونے والی کشیدگی کو دور کیا جاتا ہے اور تمام شہریوں کے روزگار کا تحفظ اور میرٹ پر روزگار کی فراہمی کا اہتمام کیا جاتا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ہنگامی حالت کا فرمان

(14 اکتوبر 1999)

(1) مسلح افواد کے سربراہوں اور پاکستان آرمی کے کور کمانڈروں کی باہمی مشاورت اور فیصلوں پر عملدرآمد کرتے ہوئے میں جنرل پرویز مشرف چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور چیف آف آرمی سٹاف ملک بھر میں ہنگامی حالت کے نفاذ اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھالنے کا اعلان کرتا ہوں۔

(2) میں حکم دیتا ہوں اور حسب ذیل فرمان جاری کرتا ہوں۔

(a) اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کا آئین ملتوی رہے گا۔

(b) صدر پاکستان، صوبائی اسمبلیاں اور سینٹ معطل قرار پائی ہیں۔

(c) قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیاں اور سینٹ معطل قرار پائی ہیں۔

(d) سینٹ کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین، قومی اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر اور صوبائی اسمبلیوں کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر معطل قرار پائے ہیں۔

(e) وزیراعظم، وفاقی وزراء، وزرائے مملکت، وزیراعظم کے مشیر، پارلیمانی سیکرٹری، صوبائی گورنر، صوبائی وزرائے اعلیٰ، صوبائی وزراء اور وزیراعلیٰ کے مشیر اپنے عہدوں پر قائم نہیں رہے۔

(f) پورے پاکستان کا (تنظیم و نسق) مسلح افواج کے تحت ہوگا۔

(g) اس فرمان کا نفاذ فوری طور پر ہوگا جس کا اطلاق 12 اکتوبر 1999ء کے دن سے ہوگا۔

دستخط

جنرل پرویز مشرف

چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی

چیف آف آرمی سٹاف اور

چیف ایگزیکٹو آف پاکستان

مورخہ 14 اکتوبر 1999ء

عبوری آئین حکم

(نمبر 14 □ 1 اکتوبر 1999ء)

14 اکتوبر 1999ء کے فرمان کی تعمیل کے مطابق اور تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کے تحت تفویض کئے گئے ہیں۔ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور چیف آف آرمی سٹاف اور 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان کے تحت بحیثیت چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان نے عبوری آئین کا یہ حکم جاری کیا۔

(1) یہ حکم عبوری آئین کا حکم نمبر 1999 □ 1ء کہلائے گا۔

(2) جس کا دائرہ عمل پورا پاکستان ہوگا۔

(3) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

2 (1) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعات پر عملدرآمد معرض التواء میں جانے سے قطع نظر پاکستان کا نظر ونسق جہاں تک یہ حکم اور چیف ایگزیکٹو کی طرف سے جاری کئے گئے دوسرے احکام اجازت دیں جتنی حد تک ممکن ہو آئین کے مطابق چلایا جائے گا۔

(2) جیسا کہ بالائی عنوان ہے وہ تمام عدالتیں جو اس حکم کے نفاذ سے فوری پہلے قائم تھیں کام کرتی رہیں گے اور اپنے دائرہ اختیار اور اختیارات استعمال کریں گے۔

بشرطیکہ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ یا کسی دوسری عدالت کو چیف ایگزیکٹو یا ان کی

اتھارٹی کے تحت دائرہ اختیارات یا اختیار استعمال کرنے والے کسی شخص کے خلاف حکم جاری کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(3) آئین کے حصہ دوم باب اول میں دیے گئے بنیادی حقوق جو ہنگامی حالت کے فرمان یا کسی فرمان کے تحت وقتاً فوقتاً جاری ہونے والے کسی حکم سے متصادم نہ ہونا فذ العمل رہیں گے۔

(1) صدر مملکت چیف ایگزیکٹو کی ایڈوائس پر اور اس کے مطابق عمل کریں گے۔

(2) ایک صوبے کا گورنر چیف ایگزیکٹو کی ہدایات کے مطابق عمل کریں گے۔

4 (1) کسی بھی عدالت، ٹریبونل یا کسی اتھارٹی کو ہنگامی حالت کے نفاذ کے فرمان بمورخہ 14 اکتوبر 1999ء یا کوئی فرمان جو اس کے تابع ہو کے تحت سماعت کے اختیار کی اجازت نہیں ہوگی۔

(2) کسی عدالت یا ٹریبونل کی جانب سے چیف ایگزیکٹو یا ان کی طرف سے نامزد کی گئی کسی اتھارٹی کے خلاف کسی بھی قسم کا کوئی فیصلہ ڈگری، رٹ، حکم یا پروسس جاری نہیں کیا جائے گا۔

(5) آئین کی دفعات پر عمل درآمد معرض التواء میں ڈالے جانے سے قطع نظر لیکن چیف ایگزیکٹو کے احکام کے تحت آئین کے سوا تمام قوانین نافذ العمل رہیں گے تا آنکہ چیف ایگزیکٹو یا ان کی طرف سے نامزد گی کی گئی کوئی اتھارٹی ان میں ردوبدل کرے۔ ترمیم کرے۔

(6) 28 مئی 1998ء کو جاری ہونے والا ہنگامی حالت کا فرمان 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان اور عبوری آئین کے اس حکم اور اس کے تحت جاری ہونے والا کوئی اور حکم بھی۔

(7) تمام افراد جو اس حکم کے نفاذ سے فوراً پہلے آئین کے آرٹیکل 260 میں دی گئی تعریف کے مطابق پاکستان کی سروس میں تھے اور وہ تمام افراد جو اس حکم کے نفاذ سے فوراً پہلے سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت یا کسی ہائی کورٹ کے جج تھے یا آڈیٹر جنرل، محتسب، چیف احتساب کمشنر تھے انہی شرائط پر اور اس استحقاق کے ساتھ اپنی سروس یا اپنے عہدوں پر فائز رہیں گے۔

عبوری آئین (ترمیمی) کا حکم

2 1999ء (16 اکتوبر 1999ء)

14 اکتوبر 1999ء کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے اور اس کے تحت تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان نے مندرجہ ذیل حکم جاری کیا:

(1) یہ حکم عبوری آئین کا (ترمیمی) حکم 1999ء کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

2 آئین کے عبوری حکم نمبر 1 1999ء میں مندرجہ ذیل ترمیم کی جاتی ہے۔ دفعہ 7 ہائی کورٹ کے الفاظ کے بعد الفاظ چیف الیکشن کمشنر کا اضافہ کیا جائے گا۔

عبوری آئین (ترمیمی) کا حکم

3 1999ء (16 اکتوبر 1999ء)

14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان اور عبوری آئینی حکم نمبر 1 کی تکمیل کرتے ہوئے اور اس کے تحت دیے گئے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو نے مندرجہ ذیل فرمان جاری کیا:

(1) ایڈووکیٹ جنرل صوبہ پنجاب مسٹر اوصاف علی کو فوری طور پر ان کے عہدے سے برخاست کیا جاتا ہے۔

(2) مسٹر ایم سردار خاں ایڈووکیٹ جنرل صوبہ سرحد کو فوری طور پر ان کے عہدے پر برخاست کیا جاتا ہے۔

(3) ایڈووکیٹ جنرل صوبہ بلوچستان مسٹر ملک سکندر کو فوری طور پر ان کے عہدے سے برطرف کیا جاتا ہے۔

گورنروں کی تقرری اور عہدے کی حلف برداری کا حکم

4 آف 1999ء (جاری کردہ 23 اکتوبر 1999ء)

بہ تعمیل ہنگامی حالت کے حکم بمورخہ 14 اکتوبر 1999ء اور عبوری آئین کا حکم نمبر 1 آف 1999ء اور دیگر تمام اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان گورنروں کی تقرری کے بارے میں حسب ذیل حکم نفاذ کرتے ہیں:

(1) یہ حکم گورنروں کی تقرری اور حلف برداری کا حکم (حکم نمبر 4 آف 1999ء) کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نفاذ العمل ہوگا اور اس کا اطلاق 14 اکتوبر 1999ء سے ہوگا۔

(3) جیسا کہ عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء کی دفعہ 3 میں کہا گیا ہے کہ چیف ایگزیکٹو کے مشورے سے صدر پاکستان ہر صوبے کے گورنر کی تقرری کریں گے۔

(4) گورنر اس وقت تک اپنے عہدے پر برقرار رہ سکے گا جب تک کہ اسے چیف ایگزیکٹو کی خوشنودی حاصل رہے گی اور ایسی تنخواہ، الاؤنس اور مراعات کا مستحق ہوگا جس کا تعین چیف ایگزیکٹو کریں گے۔

(5) گورنر اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ استعفیٰ صدر کو پیش کرے گا۔

(6) چیف ایگزیکٹو ایسے احکام کا تعین کریں گے جو گورنر کے فرائض منصبی کو سر

انجام دینے کے لئے ضروری خیال کئے جائیں گے۔

(7) گورنر پاکستان کی ملازمت میں کوئی منفعت بخش عہدہ یا کوئی دوسری ایسی حیثیت قبول نہیں کرے گا جو خدمات کی انجام دہی کے صلے میں معاوضہ کے حق کی حامل ہو۔

(8) جب گورنر پاکستان سے غیر حاضر ہوگا یا وہ اپنے فرائض منصبی کو انجام دینے کے قابل نہیں رہے گا تو چیف ایگزیکٹو کسی ایسے شخص کو اس عہدہ پر فائز کریں گے جو اس کا اہل ہوگا۔

(9) اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے دوران گورنر صدر کی ہدایات اور مشورے کے مطابق کے عمل کرے گا۔

حلف نامہ برائے صوبائی گورنر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

میں.....صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں

(1) کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفاداری رہوں گا۔

(2) کہ بحیثیت گورنر صوبہ..... میں اپنے فرائض اور کارہائے منصبی' ایمانداری' اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری' سلامتی' استحکام' بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا۔

(3) کہ میں 14 اکتوبر 1999ء کے فرمان اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 مجریہ 1999ء کی جو چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی چیف آف آرمی سٹاف اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو نے 14 اکتوبر 1999ء کو جاری کیا اور اس کے بعد جاری کئے جانے والے ان کے تمام احکامات کی پابندی کروں گا۔

(4) کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

(5) کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

(6) کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے ساتھ بلا خوف' رعایت اور بلا رغبت و عناد قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔

(7) اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی اطلاع نہ دوں گا نہ اس پر ظاہر کروں گا جو بحیثیت گورنر صوبہ..... میرے سامنے غور کے لئے پیش کیا جائے گا۔ یا میرے علم میں آئے گا سوائے اس کے کہ جب بحیثیت

گورنر اپنے فرائض کی کماحقہٗ انجام دہی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو۔

اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے (آمین)

گورنر کے اختیارات اور فرائض منصبی کا حکم نمبر 5 آف 1999ء

بمورخہ 30 اکتوبر 1999ء

14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے نفاذ کے فرمان، عبوری آئین کے حکم نمبر 1 اور اس کے تحت تمام اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان نے گورنروں کے اختیارات اور فرائض منصبی کی انجام دہی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل حکم جاری کیا:

1- مختصر عنوان اور آغاز: (1) یہ حکم گورنروں کے اختیارات اور فرائض منصبی کا حکم نمبر 5 آف 1999ء کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

(2) گورنروں کے اختیارات اور فرائض منصبی: (1) عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء کی شق 2 دفعہ 3 کے مطابق گورنر کے اختیارات اور فرائض منصبی وہی ہوں گے جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحت انہیں تفویض کئے گئے ہیں۔ ان میں وزیر اعلیٰ اور ایسے دیگر تمام اختیارات بھی شامل ہوں گے جو چیف ایگزیکٹو تفویض کریں گے۔

گورنر اگر خود ضرورت محسوس کریں یا چیف ایگزیکٹو انہیں حکم دیں تو وہ صوبے میں امن و امان اور انتظامی امور میں تعاون کے لئے فوج طلب کر سکتے ہیں۔

قومی سلامتی کونسل کا تقرر اور رکن کے عہدے کی حلف برداری

عبوری آئین کا حکم 6 آف 1999ء بمطابق 30 اکتوبر 1999ء

14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء اور ان کے تحت حاصل کردہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے

چیف ایگزیکٹو نے دفتری معاونت اور مشورے کے لئے قومی سلامتی کونسل (جسے بعدازاں کونسل کہا جائے گا) کی تقرری کا حکم جاری کیا ہے۔

مختصر عنوان اور نفاذ:

(1) یہ حکم قومی سلامتی کونسل کی تقرری اور عہدے کی حلف برداری کا حکم (آرڈر نمبر 6 آف 1999ء) کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

(3) چیف ایگزیکٹو قومی سلامتی کونسل کے چیئرمین ہوں گے جو چیف آف نیول سٹاف، چیف آف ائیر سٹاف اور ایسے دیگر ارکان پر مشتمل ہوگی جس کی تقرری کا حکم نامہ چیف ایگزیکٹو جاری کریں گے۔

(4) کونسل کے ارکان چیف ایگزیکٹو کی خوشنودی حاصل ہونے تک اپنے عہدے پر برقرار رہ سکیں گے۔

(5) چیف ایگزیکٹو کونسل کا اجلاس ایسے وقت اور مقام پر کریں گے جو بحث مباحثے کے لئے موزوں ہوگا۔

(6) قومی سلامتی کونسل ان امور میں چیف ایگزیکٹو کو مشورے دے گی جو قومی سلامتی، امور خارجہ، امن و امان کی صورت حال، کرپشن (بدعنوانی) احتساب، نادہندگان سے بنک قرضوں اور سرکاری واجبات کی وصولی، اسلامی نظریہ، انسانی حقوق، اقلیتوں کا تحفظ اور خواتین کی ترقی شامل ہیں اور وہ تمام مقاصد جن کا ذکر قرارداد مقاصد 1949ء میں کیا گیا ہے۔

(7) چیف ایگزیکٹو قومی سلامتی کونسل کے دیئے گئے مشوروں اور فیصلوں پر عملدرآمد کرانے کے سلسلے میں اقدامات کریں گے۔

(8) چیف ایگزیکٹو اپنے صوابدیدی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے کسی رکن کو تبدیل یا نئے رکن اضافہ کر سکتے ہیں۔

تشریح

پاکستان میں اس طرز کے ادارے کے قیام کے سلسلے میں سب سے پہلے صدر ایوب نے اکتوبر 1958ء میں تجویز پیش کی تھی انہوں نے اس ادارے کا نام نیشنل ایڈوائزری کونسل رکھا تھا لیکن اس کا تسلسل برقرار نہ رکھا جا سکا۔

1971ء میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار آئے تو انہوں نے ملک کو 1973ء میں نیا آئین دیا۔ اس ضمن میں انہوں نے 1973ء میں ڈیفنس سکیورٹی کے مینوئل کے منظوری دی تھی جسے اعلیٰ دفاعی تنظیم کا نام دیا گیا تھا جس کی نگرانی میں تین نئے ادارے قائم کئے گئے۔

(1) جائنٹ سٹاف آرگنائزیشن (جے ایس او) جس کا سربراہ چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کو بنایا گیا اس کے اراکین میں تینوں مسلح افواج کے سربراہ بھی شامل تھے۔

(2) دوسرا ادارہ ڈیفنس کونسل کے نام سے وزیر دفاع کی سربراہی میں قائم کیا گیا۔ کونسل میں چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور تینوں مسلح افواج کے سربراہ شامل کئے گئے۔

(3) ڈیفنس کمیٹی برائے کابینہ کے نام سے تیسرا ادارہ وجود میں آیا اس کمیٹی کی سربراہی وزیراعظم کو دی گئی۔ چار وفاقی وزراء دفاع' خارجہ' داخلہ اور خزانہ اس کے اراکین تھے۔

چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی' آرمی چیف' نیول چیف اور ائیر مارشل ڈیفنس کمیٹی کے باضابطہ رکن نہ تھے۔ لیکن کمیٹی کے ہر اجلاس میں ان کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا تھا۔

قومی سلامتی کونسل آرٹیکل 232 کے تحت ہنگامی حالت نافذ کرنے کے علاوہ اہم اور حساس قومی امور سے متعلق سفارشات پیش کر سکتی تھی۔

جنرل ضیاء الحق برسر اقتدار آئے تو انہوں نے مارچ 1985ء میں صدارتی حکم نمبر 14 کے ذریعے عبوری آئینی حکم نامے کے باب 3 میں قومی سلامتی کونسل کیق یام کی شق آرٹیکل 152 (الف) میں شامل کر دی۔ جس کی تمام جمہوریت پسند جماعتوں نے شدومد سے مخالفت کی تاہم 1985ء میں غیر جماعتی جونیجو اسمبلی نے آٹھویں ترمیم کے تحت صدر ضیاء الحق کو اسمبلی برطرف کرنے کا اختیار دینے کی حامی بھر لی تو آئین میں سے آرٹیکل 58 ٹو (بی) کی شمولیت کے عوض قومی سلامتی کونسل کے قیام کی شق خارج کر دی گئی۔ ازاں بعد 1997ء تک اس ضمن میں مزید کوئی پیش رفت نہ ہوئی تاہم 6 فروری 1997ء کو صدر فاروق احمد خاں لغاری نے آئین کے آرٹیکل 90 اور 99 کے تحت حاصل اختیارات استعمال کرتے ہوئے بزنس رولز 1973ء میں ترمیم کر کے رول 2 (اے) کی جگہ رول 20 (اے) کے تحت کونسل برائے دفاع و قومی سلامتی (CDNS) قائم کر دی۔ 10 اراکین پر مشتمل سی ڈی این ایس کے انتظامی ڈھانچے میں چار فوجی اور 6 سول نمائندے شامل کیے گئے جس میں خود صدر پاکستان، وزیر اعظم، مسلح افواج کے سربراہ، وفاقی وزیر دفاع، داخلہ، خارجہ اور مشیر یا وزیر خزانہ شامل کیے گئے۔ لیکن نواز شریف کے دوبارہ برسر اقتدار آنے کے بعد صدر فاروق لغاری کے جاری کردہ نوٹیفکیشن پر عمل درآمد نہ کیا جس پر یہ ادارہ مدت مقررہ کے بعد از خود ہی ختم ہو گیا۔ 5 اکتوبر 1999ء کو سابق چیف آف آرمی سٹاف جنرل جہانگیر کرامت نے قومی سلامتی کونسل بنانے کی تجویز پیش کی جسے مسترد کرتے ہوئے وزیر اعظم نواز شریف نے انہیں ان کے عہدے سے فارغ کر دیا ازاں بعد

12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے 17 اکتوبر 1999ء کو نیشنل سکیورٹی کونسل کے قیام کا اعلان کر دیا۔

جنرل پرویز مشرف کی جانب سے تشکیل کردہ کونسل کا نظریہ امریکہ اور ترکی سے

مستعار لیا گیا ہے۔

ماخوذ سنڈے ''جنگ'' میگزین

31 اکتوبر تا 6 نومبر 1999ء

(مضمون خالدہ یوسف)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حلف نامہ رکن قومی سلامتی کونسل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں ..... صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفاداری رہوں گا۔

کہ بحیثیت رکن قومی سلامتی کونسل میں اپنے فرائض اور کار ہائے منصبی' ایمانداری' اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری' سلامتی' استحکام اور بہبودی اور خوشحالی کی خاطر انجام دوں گا۔ کہ میں ہنگامی حالت کے نفاذ سے حکم 14 اکتوبر 1999ء اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء جاری کردہ چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی آف آرمی سٹاف اور چیف ایگزیکٹو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان بمورخہ 14 اکتوبر 1999ء اور ازاں بعد اس کی طرف سے جاری کردہ احکامات کا پابند رہوں گا۔

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو کہ قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

کہ ہر حال میں' میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلاخوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد' قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی اطلاع نہ دوں گا نہ اس پر ظاہر کروں گا جو رکن سلامتی قومی کونسل کی حیثیت سے میرے سامن غور کے لئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں انئے گا بجز جب کہ رکن قومی سلامتی کونسل کی حیثیت سے اپنے فرائض کی ماحقہ انجام دہی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو۔

اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ (آمین)

وفاقی وزراء کی تقرری اور عہدے کی حلف برداری کا حکم نمبر 7 جاری کردہ بمورخہ 30 اکتوبر 1999ء

بہ تعمیل ہنگامی حالت کے فرمان بموجب 14 اکتوبر 1999ء عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء اور چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنے دیگر اختیارات استعمال لاتے ہوئے وفاقی وزراء (جنہیں بعدازاں کابینہ کہا جائے گا) کا مندرجہ ذیل حکم نافذ کرتے ہیں۔

(1) یہ حکم وفاقی وزراء کی تقرری اور عہدے کی حلف برداری کا حکم نمبر 7 آف 1999ء کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

(3) چیف ایگزیکٹو کی سربراہی میں ایک کابینہ قائم کی جائے گی۔ کابینہ کے رکن کی تقرری صدر چیف ایگزیکٹو کے مشورے سے کریں گے۔ کابینہ چیف ایگزیکٹو کے فرائض منصبی کی انجام دہی کے لئے ان سے معاونت کرے گی اور مشورے دے گی۔

(4) وفاقی وزراء چیف ایگزیکٹو کی خوشنودی حاصل کرنے تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکیں گے۔

(5) چیف ایگزیکٹو ایک ایسے وقت اور مقام پر جہاں وہ مناسب سمجھیں گے کابینہ کا اجلاس بلائیں گے اور اس کی صدارت کے فرائض بھی چیف ایگزیکٹو ہی انجام دیں گے۔

(6) کابینہ کے فیصلوں کا اطلاق/نفاذ ایسے انداز میں کیا جائے گا جیسا کہ چیف ایگزیکٹو ہدایت دیں گے۔

(7) چیف ایگزیکٹو اپنی صوابدید پر وفاقی وزراء کو قائم مقام تبدیل یا کسی رکن کا

اضافہ کرسکیں گے۔

(8) چیف ایگزیکٹو وفاقی وزراء کی شرائط ملازمت، تنخواہ، الاؤنسز اور مراعات کا تعین کریں گے۔

(9) ایک وفاقی وزیر اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحریر کے ذریعے صدر کو اپنا استعفیٰ پیش کرسکتا ہے۔

(10) عہدہ سنبھالنے سے قبل ایک وفاقی وزیر صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سامنے شیڈول میں رکھے گئے فارم کے تحت اپنے عہدے کا حلف اٹھائے گا۔

(11) وفاقی حکومت کے موجودہ رولز آف بزنس برقرار رہیں گے لیکن وہ عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء اور اس میں وقتاً فوقتاً کی جانے والی ترامیم سے مشروط ہوں گے۔

(12) موجودہ قوانین میں وفاقی حکومت کے رولز آف بزنس میں جہاں جہاں وزیر اعظم کے الفاظ آتے ہیں ان کی جگہ چیف ایگزیکٹو کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے۔

وفاقی وزیر کا حلف نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں ..... صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا۔

کہ بحیثیت وفاقی وزیر میں اپنے فرائض کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ چیف ایگزیکٹو کے فوقتاً فوقتاً جاری ہونے والے احکامات کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، یکجہتی، سلامتی، استحکام، بہبود اور خوشحالی کی خاطر سرانجام دوں گا۔

کہ میں چیئرمین جنہیں جائنٹ چیفس سٹاف کمیٹی، چیف آف آرمی سٹاف 14 اکتوبر 1999ء کے فرمان ہنگامی حالت اور عبوری آئین کے فرمان کے حکم نمبر 1 آف 1999ء اور چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 14 اکتوبر 1999ء کو اور ان کے مابعد تمام جاری ہونے والے احکامات کو پابندی کروں گا۔

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

کہ میں ہر حال میں، ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلاخوف، رعایت اور بلا رغبت و عناد قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا نہ اسے ظاہر کروں گا جو بحیثیت وفاقی وزیر میرے سامنے غور کے لیے پیش کیا جائے گا۔ یا میرے علم میں آئے گا، بجز جب کہ بحیثیت وفاقی کابینہ کے رکن کے اپنے فرائض کی ماحقہ انجام دہی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے آمین)

صوبائی وزراء کا تقرر اور عہدے کی حلف برداری کا حکم نمبر 8

(جاری کردہ مبورخہ 15 نومبر 1999ء)

بہ تعمیل ہنگامی حالت کے فرمان بمورخہ 14 اکتوبر 1999ء اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء جسے گورنروں کی تقرری اور عہدے کی حلف برداری کے حکم نمبر 4 آف 1999ء اور گورنروں کے اختیارات اور فرائض منصبی کے حکم نمبر 6 آف 1999ء کے ساتھ پڑھا جائے گا اور وہ دیگر تمام اختیارات جو اس حکم کے تحت چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان کو حاصل ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صوبوں کے وزراء کی تقرری کا حسب ذیل حکم (جسے بعد ازاں کابینہ کہا جائے گا) نافذ کیا۔

(1) یہ حکم صوبائی گورنروں کی تقرری اور حلف برداری کا حکم (حکم نمبر 8 آف 1999ء) کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا اور اس کا اطلاق 23 اکتوبر 1999ء سے کیا جائے گا۔

(3) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ہر صوبے میں وزراء کی ایک کابینہ ہوگی جس کا سربراہ گورنر ہوگا۔

کابینہ کے ارکان کا تقرر چیف ایگزیکٹو کی پیشگی منظوری کے ساتھ گورنر کرے گا۔ کابینہ گورنر کو اپنے فرائض منصبی کا انجام دینے کے لئے اسے مشورہ دے گی۔

(4) صوبائی وزراء اس وقت اپنے عہدوں پر کام کرتے رہیں گے جب تک کہ انہیں گورنر کی خوشنودی حاصل رہے گی۔

(5) گورنر اپنے صدارت میں کابینہ اجلاس ایسے وقت اور مقام پر بلائے گا جسے وہ موزوں سمجھے گا۔

(6) گورنر کی ہدایات کے مطابق کابینہ کے فیصوں پر عملدرآمد ہوگا۔

(7) گورنر چیف ایگزیکٹو کی پیشگی منظوری کے ساتھ صوبائی وزیر کو قائم مقام مقرر کر سکے گا تبدیل کر سکے گا یا کسی وزیر کا اضافہ کر سکے گا۔

(8) گورنر صوبائی وزیروں کی تنخواہ' الاؤنسز اور مراعات کا تعین دے سکے گا۔

(9) صوبائی وزیر اپنے ہاتھوں کی تحریر سے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے سکے گا۔

(10) ایک صوبائی وزیر اپنا عہدہ سنبھالنے پر شیڈول میں دیے گئے فارم کے تحت حلف اٹھائے گا۔

(11) وفاقی حکومت کے موجودہ رولز آف بزنس برقرار رہیں گے لیکن عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء اور اس میں 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان یا چیف ایگزیکٹو کی جانب سے وقتاً فوقتاً جاری کئے جانے والے احکامات (اصلاح اور ترمیم کے ساتھ) یا کوئی اور حکم جسے گورنر چیف ایگزیکٹ کی پیشگی منظوری کے ساتھ جاری کرے گا۔ بھی نافذ ہوں گے۔

(12) موجودہ قوانین میں وفاقی حکومت کے رولز آف بزنس میں جہاں جہاں وزیر اعلیٰ کے الفاظ آئے ہیں ان کی جگہ گورنر کے الفاظ استعمال ہوں گے۔

صوبائی وزیر کا حلف نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں ..... صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا۔

کہ بحیثیت صوبائی وزیر میں اپنے فرائض و کار ہائے منصبی امیانداری' اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری' یکجہتی' سلامیت' استحکام' بہبود اور خوشحالی کی خاطر سرانجام دوں گا۔

کہ میں 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء کے تحت چیئرمین جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی' چیف آف آرمی سٹاف اور چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان بمورخہ 14 اکتوبر 1999ء اور گورنر کی جانب سے چیف ایگزیکٹو کی پیشگی منظوری اور اس کے بعد جاری کردہ احکامات کی پابندی کروں گا۔

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو کہ قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

کہ میں ہر حال میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا نہ ہی اسے ظاہر کروں گا جو بحیثیت صوبائی وزیر میرے سامنے غور کے لیے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جب کہ بحیثیت صوبائی کابینہ کے رکن کے اپنے فرائض کی مناحقہ انجام دہی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو۔

(اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے آمین)

عبوری آئین کا ترمیمی حکم نمبر 9 بمورخہ 14 نومبر 1999ء

بہ تعمیل 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء جیسے ترمیم کیا گیا اور چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے حسب ذیل حکم نافذ کرتے ہیں:

(1) (1) یہ حکم عبوری آئین (ترمیم) کا حکم 9 آف 1999ء کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا اور یہ 14 اکتوبر 1999ء کے دن سے موثر ہوگا۔

(2) عبوری آئین کے حکم نمبر 1 ایک کی دفعہ 5 میں آئین کے الفاظ کے بعد اور جاری رہنے کے الفاظ سے پہلے تیسری سطر میں آل آرڈیننسز، فرمان، رولز، بائی لاز، ضابطے، نوٹیفکیشن اور دیگر قانونی دستاویزات جو پاکستان کے کسی بھی حصے میں نافذ العمل ہیں خواہ انہیں صدر یا صوبائی گورنر نے نافذ کیا ہو کو بھی شامل کیا جائے اور ہمیشہ شامل کیا جاتا رہے گا۔

(3) چیف ایگزیکٹو کے عبوری آئین کے حکم ایک آف 1999ء کی دفعہ 5 مندرجہ ذیل کو شامل کیا جائے گا اور ہمیشہ شامل کیا جاتا رہے گا۔

5۔اے (1) صدر یا صوبائی گورنر کی طرف سے جاری کردہ آرڈیننس کی مدت کا اطلاق جو کہ آئین میں مقرر کی گئی ہے نہیں ہوگا۔

شق (1) کی شرائط کا اطلاق صدر یا صوبائی گورنر کی طرف سے جاری کردہ آرڈیننس (جو کہ چیف ایگزیکٹو کے 14 اکتوبر 1999ء کے حکم کے اجراء سے پہلے نافذ العمل تھا) پر بھی ہوگا۔

(4) چیف ایگزیکٹو کے 14 اکتوبر 1999ء کے فرمان اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء جیسا کہ ترمیم کیا گیا صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، صوبائی گورنر، اور چیف ایگزیکٹو کی ہدایات کے مطابق اس شرط کے ساتھ آرڈیننس نافذ کر

سکتا ہے جس کی مدت آئین کی مقررہ مدت کی نسبت محدود نہیں ہوگی۔

ججوں کی حلف برداری کا حکم نامہ نمبر 10 آف 1999ء

بمورخہ 31 دسمبر 1999ء

ہرگاہ بہ تعمیل 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے فرمان اور عبوری آئین کے حکم نمبر 1 آف 1999ء اسلامی جمہوری پاکستان کا آئین التوا میں ڈال دیا گیا ہے۔

ہرگاہ کہ پاکستان کا نظم ونسق جو بھی قریب تر ہوگا آئین کے مطابق چلایا جائے گا۔

ہرگاہ کے تمام عدالتیں جو اس فرمان سے قبل موجود ہیں اپنے فرائض اور اپنے مخصوص اختیارات اور دائرہ کار پر عمل درآمد جاری رکھیں گی۔

اور ہرگاہ سپریم کورٹ کے ججوں کے فرائض منصبی کی انجام دینے کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں۔

اب اس نئے مندرجہ بالا فرمان اور عبوری آئینی حکم کی تعمیل میں چیف ایگزیکٹو آف پاکستان مندرجہ ذیل حکم نافذ کرتے ہیں۔

مختصر عنوان اور آغاز: (1) یہ حکم (ججوں) کی حلف برداری کا حکم 1999ء کہلائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

توضیح: اس حکم میں سپریم کورٹس سے مراد سپریم کورٹ آف پاکستان یا ہائی کورٹ یا وفاقی شرعی عدالت اور جج بشمول چیف جسٹس ہے۔

2- ججوں کا حلف: اس فرمان کے بعد تعینات کیے گئے جج اپنے عہدہ سنبھالنے سے پہلے آئین میں دی گئی اتھارٹی کے سامنے اور مناسب فارم میں دیے گئے آئین کے تیسرے شیڈول کے مطابق حلف اٹھائے گا۔

Legal Frame Wark

Order, 2002

لیگل فریم ورک آرڈر 2002ء

[چیف ایگزیکٹو کا حکم 2002 مورخہ 21-8-2002]

ہر گاہ، عام انتخابات، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے لیے مقرر وقت پر (یعنی 10 اکتوبر 2002ء) منعقد ہونا قرار پائے ہیں اور سینٹ کے 12 نومبر 2002ء کو۔

اور ہر گاہ ہموار اور باضابطہ تبدیلی کے لئے یہ اہتمام کرنا ضروری ہے۔

اب لہٰذا 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے اعلان کے بہ تعمیل، عارضی آئینی حکم نمبر 1 آف 1999ء کے ساتھ پڑھا جائے گا، اور ان اختیارات کے بہ تعمیل جو کہ ان کو سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے اور اس کے فیصلہ مورخہ 12 مئی 2000ء کے تحت تفویض شدہ ہیں، اور ان تمام اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے جو کہ آئین کو بحال کرنے کے لے، ان ترامیم کے ساتھ جو کہ اس میں لائی گئی ہیں اس سلسلہ میں قابل کرتے ہیں۔ چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان بخوشی مندرجہ ذیل حکم وضع کرتے ہیں۔

1- مختصر عنوان اجراء

Short Title and Commencement

(1) حکم ہذا کو لیگل فریم ورک آرڈر 2002ء کہا جائے گا۔

(2) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

تشریح

پہلی دفعہ میں لیگل فریم ورک آرڈر کے عنوان اجراء کے بارے میں کہا گیا ہے

کہ یہ آرڈر لیگل فریم ورک آرڈر 2002ء کے نام سے پکارا جائے گا اور اس کا اجرا فوری طور پر عمل میں آئے گا۔

2- قومی اسمبلی، سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے پہلے اجلاس

First Meetingl of National Assembly , Senate and provincial Assemblies

(1) قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس اس روز کو منعقد کیا جائے گا جو کہ صدر کی جانب سے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر، وفاقی دارالحکومت سے سینٹ کے ارکان کے انتخاب کے لیے اور ایسے دیگر امور کی انجام دہی کے لیے جیسا کہ صدر صراحت کرے گا، مخصوص کیا جائے گا۔

(2) قومی اسمبلی اس روز کو اجتماع کرے گی جو کہ صدر کی جانب سے اس بات کا تعین کرنے کے لیے مخصوص کیا جائے گا کہ اسمبلی کا کون سا ایک رکن آئین کے آرٹیکل 91 کی کلاز (2-A) کے مقاصد کے لیے ارکان کی اکثریت کے اعتماد کی کمان کرتا ہے اور صدر ایسے رکن کو وزیر اعظم بننے کے لیے دعوت دے گا۔

(3) صوبائی اسمبلی کا پہلا اجلاس اس روز کو منعقد ہو گا، جو کہ صدر کی جانب سے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر، سینٹ کے ارکان کے انتخاب کے لیے اور ایسے دیگر امور کی انجام دہی کے لیے، جن کی صراحت صدر کرے گا، مخصوص کیا جائے گا۔

(4) ہر صوبائی اسمبلی اس روز کو اجتماع کرے گی جو کہ صدر کی جانب سے اس بات کا تعین کرنے کے لیے مخصوص کیا جائے گا کہ اسمبلی کا کون سا ایک رکن آئین کے آرٹیکل 130 کی کلاز (2-A) کے مقاصد کے لیے ارکان کی اکثریت کے اعتماد کی کمان کرتا ہے اور گورنر ایسے رکن کو وزیر اعلیٰ ہونے کے لیے دعوت دے گا۔

(5) سینٹ کا پہلا اجلاس اس روز کو منعقد ہو گا جو کہ صدر کی جانب سے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین اور ایسے دیگر امور کی انجام دہی کے لیے، جن کی صراحت

صدر کرے گا، مخصوص کیا جائے گا۔

تشریح

لیگل فریم ورک آرڈر کی دوسری دفعہ (5) ذیلی دفعات پر مشتمل ہے۔ پہلی ذیلی دفعہ میں قومی اسمبلی، سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے پہلے اجلاس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ اس روز منعقد ہوگا جس کو صدر قومی اسمبلی کے سپیکر، ڈپٹی سپیکر اور وفاقی دارالحکومت سے سینٹ کے اراکین کے انتخاب کے لیے اور ایسے دیگر امور کی انجام دہی کے لیے مقرر کریں گے جن کو صدر کی جانب سے بیان کیا جائے گا۔

جبکہ دوسری ذیلی دفعہ میں قومی اسمبلی کے بارے میں کا گیا ہے کہ یہ اس روز کو ملے گی جس کو صدر اس بات کا تعین کرنے کے لیے مقرر کریں گے کہ آئین کے آرٹیکل 91 کی کلاز (2-A) کے مقاصد سے اسمبلی میں کون سا ایسا شخص یا ممبر ہے جو اکثریت کا اعتماد رکھتا ہے تو وہ اسے وزیراعظم بننے کی دعوت دیں گے۔ یعنی وزیراعظم کے لیے وہی شخص اہل ہوگا جو کہ اسمبلی میں اکثریت کا اعتماد رکھتا ہوگا۔

تیسری ذیلی دفعہ میں صوبائی اسمبلی کے سپیکر، ڈپٹی سپیکر اور سینٹ کے اراکین کے انتخاب کے لیے اور ایسے دیگر امور کے لئے، جن کی صراحت صدر کی جانب سے ہوگی، مقرر کریں گے۔

چوتھی ذیلی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر صوبہ کی صوبائی اسمبلی اس روز کو Meet کرے گی جسے صدر اس بات کا تعین کرنے کے لیے مقرر کریں گے کہ آئین کے آرٹیکل 130 کی کلاز (2-A) کے تحت کون سا ایسا ممبر ہے جو ایوان کی اکثریت کا اعتماد رکھتا ہے۔

اور جب ایسے ممبر کی حمایت میں واضح اکثریت سامنے آجائے گی تو پھر گورنر ایسے ممبر کو دعوت دیں گے کہ وہ صوبے کے وزیراعلیٰ کے طور پر اپنا منصب سنبھالے۔

پانچویں ذیلی شق میں سینٹ کے پہلے اجلاس کے انعقاد کے بارے میں کہا گیا

ہے کہ یہ اس روز کو منعقد ہو گا جسے صدر سینٹ کے چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین کے انتخاب اور ایسے دیگر امور کی انجام دہی کے لیے مخصوص کریں گے جن کی صراحت صدر کی جانب سے ہو گی۔

3- آئین کی ترامیم اور مشکلات کا ازالہ

Amendment of Comstitution and removal of difficulties

(1) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین 1973ء، جو کہ حکم ہذا میں بطور آئین حوالہ دیا گیا ہے، بذریعہ ہذا اس حد تک اور اس طریقہ پر سے ترمیم کیا جاتا ہے جیسا کہ جدول کے کالم نمبر (3) میں اس بابت مخصوص کیا گیا ہے۔

(2) اگر آئین میں مزید کسی ترمیم کی ضرورت ہوتی ہے یا کوئی مشکل حکم ہذا کی کسی شرائط کو موثر کرنے میں پیدا ہوتی ہے تو چیف ایگزیکٹو آئین کو ترمیم کرنے کے لیے یا کسی مشکل کو دور کرنے یا ازالہ کرنے کے لیے، ایسی شرائط/دفعات بنا سکیں گے اور ایسے احکامات جاری یا نافذ کر سکیں گے جن کو موزوں خیال کریں گے۔

(3) شقات (1) اور (2) کے تحت بنائی گئی دفعہ یا صادر کیے گئے احکامات کے جواز کو کسی بھی عدالت میں کسی وجہ سے خواہ کچھ بھی ہو، چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

تشریح

یہ دفعہ 3 ذیلی دفعوں پر محیط ہے۔

(1) پہلی ذیلی دفعہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973ء کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ آئین جسے آرڈر ہذا میں بھی آئین کے طور پر ہی حوالہ دیا گیا ہے اسے اس حد تک اس طریقہ پر سے ترمیم کیا جاتا ہے جو کہ جدول کے کالم نمبر 3 اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔

(2) دوسری ذیلی دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر آئین میں مزید کسی ترمیم کی

ضرورت محسوس ہوگی یا آرڈر ہذا کی شرائط کو اثر دینے میں اگر کوئی دشواری پیش آئے گی تو اس صورت میں چیف ایگزیکٹو کے پاس اختیارات ہوں گے کہ وہ ان شرائط کو بنا سکیں گے اور ایسے احکامتا کو صادر کر سکیں گے جو کہ ان کی نظر میں آئین کو مزید ترمیم کرنے کے لیے یا اس کے عمل درآمد میں پیش آنے والی مشکلات کو دور کرنے کے لیے ضروری ہوں گے۔

(3) تیسری ذیلی شق میں ان بنائی گئی شرائط اور صادر کردہ احکامات کے جواز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ شرائط اور احکامات جو اوپر بیان کردہ کلاز (1) اور (2) کے تحت علی الترتیب بنائے ہے کہ صادر کیے جائیں گے ان کو کسی بھی عدالت میں نہیں اٹھایا جا سکے گا خواہ اس کے لیے وجہ کچھ بھی ہو۔

یعنی اس تیسری ذیلی شق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے آئین میں کی گئی/کی جانے والی ترامیم کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے اور انہیں آئین کا حصہ قرار دیا گیا ہے اور اسی لیے ان بنائی گئی شرائط اور صادر کردہ احکامات کی صحت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جائز ہوں گے لہذا انہیں کسی بھی عدالت میں کسی بھی وجہ سے خواہ وہ کچھ بھی ہو بطور اعتراض نہیں اٹھایا جا سکے گا۔

4- 1973ء کے آئین کے بحالی

Rivival of Comstitution of 1973

آئین کی دفعات/شرائط' جیسا کہ ترمیم کی گئی ہیں' حکم ہذا کے ذریعے سے اور ایسے دیگر احکامات کے ذریعے سے' جنہیں بعد ازیں نافذ کیا جائے گا' ایسی تاریخ کو بحال ہو جائیں گی جسے چیف ایگزیکٹو سرکاری جریدہ میں اعلان کے ذریعہ مقرر کرے گا اور مختلف تاریخیں مختلف دفعات کی بابت مقرر کی جائیں گی۔

تشریح

لیگل فریم ورک آرڈر کی چوتھی دفعہ میں کہا گیا ہے کہ آئین کی وہ شرائط جن کو حکم

ہذا کے تحت اور ایسے دیگر احکامات کے تحت جنہیں بعد میں نافذ کیا جائے گا' ترمیم کیا گیا ہے اس تاریخ یا دن پر بحال ہو جائیں گی جسے صدر سرکاری جریدہ میں اعلان کے ذریعے سے مشتہر کریں گے اور مختلف شرائط کے بارے میں مختلف تاریخیں مقرر کرنے کا بھی کہا گیا ہے۔

5- حکم ہذا کا دیگر قوانین پر غالب ہونا

Order to override other laws

آرڈر ہذا کی شرائط اس امر کی باوجود موثر ہوں گی کہ آئین یا کسی دیگر حکم یا کسی فی الوقت نافذ العمل قانون میں کچھ اور درج ہو۔

تشریح

لیگل فریم ورک آرڈر کی پانچویں دفعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اس میں جو شرائط وضع کی گئی ہیں وہ اس بات کے باوجود بھی غالب رہیں گی کہ آئین یا کسی دیگر نافذ الوقت قانون میں کچھ اور بیان کیا گیا ہے۔ دیگر الفاظ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ آرڈر ہذا کی شرائط کو آئین' کسی دیگر حکم یا قانون نافذ الوقت میں درج شرائط پر فوقیت دی گئی ہے۔

شیڈول (دیکھیے آرٹیکل 3)

The Schedule (See Art. 3)

1-17-(1) کلاز (2) میں.....

(a) الفاظ ''پاکستان کی سلامتی'' کے بعد جو دو دفعہ واقع ہو رہا ہے' الفاظ ''یا امن عامہ'' کو داخل/شامل کیا جائے گا۔

(b) آخر پر فل سٹاپ کے لیے ایک کالن کو متبادل کیا جائے گا اور بعد ازاں مندرجہ ذیل فقرہ شرطیہ کا اضافہ کیا جائے گا یعنی کہ:

''مگر شرط یہ ہے کہ کوئی سیاسی جماعت فرقہ وارانہ' نسلی' علاقائی نفرت یا عداوت

کوفروغ نہیں دے گی یا کسی عسکریت پسند گروپ یا شعبہ کا نام لے گی یا اس طور پہ تشکیل پائے گی۔

(2) کلاز (3) کے بعد مندرجہ ذیل نئی کلاز کو شامل کیا جائے گا، یعنی کہ

.....

''(4) ہر سیاسی پارٹی قانون کے تحت پارٹی کے اندر انتخاب کرائے گی اس مقصد سے کہ اپنے عہدہ داروں اور پارٹی رہنماؤں کو منتخب کر سکے۔''

تشریح

انجمن سازی کی آزادی: آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 17 جو کہ انجمن سازی کی آزادی کے عنوان سے ہے اس کی دوسری کلاز میں دو تبدیلیاں لائی گئی ہیں پہلی تبدیلی میں الفاظ ''پاکستان کی سلامتی'' کے بعد ''یا امن عامہ'' کا اضافہ کیا گیا ہے، اور

دوسری تبدیلی میں اسی پیرا کے آخر میں فل سٹاپ کی جگہ کالن کی علامت لائی گئی ہے اور پھر ایک نئی فقرہ شرطیہ کے شامل کرنے کو کہا گیا ہے۔

اس فقرہ شرطیہ میں سیاسی جماعتوں پر یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ کسی بھی طور پر فرقہ وارانہ، نسلی، علاقائی نفرت و عداوت کو فروغ نہ دیں گی اور نہ ہی کوئی ایسا نام اختیار کریں گی جو کہ کسی عسکریت پسند گروپ یا شعبہ سے ملتا جلتا ہوگا اور نہ ہی کسی عسکریت پسند گروپ کے طور پر اپنی تشکیل کریں گی۔

آرٹیکل 17 کی کلاز (2) کے آخر میں آئی ہیں اس کو جاری کریں نہ کہ وہ اس طرح کی فضا پیدا کریں کہ جس سے ملک میں فرقہ وارانہ، نسلی اور علاقائی نفرت و عداوت بڑھے اور ملکی حالات سنوارنے کی بجائے بگڑ جائیں اور جو نام پابندی لگائی گئی ہیں وہ بھی اسی مقصد سے ہے کہ عوام میں ان سیاسی پارٹیوں کے خلاف یہ پروپیگنڈہ نہ ہو کہ یہ کسی عسکریت پسند پارٹی کی حمایت یافتہ ہیں۔ بلکہ ان کے ذہنوں

میں یہ بات ہی سمائی رہے کہ یہ سیاسی پارٹیاں صرف اور صرف عوام کیجائز اور جمہوری تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہیں نہ کہ ان کے آپس میں فرقہ وارانہ، تسلی اور علاقائی نفرت وعداوت کو بڑھانے کے لیے ہیں۔

(2) اسی آرٹیکل کی کلاز (3) کے بعد ایک نئی کلاز (4) بھی ترمیم کے ذریعے شامل کی گئی ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ تمام سیاسی جماعتوں کے لیے یہ ضروری ہو گا کہ وہ قانون کے تحت اپنی اپنی سیاسی جماعتوں کیاندر انتخابات کو منعقد کریں اور اپنے عہدہ داروں اور رہنماؤں کو منتخب کریں۔ اس کلاز کو شامل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سیاسی جماعتیں پہلے اپنے اپ کو منظم کریں، اپنے رہنماؤں کو منتخب کریں اور پھر ملکی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔

2-41- کلاز (7) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا، یعنی کہ

چیف ایگزیکٹو اسلامی جمہوریہ پاکستان:

(a) ایسے دن پر چیف ایگزیکٹو کا عہدہ چھوڑ دیں گے جس کو وہ عدالت عظمیٰ کے مورخہ 12 مئی 2000ء کے فیصلے کے مطابق متعین کریں گے۔ اور

(b) قوم کی خدمت کرنے ک لیے جمہوری مینڈیٹ حاصل کر لینے پر بطور صدر پاکستان پانچ سال کے عرصہ کے لیے، چیف ایگزیکٹو کا عہدہ ختم ہونے پر، اس امر کے باوجود کہ آرٹیکل ہذا میں یا آرٹیکل 43 یا آئین کی کسی دیگر شرط یا کسی دیگر فی الوقت نافذ العمل قانون میں کچھ اور درج ہو، فوری طور پر صدر پاکستان کا عہدہ سنبھال لیں گے اور پانچ سال کے عرصہ کے لیے آئین کے تحت اپنے اس عہدہ پر برقرار رہیں گے اور آرٹیکل 44 اور آئین کی دیگر دفعات کا حسبہ اطلاق ہو گا۔

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 41 جو کہ صدر کے عنوکان سے ہے اس کی کلاز (7) کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ نئی کلاز (7) کو شامل کیا گیا ہے۔

اس آرٹیکل کو (a) اور (b) دو حصوں میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں کہا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو اس روز کو چیف ایگزیکٹو کا عہدہ چھوڑ دیں گے جسے وہ عدالت عظمیٰ کے 12 مئی 2000ء کے فیصلے کی روشنی میں متعین کریں گے، اور

حصہ (b) میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ جب چیف ایگزیکٹو کا عہدہ ترک کر دیں گے تو بطور صدر وہ پانچ سال کے لیے اپنا عہدہ سنبھالیں گے جس کے لیے انہوں نے عوام سے جمہوری مینڈیٹ حاصل کیا تھا۔

(3) 51(1) کلاز (1) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا، یعنی کہ:

(1) قومی اسمبلی میں اراکین کی نشستیں 342 ہوں گی بشمول اور ان نشستوں کے جو کہ خواتین اور غیر مسلموں کے لیے مختص کی گئی ہیں۔

(1-A) قومی اسمبلی میں نشستیں جن کا کلاز (1) میں حوالہ دیا گیا ہے، ماسوائے اس کے کہ کلاز (2-A) میں کچھ اور مہیا کیا گیا ہو، ہر صوبہ، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات اور وفاقی دارالحکومت کے لیے اس طرح سے مختص کی گئی ہیں۔

	عمومی نشستیں	خواتین	مجموعہ
بلوچستان (Balochistan)	14	3	17
نارتھ ویسٹ فرنٹیئر پراونس (صوبہ سرحد) (N.-W.F.P.)	35	8	43
پنجاب (Punjab)	148	35	183
سندھ (sindh)	61	14	75
وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات	12	-	12
وفاقی دارالحکومت The Federal Cap.	2	-	2

ٹوٹل Total	332	60	272
اقلیتوں کے لئے	10	--	--
کل	342		

(2) کلاز (2) کے پیگرگراف (b) میں، ''21'' کے الفاظ کے لیے لفظ ''18'' کو متبادل کیا جائے گا۔

(3) کلاز (2-A) کے لیے مندرجہ ذیل کلاز کو متبادل کیا جائے گا، یعنی کہ

''(2-A) کلاز (1-A) میں محولہ نشستوں کی تعداد کے علاوہ، قومی اسمبلی میں دس نشستیں غیر مسلموں کے لیے مخصوص کی گئی ہیں۔''

(4) کلاز (4) کے لیے مندرجہ ذیل کلاز کو متبادل کیا جائے گا، یعنی کہ

(4) قومی اسمبلی کے انتخاب کے مقصد کے لیے

(a) عام نشستوں کے لیے حلقہ ہائے انتخاب سنگل ممبر ٹیری ٹوریل حلقہ ہائے انتخاب ہوگا اور ایسی نشستوں کے پر کرنے والے اراکین کو قانون کے مطابق براہ راست اور آزاد ووٹ کے ذریعہ سے منتخب کیا جائے گا۔

(b) ہر ایک صوبہ خواتین کے لیے مخصوص ان تمام نشستوں کے لیے جنہیں متعلقہ صوبوں کو کلاز (1A) کے تحت مختص کیا گیا ہے، سنگل حلقہ انتخاب ہوگا۔

(c) غیر مسلموں کے لیے مخصوص تمام نشستوں کے لیے حلقہ انتخاب پورا ملک ہوگا۔

(d) خواتین کی مخصوص نشستوں کے اراکین جنہیں ایک صوبہ کو کلاز (1-A) کے تحت مختص کیا گیا ہے قانون کے مطابق سیاسی جماعتوں کے امیدواروں کی فہرستوں سے تناسبی نمائندگی کے نظام کے ذریعہ قومی اسمبلی میں ہر ایک سیاسی جماعت کی جانب سے متعلقہ صوبہ میں حاصل کی گئی عام نشستوں کی کل تعداد کی بنیاد پر منتخب کیے جائینگے:

(e) غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستوں کے اراکین قانون کے مطابق سیاسی جماعتوں کے امیدواران کی فہرست سے تناسبی نمائندگی کے نظام کے ذریعے سے، قومی اسمبلی میں ہر ایک سیاسی جماعت کی جانب سے جیتی گئی عمومی نشستوں کی کل تعداد کی بنیاد پر منتخب کیے جائینگے۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایک سیاسی جماعت جو کہ قومی اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد کے پانچ فیصد سے کم حاصل کرے گی وہ خواتین یا غیر مسلموں کے لیے مخصوص کسی بھی نشست کے لیے حقدار نہ ہوگی، اور

(5) شقات 4 تا 6 کو حذف کیا جائے گا۔

تشریح

لیگل فریم ورک آرڈر 2002ء کے تحت آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 51 کی پہلی کلاز کو مکمل طور پر تبدیل کردیا گیا ہے اور اس کلاز کو کلاز (1) اور (1A) یعنی دو حصوں میں بینا کیا گیا ہے۔

کلاز (1) کے تحت قومی اسمبلی میں نشستوں کی تعداد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ 342 ہوں گی اور ان میں وہ نشستیں بھی شامل ہوں گی جو کہ عورتوں اور غیر مسلموں کے لیے رکھی گئی ہیں۔ نئے انتخابات کے تحت نشستیں اس لیے بڑھائی گئی ہیں کیونکہ ایک تو نہ صرف یہ کہ اکتوبر 1999ء کو نواز حکومت کی معطلی کے بعد سیاستدانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ قومی اسمبلی نشستیں بڑھائی جائیں بلکہ بڑھتی ہوئی آبادی کا تناسب بھی پیش نظر تھا۔ کیونکہ ترمیم سے قبل کی دوسو سات نشستیں 1981ء کی مردم شماری کے مطابق تھیں جبکہ کلاز (1A) کے تحت ہر صوبہ، وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات اور وفاقی دار الحکومت کو مختص کی جانے والی نشستوں کا تفصیلی چارٹ دیا گیا ہے جو کہ کچھ اس طرح سے ہے۔

	عام نشستیں	خواتین

ٹوٹل

بلوچستان	14	3		17
سرحد	35	8		43
سندھ	61	14		75
پنجاب	148	35		183
وفاق کے زیر انتظام قبائلی	12	-		12
علاقہ جات	-	-		-
وفاقی دارالحکومت	2	-		2
ٹوٹل	272	60	332	
اقلیتیں	-	10 نشستیں		10
			342	

2- آرٹیکل 51 کی کلاز (2) کے پیراگراف (b) کو بھی تبدیل کیا گیا ہے یعنی اس میں لفظ (2) کی جگہ پر لفظ (18) شامل کیا گیا ہے۔

آرٹیکل 51 کی کلاز (2) کے پیراگراف (b) میں لفظ (اکیس) کی جگہ لفظ (اٹھارہ) کو شامل کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اپنا حق رائے دہی استعمال کر سکیں بلکہ بلکہ نوجوانوں کو بھی یہ موقع مل سکے کہ وہ جمہوری اداروں کے لیے اپنے اپنے نمائندوں کو منتخب کر سکیں۔

(3) آرٹیکل 51 کی کلاز (2-A) کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ ان نشستوں کی تعداد کے علاوہ ازیں جنہیں کلاز (1-A) میں بیان کیا گیا ہے غیر مسلموں کے لیے بھی دس نشستیں ہوں گی۔

(4) آرٹیکل 51 جو کہ قومی اسمبلی کے عنوان سے ہے اس کی کلاز (4) کو بھی مکمل طور پر تبدیل کر دیا گیا ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کے انتخاب کے

مقصد کے لیے عام نشستوں کے حلقہ ہائے انتخاب سنگل ممبر کی بنیاد پر ہوگا اور ارکان جن سے ان نشستوں کو پر کیا جائے گا انہیں براہ راست اور آزادانہ ووٹ کی بنیاد پر منتخب کیا جائے گا' اسی طرح شق (b) میں ہر صوبہ کے حلقہ انتخاب کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ بھی تمام کے لیے سنگل حلقہ انتخاب ہوگا جبکہ شق (c) میں غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستوں کے حلقہ ہائے انتخاب کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کے لیے حلقہ انتخاب پورا ملک ہوگا۔ شق (d) خواتین کے لیے مخصوص نشستوں پر انتخاب لڑنے والے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کو سیاسی جماعتوں کی تناسبی نمائندگی کے نظام کی بنیاد پر قانون کے مطابق منتخب کیا جائے گا' یعنی قومی اسمبلی میں ہر سیاسی پارٹی نے متعلقہ صوبہ میں جتنی عام نشستیں جیتی ہوں گی اس کی بنا پر خواتین کے لیے مخصوص نشستوں پر انتخاب لڑنے والوں کو قانون کے مطابق منتخب کیا جائے گا اور شق (c) میں غیر مسلموں کے لئے مخصوص نشستوں پر اراکین کو منتخب کرنے کے بارے میں کہا گیا کہ انہیں بھی سیاسی جماعتوں کی تناسبی نمائندگی کے نظام کی بنیاد پر قانون کے مطابق منتخب کیا جائے گا۔ ان تمام مندرجہ بالا شقات کے ساتھ ایک فقرہ شرطیہ کو شامل کیا گیا ہے اور دفعہ ہذا کے نفاذ کو اس فقرہ شرطیہ سے محدود کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہا یک سیاسی پارٹی کو اس صورت میں خواتین اور غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستوں سے محروم رکھا جائے گا اگر وہ قومی اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد کے پانچ فیصد سے بھی کم حاصل کرے گی۔

اس کے علاوہ آرٹیکل (51) کی شقات (4) سے (6) کو بھی حذف کر دیا گیا ہے۔

58-4- کلاز (2) میں' مابعد پیراگراف (a) 'مندرجہ ذیل نیا پیراگراف شامل کیا جائے گا' یعنی کہ.....

ایسی صورات حال پیدا ہو چکی ہے کہ جس میں فیڈریشن کی حکومت کو آئین کی

شرائط/دفعات کے مطابق نہیں چلایا جا سکتا اور الیکوریٹ سے ایک فیصلہ چاہنا ضروری ہے۔

تشریح

آئین کے آرٹیکل 58 جو کہ قومی اسمبلی کو توڑ دینے کے عنوان سے ہے اس کی کلاز (2-b) کو بحال کر دیا گیا ہے جو کہ قبل ازیں میاں نواز شریف کی حکومت نے آئین میں تیرہویں ترمیم کے ذریعے سے ختم کر دی تھی۔

آئین پاکستان میں یہ کلاز اس وقت حصہ بنی تھی جب صدر ضیاء الحق نے 1985ء میں نیشنل سکیورٹی کونسل کو متعارف کروایا تھا اور سیاستدانوں نے اسے رد کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ صدر نے ان کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کے ضمن میں ایک شرط رکھی تھی کہ انہیں پارلیمنٹ توڑنے کا اختیار دیا جائے چنانچہ سیاستدانوں نے اپنے مطالبہ کو تسلیم کرانے کے لیے صدر کو پارلیمنٹ توڑنے کا اختیار دے دیا۔ اس طرح سے کلاز 58-2B آئین پاکستان کا حصہ بنی اور پھر صدر نے اپنے اس اختیار کو (58-2B) کے تحت اس وقت استعمال جیا جب کہ 1985ء میں جمہوریت کی بحالی کے بعد ملک میں عام انتخابات منعقد کروائے گئے تھے اور نئی حکومت محمد خاں جونیجو کی سربراہی میں تشکیل پائی تھی۔ اس طرح سے صدر نے محمد خاں جونیجو کی حکومت کو آئین کے آرٹیکل 58-2B کو استعمال کرتے ہوئے مئی 1988ء میں تحلیل کر دیا تھا۔ پھر اس کے بعد جب ملک میں نئے عام انتخابات منعقد ہوئے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی محترمہ بے نظیر بھٹو نے حکومت بنائی تو اس وقت کے صدر غلام اسحاق نے حکومت پر متعدد الزامات لگا کر آئین کے آرٹیکل 58-2B کے تحت ان کی حکومت کو 1990ء میں تحلیل کر دیا تھا اور پھر 1990ء کے عام انتخابات کے نتیجہ میں محمد نواز شریف کی حکومت بنی تو اس کو بھی آئین کے اس آرٹیکل کا شکار ہونا پڑا اور ان کی حکومت بھی 1993ء میں توڑ دی گئی پھر اس کے بعد

1993ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے اور بے نظیر بھٹو ایک دفعہ پھر برسر اقتدار آئیں تو دوبارہ 1996ء میں پھر اس آرٹیکل 58-2B کا شکار ہوئیں اور انہی کی جماعت کے نامزد کردہ صدر فاروق احمد لغاری نے ان کی حکومت کو بھی تحلیل کر دیا۔ چنانچہ 1997ء میں جب عام انتخابات کے نتیجے میں میاں نواز شریف نے قوم سے بھاری مینڈیٹ حاصل کر کے حکومت بنائی تو انہوں نے پھر اس کلاز 58-2B کو آئین سے ختم کرنے کی ٹھان لی اور بالآخر اسے آئین میں تیرھویں ترمیم کے ذریعے سے ختم کر دیا اور صدر سے اسمبلی توڑنے کے اختیار کو واپس لے لیا۔ اسی شق کے تحت وزیر اعظم اعلیٰ عہدوں کی تقرریوں کا مجاز پایا تھا اور اسی مد میں اس نے اپنے آئینی اختیار سے تجاوز کرتے ہوئے چیف جسٹس آف پاکستان کا استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا تھا اور پھر جب انہوں نے چیف ایگزیکٹو کی غیر موجودگی میں نئے آرمی چیف کا تقرر کر دیا اور جنرل پرویز مشرف کے طیارہ کو جس میں متعدد مسافر بھی سفر کر رہے تھے۔ ایئر پورٹ پر لینڈنگ کرنے سے روکا تو ملٹری نے فوری طور پر صورت حال کو قابو میں کر کے طیارہ کو لینڈ کروایا اور اس طرح سے جنرل مشرف جو اس وقت چیف آف آرمی سٹاف تھے' انہوں نے نواز حکومت کو طیارہ سازش کیس اور اختیارات کے بے جا استعمال کے الزام کی بنا پر معطل کر دیا اور خود چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھال لیا۔

جنرل پرویز مشرف نے جب چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے اختیارات سنبھال لیے تو ملک میں جمہوریت کو بحال کرنے کے لیے عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا اور جب سپریم کورٹ نے ان کے اس اقدام کو جائز قرار دیا اور ان سے مقرر وقت پر انتخابات کرانے کو کہا تو انہوں نے سپریم کورٹ کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے میں ملک میں عام انتخابات منعقد کروانے سے قبل 21 اگست 2002ء کو ایل ایف او کو نافذ کیا تو انہوں نے دوبارہ سے آئین کے

آرٹیکل 58-2B کو بحال کر دیا اور اسمبلی توڑنے کا اختیار واپس لے لیا۔

دیکھا جائے تو آئین کے آرٹیکل 58-2B کا خاتمہ ہی نواز حکومت کی معطلی یا تحلیل کا باعث بنا کیونکہ اگر اس آرٹیکل کو ختم نہ کیا گیا ہوتا تو چیف آف آرمی سٹاف حکومت کو اپنی مرضی سے ختم نہ کر سکتے تھے کیونکہ صدر کے پاس یہ اختیار اگر رہتا تو ان کو لازماً ایسا کرنے سے قبل صدر سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ لیکن چونکہ جب شق 58-2B نہ رہی پھر کیسا مشورہ۔ لہذا نواز شریف نہ صرف اپنی حکومت کو گنوا بیٹھے بلکہ انہیں ان کی فیملی کو بھی ملک سے جلاوطن ہونا پڑا۔

59-5 کلاز (1) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا، یعنی کہ

(1) سینٹ ایک سو ارکان پر مشتمل ہوگی، جن میں سے

(a) چودہ ہر صوبائی اسمبلی کے اراکین کی جانب سے منتخب کیے جائیں گے

(b) آٹھ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات سے براہ راست اور آزادانہ ووٹ کے ذریعے سے اس طریقے سے منتخب کیے جائیں گے جس کی صدر حکم کے ذریعے سے صراحت کرے گا۔

(c) وہ عمومی نشستوں پر اور ایک خاتون اور یا ایک ٹیکنوکریٹ بشمول عالم وفاقی دارالحکومت سے اس طریقہ سے منتخب کیے جائیں گے جن کی صراحت صدر حکم کے ذریعہ سے کرے گا۔

(d) چار خواتین ہر ایک صوبائی اسمبلی کے اراکین کی جانب سے منتخب کی جائیں گی۔

(e) چار ٹیکنوکریٹس بشمول علماء ہر ایک صوبائی اسمبلی کے اراکین کی جانب سے منتخب کیے جائیں گے، اور

(2) کلاز (3) میں پیراگراف (c) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا یعنی کہ

(c)مذکورہ بالا کلاز کے پیراگراف (c) میں محولہ اراکین.....

(1) ایک جو عام نشست پر منتخب ہوگا پہلے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہو جائے گا اور دوسرا اس سے اگلے تین سال کے اختتام پر ریٹائر ہو جائیگ ا' اور

(II) ایک جو ٹیکنو کریٹ کے لیے مخصوص نشست پر منتخب ہو گا پہلے تین سال کے بعد ریٹائر ہو جائے گا اور ایک وہ جو خواتین کے لیے مخصوص نشستوں پر منتخب ہوں گی وہ اس سے اگلے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہو جائیں گی' اور

(b) پیراگراف (d) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا' یعنی کہ

(d) مذکورہ بالا کلاز کے پیراگراف (d) میں محولہ اراکین میں سے دو پہلے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہو جائیں گے اور دو اس سے اگلے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہو جائیں گے' اور

(e) مذکورہ بالا کلاز کے پیراگراف (e) میں محولہ اراکین میں سے' دو پہلے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہو جائیں گے اور دو اس سے اگلے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہو جائیں گے۔

تشریح

آئین پاکستان کا آرٹیکل 59 سینٹ کے عنوان سے ہے۔ اس میں سینٹ کی نشستوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سینٹ 100 ارکان پر مشتمل ہوگی۔ نہ صرف سینٹ کی نشستوں کو آرڈر ہذا کے تحت بڑھایا گیا ہے بلکہ کلاز (1) تختی شقوں کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے۔

تختی شق (a) کے تحت کہا گیا ہے کہ چودہ ارکان کو ہر ایک صوبائی اسمبلی کے منتخب اراکین کی جانب منتخب کیا جائے گا۔ تختی شق (b) میں کہا گیا ہے کہ آٹھ کو وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات سے براہ راست اور آزادانہ ووٹ کی بنا پر اس طریقہ پر سے منتخب کیا جائے گا جن کی صراحت صدر مملکت کریں گے۔

تحتی شق (c) میں کہا گیا ہے کہ دو عام نشستوں پر اور ایک عورت اور ٹیکنوکریٹ کی نشست پر جس میں عالم دین بھی شامل ہوں گے اس طریقہ پر سے وفاقی دارالحکومت سے منتخب کیے جائیں گے جن کی صراحت صدر مملکت کریں گے۔

تحتی شق (d) میں کہا گیا ہے کہ 4 خواتین کو ہر صوبہ کی صوبائی اسمبلی کے اراکین کی طرف سے منتخب کیا جائے گا۔

تحتی شق (e) میں کہا گیا ہے کہ 4 ٹیکنوکریٹس جن میں علما بھی شامل ہوں گے ہر صوبہ کی صوبائی اسمبلی کے اراکین کی جانب سے منتخب کیے جائیں گے۔

(2) کلاز (1) کو تبدیل کرنے کے بعد کلاز (3) کا پیراگراف (c) جو کہ سینٹ کے ارکان یا اراکین کے عہدہ کی معیاد کے بارے میں ہے اسے بھی تبدیل کیا گیا ہے۔

تحتی شق (c) کے تحت کہا گیا ہے کہ اراکین جن کا مذکورہ بالا طور پر حوالہ دیا گیا ہے.....

(1) ان میں سے ایک جو عام نشست پر منتخب ہوگا وہ اپنے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہوگا اور دوسرا اس سے اگلے تین سال کے اختتام کے بعد ریٹائر ہو جائے گا۔یعنی (c) کی تحتی شق (1) میں کہا گیا کہ اراکین جو عام نشستوں پر منتخب ہوں گے تو ان میں سے ایک پہلے تین سال کے اختتام پر اور دوسرا اگلے تین سال کے اختتام پر ریٹائر ہوگا۔

تحتی شق (II) میں کہا گیا کہ ٹیکنوکریٹس کے لیے مخصوص نشستوں پر منتخب ہونے والے پہلے تین سال کے اختتام کے بعد اور خواتین کے لیے مخصوص نشستوں پر منتخب ہونے والے اس سے اگلے تین سال کے اختتام کے بعد سبکدوش ہو جائیں گے۔

کلاز (c) کے بعد کلاز (d) کو بھی تبدیل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مذکورہ بالا شق کے پیراگراف (d) میں محولہ ارکان میں سے دو پہلے تین سال کے اختتام پر اور

دواس سے اگلے تین سال کے اختتام پر اپنے عہدوں سے ریٹائر ہو جائیں گے۔

کلاز (e) کو بھی تبدیل کیا گیا ہے اور کہا گیا کہ مذکورہ بالا شق (e) میں محولہ ارکان میں سے دو پہلے تین سال کے اختتام پر اور دواس سے اگلے تین سال کے اختتام پر ریٹائر ہو جائیں گے۔

6-62- کلاز (b) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا' یعنی کہ.....

(b) وہ' قومی اسمبلی کی صورت میں' 25 سال کی عمر سے کم کا نہ ہوگا اور ووٹر کی طور پر درج کیا گیا ہوگا کسی انتخابی رجسٹر میں.....

(1) پاکستان کے کسی حصہ میں' عمومی نشست پر یا غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستوں پر انتخاب کے لیے' اور

(II) صوبے کے کسی اس علاقہ میں جس سے وہ خواتین کے لیے مخصوص نشستوں پر انتخاب کے لیے رکنیت طلب کرتا ہے۔

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 62 جو کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کے لیے اہلیت کے عنوان سے ہے اس کی تحتی شق (b) کو تبدیل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے اور کہ وہ قومی اسمبلی کے امیدوار کی صورت میں پچیس برس سے کم کا نہ ہوگا اور ووٹر کی طور پر انتخابی فہرست میں درج ہوگا۔

(i) پاکستان کے کسی حصہ میں عام نشستوں یا غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستوں کے انتخاب کے لیے' اور

(ii) صوبہ کے کسی اس علاقہ میں جس سے وہ خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کے انتخاب کے لیے رکنیت طلب کرتا ہے۔

(1) 7. 63-..... پیراگراف (h)' (i) اور' (j) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا' یعنی کہ'' (h) اسے مجاز اختیار سماعت کی عدالت کی جانب کسی

قانون نافذ الوقت کے تحت بدعنوانی ' اخلاقی گراوٹ یا اختیار یا اتھارٹی کے غلط استعمال کے الزام کی بناپر سزا دی گئی ہو'یا

(i) وہ پاکستان کی سروس سے یا وفاقی حکومت' صوبائی حکومت یا ایک مقامی حکومت کی جانب سے قائم کردہ یا اس کے زیر اختیار کسی کارپوریشن یا آفس کی سروس سے بداعمالی یا خلاقی گراوٹ کی وجوہات کی بناپر برخاست کیا گیا ہو'یا

(j) وہ پاکستان کی سروس سے یا وفاقی حکومت' صوبائی حکومت یا ایک مقامی حکومت کی جانب سے قائم کردہ یا اس کے زیر اختیار کسی کارپوریشن یا آفس کی سروس سے بداعمالی یا اخلاقی گراوٹ کی وجوہات کی بناپر ہٹایا گیا یا زبردستی ریٹائر کیا گیا ہو''

،اور

(b) پیراگراف (p) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا، یعنی کہ.....

''(p) وہ مجرم ٹھہرایا گیا ہو اور مجاز اختیار سماعت کی عدالت کی جانب سے مفرور ہونے کی بنا اسے کسی فی الوقت نافذ العمل قانون کے تحت قید کی سزا دی گئی ہو'یا

(p) اس نے دو ملین روپوں یا اس سے زیادہ قرضہ کسی بنک' مالیاتی ادارہ' کوارپریٹو سوسائٹی یا کوارپریٹو باڈی سے اپنے نام یا اپنی شریک حیات کے نام یا اپنے کسی زیر کفالت کے نام سے لیا ہو جو کہ مقررر تاریخ سے ایک سال سے زائد عرصہ کے لیے غیر اداشدہ رہا ہو یا اس نے اس قرضہ کو قلم زدہ کرایا ہو'یا

(r) اس نے یا اس کی شریک حیات یا اس کی زیر کفالت کسی شخص نے چھ ماہ سے زائد کی لئے حکومتی واجبات اور یوٹیلیٹی اخراجات کی ادائیگی میں ڈی فالٹ کیا ہو' بشمول ٹیلی فون' بجلی' گیس اور واٹر چارجز کے جو کہ دس ہزار روپے سے زیادہ ہو' اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرنے کے وقت پر۔''

(2) کلاز (2) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا' یعنی کہ.....

اگر کوئی سوال اس بابت پیدا ہوتا ہے کہ آیا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا کوئی

ایک رکن، رکن ہونے سے نااہل ہو گیا ہے تو سپیکر یا، جیسی کہ صورت ہو، چیئرمین ایسے سوال کے اٹھائے جانے کے تیس روز کے اندر اندر اسے چیف الیکشن کمشنر کے پاس ارسال کرے گا، اور

(3) کلاز (2) کے بعد، جیسا مذکورہ بالا طور پر متبادل کیا گیا، مندرجہ ذیل نئی کلاز کو شامل کیا جائے گا، یعنی کہ:

''(3) جہاں پر کوئی سوال چیف الیکشن کمشنر کو کلاز (2) کے تحت ارسال کیا جائے گا تو وہ ایسا سوال الیکشن کمشن کے روبرو اسکے فیصلے کے لیے رکھے گا جو کہ اس پر اپنا فیصلہ الیکشن کمشنر کی جانب سے اس کی وصولی کے تین ماہ کے اندر دے گا۔''

تشریح

آئین پاکستان کا آرٹیکل 63 مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کی نااہلیت کے عنوان سے ہے۔ اور اس کے پیراگراف (h)، (i) کی جگہ نئی (h)، (i) اور (j) کلازوں کو متعارف کروایا گیا ہے۔

تحتی کلاز (h) میں کہا گیا ہے کہ وہ شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے رکن ہونے کے طور پر نااہل ہو گا اگر اسے کسی مجاز عدالت کی جانب سے کسی نافذ الوقت قانون کے تحت بدعنوانی، اخلاقی گراوٹ یا اتھارٹی یا اختیار کے غلط استعمال کے الزام کی بنا پر سزا دی گئی ہو گی۔

تحتی کلاز (i) میں کہا گیا ہے کہ اس صورت میں بھی کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن بننے کے لیے اہل نہ ہو گا اگر اسے حکومت پاکستان کیملازمت سے یا وفاقی حکومت، صوبائی حکومت یا مقامی حکومت کی جانب سے قائم کردہ کسی کارپوریشن یا آفس کی ملازمت سے بداعمالی اور اخلاقی گراوٹ کی وجوہات کی بنا پر برخاست کیا گیا ہو گا۔

تحتی کلاز (j) میں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اس صورت میں بھی مجلس شوریٰ

(پارلیمنٹ) کا رکن بننے یا ہونے کے لیے نا اہل ہوگا اگر وہ حکومت پاکستان کی ملازمت سے یا وفاقی حکومت، صوبائی حکومت یا ایک مقامی حکومت کی جانب سے قائم کردہ کارپوریشن کی ملازمت سے بداعمالی یا اخلاقی گراوٹ کی وجوہات کی بنا پر ہٹایا گیا ہوگا یا زبردستی طور پر ریٹائر کیا گیا ہوگا۔

تحتی کلاز (p) کو بھی تبدیل کیا گیا اور اس کے ساتھ نئی کلاز (q) اور (r) کا اضافہ کیا گیا ہے۔

تحتی کلاز (p) کے تحت کہا گیا ہے کہ ایک شخص اس صورت میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن ہونے کے لیے نا اہل ہوگا اگر عدالت نے اسے کسی نافذ الوقت قانون کے تحت مجرم ٹھہرایا ہوگا اور وہ مفرور ہو گیا ہوگا۔

تحتی کلاز (q) میں کہا گیا ہے کہ ایک شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن ہونے کے لیے اہل نہ ہوگا اگر اس نے کسی بنک، مالیاتی ادارہ، کوآپریٹو سوسائٹی یا کوآپریٹو باڈی سے 2 ملین روپوں یا اس سے زیادہ کا قرضہ اپنے نام پر، اپنی بیوی کے نام یا اپنے زیر کفالت کسی شخص کے نام پر حاصل کیا گیا ہوگا اور ایسا قرضہ مقررہ تاریخ، گزرنے کے بعد ایک سال سے زائد عرصہ کے لیے غیر ادا شدہ رہا ہوگا یا اس نے اس قرضہ کو قلم زدہ کرایا ہوگا۔

تحتی کلاز (r) میں کہا گیا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن ہونے سے نا اہل ہوگا اگر وہ یا اس کی بیوی یا زیر کفالت کسی شخص نے حکومت کے واجبات اور یوٹیلیٹی اخراجات کی حد میں ڈیفالٹ کیا ہوگا۔

(2) آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 63 کی کلاز (2) کو بھی تبدیل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر یہ سوال اٹھتا ہے کہ آیا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا ایک رکن ممبر ہونے سے محروم ہو گیا ہے تو سپیکر قومی اسمبلی، قومی اسمبلی کی صورت میں اور چیئرمین، سینٹ کی صورت میں تیس دن کے اندر اندر معاملہ کو چیف الیکشن کمشن کو

ارسال کریں گے۔

(3) آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 63 کی کلاز (2) کے بعد ایک نئی کلاز (3) کو شامل کیا گیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ جب کوئی معاملہ چیف الیکشن کمشنر کو کلاز (2) کے تحت بھیجا جائے گا تو وہ اسے الیکشن کمیشن کے روبرو لائے گا جو کہ تیس روز کے اندر اس پر اپنا فیصلہ دینے کا پابند ہوگا۔

63-A.8- آرٹیکل 63-A کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا۔

''63-A انحراف وغیرہ کی بنا پر نا اہلیت

Disqualification on grounds of Defection etc.

(1) اگر ایک پارلیمنٹری پارٹی، جو کہ ایوان میں واحد سیاسی جماعت پر مشتمل ہو گی، کا رکن.....

(a) اپنی سیاسی جماعت کی رکنیت سے استعفیٰ دیتا ہے یا کسی دیگر پارلیمنٹری جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، یا

(b) ایوان میں اپنی پارلیمنٹری پارٹی، جس سے وہ متعلق ہے، کی جانب سے جاری کی گئی ہدایات کے برعکس درج ذیل کے سلسلے ووٹ دیتا ہے یا ووٹ دینے سے باز رہتا ہے۔

(i) وزیراعظم کے انتخاب یا وزیراعلیٰ کے انتخاب، یا

(ii) اعتماد کا ووٹ یا عدم اعتماد کا ووٹ، یا

(iii) منی بل۔

تو وہ پارلیمنٹری پارٹی کے سربراہ کی جانب سے تحریری صورت میں اپنی سیاسی جماعت سے انحراف کیا گیا، اعلان کیا جائے گا اور پارلیمنٹری پارٹی کا سربراہ ایسے اعلامیہ کی ایک کاپی پریذائیڈنگ افسر کو دے گا اور بالکل اسی طرح سے اس کی ایک کاپی متعلقہ رکن کو بھی دے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ ایسا اعلامیہ جاری کرنے سے قبل پارلیمنٹری پارٹی کا سربراہ ایسے ممبر کو اظہار وجوہ کا ایک موقع فراہم کرے گا کہ کیوں نہ اس کی خلاف ایسا اعلامیہ جاری کیا جائے۔

(2) کسی ایوان کا ایک رکن پارلیمنٹری پارٹی کا رکن ہونا خیال کیا جائے گا اگر وہ اس سیاسی پارٹی کے امیدوار یا نامزد کے طور پر منتخب کیا جائے گا جو کہ ایوان میں پارلیمنٹری پارٹی کو تشکیل کرتی ہے' یا

سیاسی پارٹی کے امیدوار یا نامزد ہونے کے علاوہ کسی دیگر طور پر منتخب کیا گیا ہو' وہ ایسی پارلیمنٹری پارٹی کا ایسے انتخاب کے بعد تحریری صورت میں اعلامیہ کے ذریعے سے ممبر بن چکا ہے۔

(3) کلاز (1) کے تحت اعلامیہ کی وصولی پر ایوان کا پریذائڈنگ آفیسر دونوں کے اندر اندر اعلامیہ چیف الیکشن کمشنر کے پاس بھیجے گا جو کہ اسے چیف الیکشن کمشن کے روبرو پیش کرے گا۔

چیف الیکشن کمشن ایسے اعلامیہ کی چیف الیکشن کمشنر کی جانب سے وصولی کے تیس (30) روز کے اندر اندر اس اعلامیہ کی توثیق کرے گا یا دیگر طور پر فیصلہ دے گا۔

(4) جہاں الیکشن کمشنر اعلامیہ کی توثیق کرتا ہے تو کلاز (1) میں محولہ کا ایوان کا ممبر ہوتا موقوف ہو جائے گا اور اس کی نشست بھی خالی ہو جائے گی۔

(5) کوئی فریق جو الیکشن کمشن کے فیصلہ سے متاثر ہو گا وہ تیس (30) روز کے اندر اندر عدالت عظمیٰ کے پاس ایک اپیل رجوع کر سکے گا جو کہ معاملہ کو اپیل کے دائر ہونے کی تاریخ سے تین ماہ کے اندر فیصلہ کرے گی۔

(6) آرٹیکل میں کوئی ایسا امر درج نہیں کیا گیا ہے جو کہ ایوان کے چیئرمین یا ایوان کے سپیکر پر لاگو ہو گا۔

(7) آرٹیکل ہذا کے مقاصد کے لیے.....

(a) ایوان سے مراد قومی اسمبلی یا سینٹ، فیڈریشن کے سلسلے میں اور صوبائی اسمبلی صوبہ کے سلسلہ میں، جیسی کہ صورت ہو، مراد ہیں۔

(b) پریذائیڈنگ آفیسر سے مراد قومی اسمبلی کا سپیکر، سینٹ کا چیئرمین یا صوبائی اسمبلی کا سپیکر، جیسی کہ صورت ہو، مراد ہیں۔

تشریح

آئین پاکستان کے آرٹیکل 63-A جو کہ انحراف وغیرہ کی بنا پر نااہلیت کے عنوان سے ہے اسے بھی تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اسکے تحت کہا گیا ہے کہ کوئی منتخب اپنی جماعت سے استعفیٰ دیتا ہے، جماعت کے خلاف ووٹ یا عدم اعتماد کی تحریک، منی بل کے خلاف ووٹ دیتا ہے، حاضر رہتا ہے یا غیر حاضر رہتا ہے تو بھی اسے نااہل قرار دیا جائے گا اور پارلیمانی پارٹی کا سربراہ تحریری طور پر اس کے پارٹی سے انحراف کرنے کو اعلان کرے گا اس کی ایک نقل پریذائیڈنگ آفیسر اور اس ایک ممبر کو دے گا جس کے خلاف یہ کارروائی عمل میں آئے گی۔ متعلقہ ممبر کو ایک شوز کاز نوٹس بھی پارلیمانی پارٹی کے سربراہ کی جانب سے جاری ہو گا کہ کیوں نہ اس کے خلاف ایسا اعلامیہ جاری کیا جائے۔

پریذائیڈنگ افسر دو دنوں کے اندر یہ معاملہ چیف الیکشن کمشنر کو بھجوائے گا جو کہ تیس دن کے اندر اندر اس پر فیصلہ کریں گے۔ اگر الیکشن کمشن کی جانب سے اس کی نااہلی کو کنفرم کر دیا جائے گا تو وہ ممبر ہونے سے محروم ہو جائے گا اور اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔ اگر کسی فریق کو الیکشن کمشن کے اس فیصلہ پر اعتراض ہو گا تو وہ تیس دنوں کے اندر اندر اس پر اپنا فیصلہ دے گی مگر اس آرٹیکل کا نفاذ چیئرمین اور سپیکر پر نہیں ہو گا۔ آخر میں ایوان پریذائیڈنگ آفیسر کے بارے میں وضاحت دی گئی ہے کہ ایوان سے مراد قومی اسمبلی یا سینٹ ہوں گے اور صوبہ کے سلسلہ میں

صوبائی اسمبلی ہو گی اور پریذائڈنگ افسر سے مراد قومی اسمبلی کا سپیکر، سینٹ کا چیئرمین اور صوبائی اسمبلی کی صورت میں صوبائی اسمبلی کا سپیکر مراد ہوں گے۔

(1) □9-70. کلاز (2) میں ''مشترکہ اجلاس میں غور کیا گیا'' کے الفاظ کے لیے اور ہندسہ ''آرٹیکل 7 کے تحت تشکیل کی گئی ثالثی کمیٹی کو غور اور اس پر قرارداد کے لیے بھیجے گئے ہیں'' متبادل کیا جائے گا: اور

(2) کلاز (3) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا۔

''(3) جہاں پر کوئی بل کلاز (2) کے تحت ثالثی کمیٹی کو بھیجا گیا ہے، ثالثی کمیٹی 90 روز کے اندر اندر ایک متفقہ بل تشکیل کرے گی جو کہ غالباً مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں کی طرف سے پاس کیا جائے گا اور متفقہ بل کو الگ الگ طور پر ہر ایوان کے روبرو رکھا جائے گا اور اگر دونوں ایوان بل کو پاس کر دیں گے تو یہ صدر کی منظوری کے لیے اس کے پاس پیش کیا جائے گا۔''

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 70 بل پیش کرنے اور منظور کرنے کے عنوان سے ہے۔ اسی آرٹیکل کی کلاز (2) میں الفاظ ''مشترکہ اجلاس میں غور کیا جائے گا'' کو تبدیل کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ ''آرٹیکل 71 کے تحت تشکیل پانے والی ثالثی کمیٹی کو غور اور اس پر قرارداد کے لیے بھیجا گیا'' کے الفاظ شامل کیے گئے ہیں، اور

(2) کلاز (3) کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جب کوئی بل ثالثی کمیٹی کو کلاز (2) کے تحت بھیجا جائے گا تو پھر وہ 90 روز کے اندر اندر ایک متفقہ بل تشکیل کرے گی اور اسے ہر ایوان کے پاس منظوری کے لیے رکھے گی اگر دونوں ایوان اس بل کو منظور کر لیں گے تو پھر اسے صدر کی منظوری حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس بھیجا جائے گا۔

10- حصہ III ' باب 2- آرٹیکل 70 کے بعد' جیسا کہ مذکورہ بالا طور پر ترمیم کیا گیا' مندرجہ ذیل نیا آرٹیکل شامل کیا جائے گا' یعنی کہ.....

'' 71- ثالثی کمیٹی Mediation Committee : (1) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوان' اس ایوان کی جانب سے بل بھیجنے کی تاریخ سے 15 روز کے اندر اندر جس میں آرٹیکل 70 کی کلاز (2) کے تحت ثالثی کمیٹی کی جانب سے غور اور قرارداد کے لیے آغاز کیا گیا تھا' آٹھ آٹھ ارکان کو ثالثی کمیٹی کیمبر کے طور پر نامزد کریں گے۔

(2) ایوان جس میں بل کو شروع / آغاز کیا گیا تھا ثالثی کمیٹی کے رکن چیئرمین کے طور پر نامزد کرے گا' اور

دوسرا ایوان ایک ممبر کو ثالثی کمیٹی کے وائس چیئرمین کے طور پر نامزد کرے گا۔

(3) ثالثی کمیٹی کے تمام فیصلے کمیٹی میں ہر ایک ایوان کے اراکین کی مجموعی تعداد کی اکثریت کی جانب سے کیے جائیں گے۔

(4) صدر' قومی اسمبلی کے اسپیکر اور سینٹ کے چیئرمین سے مشاورت کے ساتھ ثالثی کمیٹی کے انصرام کار کے لیے رولز بنائیں گے۔''

تشریح

آئین پاکستان 1973ء آرٹیکل 71 جسے فرمان صدر نمبر 14 مجریہ 1985ء کی رو سے حذف کر دیا گیا تھا۔ ایل او ایف کے تحت دوبارہ شامل کیا گیا ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت متنازعہ بل کو نمٹانے کے لیے دونوں ایوان ہائے (سینٹ اور قومی اسمبلی) کے آٹھ آٹھ ارکان پر مشتمل ایک ثالثی کمیٹی بنائی جائے گی جس کے پاس بل غور اور قرارداد کے لیے پندرہ روز کے اندر بھیجا جائے گا۔ جس ایوان سے بل کمیٹی کو بھیجا جائے گا وہ اس کا چیئرمین اور دوسرا ایوان اس کے ڈپٹی چیئرمین کے طور پر منتخب ہو گا۔ کمیٹی اپنے تمام فیصلے کمیٹی میں شامل ارکان کی اکثریت سے کرے گی۔ صدر

مملکت، چیئرمین سینٹ، اور سپیکر قومی اسمبلی کی مشاورت سے ثالثی کمیٹی کے رولز آف کنڈکٹ بنانے کے بھی مجاز ہوں گے۔

73-11- کلاز (1) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا۔یعنی کہ.....

آرٹیکل 70 میں درج کسی امر کے باوجود، ایک منی بل (Money Bill) کو قومی اسمبلی سے آغاز کیا جائے گا:

مگر شرط یہ ہے کہ بیک وقت جب ایک منی بل، بشمول فنانس بل کے جس میں سالانہ بجٹ گوشوارہ ہوتا ہے، قومی اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے اسکی ایک کاپی سینٹ کو پیش کی جائے گی جو اس پر سات روز کے اندر اندر اپنی سفارشات کو قومی اسمبلی کو بھیجے گی۔

(1-A) قومی اسمبلی سینٹ کی سفارشات پر غور کرے گی اور جب اسمبلی کی طرف سے سینٹ کی سفارشات کو درج کرنے کے ساتھ یا بغیر پاس کیا جائے گا تو صدر کے پاس منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 73 کی کلاز (1) اور (1-A) کو تبدیل کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ کوئی بھی منی بل اور فنانس بل قومی اسمبلی میں بھیجنے کے ساتھ ساتھ سینٹ کو بھی سات روز کے لیے بھیجا جائے گا جو کہ اس پر اپنی سفارشات کے بعد اسے دوبارہ قومی اسمبلی میں بھیج دیے گی۔قومی اسمبلی کلاز (1-A) کے تحت سینٹ کی سفارشات پر غور کرے گی اور ان کو شامل کر کے یا شامل کیے بغیر منظور کر کے صدر کے پاس اس کی منظوری کے لیے بھیج دے گی۔

(a) الفاظ ''مشترکہ اجلاس میں'' حذف کر دیا جائے گا، اور

(b) '' دونوں موجود ایوانوں کے اور ووٹ دینے والے اراکین کی اکثریت کے ووٹوں کے ذریعے سے الفاظ اور قومہ کے لیے '' آرٹیکل 70 کے مطابق'' الفاظ،

فگر اور قومہ متبادل کیے جائیں گے۔

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 75 بلوں کے لیے صدر کی منظوری کے عنوان سے ہے۔ اس کی کلاز (2) میں ''مشترکہ اجلاس'' کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اسی کلاز کے پیرا ''مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) دونوں ایوانوں کے حاضر اور ووٹ دینے والے ارکان کی اکثریت کے ووٹوں'' کی جگہ اس پیرا'' آرٹیکل 70 کے مطابق'' کو متبادل کیا گیا ہے۔

101-13 کلاز (1) میں'' ''آن دی ایڈوائس آف'' کے الفاظ کے لیے الفاظ ''آفٹر کنسلٹیشن وِ'' متبادل کیے جائیں گے۔

تشریح

آئین پاکستان 1975ء کا آرٹیکل جو گورنر کے تقرر کے عنوان سے ہے اس کی تحتی کلازوں کو' جس میں کہا گیا ہے کہ ہر صوبے کے لیے ایک گورنر ہوگا جسے صدر وزیراعظم کی ''صلاح پر'' مقرر کرے گا' تبدیل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہر صوبے کے لیے ایک گورنر ہوگا جسے صدر وزیراعظک کے ''ساتھ مشورے کے بعد'' مقرر کرے گا۔

(1) □ 106-14 کلاز (1) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا۔

(1) ہر صوبائی اسمبلی مشتمل ہوگی عمومی نشستوں پر اور عورتوں اور غیر مسلموں کے لیی مخصوص نشستوں پر جیسا کہ یہاں نیچے صراحت کی گئی ہے۔

صوبہ جات	عمومی نشستیں	خواتین	غیر مسلم	مجموعہ
(Provinces)	General)	Women	Non-Muslims	Total (seats

بلوچستان (Balochistan)	51	11	3	65
نارتھ ویسٹ فرنٹیئر پراونس	99	22	3	124
(N.W.F.P)	-	-	-	-
پنجاب (punjab)	297	66	8	371
سندھ (sindh)	130	29	19	168

(2) کلاز (2) پیراگراف (b) میں ''اکیس'' کے لفظ کے لیے ''اٹھارہ'' کے لفظ کو متبادل کیا جائے گا۔

(3) کلاز (3) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا، یعنی کہ:

''(3) پنجاب اسمبلی کے انتخاب کے مقصد کے لیے.....

(a) عمومی نشستوں کے لیے حلقہ ہائے انتخاب سنگل ممبر ٹیری ٹوریل حلقہ ہائے انتخاب ہوگا اور ارکان جو ایسی نشستوں کو پر کریں گے ان کو براہ راست اور آزادانہ ووٹ کے ذریعے سے منتخب کیا جائے گا۔

(b) ہر صوبہ ان تمام نشستوں کے لیے سنگل حلقہ انتخاب ہوگا جو کہ عورتوں اور غیر مسلموں کے لیے متعلقہ صوبوں کو کلاز (1) کے تحت مختص کی گئی ہیں۔

(c) اراکین جو خواتین غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستوں کو، جو کہ صوبہ کو کلاز (1) کے تحت مختص کی گئی ہیں، پر کریں گے۔ ان کو قانون کے مطابق سیاسی جماعتوں کے امیدواران کی فہرستوں سے تناسبی نمائندگی کے نظام کے ذریعہ سے صوبائی اسمبلی میں ہر سیاسی جماعت کی جانب سے حاصل کی گئی عمومی نشستوں کی کل تعداد کے پانچ فیصد سے کم حاصل کرے گی وہ خواتین اور غیر مسلموں کے لیے مخصوص کسی بھی نشست کے لیے حقدار نہ ہوگی'': اور (4) شقات (4)، (5) اور (6) کو حذف کیا جائے گا۔

تشریح

آئین پاکستان کا آرٹیکل 106 جو کہ صوبائی اسمبلیوں کو تشکیل کے عنوان سے ہے ایل ایف او کے تحت اس آرٹیکل میں صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں کو از سر نو متعین کیا گیا ہے اور اس میں خواتین اور اقلیتوں کے لیے طریقہ انتخاب وضع کیا گیا ہے۔

(1) 15-112- کلاز (2) میں، پیراگراف (a) کے بعد نیا پیرا شامل کیا جائے گا، یعنی کہ.....

''(b) ایسی صورت حال پیدا ہو چکی ہے کہ جس میں صوبہ کی حکومت کو آئین کی شرائط کے مطابق نہیں چلایا جا سکتا اور ایگزیکٹو ریٹ سے ایک اپیل ضروری ہے۔''

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل جو کہ صوبائی اسمبلی کو توڑ دینے کے عنوان سے ہے اس کی کلاز 112(2) B کے تحت صوبائی گورنروں کو بھی صوبائی اسمبلیاں توڑنے کا صوابدیدی اختیار حاصل ہو گیا لیکن وہ اس سے قبل صدر سے مشاورت کرنے کے پابند ہوں گے۔

16- حصہ IV، باب 4- آرٹیکل 140 کے بعد، مندرجہ ذیل نیا آرٹیکل داخل کیا جائے گا، یعنی کہ:

''140-A- مقامی گورنمنٹ Local Government: ہر ایک صوبہ قانون کے ذریعہ سے، مقامی حکومتی نظام کو قائم کرے گا اور سیاسی، انتظامی اور مالیاتی ذمہ داری اور اختیار کو مقامی حکومتوں کے منتخب شدہ نمائندوں کو تفویض کرے گا۔''

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 140 کے بعد 140-A کا ضافہ کیا گیا ہے۔ آرٹیکل ہذا کے تحت کہا گیا ہے کہ صوبائی حکومتیں مقامی حکومتوں کے نظام کو قائم کریں گی اور انہیں مقامی حکومتوں کے منتخب شدہ نمائندوں کو سیاسی، انتظامی اور مالیاتی ذمہ داری اور اختیار بھی دیں گی، یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ آرٹیکل 140-A کے

ذریعے سے صوبائی حکومتوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے اپنے صوبوں میں مقامی حکومتوں کو قائم کریں بلکہ ان حکومتوں کے منتخب نمائندوں کو سیاسی، انتظامی اور مالیاتی ذمہ داری اور اختیار بھی دیں۔

17- حصہ V، باب 3- باب 3 کے حصہ V میں آرٹیکل 153 سے قبل، مندرجہ ذیل نیا آرٹیکل شامل کیا جائے گا، یعنی کہ.....

''152-A- قومی سلامتی کونسل National Security Council:

(1) ایک قومی سلامتی کونسل حکمت عملی کے ان معاملات پر مشاورت کے لیے فورم کے طور پر خدمت کرنے کے لیے ہوگی جو کہ ریاست کے اقتدار اعلیٰ، سالمیت اور تحفظ سے متعلق ہوں گے اور ان معاملات کے لیے بھی جو کہ جمہوریت، حکومت اور صوبوں کے مابین ہم آہنگی سے متعلق ہوں گے۔

(2) صدر قومی سلامتی کونسل کے چیئرمین ہوں گے اور اس کے دیگر اراکین میں درج ذیل شامل ہوں گے۔

(1) وزیر اعظم۔ (2) سینٹ کے چیئرمین۔ (3) قومی اسمبلی کے سپیکر۔ (4) قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے رہنما۔ (5) صوبوں کے وزرائے اعلیٰ۔ (6) چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی، اور (7) پاکستان آرمی کے چیف آف سٹاف۔ (8) پاکستان نیوی کے چیف آف سٹاف۔ (9) اور پاکستان ایئر فورس کے چیف آف سٹاف۔

(3) قومی سلامتی کونسل کا اجلاس صدر کی جانب سے یا تو اس کی صوابدید پر وزیر اعظم کے مشورہ یا اس کے کسی دیگر اراکین کی جانب سے جب درخواست کی جائے گی، اس کی جانب سے نشاندہی کیے گئے نظام الاوقات کے اندر اندر بلایا جائے گا۔''

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 153 سے قبل آرٹیکل 152-A کا اضافہ کیا گیا ہے۔جس کے ذریعے قومی سلامتی کونسل قائم کی گئی ہے۔

قومی سلامتی کونسل کے Concept کو 1947ء میں امریکہ میں دوسری جنگ عظیم کی Uncertaintles کے باعث آغاز کیا گیا تھا۔بعدازاں بہت سی تعداد میں ملکوں نے Concept کو اپنایا اور روج دیا۔پاکستان اور قومی سلامتی کونسل کا تجربہ کچھ زیدہ پرانا نہیں' اسے 1985ء میں صدر ضیاء الحق نے متعارف کروایا تھا۔اس دور میں بھی اسے سئین کے آرٹیکل 152-A کے ذریعہ تشکیل کیا گیا تھا۔1985ء میں تشکیل کی گئی قومی سلامتی کونسل میں صدر' وزیراعظم' چیئرمین سینٹ' سروسز چیفس اور وزرائے اعلیٰ شامل تھے۔اس دور میں اس کو جو کام سونپا گیا اس کے تحت اسے آرٹیکل 232 کے تحت ہنگامی حالت کے اعلان' پاکستان کی سلامتی اور قومی اہمیت کے کسی دیگر اہم معاملہ جو کہ صدر کی جانب سے وزیراعظم سے مشورہ کے ساتھ اسے بھیجا جانا تھا' کے سلسلے میں اپنی سفارشات مرتب کرنا تھیں۔ لیکن بدقسمتی سے نومبر 1985ء میں اس کونسل کو آئین میں آٹھویں ترمیم کے ذریعہ سے ختم کردیا گیا اور اس طرح قومی سلامتی کونسل ایک آئینی جماعت کے طور پر وجود میں نہ آسکی۔لیکن جب 1996ء میں ملک معراج خالد نے نگرانی وزیراعظم کی حیثیت سے اپنا عہدہ سنبھالا تو انہوں نے 6 جنوری 1997ء کو 1973ء کے روزل آف بزنس میں ترمیم کردی اور کونسل فار ڈیفنس اور نیشنل سکیورٹی قائم کی۔

کونسل فار ڈیفنس اینڈ نیشنل سکیورٹی میں صدر' وزیراعظم' چار فیڈرل منسٹرز' چیئرمین جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی اور تینوں سروسز چیفس شامل تھے۔اس کونسل کے ذمہ بھی حکومت کو مندرجہ ذیل کاموں کے ضمن میں مدد اور مشورہ کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

(1) قومی حکومت عملی کا تعین اور مکمل قومی سلامتی کے سلسلہ ترجیحات کو مقرر

کرنا تھا۔

(2) دفاعی پالیسی قومی سٹریٹجک مقاصد کے مطابق تشکیل کرنا اور دفاعی پالیسی کی تکمیل کے لیے اندازوں اور منصوبوں کو حاصل کرنا۔

(3) دفاعی پالیسی کو اندرونی اور بیرونی پالیسیوں کے ساتھ مربوط کرنا وغیرہ وغیرہ

پھر اس کے بعد چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف کی جانب سے عارضی آئینی حکم کے تحت قومی سلامتی کونسل کی 17 اکتوبر 1999ء کو تشکیل کی گئی تھی اور بالآخر 21 اگست 2002ء کے ایل ایف او کے ذریعے سے آئین میں سے مستقل حیثیت دے دی گئی۔ موجودہ طور پر قائم کی گئی سلامتی کونسل ریاست کی خودمختاری، سالمیت اور سلامتی مشورہ دینے کے لیے بطور فورم قائم کی گئی ہے۔

صدر اسکی چیئرمین، وزیراعظم، سینٹ کے چیئرمین، قومی اسمبلی کے سپیکر، قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے قائد، صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین اور تینوں سروسز کے چیفس اس میں شامل ہیں۔

سلامتی کونسل کے اجلاس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا اجلاس صدر کی جانب سے اس کی اپنی صوابدید پر، یا وزیراعظم کے مشورہ پر، یا اس کے (سلامتی کونسل) کسی ممبر کی درخواست پر مقرر کردہ ٹائم فریم کے اندر بلایا جائے گا۔

(1) 18-109- کلاز (4-A) میں الفاظ اور سکتوں ''جب تک عدالت کی طرف سے ابتدائی طور پر مقدمہ حتمی طور پر فیصل نہ ہو جائے یا درمیانی حکم کو واپس نہ لیا جائے، قومہ اور الفاظ.....

''مگر شرط یہ ہے کہ معاملہ کو عدالت عالیہ کی جانب سے اس تاریخ سے چھ ماہ کے اندر اندر جس پر درمیانی حکم دیا گیا ہے، حتمی طور پر فیصل کیا جائے گا'' متبادل کیا جائے گا، اور

(2) کلاز (4-B) کو حذف کر دیا جائے گا۔

تشریح

آئین کا آرٹیکل 1999 جو کہ عدالت کے اختیار سماعت کے عنوان سے ہے کی کلاز A-4 میں پیرا ''تاوقتیکہ عدالت کی طرف سے اس سے قبل مقدمہ کا قطعی فیصلہ نہ کر دیا جائے یا عارضی حکم کو واپس نہ لیا جائے'' کی جگہ پیرا ''مگر شرط یہ ہے کہ ہائی کورٹ معاملہ کو عارضی حکم بنئے جانے کی تاریخ سے چھ ماہ کے اندر اندر حتمی طور پر فیصلہ کیا جائے گا'' شامل کیا گیا ہے۔

(2) اسی آرٹیکل کی کلاز 4-B کو حذف کر دیا گیا ہے۔

203-19 سی۔کلاز (9) میں

(a) لفظ ''تنخواہ'' جو دو دفعہ واقع ہو رہا ہے کی جگہ پر لفظ ''معاوضہ'' کو متبادل کیا جائے گا' اور

(b) آخر پر فل سٹاپ کے لیے ایک کالن کو متبادل کیا جائے گا اور بعد ازاں مندرجہ ذیل فقرہ شرطیہ کو شامل کیا جائے گا: یعنی کہ

''مگر شرط یہ ہے کہ جہاں پر ایک جج پہلے سے ہی پاکستان کی سروس میں کسی دیگر پوسٹ کے لیے پنشن لے رہا ہے' تو ایسی پنشن کی رقم اس پنشن سے کاٹ لی جائے گی جو کہ شق ہذا کے تحت قابل منظوری ہے۔''

تشریح

آئین پاکستان کے آرٹیکل 203-C کی تحتی کلاز (9) میں لفظ ''مشاہرہ'' کی جگہ ''معاوضہ'' کو متبادل کیا گیا ہے اور اسی کلاز کے آخر میں فل سٹاپ کی جگہ کالن کو متبادل کیا گیا ہے اور بعد ازاں ایک فقرہ شرطیہ بھی متعارف کروایا گیا ہے۔ اس فقرہ شرطیہ میں کہا گیا ہے کہ کوئی جج جو پاکستان کی ملازمت میں کسی دیگر عہدے پر پہلے سے ہی پنشن وصول کر رہا ہو گا ایسی پنشن کی رقم کو کلاز ہذا کے تحت قابل منظوری پنشن

سے کاٹ لیا جائے گا۔

20-209- کلاز (5) میں:

(i) الفاظ اور قومہ کے لئے ''کونسل سے یا کسی دیگر ذرائع سے حاصل کیا گیا'' الفاظ اور قومہ ''کسی ذرائع سے' کونسل یا'' متبادل کیا جائے گا' اور

(ii) ''کونسل کے لیے'' کے الفاظ کے بعد' قومہ اور الفاظ'' یا کونسل خود اپنی تحریک'' داخل/شامل کیا جائے گا۔

تشریح

آئین پاکستان کا آرٹیکل 209 جو کہ سپریم جوڈیشل کونسل کے عنوان سے ہے اس کی کلاز پانچ کے پیرا ''کونسل کی طرف سے یا کسی دیگر ذرائع سے وصول شدہ'' کی جگہ پر یا ''کسی ذریعہ سے' کونسل یا'' کو متبادل کیا گیا ہے۔ یعنی موخر الذکر پیرا کو اول الذکر پیرا کی جگہ تبدیل کیا گیا ہے اور دوسری تبدیلی اس کلاز کے ضمن میں یہ کی گئی ہے کہ لفظ ''کونسل'' کے بعد ''کونسل خود اپنی تحریک پر'' کے الفاظ کو شامل کیا گیا ہے۔

(1) □ 21-218- کلاز (1) کے لیے مندرجہ ذیل کو متبادل کیا جائے گا' یعنی کہ

''مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں' صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کے مقصد کے لیے اور ایسے دیگر عوامی عہدوں کے انتخاب کے لیے جیسا کہ قانون کے ذریعے سے صراحت کیا جائے گا یا جب تک ایسا قانون مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی جانب صدر سے کے حکم سے نہیں بنا لیا جاتا' ایک مستقل الیکشن کمشن آرٹیکل ہذا کے مطابق تشکیل دیا جائے گا۔''

(2) کلاز (2) کے پیراگراف (b) میں

(i) لفظ ''دو'' کے لیے لفظ ''چار'' کو متبادل کیا جائے گا' اور

(ii) ''ہائی کورٹ'' کے الفاظ کے بعد، پہلی دفعہ کے لیے واقع ہو رہا ہے، الفاظ'' ہر صوبہ سے''، شامل کیے جائیں گے۔

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 218 الیکشن کمیشن کے عنوان سے ہے ذ اس کی پہلی کلاز کو تبدیل کیا گیا ہے۔

قومی اسمبلی، اور سینٹ، صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کے لیے اور ایسے دیگر سرکاری عہدوں کے لیے انتخاب جنہیں قانون کے ذریعے سے مخصوص کیا جائے گا یا تاوقتیکہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی جانب سے ایسا قانون صدر کے حکم سے نہیں بنایا جاتا۔ ایک مستقل الیکشن کمشن کو آرٹیکل ہذا کی شرائط کے مطابق تشکیل جائے گا۔

(2) کلاز (2) کے پیراگراف (b) میں بھی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ کلاز (2) کے پیراگراف میں جہاں لفظ ''دو'' آتا ہے اس کی جگہ اب لفظ ''چار'' آئے گا اور جہاں پر لفظ ''عدالت عالیہ'' آتا ہے اس کے بعد لفظ ''ہر صوبہ سے'' آئے گا۔

22-224 آرٹیکل 224 میں

(a) کلاز (1) میں

(i) لفظ ''ماقبل'' کے لیے، لفظ ''مندرجہ ذیل'' متبادل کیا جائے گا: اور

(ii) آخر پر فل سٹاپ کے لیے ایک کالن کو متبادل کیا جائے گا اور بعد ازیں مندرجہ ذیل فقرہ شرطیہ کو شامل کیا جائے گا، یعنی کہ:

''مگر شرط یہ ہے کہ ایک اسمبلی کی اس کی معیاد کی تکمیل پر تحلیل ہونے پر صدر اپنی صوابدید، یا، جیسی کہ صورت ہو گی، گورنر، اپنی صوابدید پر لیکن صدر سے پیشتر منظوری کے ساتھ، ایک نگرانی کابینہ کو مقرر کر سکے گا۔''

(b) کلاز (4) میں، ''صوبائی اسمبلی'' لفظ اور قومہ کے بعد، لفظ ''عام'' شامل کیا جائے گا۔

(c) کلاز (5) کے بعد، مندرجہ ذیل نئی شقات کو شامل کیا جائے گا، یعنی کہ:

''(6) جب ایک نشست جو کہ خواتین یا غیر مسلموں کے لیے مخصوص کی گئی ہے قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی میں خالی ہوگی۔ ایک رکن کی وفات، استعفیٰ یا نا اہلیت کے لیے، تو یہ امیدواران کی جماعتی فہرست سے تقدم کی غرض سے اس سے اگلے شخص سے پر کی جائے گی جو کہ آخری عام انتخاب کے لیے الیکشن کمیشن کو اس سیاسی پارٹی کی طرف سے پیش کی گئی تھی جس کے رکن نے ایسی نشست خالی کی ہے۔

(7) جب ایک نگرانی کابینہ مقرر کی جاتی ہے، آرٹیکل 58 کے تحت قومی اسمبلی کی تحلیل پر یا آرٹیکل 112 کے تحت ایک صوبائی اسمبلی کا تحلیل پر، یا کسی ایسی اسمبلی کی اس کی معیاد کے اختتام پر تحلیل، وزیر اعظم یا، جیسی کہ صورت ہوگی، وزیر اعلیٰ جو کہ نگرانی کابینہ میں ہوں گے وہ فوری طور پر ایسی اسمبلی کے آنے والے انتخابات میں حصہ لینے کے اہل نہیں ہوں گے۔''

تشریح

آئین پاکستان کا آرٹیکل 224 جو انتخاب اور ضمنی اور انتخاب کا وقت کے عنوان سے ہے۔ اس کی تحتی کلاز (1) میں دو تبدیلیا کی گئی ہیں۔

پہلی تبدیلی کے تحت لفظ ''ماقبل'' کی جگہ لفظ ''مندرجہ ذیل'' کو جگہ دی گئی ہے اور دوسری تبدیلی میں پیرا کے آخر پر فل سٹاپ کی جگہ کالن کو جگہ دی گئی ہے اور اس کے بعد ایک نیا فقرہ شرطیہ شامل کیا گیا ہے۔

اس فقرہ شرطیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ جب اسمبلی اپنی معیاد کے اختتام پر تحلیل ہو جائے گی تو صدر اپنی صوابدید پر قومی اسمبلی کی صورت میں نگرانی کابینہ کو مقرر کریں گے اور اسمبلی اگر صوبائی ہوگی تو گورنر صدر سے پیشگی اجازت کے ساتھ اپنی صوابدید پر نگرانی کابینہ مقرر کریں گے۔

(b) اسی آرٹیکل کی کلاز (4) میں تبدیلی کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ''صوبائی

آسمبلی'' کے الفاظ کے بعد ''جنرل'' کے لفظ کو شامل کیا جائے گا۔

(c) اسی آرٹیکل کی کلاز (5) کے بعد مندرجہ ذیل نئی کلازوں 6 اور 7 کو متعارف کروایا گیا ہے۔

کلاز (6) کے تحت کہا گیا ہے کہ قومی آسمبلی اور صوبائی آسمبلی میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں پر یا اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستوں پر کوئی جگہ اگر کسی رکن کے استعفیٰ دینے، فوت ہو جانے یا نااہل قرار دینے کی بنا پر خالی ہو جائے گی تو اس نشست کی پارٹی کی جانب سے الیکشن کمیشن کو دی جانے والی امیدواروں کی فہرست میں شامل اگلا شخص پر کرے گا۔

کلاز (7) میں کہا گیا ہے کہ جب کوئی نگرانی حکومت قومی آسمبلی اور صوبائی آسمبلی کی برطرفی یا مدت پوری ہونے کے بعد قائم کی جائے گی تو نگرانی وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ فوری طور پر اس آسمبلی کا انتخاب لڑنے کے اہل نہ ہوں گے۔

243-43- (1) کلاز (2) میں

(a) پیراگراف (a) میں، آخر پر سیمی کالن کے بعد لفظ ''اور'' شامل کیا جائے گا

(b) پیراگراف (b) ''اور'' لفظ اور سیمی کالن کے لیے، ایک فل سٹاپ کو متبادل کیا جئے گا۔

(c) کلاز (c) کو حذف کیا جائے گا، اور

(2) کلاز (2) کے بعد، جیسا کہ مذکورہ بالا طور پر ترمیم کیا گیا، مندرجہ ذیل نئی کلاز شامل کی جائے گی، یعنی کہ

''(3) صدر کرے گا، اپنی صوابدید سے، مقرر:.....

(a) چیئرمین، جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی:

(b) چیف آف آرمی سٹاف

(c) چیف آف دی نیول سٹاف اور

(d) چیف آف دی ائیر سٹاف' اوران کی تنخواہوں اور لاؤنسوں کو بھی متعین کرے گا۔''

تشریح

آئین پاکستان کا آرٹیکل 243 مسلح افواج کی کمان کے عنوان سے ہے اس آرٹیکل کی تحتی کلاز (2) کے بعد ایک نئی کلاز متعارف کروائی گئی ہے اور اس کے تحت صدر کو چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور تینوں مسلح افواج کے سربراہوں کی تقرری کا نہ صرف صوابدیدی اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ بلکہ ان کے مشاہروں اور بہتہ جات کو بھی صدر ہی مقرر کریں گے۔

24-260- کلاز (1) میں، '' کلاز'' کی عبارت کے بعد' مندرجہ ذیل نئی عبارت شامل کی جائے گی' یعنی کہ:

''مشاورت'' کرے گا' عدالت عظمیٰ اور عدالت عالیہ کے ججوں کی تقرریوں کے سلسلہ میں پس انداز کیا گیا' مراد بحث مباحثہ اور غور وخوض جو کہ صدر پر قابل پابندی نہ ہوگا۔

تشریح

آئین پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 260 تعریفات سے متعلق ہے۔اس میں ایک ترمیم کے ذریعہ سے یہ کہا گیا کہ صدر عدالت عظمیٰ' عدالت عالیہ کے ججوں کے تقرر کے سلسلہ میں مشورہ تو کریں گے لیکن وہ اس مشورہ کے ماننے کے پابند نہ ہوں گے۔

25-268- کلاز (2) میں

(a) ''ترمیم کیا گیا'' کے الفاظ کے بعد' سکتوں اور الفاظ ''صریحاً یا معنوی طور پر'' شامل کیے جائیں گے۔

(b) ''صدر'' کے لفظ کے بعد' ''وزیراعظم سے مشورہ کے ساتھ عطا کیا گیا''

الفاظ شامل کیے جائیں گے۔

تشریح

آئین پاکستان کا آرٹیکل 268 بعض قوانین کے نفاذ کا تسلسل اور بعض قوانین کی تطبیق کے عنوان سے ہے۔ اس کی کلاز (2) میں دو تبدیلیاں کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ الفاظ ''ترمیم کیا گیا'' کے بعد الفاظ ''صریحاً یا معنوی طور پر'' شامل کیے جائیں گے اور لفظ ''صدر'' کے بعد الفاظ ''وزیر اعظم کے ساتھ مشورے کے بعد عطا کیا گیا'' شامل کیے جائیں گے۔

26- حصہ XII، باب 7، آرٹیکل 270-A کے بعد، مندرجہ ذیل نئے آرٹیکلوں کو شامل کیا جائے گا، یعنی کہ.....

270-A- قوانین کی توثیق Validation: ہنگامی حالت کا اعلان 14 اکتوبر، 1999ء، تمام صدارتی احکامات، آرڈیننسز، چیف ایگزیکٹو کے احکامات، بشمول عارضی آئینی حکم نمبر 1 آف 1999ء، عہدے کا حلف (ججوں) کا آرڈر 2000ء (نمبر 1 آف 2000ء)، ریفرنڈم آرڈر، 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا آرڈر نمبر 12 آف 2002ء) اور دیگر تمام قوانین جو 12 اکتوبر 1999ء اور اس تاریخ کے درمیان بنائے گئے جس پر آرٹیکل ہذا عمل میں آیا بذریعہ ہذا توثیق، تسلیم اور قرار دیئے جاتے ہیں کہ وہ کسی عدالت کے فیصلے کے باوجود، مجاز اتھارٹی کی جانب سے جائز طور پر بنائے گئے ہیں اور باوجود اس امر کے آئین میں کچھ اور درج ہے کسی بھی عدالت میں کسی بھی وجہ سے خواہ کچھ بھی ہو، چیلنج نہیں کیے جا سکیں گے۔

(2) تمام صادر کردہ احکامات، کی گئی کارروائیاں، کی گئی تقرریاں بشمول سیکنڈ منٹس اور ڈیپوٹیشنز کے اور افعال جو کسی اتھارٹی کی جانب سے کیے گئے یا کسی شخص کی جانب سے کئے گئے، جن کو صادر کیا گیا تھا، لیا گیا تھا یا صادر کرنے یا لیے جانے یا کیے جانے کا امکان تھا، 12 اکتوبر 1999ء اور اس تاریخ کے درمیان جس

پر آرٹیکل ہذا عمل میں آیا (بشمول دونوں دن) اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے جو کسی اعلان، صدر کے احکامات، آرڈیننسز، چیف ایگزیکٹو کے احکامات، موضوعہ قوانین، نوٹیفکیشنز، قواعد، آرڈرز، بائی لاز سے اخذ کیے گئے یا کسی صادر کیے گئے احکامات یا سزاؤں کی تعمیل یا بجا آوری جو کسی اتھارٹی کی جانب سے اختیار کے استعمال یا اختیار کے استعمال کیے جانے کے امکان میں مذکورہ بالا طور پر، کسی عدالت کے کسی فیصلہ کے باوجود، ہونا خیال کیے جائیں گے اور ہمیشہ جائز طور پر صادر کئے گئے، لیے گئے یا کئے گئے خیال کئے جائیں گے اور کسی بھی عدالت میں کسی بھی وجہ سے خواہ کچھ بھی ہو نہیں اٹھائے جا سکیں گے۔

(3) تمام اعلانات، صدارتی احکامات، آرڈیننسز، چیف ایگزیکٹو کے احکامات، قوانین، ضوابط موضوعہ قوانین، نوٹیفکیشنز، قواعد، احکامات یا بائی لاز جو عمل میں تھے اس تاریخ سے فوری طور پر قبل جس پر آرٹیکل ہذا عمل میں رہنا جاری رہیں گے جب تک کہ ان کی ہیئت مجاز کی جانب سے تبدیل، منسوخ، یا ترمیم نہیں کیا جائے گا۔

وضاحت Explanation: کلاز ہذا میں ''مجاز اتھارٹی'' سے مراد.....

(a) صدارتی احکامات، آرڈیننسز، چیف ایگزیکٹو کے احکامات اور موضوعہ قوانین کے سلسلہ میں، مناسب/موزوں لیجسلیٹر، اور

(b) نوٹیفکیشنز، رولز، آرڈرز، اور بائی لاز کے سلسلہ میں، وہ اتھارٹی جس میں قانون کے تحت بنانے، بدلنے، منسوخ کرنے یا اسی کو ترمیم کرنے کا اختیار تفویض کیا گیا ہے۔

(4) کوئی نالش، استغاثہ یا دیگر قانونی کارروائی نہیں لائی جائے گی کسی عدالت میں کسی ہیئت مجاز یا کسی شخص کے خلاف، کسی صادر کیے گئے حکم، کی گئی کارروائی یا کئے گئے فعل کی بنا پر یا کے سلسلے میں، جو خواہ کلاز (2) میں محولہ اختیارات کے استعمال کرنے یا کیے جانے کے امکان میں ہو یا صادر کردہ احکامات یا صادر کردہ

سزاؤں کی تعمیل یا بجا آوری میں ایسے اختیار کے استعمال کرنے یا استعمال کیے جانے کے امکان میں ہو۔

(5) کلاز (1)، (2) اور (4) کے مقاصد کے لیے کسی ہیبت مجاز یا شخص کی طرف سے تمام صادر کیے گئے احکامات، کی گئی کارروائیاں، کی گئی تقرریاں، بشمول سیکنڈمنٹس اور ڈیپوٹیشنز کے، کیے گئے افعال، جن کا صادر کیا جانا تھا، کیا جانا تھا یا کیا جانا تھا، نیک نیتی سے اور اس غرض کے لیے جس کا پہنچانا اس کے ذریعے سے مطلوب تھا، صادر کردہ، لیے گئے یا کیے گئے خیال ہوں گے۔

تشریح

آئین پاکستان کے آرٹیکل 270-A کے بعد ایک نیا آرٹیکل 270-AA متعارف کروایا گیا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے صدر اور چیف ایگزیکٹو کی جانب سے 12 اکتوبر 1999ء سے لے کر آج تک جاری کیے گئے تمام آرڈیننسز، آرڈرز، ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کا اعلان، پی سی او، ریفرنڈم اور دیگر تمام قوانین، تقرریوں، احکامات، نوٹیفکیشنوں، قواعد اور مجاز افراد کی جانب سے صادر کردہ سزاؤں اور عدالتی احکامات کو آئینی تحفظ دے دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان احکامات اور آرڈیننسز و آرڈر سمیت صدر یا چیف ایگزیکٹو کے حکم کو کسی بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی مقدمہ دائر ہو گا۔ یہ تمام قوانین، آرٹیکلز اور احکامات نافذ رہیں گے اور ان پر عمل درآمد بھی جاری رہے گا۔

270-B-27- آرٹیکل 270-B میں فگر اور کومہ کے بعد، ''1997'' لفظوں کوموں، فگروں، بریکٹ اور رلیٹرز ''اینڈ دی کنڈیکٹ آف جنرل الیکشن آرڈر، 2002ء (چیف ایگزیکٹو کا حکم نمبر 7 آف 2002ء)'' شامل کیا جائے گا۔

تشریح

آئین پاکستان کے آرٹیکل 270-b جو کہ ''انتخابات دستور کے مطابق منعقد

ہوں گے'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں'' عام انتخابات کے انعقاد کا آرڈر 2002ء'' کے الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔

28- حصہ XII' باب 7' آرٹیکل 270-B کے بعد' جیسا کہ مذکورہ بالا طور پر ترمیم کیا گیا' مندرجہ ذیل نیا آرٹیکل شامل کیا جائے گا' یعنی کہ:

''270-C- ججوں کے عہدوں کا حلف' وغیرہ

Oath of Office of judges , etc.

اس امر کے باوجود کہ آئین میں کچھ اور مذکور ہے تمام اشخاص جو بطور عدالت عظمیٰ' عدالت عالیہ اور وفاقی شرعی عدالت کے جج کے طور پر مقرر کیے گئے اور جنہوں نے عہدہ کا حلف (ججوں) آرڈر 2000ء (1 آف 2000ء) کے تحت حلف لیا یا جنہوں نے حلف لیا یا جنہوں نے حلف نہیں اٹھایا ان کے بارے میں خیال کیا جائے گا کہ آئین کے تحت ایسے عہدہ کے لیے مقرر کیے گئے یا ایسے عہدہ کو جاری رکھنے سے ختم ہو گئے' جیسی کہ صورت ہو گی' اور ایسی تقرری یا عہدہ کا ختم ہونا حسبہ موثر ہو گا۔

''

تشریح

آئین پاکستان کے آرٹیکل 270-B کے بعد ایک نیا آرٹیکل 270-C ججوں کے عہدہ کے حلف کے نام سے متعارف کروایا گیا ہے اور اس کے تحت حلف اٹھانے والے سپریم کورٹ' ہائیکورٹ اور فیڈرل شریعت کورٹ کے ججوں کو تحفظ دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ وہ اپنے عہدوں پر مقرر رہیں گے اور جن ججوں نے اس کے تحت حلف نہیں اٹھایا وہ اپنے عہدوں سے محروم ہو جائیں گے اور جنہوں نے اس کے تحت حلف اٹھایا ان کے ایسے طور مقرر رہنے کو یا جنہوں نے اس کے تحت حلف نہیں اٹھایا ان کے ایسے عہدہ سے محروم ہونے کو آئین کے تحت خیال کیا جائے گا۔

29- چھٹا جدول' اندراج 24 کے بعد' مندرجہ ذیل اندراجوں کو شامل کیا جائے

گا،یعنی کہ

''25 ۔ دی سٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ 1956ء(XXXIII آف 1956)

State Bank of pakistan Act,1956 (XXXIII of 1956)

26-قومی احتساب بیورو آرڈیننس،1999ء(XVIII آف 1999)

The National Accountability Bureau Ordinance, 1999 (XVIII of 1999)

27-بلوچستان لوکل گورنمنٹ آرڈیننس،2001ء(XVIII آف 2001)

The Balchistan Local Government ordinance, 2001 (XVIII of 2001)

28-نارتھ۔ویسٹ فرنٹیئر پراونس،لوکل گورنمنٹ آرڈیننس،2001ء(XIV آف 2001ء)

The North-West Frontler Province, Local Givernment Ordinance, 2001 (XiV of 2001)

29-پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس،2001ء(XIII آف 2001ء)

The punjab Local Government ordinance, 2001 (XIII of 2001)

تشریح چھٹا جدول

ایل ایف او کے تحت آئین پاکستان کے چھٹے شیڈول میں بھی ترمیم کی گئی ہے۔اور صدر کی جانب سے جاری کردہ اسٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ 1956ء قومی احتساب بیورو آرڈیننس 1999ء بلوچستان لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2001ء سرحد لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2001ء پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2001ء الیکشن کمشنر آرڈر 2002ء سیاسی جماعتوں کا آرڈر 2002ء کو آئینی تحفظ دیا گیا ہے۔

ایل ایف او کے تحت ترمیم کیے جانے والے آرٹیکلز کے عنوانات کا تعارف

صدر پرویز مشرف صاحب کی جانب سے 21 اگست 2002ء کو آئین پاکستان 1973ء لیگل فرم ورک آرڈر کے ذریعے بنیادی تبدیلیاں کی گئیں، آئین کے 28 آرٹیکلز ہیں، اور چھٹے شیڈول میں ترمیم کیے گئے آرٹیکلز کے نمبر اور عنوانات درج ذیل ہیں۔

1. انجمن سازی کی آزادی، آرٹیکل 17۔
2. صدر آرٹیکل 41
3. قومی اسمبلی آرٹیکل 51۔
4. قومی اسمبلی کو توڑ دینا، آرٹیکل 58
5. سینٹ، آرٹیکل، 59
6. مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کے لئے اہلیت، آرٹیکل 62
7. مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کے لیے نا اہلیت، آرٹیکل 63۔
8. انحراف وغیرہ کی بنا پر نا اہلیت، آرٹیکل 63.A
9. بل پیش کرنا اور منظور کرنا، آرٹیکل 10۔
10. ثالثی کمیٹی، آرٹیکل 71۔

11۔مالی بلوں کی نسبت طریق کار، آرٹیکل 73۔

12۔بلوں کے لیے صدر کی منظوری، آرٹیکل 75۔

13۔گورنر کا تقرر، آرٹیکل 101۔

14۔صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل، آرٹیکل 106 ۔

15۔صوبائی اسمبلیوں کو توڑ دینا، آرٹیکل 112۔

16۔مقامی حکومتیں نیا آرٹیکل 140,A

17۔قومی سلامتی کونسل، (نیا، آرٹیکل 152 .A)

18۔عدالت کا اختیار سماعت،، آرٹیکل 199۔

19۔وفاقی شرعی عدالت۔آرٹیکل 203 .J

20۔اعلیٰ عدالتی کونسل، آرٹیکل 209۔

21۔الیکشن کمشن، آرٹیکل 218۔

22۔انتخاب اور ضمنی انتخاب کا وقت،، آرٹیکل 224۔

23۔مسلح افواج کی کمان، آرٹیکل 243۔

24.۔تعریفات، آرٹیکل 260۔

25۔بعض قوانین کے نفاذ کا تسلسل اور بعض قوانین کی تطبیق،، آرٹیکل 268۔

26۔قوانین کی توثیق، نیا، آرٹیکل 270 A۔

27۔انتخابات دستور کے مطابق منعقد ہوں گے۔، آرٹیکل 270 **B**۔

28۔ججوں کے عہدوں کا حلف،، آرٹیکل 270 C۔

29۔شیڈول چھ میں اندراج 24 کے بعد نئے اندراج 35 تک۔

آئین (سترھویں ترمیم) کا

ایکٹ 2003ء مورخہ 31 دسمبر 2003ء

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کا ایکٹ

ہرگاہ کہ یہ قرین مصلحت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں ازیں بعد ظاہر ہونے والے مقاصد کے لیے مزید ترمیم کی جائے۔ یہاں مندرجہ ذیل قانون بنایا جاتا ہے۔

1۔ مختصر عنوان اور آغاز:۔(1) یہ ایکٹ آئین (سترھویں ترمیم) کا ایکٹ 2003ء کہلائے گا۔

2۔ یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

2۔ آئین کی دفعہ 41 میں ترمیم:۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں جس کا حوالہ بعد ازیں دستور کے طور پر دیا جائے گا (ا) شق (7) پیراگراف ب میں آخر میں آنے والا وقف کامل (FULL STOP) کی بجائے وقف توضیع (colon) تبدیل کر دیا جائے گا۔ بعد ازاں حسب ذیل فقرہ شرطیہ (provisio) کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ مثلاً

دفعہ 63 کی شق (ا) کے پیراگراف ''و'' (D) کا اطلاق دسمبر 2004ء سے ہوگا۔

(2) شق (7) کی توضیعات کے ساتھ بغیر کسی قانونی مضرت کے (with out pre judice) کوئی بھی رکن یا ارکان مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا ایک صوبائی اسمبلی انفرادی یا اجتماعی طور پر ایکٹ 2003ء (سترھویں ترمیم) کے آغاز نفاذ کے تیس دنوں کے اندر صدر کے عہدے کی مزید توثیق اور منظوری کے لیے انتخابی حلقہ (Electoral Collage) جو مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے ہر ایک ایوان کے خصوصی اجلاس اور اس مقصد کے لیے طلب کردہ ہر صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے قراردادیں پیش کریں گے۔ جو موجودہ ارکان کی

اکثریت کے ووٹوں کے ذریعے تقسیمی ووٹوں یا کسی اور طریقہ سے جیسا کہ شق 9 کے تحت وفاقی حکومت کے انتخابی حلقہ کے وضع کردہ قواعد میں مقرر ہو، اور اعتماد کا ووٹ منظور ہونے پر صدر کو قطع نظر دستور میں شامل کسی امر یا عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود دستور کے تحت پانچ برسوں کے لیے اپنے عہدے کے لیے منتخب تصور کیا جائے گا۔ اور اسے کسی عدالت یا فورم میں کسی بھی بنا پر زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔

(9) قطع نظر کسی امر کے جو دستور میں دی گئی ہو، یا کوئی دوسرا قانون جو وقتی طور پر نافذ العمل ہو۔ شق (8) میں اعتماد کے ووٹ کے لئے دی گئی کارروائیوں کو باضابطہ بنایا جائے گا۔ اور انعقاد اور ووٹوں کی گنتی وفاقی چیف الیکشن کمشنر کی طرف سے مقرر کردہ قواعد میں دیے گئے ضوابط اور طریق کار کے مطابق کرے، مگر شرط یہ ہے کہ شق (8) اور (9) کو صدر کے آمدہ اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کا اطلاق محض صدر کے عہدے کی حالیہ مدت کے لیے ہوگا۔

3۔ آئین کی دفعہ 58 میں ترمیم:۔ آئین کی دفعہ 58 میں شق (2) کے بعد مندرجہ ذیل نئی شق کا اضافہ کیا جائے گا، مثلاً

(3) صدر شق (2) کے پیراگراف (ب) کے تحت قومی اسمبلی کے تحلیل ہونے کی صورت میں اسمبلی کے تحلیل ہونے کے پندرہ دن کے اندر معاملہ کو عدالت عظمیٰ (Supreme court) میں پیش کرے گا۔ اور عدالت عظمیٰ تیس دن کے اندر ریفرنس کا فیصلہ کرے گی۔ جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

4۔ آئین کی دفعہ 112 میں تبدیلی: آئین کی دفعہ 112 میں شق (2) کے بعد مندرجہ ذیل نئی شق شامل کی گئی ہے۔ مثلاً

(۳) گورنر صوبائی اسمبلی کی تحلیل کی صورت میں شق (2) کے پیراگراف (ب) کے تحت تحلیل کا ریفرنس صدر کی سابقہ منظوری کے ساتھ پندرہ دنوں کے اندر سپریم کورٹ میں بھیجے گا۔ اور سپریم کورٹ تیس دنوں میں ریفرنس کا

فیصلہ کرے گی۔جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

4۔آئین کی دفعہ 112 میں تبدیلی:۔آئین کی دفعہ 152,A میں تبدیلی کردی گئی ہے۔نوٹ (یہ دفعہ قومی سلامتی کونسل)(National security coun cil) کے بارے میں ہے۔جسے خذف کردیا گیا ہے۔

6۔آئین کی دفعہ 179 میں تبدیلی:۔آئین کی دفعہ 179 میں تبدیلی کے لیے مندرجہ ذیل تبدیلی کی جائے گی۔مثلاً۔

179 ریٹائرمنٹ کی عمر:۔سپریم کورٹ کا ایک جج 65 سال کی عمر تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکے گا۔تاوقت کہ وہ جلد مستعفی نہیں ہوجاتا یا دستور کے مطابق اسے اس کے عہدے سے برطرف نہیں کردیا جاتا۔

7۔آئین کی دفع 195 میں تبدیلی:۔آئین میں دفعہ 195 کے لیے مندرجہ ذیل تبدیلی کی جائے گی،۔

195۔ریٹائرمنٹ کی عمر:۔ہائی کورٹ کا ایک جج 62 سال کی عمر تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکے گا۔تاوقتیکہ وہ جلد مستعفی نہیں ہوجاتا۔یا آئین کے تحت اسے اس کے عہدے سے برطرف نہیں کردیا جاتا۔

8۔آئین کی دفعہ 243 میں ترمیم:۔آئین میں دفعہ 243 کی شق نمبر تین میں الفاظ ''اپنی صوابدید'' کی بجائے ''وزیر اعظم سے مشورہ سے'' تبدیل ک ردیے جائیں گے۔

9۔آئین کی دفعہ 268 میں ترمیم:۔آئین میں دفعہ 268 میں شق (2) آخر میں آنے والا وقف کامل (Full stop) کی بجائے وقف توضیع تبدیل کردیا جائے گا۔یعنی شرط یہ ہے کہ جدول ششم میں اندراجات 27 تا 30 اور اندراج 35 میں محولہ قوانین دستور (17 ترمیم ایکٹ) 2003ء کے آغاز نفاذ سے چھ برسوں کے بعد خذف ہوجائیں گے۔

آئین میں دفعہ 270AA میں تبدیلی کی جائے گی۔

دفعہ 270AA۔قوانین کی توثیق اور تصدیق:۔(۱) چودہ اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے اعلان کے تحت تمام فرامین صدر، آرڈی نینس، چیف ایگزیکٹو کا فرمان، بشمول عبوری آئینی حکم نمبر ا، مجریہ 1999ء فرمان (جج صاحبان) عہدہ کا حلف، 2000ء (نمبر ا مجریہ 2000ء فرمان چیف ایگزیکٹو کا فرمان نمبر 29 مجریہ 2002ء چیف ایگزیکٹو کا فرمان نمبر 32 مجریہ 2002ء کے ذریعے دستور میں وضع کردہ ترامیم اور بارہ اکتوبر 1999ء اور اس تاریخ کے درمیان دونوں دن شامل کر کے جس پر یہ آرڈیکل نافذ العمل ہوا۔ ہیت مجاز کی طرف سے جائز طور پر وضع کیے گئے ہیں۔ بذریعہ ہذا تصدیق کی جاتی ہے، انہیں اختیار کیا جاتا ہے، اور قرار دیا جاتا ہے۔ کہ وہ جائز طور پر وضع کیے گئے ہیں۔ اور قطع نظر آئین میں شامل کسی امر کے باوجود کسی بھی عدالت یا فورم میں یا کسی اور وجہ سے خواہ کچھ بھی ہو اعتراض نہ کیا جائے گا۔

(2) کسی ہیت مجاز کی طرف سے یا کسی شخص کی طرف سے وضع کردہ تمام احکام، کی گئی کاروائیاں، کیے گئے تقرر بشمول فوجی افسروں کے عارضی تبادلے اور مستعار الخدمتیاں، اور کیے گئے افعال جو بارہ اکتوبر انیس سو ننانوے اور اس تاریخ کے درمیان دونوں دن شامل کر کے، جس پر یہ آرڈیکل نافذ العمل ہو۔ کسی اعلان، فرامین صدر، آرڈی نینس، چیف ایگزیکٹو کے فرامین، موضوعہ قوانین بشمول دستور میں ترامیم، اعلانات، قواعد، احکام، ذیلی قوانین سے حاصل شدہ اختیارات کے استعمال میں کسی ہیت مجاز کی طرف سے وضع کردہ احکام یا صادر کردہ سزا کی بجا آوری یا تعمیل میں وضع کیے گئے ہوں۔ کی گئی ہوں یا کیے گئے ہوں، یا جن کا وضع کرنا کی جانا یا کیا جانا مترشح ہوتا ہو، کسی عدالت کے کسی فیصلے کے باوجود جائز طور پر اور ہمیشہ سے جائز طور پر وضع کردہ کی گئی یا کیے گئے متصور رہوں گے۔ اور ان پر کسی بھی

عدالت یا فورم میں کسی بھی بنا پر چاہے جو کچھ اعتراض نہ کیا جائے گا۔

(۳) تمام اعلانات فرامین صدر، آرڈی نینس، چیف ایگزیکٹو کے فرامین، موضوعہ قوانین بشمول دستور میں ترامیم، اعلانات، قواعد، احکام، یا ذیلی قوانین جو اس تاریخ سے عین قبل نافذ العمل ہوں، جس پر آرٹیکل نافذ العمل ہو، نافذ العمل رہیں گے۔ تاوقتیکہ ہیت مجاز کی طرف سے انہیں تبدیل، منسوخ یا ترمیم کر دیا جائے۔

تشریح:

(الف) اس شق میں ہیت مجاز سے۔۔۔۔

(الف) فرامین صدر، آرڈیننس، چیف ایگزیکٹو کے فرمان اور وضع شدہ قوانین بشمول دستور میں ترامیم کی نسبت مقننہ مراد ہے۔ اور

(ب) اعلانات، قواعد، احکام اور ذیلی قوانین کی نسبت وہ ہیت مجاز مراد ہے، جسے قانون کے تحت وضع کرنے، تبدیل کرنے یا منسوخ کرنے یا ترمیم کا اختیار حاصل ہو۔

(۴) کسی ہیت مجاز یا کسی شخص کے خلاف کسی وضع کردہ حکم، کی گئی کاروائی یا کئے گئے فعل کے لئے یا اس کے سبب یا اس کی نسبت جو خواہ شق (۲) میں محولہ اختیارات کے استعمال یا مطلوبہ استعمال میں ہو یا مذکورہ اختیارات کے استعمال یا مطلوبہ استعمال میں وضع کردہ احکام یا صادر کردہ احکام سزا کی بجا آوری یا تعمیل میں ہو، کسی عدالت میں کوئی مقدمہ استغاثہ یا دیگر قانونی کاروائی قابل سماعت نہ ہوگی۔

شقات ۱، ۲، ۳، ۴ کی اغراض کے لیے کسی ہیت مجاز یا کسی شخص کی طرف سے تمام وضع کردہ احکام کی گئی کاروائیاں، کیے گئے تقرر بشمول فوجی افسران کے عارضی تبادلے اور مستعار الخدمتیاں کیے گئے افعال یا جن کا وضع کرنا، کیا جانا، مترشح ہوتا ہے۔ نیک نیتی سے اور اس غرض کے لئے جس کا پورا کرنا ان کے ذریعے مطلوب تھا۔ وضع کردہ، کی گئی، یا کیے گئے متصور ہوں گے۔

مقاصد اور اسباب کا بیان:۔ اس بل کے ذریعے دستور کے آرٹیکلز 41,58,112,152,179, 195, 243, 268, 270 AA میں ترمیم کرنا مقصود ہے۔

(الف) آرٹیکل 41 میں ترمیم کا مقصد شق (7) پیراگراف (ب) کی شرائط کے مطابق قومی اسمبلی کے ٹوٹنے پر، صدر معاملات کو عدالت عظمیٰ میں بھیجے گا۔

(ج) آرٹیکل 112 میں بھی آرٹیکل 58 میں تجاویز کردہ ترامیم بین بین کی گئی ہیں۔

(د) آرٹیکل 152 الف میں یہ تبدیلی تجویز کی گئی ہے، کہ قومی سلامتی کونسل کو پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قائم کیا جائے گا۔

(ہ) آرٹیکل 179 میں ترمیم عدالت عظمیٰ کے ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر میں تبدیلی کرنے کے لیے تجویز کی گئی ہے۔

(و) آرٹیکل 195 میں ترمیم عدالت عالیہ کے ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر میں تبدیلی کرنے کے لیے تجویز کی گئی ہے۔

(ز) آرٹیکل 243 میں عبارت ''اپنی صوابدید'' پر کی بجائے ''وزیر اعظم کے ساتھ مشورہ ہے'' تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(ح) آرٹیکل 268 کی شق (2) کی ترمیم کا مقصد جدول ششم کے اندراجات 27 تا 30 اور اندراج 35 کی دستور (سترھویں ترمیم ایکٹ) 2003ء کے آغاز نفاذ کے چھ برسوں کے بعد حذف کرنا ہے۔

(ط) آرٹیکل 270 AA میں تبدیلی بارہ اکتوبر انیس سو ننانوے اور اس تاریخ کے درمیان جس پر یہ آرٹیکل نافذ العمل ہو، وضع کردہ تمام قوانین اور کیے گئے اقدام کی توثیق اور تسلسل فراہم کرنے کے لیے کی گئی ہے۔

اس بل کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرنا ہے۔

---------اختتام---------